ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟

الحجاز پبلشرز کراچی

خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی ضرورت واہمیت پر ایک مفصل تحریر

ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟

تالیف

(مفتی) طارق مسعود صاحب حفظہ اللہ

معلم جامعۃ الرشید، احسن آباد کراچی

Cell: 0321-2235590

Email: asktariqmasood@gmail.com

؟؟؟؟؟

کراچی، پاکستان

؟؟؟

قرآن وسنت اور مستند علمی کتب کی معیاری اشاعت کا مرکز

☆ جملہ حقوق .... محفوظ ہیں

☆ طبع 2016ء

☆ ناشر .... ؟؟

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ

تحریر

حضرت اقدس مفتی ابولبابہ شاہ منصور مدظلہ العالی

عمل اور طرزِ عمل

اسلام کے ہر حکم میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی برکت رکھی ہے اور وہ برکت کسی فرد یا پورے معاشرے کو صرف اسی نیکی کے کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے، جبکہ اس نیکی کے نہ کرنے سے کچھ اس طرح کے مسائل اور الجھنیں پیدا ہونے شروع ہوجاتی ہیں جو صرف اسی نیک عمل کی طرف واپس آنے سے ختم ہوسکتے ہیں، ان کے حل کی دوسری کوئی صورت نہیں ہوتی۔ راقم الحروف کے ہاتھ ایک مرتبہ انگریز جاسوس کی یادداشتوں کا ترجمہ لگا جس میں اس نے اقرار کیا تھا کہ اسے اور اس کے ساتھ بھیجے گئے جاسوسوں کے دوسرے گروپ کو ایک خاص ہدف دے کر بھیجا گیا تھا کہ وہ مسلم معاشروں میں درجہ بدرجہ مرحلہ وار ان تین اہداف پر کام کریں:

تعدادِ ازدواج، کثرتِ اولاد، اور نکاحِ مسنون یعنی

① سب سے پہلے تعدادِ ازدواج یعنی ایک سے زیادہ شادیوں کے بابرکت عمل کو مسلمان میں معیوب اور باعث عار بنائیں۔

② اس کے بعد کثرتِ اولاد کے رجحان اور اس پر فخر وافتخار کی حوصلہ شکنی کر کے مسلم آبادی کو کم سے کم سطح پر لانے کی کوشش کریں۔

③ اس کے بعد نکاحِ مسنون کے بجائے بغیر نکاح کے مختلف شیطانی ناموں سے مرد وعورت کے اکٹھے رہنے کا رواج ڈالیں۔

اگر دیکھا جائے تو مغربی معاشرے میں یہ تینوں مرحلے کامیاب ہوچکے ہیں، اب ان کے تھنک ٹینکس ان کے خوفناک نتائج سے تنگ آکر انہیں خاندانی نظام کی طرف واپس لانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن عالمگیر فتنۂ انسدادِ نکاح کا شکار ہوجانے والی مغربی اقوام اب اس انسانی اور رحمانی نظام کی طرف واپس آنے کے لئے تیار نہیں۔ مسلم معاشروں میں پہلا اور دوسرا مرحلہ کامیاب ہوچکا ہے اور اب یہ مہم تیسرے مرحلے میں داخل ہوتی صاف نظر آرہی ہے۔ لڑکے لڑکیوں کا آزادانہ میل جول اور ''لَو میرج'' کا رواج، اور عورتوں کو یکطرفہ خلع دلوانا درحقیقت نظامِ نکاح کو ختم کرنے کی کوشش ہے۔ چونکہ بقیہ مذاہب اور امتیں منسوخ ہیں اور امتِ مسلمہ قیامت تک باقی رہنے کے لئے آئی ہے اس لئے مغربی اقوام کے رہنما تو انہیں ''انسانی نظام'' کی طرف نہ لاسکے لیکن مسلم اہل علم وصلاح نے اس غیر شرعی ذہنیت اور نقصان دہ رواج کو ختم کرنے کے لئے بات وہیں سے

شروع کی جہاں سے دشمنانِ ملت و مذہب نے ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے نکاحِ مسنون کو رواج دینے، کثرتِ اولاد کی نبوی ترغیب کو پھیلانے اور تعددِ ازدواج کو فروغ دینے کی دعوت شروع کی۔ اس مبارک اور قابل تحسین جدوجہد کی ایک کڑی زیر نظر کتاب ہے۔

ایک چیز جب مانوس اور معروف ہوتی ہے تو اس کی نا قابل فہم چیزیں بھی سمجھ میں آنے لگتی ہیں اور جب کوئی چیز اجنبی اور نامانوس ہوجائے تو اس کی عام فہم باتیں بھی عجیب وغریب اور اوپری محسوس ہوتی ہیں۔ چونکہ ایک عرصہ ہوا مسلم معاشروں میں چند ایک کو چھوڑ کر سب میں ہی ''بچے دو ہی اچھے'' کا نظریہ فروغ پا چکا ہے اور ''بیوی ایک ہی اچھی'' کی ذہنیت رواج پکڑ چکی ہے، اس لئے ایک سے زیادہ شادی پر لوگوں کو تعجب بھی ہوتا ہے اور اعتراضات بھی اٹھتے ہیں اور عصر حاضر میں اس شرعی عمل کے احیاء کی راہ میں قسما قسم کی رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں اور طرح طرح کی مشکلات کا رونا رویا جاتا ہے۔

مصنف نے اس مسئلے کی شرعی حیثیت واضح کی ہے، ہماری روشن تاریخ کی تابنا کی میں اس سنت کے بابرکت اثرات کا جائزہ بھی لیا ہے۔ سب سے اہم یہ کہ اس پر ہونے والے وہمی اعتراضات اور حقیقی اشکالات دونوں پر بھرپور بحث کی ہے۔ اس کے عواقب ونتائج سے ڈرانے والوں کے سامنے اس کے برکات وثمرات رکھے ہیں اور اس کے فضائل اور مبارک اثرات سے محروم رہنے والوں کو اس کے برے نتائج اور ناشگوار انجام سے ڈرایا ہے۔ میری نظر میں اس وقت اس موضوع پر اکٹھا اتنا مواد کہیں دستیاب نہیں، اتنا مواد جمع کر دینا ہی عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی ایک ایسی خدمت ہے جس کے نتیجے میں ممکن ہے وہ عمل جزوی طور پر ہی زندہ ہوجائے جو صحابہ کرام اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی میں کلی طور پر پایا جاتا تھا، بلکہ آج بھی جہاں جہاں استعمار کا مذموم پروپیگنڈہ اور کیبل، نیٹ کے اثرات نہیں پہنچے، وہاں بھی بلا تکلف پایا جاتا ہے۔

اسلام کے ہر حکم میں اسی کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے نیک اثرات رکھے ہیں اور کسی حکم کے اٹھ جانے سے اسی کے حساب سے برے اثرات سامنے آتے ہیں۔ آج کل اس سنت کو زندہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر نوجوان پہلی شادی سے پہلے دوسری شادی کرے یعنی پہلی شادی تو عموماً اس کے سرپرست اہتمام کے ساتھ کہیں نہ کہیں کرواتے ہی ہیں، اسے چاہئے کہ اس سے پہلے کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے دوسری شادی کرلے۔ بعد میں اس کے گھر والوں نے اس کی پہلی شادی تو کروانی ہی ہے۔ بہرکیف! شریعت وسنت سے چمٹے رہ کر زندگی گزارنے والوں کے لئے یہ کتاب اس اہم معاشرتی حکم پر عمل کی پر از بصیرت دعوت بھی ہے اور جو لوگ اس حکم سے غافل ہیں یا افراط وتفریط کا شکار ہیں ان کے لئے عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر عمل کو خالص اپنی شریعت کے مطابق اور ہر طرز عمل کو صرف اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنا لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شاہ منصور

آخری ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ

تقریظ

صاحبِ ''دریچہ'' حضرت مولانا قاری منصور صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اگر ایک شادی کرنا اچھی بات ہے تو دو تین چار کرنا یقیناً زیادہ اچھی بات ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ زیادتی کسی چیز کی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ بالکل درست ہے، اس لئے تو زیادتی پر پابندی لگادی گئی ہے کہ بس زیادہ سے زیادہ چار ہوں۔ ہمت پست ہو تو اور بات ہے ورنہ آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں، آپ کا دل نہیں چاہتا اور کرنے کو؟

رہی عورتوں کی بات تو انہیں بہکایا گیا ہے، آزادی اور خودمختاری کے نام پر۔ ورنہ جو بہکا رہے ہیں کیا ان کے ہاں ایک پر اکتفا ہوتا ہے؟ وہ تو حلال کو بھی حرام کر کے کھاتے ہیں۔ وہاں بھی ناجائز بچے کی ماں ہی مسئلہ بنتی ہے، ناجائز بچے کا باپ تو دندناتا پھرتا ہے۔

ہم حقائق سے نظریں چرائیں تو اور بات ہے ورنہ بقول بعض عرب علماء ''جو آدمی چار عورتوں کی کفالت کر سکتا ہو وہ ایک کا سہارا بنے تو تین کا استحصال ہے، ان کا حق مارنا ہے اور ایک عورت ہی دوسری تین عورتوں کا حق مارنے کا سبب بنتی ہے۔''

عدل نہیں، انصاف نہیں، برابری کا حق ادا نہیں ہو سکتا وغیرہ، تو ضمنی مسائل ہیں، کیا ایک شادی والے تمام حقوق کا خیال کرتے ہیں؟ عورتوں کے جرائد، ہفتہ وار میگزینوں میں الجھن کی سلجھن اور پریشانی کا حل کے ضمن میں ایک ہی شادی والی عورتوں کے مسائل بھرے ہوتے ہیں۔ یوں بھی جن ملکوں میں زیادہ شادیوں کا رواج ہے وہاں کے ازدواجی مسائل کم ہیں، ان ملکوں کی بنسبت جہاں ایک سے زیادہ پر پابندی ہے۔ کوئی سا بھی عالمی سروے اٹھا کر دیکھ لیں، جنسی تشدد، عورتوں کی مار پیٹ، ان کا بے یار و مددگار پھرنا، کنواری مائیں اور حرامی بچے کن ملکوں کا دردِ سر ہے......؟؟؟

مولانا طارق مسعود صاحب نے علمی، فقہی، تحقیقی اور سماجی کوئی گوشہ اس موضوع کا تشنہ نہیں چھوڑا۔ ہمت تو آپ نے خود کرنی ہے، حوصلہ بھی، جی ہاں! گالیاں سننے اور مار سہنے کا، خیر ہے، خیر کے کاموں میں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آخر امتی کس کے ہیں؟ کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں۔

قاری منصور

۱۰/محرم ۱۴۳۱ھ

تقریظ

مفسر قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

www.darsequran.com

دنیا میں سب سے قدیم مذہب دو ہی ہیں، نفس پرستی اور خدا پرستی۔ دنیا کی کوئی بھی جنگ اتنی پرانی نہیں جتنی خدا پرستی اور نفس پرستی کے درمیان ہے۔ ان دونوں مذاہب کے پیروکار دنیا میں بے شمار ہیں۔ لاکھوں، کروڑوں ایسے بھی ہیں جو بظاہر خدا پرستی کے دعوے کرتے ہیں لیکن حقیقت میں نفس پرست ہوتے ہیں۔ خدا پرست ہر قدم اللہ کی چاہت اور مرضی کو دیکھ کر اٹھاتا ہے۔ اس کی محبت اور نفرت بھی اللہ ہی کی خاطر ہوتی ہے جبکہ نفس پرستی پوری زندگی نفس کے تقاضوں اور خواہشات کی تکمیل میں گزر جاتی ہے۔ خدا پرستی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نفس کے ہر تقاضے کو دبا دیا جائے اور دل کی ہر تمنا اور خواہش کو کچل دیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں کی تکمیل بھی کی جائے تو اپنے حقیقی مالک کی مرضیات کو سامنے رکھ کر، نفس کا کونسا جائز تقاضا ہے جس کی تکمیل کی شارع نے اجازت نہیں دی؟ شہوت ہی کو لے لیجئے جس کا سیلاب بسا اوقات انسان اور انسانی اقدار کو بہالے جاتا ہے، آپ کو دوسرے مذاہب میں تو یہ تعلیم ملے گی کہ شہوانی جذبات کو کچل دینا انسان کو اپنے دیوتا اور پروردگار کا مقرب بنا دیتا ہے مگر ورق گردانی کے باوجود اسلامی لٹریچر میں اس کے جواز کا اشارہ تک نہیں ملے گا، بلکہ اُلٹا ایسا کرنے والوں کی مذمت ہی سے کتابیں بھری ہوں گی۔ ان صاحب کا قصہ تو یاد ہوگا جنہوں نے محض خوفِ آخرت کی وجہ سے عورت سے الگ تھلگ رہنے کا ارادہ کیا تھا اور زبانِ نبوت نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی تھی۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح والی زندگی گزاری اور اُمت کے لئے بھی اسی قسم کی زندگی پسند فرمائی بلکہ ایسا شخص جو حقوق ادا کرسکتا ہو اسے عدل قائم رکھنے کی شرط کے ساتھ تعدد کی بھی اجازت دی، دوسرے مذاہب نے تعددِ ازواج کو ایک تو اسلام کی خصوصیت بنا دیا ہے، دوسرا کام انہوں نے یہ کیا ہے کہ شدید ترین پروپیگنڈے کے زیر اثر اسے ایک ایسا قبیح عمل بنا دیا ہے جس کی توقع معاذ اللہ کسی شریف آدمی سے نہیں کی جاسکتی، نکاح کے بغیر دس بیس خواتین سے بھی تعلق رکھنا جائز ہے مگر حدودِ شریعت میں ایک سے زائد بیویاں برداشت نہیں کی جاسکتیں، اس پروپیگنڈے سے مسلمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے، زبان سے تعدد کو جائز کہنے والے بھی عملاً اسے پسند نہیں کرتے، چونکہ فطرت کے تقاضوں پر نظر رکھنے والے اللہ نے مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ پیدا کی ہیں، جسم کا مدافعتی نظام مضبوط ہونے کی وجہ سے ان کی عمر بھی طویل ہوتی ہے، میدانِ جنگ میں مردوں کا کام کرنا بھی ان کی تعداد میں اضافہ کر دیتا ہے، اس لئے تعدد پر عملی بندش کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ صرف پاکستان ہی میں ایک کروڑ کے قریب خواتین ایسی ہیں جو نکاح سے محروم ہیں، علاوہ ازیں اب مرد صرف بیوی ہی

نہیں چاہتے، جہیز کے نام پر وہ سب کچھ چاہتے ہیں جس کا مہیا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔

ان حالات کے پس منظر میں برادرم مولانا طارق مسعود زید فضلہ نے زیر نظر کتاب لکھ کر اُمت کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے۔ ذہانت کی فراوانی، زبان و بیان کی قدرت، قلبی جذبات، ہلا دینے والے مشاہدات اور جوانی کے جوش کی وجہ سے کہیں کہیں تندی سیل کی سی کیفیت بھی پیدا ہوگئی ہے مگر شاید سوئے ہوؤں کو بیدار کرنے کے لئے اس کی ضرورت بھی تھی، بعض نکات واشارات وہبی معلوم ہوتے ہیں، کتاب کو اپنے موضوع پر جامع بنانے کے لئے انہوں نے حتی المقدور محنت کی ہے اور قدیم وجدید ذخیرہ سے خوب استفادہ کیا ہے۔ چند ماہ قبل میں نے مسودہ کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا، اس موقع پر میں نے مولانا سے گزارش کی تھی کہ عدل اور مساوات کا مضمون مزید مؤکد کر کے بیان کیا جائے، کیونکہ بعض ہوس پرست، تعدد کے جواز کا بہانہ بنا کر پہلی بیوی کو بلیک میل کرتے اور اس کے حقوق پامال کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو ایک اسلامی حکم کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔

اردو زبان میں اس موضوع پر ایسی مدلل اور مفصل کتاب آج تک نہیں لکھی گئی، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطاء فرمائے۔

محتاج دعا
محمد اسلم شیخوپوری

(کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت سے پہلے حضرت مولانا اسلم شیخوپوری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں شہید کردیئے گئے اور آج ہمارے درمیان موجود نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی شہادت کو قبول فرمائے، آپ کی قبر پر ہزار ہار رحمتوں کی بارش فرمائے اور دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے میں ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ راقم: طارق مسعود)

مُقدّمۃ

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی شکل میں اپنے بندوں کو ایک ایسا وسیع اور مکمل ضابطۂ حیات دیا جو انسان کے اجتماعی اور انفرادی نظام میں ہر لحاظ سے کامل اور بے عیب ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کامل و بے عیب ہے، اسی طرح بنی نوع انسان کے لئے اس کی طرف سے نازل کردہ قوانین بھی نہ صرف بے عیب ہیں بلکہ انسان کی دنیوی اور اُخروی فلاح وکامیابی کا واحد ذریعہ ہیں۔

مگر جیسے یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ قوانین میں پیغمبروں اور آسمانی کتابوں پر اکتفاء کے بجائے ان تعلیمات میں اپنی عقل بلکہ مزاج کی دخل اندازی کر کے اچھے اور برے کا معیار از خود متعین کرنا شروع کر دیا اور یوں تحریفِ دین کے مرتکب ہو کر ہمیشہ کے لئے گمراہ اور مغضوب ٹھہرے، ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بہت سے مسلمان بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات پر اکتفاء کے بجائے شریعت کے بہت سے احکام میں خود ساختہ دلائل کے ذریعے بلکہ بعض احکام میں تو محض اپنے مزاج اور طبیعت کی دخل اندازی کر کے ان احکام کی ایسی تشریحات کرنے لگے ہیں جو نہ تو کلام اللہ سے منقول اور نہ اللہ کے پیغمبر اور سلف وصالحین سے منقول ہے۔

اسلام کے انہی مظلوم احکام میں سے ایک حکم ''تعددِ ازدواج'' (ایک سے زائد شادیوں) کا ہے جس کی حلّت وترغیب پر خود اللہ رب العزت نے اپنی مبارک کتاب میں آیات نازل کیں اور صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے محبوب ترین بندوں یعنی پیغمبروں اور پیغمبروں میں پھر سب سے محبوب ترین پیغمبر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور پیغمبر کے محبوب ترین ساتھیوں (یعنی صحابہ کرام) سے لے کر پوری عرب دنیا خصوصاً بلادِ مقدسہ کے مسلمانوں میں آج تک اس عمل کو جاری کر کے اسے پیغمبروں، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، امت کے علماء، صلحاء کی سنت متواترہ و متوارثہ کا درجہ دے دیا۔

اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ پاک و ہند کے مسلمانوں میں جس طرح پہلی شادی کو اچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور والدین، بھائی اور بہنیں، دوست احباب اور اڑوس پڑوس نکاح کا سن کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے، مٹھائی اور دعوتوں کے انتظامات میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور قاضی صاحب خطبۂ نکاح میں حدیث: ''النکاح من سنتی'' (نکاح میری سنت ہے) پڑھ پڑھ کر لوگوں کی خوشی اور اس بات پر اطمینان میں اور اضافہ کر دیتے ہیں کہ ہم باعثِ ثواب کام کر رہے ہیں، نیز پیغمبر کی سنت کو زندہ کر کے خود کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کا مستحق بنا رہے ہیں، کوئی غلط کام نہیں کر رہے۔

اسی طرح یہی دولہا میاں اگر کچھ عرصے بعد یہ سوچنے لگیں کہ پہلا نکاح میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال اور پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہونے کی بناء پر کیا، عفت اور پاکدامنی اور خاندان میں اضافہ چاہنے کی خاطر کیا، یہی حکمتیں دوسرے نکاح میں بھی ہیں، دوسرا نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے حلال اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نیز اس سے بھی مزید پاکدامنی حاصل ہوگی، اولاد و خاندان میں اور اضافہ ہوگا، چنانچہ اس قسم کی باتیں سوچتے ہوئے ''خدانخواستہ'' اگر ہمارے معاشرے میں کسی کو مزید ایک اور شادی کا خیال آجائے تو وہی باپ جس نے اپنے اموال میں کثیر رقم خوشی میں بیٹے کی شادی اور ولیمے پر خرچ کرڈالی تھی، وہ ماں اور بہن جو اپنے بیٹے اور بھائی کی خواہش پر اس کے لئے ''چاندسی'' بیوی لانے کی کوشش میں دن رات ایک کر کے شوق سے رشتے تلاش کرتی رہیں، بھائی اور خاندان بھر کے دوسرے افراد اور دوست احباب، یہ سب حضرات اس شخص کی دوسری شادی کا ارادہ سنتے ہی ہکّا بکّارہ جاتے ہیں......اور وہ فرد جوڈرتے ڈرتے......کہ کہیں اس ارادے کے اظہار پر گھر کے کسی فرد کو ''ہارٹ اٹیک'' نہ ہوجائے یا خدانخواستہ بیوی بے ہوش نہ ہوجائے، سانس کو قابو میں رکھتے ہوئے انتہائی جوانمردی اور حوصلے کا مظاہرہ کر کے گھر کے افراد کے سامنے دوسری شادی کا ارادہ ظاہر کردے تو والدین، بھائی، بہن اور بیوی وغیرہ اوّلاً تو اسے محض گپ شپ پر محمول کرتے ہیں، کیونکہ انہیں یہ گمان بھی ہرگز نہیں ہوتا کہ ان کے خاندان کا کوئی مناسب فرد ان سے اس قسم کا بھونڈا مذاق بھی کرسکتا ہے، مگر جب انہیں یقین ہونے لگتا ہے کہ ان کے خاندان کا یہ مناسب فرد اب انتہائی ''نامناسب'' بن گیا ہے اور پہلی بیوی اور بچوں کے ہوتے ہوئے اس کا ارادہ واقعی ایک اور شادی کا ہے تو خاندان کے افراد تعاون تو کیا کرتے...... یہ بات سنتے ہی ان کے تیور بدل جاتے ہیں، باپ کی طرف سے ٹانگیں توڑنے اور ماں کی طرف سے دودھ نہ بخشنے کی دھمکیاں ملنے لگتی ہیں۔

پھر اگر اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان کے ان دعویداروں کو اس حکم سے متعلق قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر سنائی جائیں تو اس پر بھی ان پر ذرّہ برابر اثر نہیں ہوتا بلکہ یہ افراد ایک طرف تو ہمیشہ کے لئے لاتعلقی کی دھمکیوں پر اتر آتے ہیں اور دوسری طرف ......عیاش......شادیوں کا حریص......شہوت پرست......ایک کو تو سنبھال لو......وغیرہ جیسے طعنوں اور گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے ان آیات کی تلاوت کرنے والے پر ایسا برستے ہیں کہ

یکادون یسطون بالذین یتلون علیھم آیاتنا۔

ترجمہ: قریب ہے کہ یہ برس پڑیں ان لوگوں پر جو انہیں ہماری آیت پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

کا منظر پیش ہونے لگتا ہے۔

یہ ردّعمل تو نسبی خاندان کی طرف سے ہوتا ہے اور سسرال تو پھر......''سسرال''......ہے۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ ایک عام شخص جسے خواہ مخواہ پریشان ہونے کا شوق نہ ہو، ایسے شخص کے لئے ایک سے زائد شادی والا عمل مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماحول نہ ہونے کے باعث اور عامۃ الناس کے اس بارے میں شرعی حکم سے پوری طرح آگاہی نہ ہونے کے باعث ہندو پاک کے مسلمانوں میں شاید یہ قدم مجموعی قوم کا ایک فیصد لوگ بھی نہ اٹھاتے ہوں۔

مگر یاد رکھئے......! اللہ تعالیٰ کی ذات زبردست حکمت والی ہے اور اس کا کوئی حکم حکمتوں سے خالی نہیں، اس لئے خوب

سمجھ لیئے کہ شریعت مطہرہ کی طرف سے مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت بلکہ ترغیب محض کوئی اتفاقی حکم نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کے اس فطری حکم کی اجتماعی سطح پر بغاوت کے انتہائی تباہ کن نتائج برآمد ہورہے ہیں اور آج اگر ایک سے زائد شادیوں سے متعلق شریعت کے اس اہم اور پسندیدہ عمل کو رواج دے کر ان تباہ کن نتائج کے ازالہ کی کوشش نہ کی گئی تو جیسے یورپ کا خاندانی نظام تباہ و برباد ہو گیا تو مستقبل قریب ہی میں مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی سطح پر دین و دنیا کی تباہی و بربادی کے ایسے مہلک نتائج کا کھلے عام مشاہدہ ہوگا کہ اس سے نمٹنا کسی کے بس کی بات نہ ہوگی۔ علماء و صلحاء کی نسل میں پیدا ہونے والی بیٹیاں عفت و پاکدامنی کی زندگی کو ترسیں گی۔ مرد سے زیادہ ان نقصانات و تباہی کے آثار عورت کے حق میں ظاہر ہوں گے جن میں سے بعض ظاہر ہو چکے ہیں۔

ابھی صرف ایک دلیلِ عقلی سے اندازہ لگائیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ پہلا نکاح عام حالات میں محض ایک سنت عمل ہے فرض و واجب نہیں، البتہ اگر کوئی قوم ''من حیث القوم'' اس عمل کو ترک کردے اور سوائے دو چار فیصد کے مثلاً 98 فیصد افراد صرف عقیدۃً اور نظریاتی طور پر نکاح کے سنت ہونے کے قائل ہوں، عملی اقدام کو تیار نہ ہوں تو ظاہر ہے کہ بہت جلد یعنی اس قوم کے دین و دنیا دونوں کے لحاظ سے تباہی و بربادی کے ایسے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے کہ جن کا صرف سرسری تصور ہی رونگٹے کھڑے کرنے کے لئے کافی ہے۔

ان حالات میں اگر کوئی ایسا شخص جو قوم کو تباہی سے بچانے کا جذبہ رکھتا ہو، ترغیبیں دے کر اور مختلف طریقوں سے اپنی توانائیاں صرف کر کے اپنی قوم کو نکاح کی رسم جاری کرنے پر ابھارنے کی کوشش کرے تو کیا کسی کو اس شخص پر اعتراض کا یہ حق ہوگا کہ محض ایک سنت عمل پر اتنی توانائیاں کیوں خرچ کی جارہی ہیں......؟ ایسے موقع پر یہی کہا جائے گا کہ فطرت نے مرد و عورت دونوں کی ایک دوسرے کی طرف بھرپور رغبت رکھی ہے، نیز معاشرے میں نکاح کو معیوب بھی نہ سمجھا جاتا ہو، اس اقدام پر کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو بلکہ حوصلہ افزائی کی جاتی ہو تو ایسے حالات میں شریعتِ مطہرہ کی طرف سے نکاح کو محض سنت قرار دینے سے عفت و پاکدامنی، توالد و تناسل اور عورتوں کی کفالت وغیرہ جیسی حکمتیں خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں اور وہ نقصانات جن کا ازالہ مقصود ہے ان کے ازالے کے لئے نکاح کو ہر ایک کے حق میں واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

البتہ اگر کوئی قوم عملی لحاظ سے نکاح کے عمل کو برا سمجھنے لگے اور نکاح کے اقدام کی حوصلہ شکنی کی وجہ سے مردوں میں نکاح کے رجحان کی غیر معمولی کمی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں جو ممکن سعی بھی نکاح کے رواج کے لئے کی جائے گی اسے ''کم'' ہی کہا جائے گا اور یہ کہہ کر جان چھڑانا ہرگز درست نہ ہوگا کہ ''محض سنت ہی تو ہے......فرض و واجب تو نہیں......'' بلکہ ممکن ہے کہ اس قوم کے حکمران اگر واقعی رعایا کے خیر خواہ ہوں تو ملک و قوم کو تباہی سے بچانے کے لئے نکاح نہ کرنے والوں کے لئے باقاعدہ سزائیں مقرر کردیں اور کوڑے مار مار کر مردوں کو نکاح پر مجبور کریں اور اس بارے میں کسی مرد کا کوئی عذر بھی قبول سماعت نہ سمجھا جائے، خواہ اس کے والدین تک اس نکاح پر راضی نہ ہوں۔

بالکل اسی طرح یاد رکھئے کہ مردوں کے لئے ایک سے زائد شادیوں کے جواز بلکہ ترغیب کا حکم بھی ایسے معاشرے کے لئے نازل ہوا جہاں اس عمل کی پہلے سے حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔

زیادہ شادیاں مستحب ہیں ایسی قوم کے لئے جہاں پہلے سے اس کا رواج ہو

چنانچہ ایسے معاشرے میں جہاں پہلے ہی سے متعدد نکاحوں کا رواج ہو اور اس اقدام پر عملی طور پر کوئی رکاوٹ نہ ہو، متعدد شادیوں کو محض مستحب قرار دینے سے ہی مردوں کی ایک قابل ذکر تعداد اس اقدام کو اختیار کرسکتی ہے اور یوں وہ ساری حکمتیں اور مصلحتیں حاصل ہوجاتی ہیں جو شریعت اس حکم سے حاصل کرنا چاہتی ہے اور وہ تباہی و بربادی جس سے شریعت مسلمان معاشرے کو بچانا چاہتی ہے اس سے بچانے کے لئے ایک سے زائد شادی کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

مگر یاد رکھئے......! جس معاشرے میں عملی طور پر ایک سے زائد شادیوں کے اقدام کو ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہو اور اگر کوئی شخص جس کی پہلی بیوی فرمانبردار اور اطاعت گزار بھی ہو، اس کی اس بیوی سے اولاد بھی ہو، خوب ہنسی خوشی زندگی گزر رہی ہو، محض شریعت کی ترغیب پر یہ شخص دوسری شادی کا ارادہ کرے تو اس کی تو کیا حوصلہ افزائی ہوتی بلکہ وہ شخص جس کی بیوی بالفرض مذکورہ بالا تمام یا بعض صفات سے عاری ہو جس کے باعث اس کی زندگی تلخ ہوکر رہ گئی ہو یا مثلاً کسی کی بیوی بانجھ ہوتو ایسے شخص کو بھی اس دوسری شادی والے اقدام سے باز رکھنے کے لئے نہ صرف پہلی بیوی ہی پر صبر کی تلقین کی جاتی ہو بلکہ باز نہ آنے کی صورت میں وہ کچھ طعنے اور دھمکیاں دی جاتی ہوں جن کا کچھ تذکرہ گزر چکا، حکومت سے لے کر معاشرے کے ہر طبقے کی طرف سے اس اقدام کی سخت حوصلہ شکنی کی جاتی ہو جس کے باعث پوری قوم میں برادری سے جھگڑا مول لینے والے چند ''مولوی قسم'' کے لوگوں اور انہی کی طرح مزید کچھ ''عجیب وغریب'' قسم کے دوسرے لوگوں کے سوا ہر شخص اس کو بہت بڑی حماقت سمجھتا ہو اور اس بارے میں سرے سے سوچنا ہی گوارا نہ کرتا ہو، اور ان تمام تر حالات کے نتیجے میں وہ کچھ تباہ کاریاں پیدا ہورہی ہوں جو فطرت سے بغاوت کا لازمی نتیجہ ہوتی ہیں، ان حالات میں ان تمام تر تباہ کاریوں سے نظر پھیر لینا اور یہ کہنا کہ ایک معمولی سا ترغیبی کام ہے، کوئی کرلے تو شاید تھوڑا بہت ثواب مل جائے، لہٰذا اس تھوڑے سے ثواب کو حاصل کرنے کے لئے اطمینانِ قلب جیسی عظیم دولت کو اس ''ثواب'' کی بھینٹ چڑھانا اور خاندان اور پہلی بیوی کو پریشان کرنے کا ''گناہ'' مول لے کر قوم کو اس سنت پر ابھارنا اور اپنی صلاحیتوں کو اس ''فضول'' کام میں خرچ کرنا ایک احمقانہ حرکت ہے.....تو ایسا کہنا اور صرف جہلاء کے ردّعمل کے خوف سے اس حکم سے اجتناب کئے رکھنا کچھ عقل مندی کا کام ہوگا......؟

بلکہ اس موقع پر بھی کسی عقلمند کا یہی جواب ہوگا کہ شریعت میں یہ کام اب مستحب یا سنت نہیں رہا، بلکہ اس کا درجہ سنت یا مستحب سے اوپر کا ہے، سنت یا مستحب اس قوم کے مردوں کے لئے تھا جس میں بھرپور طریقے سے اس سنت کا عملی رواج ہو۔

انہی حالات کا مشاہدہ کرتے ہوئے بندہ کا ارادہ ہوا کہ اس سلسلے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کے طور پر قوم کو آ گاہ کرکے اس عمل پر ان افراد کو کھڑا کرنے کی اپنی سی کوشش کی جائے جنہیں اپنے ذاتی مفاد سے ہٹ کر قوم کے اجتماعی حالات کی اصلاح کی بھی فکر ہے اور جیسے دوسرے بڑے بڑے منکرات سے روکنے کے لئے اہل علم وصلحاء اپنی توانائیاں صرف کررہے ہیں، زبان وقلم اور اپنے عملی اقدام سے قوم کو ایک سے زائد شادیوں والی ایک ایسی سنت پر ابھارنے کی بھی اپنی

سی کوشش کریں کہ جس کی نفرت لوگوں کے دلوں میں گھول کر ایسے پلادی گئی ہے جیسے بنی اسرائیل کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلادی گئی تھی۔(وأشربوا فی قلوبهم العجل)(الآیۃ)

کتاب کا مقصد محض نظریہ درست کرنا نہیں۔اسلام کے تعدد زوجات والے حکم کی بغاوت سے معاشرے میں جو تباہیاں پھیل رہی ہیں ان تباہیوں کا علاج اس بارے میں صرف نظریہ درست کرنے میں نہیں، بلکہ عمل ضروری ہے، لہٰذا ہماری اس ''تحریر'' کا مقصد بھی قوم کو عمل پر ابھارنا ہے، محض نظریہ درست کرنا نہیں۔

کتاب کا مختصر تعارف اور خلاصہ

اس تحریر کو بندہ نے سات حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے حصے میں یہ بیان ہوگا کہ اسلام نے شادی شدہ مرد پر اس کی بیوی کے کیا حقوق لازم کئے ہیں۔تا کہ ہماری اس کتاب کے مرد قارئین کو اپنے بارے میں اندازہ ہوجائے کہ ہم شادی شدہ زندگی گزارنے یا ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کے اہل ہیں بھی یا نہیں؟ اور اسی حصے میں جلد نکاح کی اہمیت اور نکاح میں تاخیر کی قباحت اور برائی کا بیان ہوگا۔

دوسرے حصے میں یہ بیان ہوگا کہ حقوق کی ادائیگی کا مکمل التزام ہوتو اسلام میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا محض جائز نہیں بلکہ ایک باعثِ ثواب کام ہے، اور اسلام میں اصل حکم یہی ہے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھے۔

تیسرے حصے میں اس پر بحث ہوگی کہ اس زمانے میں قوم کے ذمہ دار مردوں کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا محض ایک مستحب کام نہیں، وقت کی ایک انتہائی اہم ضرورت ہے، اور اس بارے میں مختلف حلقوں کی طرف سے کئے جانے والے مختلف قسم کے سوالات اور اعتراضات کے مدلّل اور شافی جوابات کے ساتھ ساتھ اس پر بھرپور بحث ہوگی کہ آج اگر قوم کے اجتماعی مفاد کی فکر رکھنے والے ذمہ دار مردوں نے اس بارے میں اپنا جمود نہ توڑا تو انہی کی اپنی نسل میں پیدا ہونے والی لڑکیوں کے حق میں انتہائی بھیانک نتائج ظاہر ہوں گے۔عامۃ المسلمین تو دور کی بات، علماء، صلحاء کے لئے اپنی بیٹیوں کی شادی کی خاطر مناسب رشتوں کی تلاش دردِ سر بن کر رہ جائے گا۔گھر میں عورت کا وجود ہی والدین اور بھائیوں کے لئے بوجھ بن جائے گا۔

نیز اس پر بحث ہوگی کہ عورت کے انسانی اور بنیادی حقوق کا تحفظ اس بات پر موقوف ہے کہ قوم کے ذمہ دار نوجوان ایک بیوی پر قناعت کے اس جمود کو توڑتے ہوئے اس ہندوانہ رسم کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

چوتھے حصے میں مشاہدات پر مبنی ان واقعات کی نشاندہی کی جائے گی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک زوجہ پر اکتفاء والے رواج نے عورت کو کس مقام پر لا کر کھڑا کردیا ہے، یہ وہ واقعات ہیں جن کا کھلی آنکھوں ہر شخص مشاہدہ کررہا ہے مگر ان سے ملنے والے سبق سے غافل ہے۔اور یہ بھی ثابت کیا جائے گا کہ جب مسلم قوم میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی سنت بھرپور طرح سے زندہ تھی، اس وقت مسلم عورت کا معاشرے میں کیسا مقام اور مرتبہ تھا۔

پانچویں حصے میں اس کا بیان ہوگا کہ خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے پروپیگنڈے کے

باعث آج کا مرد دو بچوں سے زیادہ کی پیدائش اور ان کی کفالت کے لئے تیار نہیں۔ ایسی قوم کے مرد چار بیویاں رکھ کر نسل میں غیر معمولی اضافے پر بھلا کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔

اس لئے کتاب کے اس حصے میں ہم نے خود اہل یورپ کے ڈاکٹروں کی تحقیق اور طبّی اور سائنسی حقائق پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ تعلیم و تربیت اور صحت کے حوالے سے نسل روکنے کی جو مہم چلائی جارہی ہے، وہ سو فیصد غلط ہے۔ مرد و عورت دونوں کی ذہنی اور جسمانی صحت اس پر موقوف ہے کہ عورت بار بار ولادت کے عمل سے گزرتی رہے۔ عورت کا بار بار ولادت کے عمل سے گزرنا اور بچے کو دودھ پلاتے رہنا اس کی جوانی اور اس کے نسوانی حسن کا ضامن ہے۔ وہ عورت جلدی بوڑھی ہو جاتی ہے جو بچوں کی پیدائش میں زیادہ وقفہ کرتی ہو یا دو تین بچوں کے بعد ولادت کا سلسلہ بند کرا دیتی ہو۔ حمل روکنے کا عمل عورت کو جلد بڑھاپے کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ عمل خواتین میں موٹاپے کا سبب بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی دیگر کئی بیماریوں کا ذریعہ ہے۔ نیز وہ بچے جن کے قریب العمر بھائی اور بہنیں کثرت سے ہوں ان کی ذہنی و اخلاقی نشو و نما زیادہ بہتر طریقے سے ہوتی ہے۔ ایک صحت مند معاشرے کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی صحت کے لئے شرح پیدائش (Growth Ratio) میں ایک تسلسل کے ساتھ اضافہ ضروری ہے۔

چھٹے حصے میں اس پر بیان ہوگا کہ اسلام، مسلم قوم میں اولاد کی کثرت پر بہت حریص ہے اور اس بارے میں اس پر بحث ہوگی کہ قرآن و سنت، مفسرین، محدثین اور فقہاء کے اقوال میں اولاد کی کثرت سے متعلق ہمیں کیا تعلیمات ملتی ہیں؟

ساتویں حصے میں دوسری شادی سے متعلق علماءِ معاصر کے فتاویٰ کا ذکر ہوگا۔

طارق مسعود
مدرس جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی

ملاحظہ

بندہ نے اپنے نام کے ساتھ ''جامعۃ الرشید'' کا حوالہ صرف اپنے تعارف کے لئے دیا ہے مگر واضح رہے کہ اس کتاب کی اشاعت، اس کے مضامین اور اس کی تحریر کے کسی جزو کا بھی جامعہ ذمہ دار نہیں، لہٰذا کتاب کے کسی مضمون پر اگر کسی کو اعتراض ہو تو جامعہ کو ذمہ دار نہ ٹھہرائے، نیز اس کتاب کو پڑھنے کے بعد موافقت یا مخالفت پر مبنی یا کتاب کی کسی غلطی یا خامی سے متعلق کوئی مشورہ دینا چاہیں تو بھی براہِ راست راقم الحروف سے رابطہ کریں، ادارہ جامعۃ الرشید سے رابطہ کی کوشش نہ فرمائیں۔

کتاب کی افادیت یا خامی سے متعلق کوئی اہم مشورہ موصول ہوا (بشرطیکہ ضد وعناد پر مبنی نہ ہو، علمی دلائل پر مبنی ہو) تو ان شاء اللہ اسے اگلے ایڈیشن میں شائع کیا جائے گا۔

کتاب پڑھنے کے بعد اخلاص پر مبنی اپنی مفید آراء یا خط وکتابت کے لئے اس ایڈریس پر رابطہ کیا جاسکتا ہے:

مفتی طارق مسعود
بلاک ST-10، جامع مسجد الفلاحیہ سیکٹر 10، نارتھ کراچی

Mufti Tariq Masood
Block: ST-10, Jamia Masjid Alflahia,
Sector 10, North Karachi.
E-mail: asktariqmasood @gmail.com
Cell: 0321-2235590

پہلا حصہ

زوجہ کے حقوق واجبہ کی تفصیل اور جلد نکاح کی ترغیب

قال اللہ تعالیٰ: {فانکحوا ما طاب لکم من النّساء مثنٰی وثلٰث وربٰع، وإن خفتم أن لّا تعدلوا فواحدۃ أو ما ملکت أیمانکم، ذلک أدنٰی أن لا تعولوا۔}
(سورۃ النساء)

ترجمہ: *پس نکاح کرو تم (ان) عورتوں سے جو تمہیں تمہیں اچھی لگیں/ پسند آئیں/ (کسی بھی مصلحت سے) مناسب لگیں، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے، اور تمہیں خوف (ظن غالب) ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے (نکاح کرو) یا (اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہوسکیں گے تو) ان باندیوں پر اکتفاء کرو جن کے تم مالک ہو، اس بات میں (یعنی ایک بیوی پر اکتفاء کی صورت میں یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنے میں) ناانصافی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔*
(کذا فی بیان القرآن)

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ:

وقد علمت أن العدل فی کلامہ بمعنی عدم الجور لا بمعنی التسویۃ، فإنھا لا تلزم فی النفقۃ مطلقًا۔ قال فی البحر: قال فی البدائع: یجب علیہ التسویۃ بین الحرتین والأمتین فی المأکول والمشروب والملبوس والسکنی والبیتوتۃ، وھکذا ذکر الواجی۔

والحق أنہ علی قول من اعتبر حال الرجل وحدہ فی النفقۃ، وأما علی قول المفتی بہ من اعتبار حالھما، فلا، فإن إحداھما قد تکون غنیۃ والأخری فقیرۃ، فلا یلزم التسویۃ بینھما مطلقا فی النفقۃ اھ۔ (رد المحتار علی الدر المختار: ۲۰۲/۳) (وانظر ایضًا) (إمداد الاحکام: ۲/۳۷۷)

زوجہ کے حقوقِ واجبہ

قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ ایک بیوی یا ایک سے زیادہ بیویاں اس شخص کے لئے رکھنا حرام ہے جسے

اپنے بارے میں غالب گمان ہو کہ وہ ان کے ساتھ ''عدل'' کا معاملہ نہیں کر سکے گا اور فقہائے کرام کی تشریح سے معلوم ہوا کہ عدل کا مطلب یہ ہے کہ کسی بیوی پر ظلم نہ ہو یعنی اس کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی نہ ہو۔ پس بیوی ایک ہو ایک سے زیادہ اس کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی ضروری ہے، یعنی اس کے ساتھ ظلم سے بچتے ہوئے ''عدل'' والا معاملہ ضروری ہے۔ زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں بیویوں کے درمیان برابری نہ کرنا بھی شرعاً ظلم کے مترادف ہے، لہٰذا جس شخص کو غالب گمان ہو کہ وہ ان معاملات میں بیویوں کے درمیان برابری والا معاملہ نہیں رکھ سکے گا، اس کے لئے زیادہ بیویاں رکھنا حرام ہے۔ ایک بیوی کے حقوقِ واجبہ کو ہمارے عرف میں ''نان ونفقہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان حقوق کا ذکر ''ایک سے زیادہ بیویوں کے حقوق'' کے ذیل میں ضمناً آرہا ہے، اس لئے اسے مستقل عنوان کے تحت ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس تفصیل کے بعد یہ سمجھیں کہ متعدد بیویاں رکھنے کی صورت میں تین چیزوں میں برابری ضروری ہے جن میں دو چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان میں مکمل برابری بہرحال واجب ہے وہ تین چیزیں ہیں:

① صلاتِ زائدۃ (اضافی تحفے تحائف)

یعنی ضروری نان نفقے سے ہٹ کر وہ اضافی جیب خرچ یا اضافی کپڑے یا وہ اضافے تحفے تحائف جو شوہر عید، شادی یا کسی خوشی وغیرہ کے موقع پر یا ویسے ہی بغیر کسی موقع کے اپنی بیوی کو دیتا ہے۔

ضروری نان ونفقہ سے ہٹ کر یہ اضافی جیب خرچ، تحائف یا ملبوسات وغیرہ بجائے خود تو شوہر پر واجب نہیں، لیکن اگر کسی نے اپنی دو بیویوں میں سے کسی بیوی کو ایسے تحائف دیئے تو اب اس پر واجب ہو جائے گا کہ دوسری بیوی کو بھی یہی تحائف یا اس کے مناسب اتنی مالیت کی کوئی اور چیز دے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو بے عدلی کے ظلم کا مرتکب ہو کر سخت گناہ گار ہوگا اور جسے ظن غالب کے درجے میں یہ خوف ہو کہ وہ اس معاملے میں متعدد بیویوں میں برابری نہ کر سکے گا تو اس کے لئے دوسری شادی کرنا حرام ہے۔

② شب باشی (رات گزارنا)

اگر کوئی شخص دو بیویوں والا ہے تو جتنی راتیں ایک زوجہ کے ساتھ گزارے گا، اتنی ہی راتیں دوسری بیوی کے ساتھ گزارنا اس پر واجب ہو جائیں گی۔ چنانچہ اگر ایک ماہ ایک زوجہ کے ساتھ رات گزاری تو اس پر ضروری ہوگا کہ اب ایک ماہ دوسری زوجہ کے ساتھ بھی لازماً گزارے، ایک ہفتہ کسی زوجہ کے ساتھ گزارا تو لازماً ایک ہفتہ دوسری زوجہ کے ساتھ بھی گزارنا پڑے گا، الغرض بجائے خود شوہر پر واجب نہیں تھا کہ کتنی راتیں اسے اپنی زوجہ کے ساتھ گزارنا ضروری ہیں بلکہ اس کا مدار بیوی کی ضرورت پر تھا نہ کہ بیوی کے مطالبے پر...... البتہ دو شادیوں کی صورت میں اس پر واجب ہو جائے گا کہ جتنی راتیں ایک زوجہ کے ساتھ گزاریں اتنی ہی دوسری زوجہ کے ساتھ بھی گزارے، خواہ دوسری زوجہ کو ضرورت نہ بھی ہو، اگر رات گزارنے میں برابری نہیں کرتا تو ایسا شخص بھی بے عدلی کے ظلم کا مرتکب ہو کر سخت گناہگار رہوگا اور جسے اپنے بارے میں ظن غالب کے درجے

میں یہ خوف ہو کہ وہ اس معاملے میں متعدد بیویوں کے درمیان برابری نہ کر سکے گا اس کے لئے بھی دوسری شادی کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

③ ضروری نان نفقہ

نان نفقہ شرعاً تین چیزوں کو کہا جاتا ہے:

① مناسب خوراک

② مناسب لباس

③ مناسب رہائش

(یعنی گھر کے ضروری سامان کے ساتھ رہائش کے لئے بیوی کو کم از کم ایک ایسا علیحدہ کمرہ (Separate Room) دیا جائے جس میں بیوی کے سوا کسی کا عمل دخل نہ ہو۔)

مناسب خوراک، لباس اور رہائش کا انتظام مرد پر لازم ہے

البتہ کس معیار (Standard) کی خوراک کو ''مناسب خوراک'' اور کس معیار کے لباس کو ''مناسب لباس'' اور کس معیار کی رہائش کو ''مناسب رہائش'' کہا جائے گا......؟ شریعت نے اس کا مدار عرف پر چھوڑ دیا ہے اور اس بارے میں مرد کی مالی حیثیت اور اس کی بیوی جس خاندان سے تعلق رکھتی ہے، اس خاندان کی مالی حیثیت دونوں کی رعایت کی گئی ہے، یعنی ایک طرف دیکھا جاتا ہے کہ مرد کی مالی وسعت کتنی ہے؟ اور دوسری طرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی بیوی کو اپنے والدین کے ہاں کس معیار (Standard) کی خوراک ولباس و رہائش وغیرہ میسر تھی، ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھ کر مناسب خوراک، مناسب لباس اور مناسب رہائش کا تعین کیا جاتا ہے۔

اس نان نفقے میں مکمل برابری اس صورت میں واجب ہے کہ جب کسی کی متعدد بیویوں میں سے ہر ایک بیوی نکاح سے پہلے جس جس خاندان سے تعلق رکھتی تھی، وہ خاندان مالی حیثیتوں میں برابر یا قریب قریب ہوں۔

پس اگر کسی شخص کی ایک بیوی بہت مالدار خاندان سے تعلق رکھتی تھی کہ مثلاً جس نے اپنے والدین کے ہاں کھانے میں کبھی دال کی صورت بھی نہ دیکھی ہو، ہمیشہ پیزا (Pizza) اور برگر کھایا ہو، ایئر کنڈیشنڈ کمروں (Air Conditioned Room) کے بغیر وقت نہ گذارا ہو......اور دوسری بیوی مالی لحاظ سے متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جو کبھی دال، کبھی سبزی اور کبھی گوشت کھایا کرتی تھی اور پنکھے پر گذارا کرتی تھی......، اور تیسری بیوی ایسے غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھی جنہیں کھانے میں دال بھی بمشکل میسر ہوتی تھی اور پُرسکون نیند کے لئے پنکھا بھی میسر نہ تھا......، تو ایسے شخص پر ان تینوں بیویوں میں مثلاً خوراک اور رہائش کے معیار کے معاملے میں برابری ضروری نہیں بلکہ ایسے شخص کو مالدار گھرانے سے تعلق رکھنے والی بیوی کے حق میں خوراک اور رہائش کا معیار اونچا رکھنا پڑے گا، کیونکہ ایسی بیوی کو غریبوں والی خوراک یا رہائش پر مجبور کرنا اس پر ظلم اور اس کی حق تلفی ہے۔ باقی اشیاء کے معیار (Standard) کو اس پر قیاس کر لیں۔

جس حد تک برابری ممکن ہو، ہر چیز میں برابری کرنی چاہئے

بندہ نے عدل سے متعلق یہ جو تفصیل لکھی، فقہ حنفی میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق لکھی ہے، مگر دوسرے بہت سے علماء نے اور خود ہمارے علماءِ حنفیہ ہی میں بعض حضرات (جن میں حکیم الامہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ بھی داخل ہیں) نے تنبیہ کی ہے کہ متعدد ازواج میں جس حد تک برابری کی استطاعت ہو، ہر ہر معاملے میں برابری کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ متعدد بیویوں میں برابری کی تاکید قرآن وحدیث کی واضح نصوص سے ثابت ہے، لہٰذا احتیاط کا تقاضا ہے کہ ہنسنے، بولنے اور دن کے اوقات کے گزارنے میں بھی حتی الاستطاعت برابری کرے۔ الغرض کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے ایک زوجہ کو یہ غیر معمولی احساس ہو کہ اس کا شوہر اس کی نسبت دوسری زوجہ کی طرف غیر معمولی میلان رکھتا ہے، جس سے وہ احساس کمتری کا شکار ہونے لگے، ان حضرات کے نزدیک ظلم ہے اور شریعت ایسے ظلم کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتی، لہٰذا کوئی شخص غریب زوجہ کو اسی معیار کا نان نفقہ دے جیسا مالدار کو دے رہا ہے، یا ہر وہ چیز جس میں برابری کرنا اس کی استطاعت میں ہو، اس میں برابری کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تو اس کا یہ عمل احتیاط پر مبنی ہونے کی وجہ سے یقیناً لائق تحسین ہوگا، البتہ محبت چونکہ غیر اختیاری چیز ہے، نیز جماع کا تعلق بھی طبیعت کے میلان ونشاط سے ہوتا ہے، اس لئے ان دونوں چیزوں میں برابری لازم نہیں۔

غربت شرعاً نہ تو ایک نکاح میں رکاوٹ ہے اور نہ ہی متعدد شادیوں میں

یاد رکھئے......! نکاح کے جائز ہونے کے لئے قدرتِ مالیہ یعنی مناسب نان نفقے کی قدرت کی یہ شرط صرف متعدد شادیوں کے ساتھ خاص نہیں...... اگر کوئی شخص صرف ایک شادی کرنا چاہتا ہو تو اس کے جواز کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہ رہا ہے مذکورہ تفصیل کے مطابق اس کے نان نفقے والے حق واجب کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو، خواہ یہ قدرت بالفعل ہو (یعنی مثلاً برسرِ روزگار ہو) یا کمانے کی قدرت بالقوۃ ہو، یعنی ہاتھ پاؤں سلامت ہوں اور گو کہ فی الحال عملی طور پر کما تو نہیں رہا لیکن نکاح کے بعد کما کر بیوی کو کھلانے پلانے وغیرہ کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے اور جو قدرتِ مالیہ کی یہ طاقت نہیں رکھتا، اس کے لئے ایک شادی بھی جائز نہیں۔

اس تفصیل کے بعد یہ سمجھیں کہ جیسے شادی مالدار اور امیر لوگ کرتے ہیں بالکل اسی طرح غریب بھی کرتے ہیں بلکہ مشاہدہ ہے کہ غریب لوگ مالداروں کی نسبت نکاح جلدی کرتے ہیں۔

نکاح تو دونوں قسم کا طبقہ کرتا ہے، فرق اتنا ہے کہ غریب لوگ اپنی مالی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے غرباء کے ہاں نکاح کرتے ہیں تاکہ اپنی حیثیت کے مطابق انہیں رہائش، خوراک، لباس وغیرہ سے متعلق واجب حق مہیا کر سکیں اور مالدار اپنی حیثیت کو دیکھ کر مالداروں میں نکاح کرتے ہیں۔

تو یاد رکھئے جیسے غربت شرعاً وعرفاً پہلی شادی میں رکاوٹ نہیں، بالکل اسی طرح کوئی غریب اگر متعدد شادیاں کرنا چاہے تو متعدد شادیوں میں بھی اس کی غربت شرعاً رکاوٹ نہیں۔

چنانچہ وہ شخص جو مالدار نہیں اسے شریعت نے نہ تو ایک شادی سے روکا ہے اور نہ ہی چار شادیوں سے، البتہ اسے حکم ہے کہ نکاح کے لئے لڑکی کے انتخاب میں اپنا معیار بدل ڈالے اور نکاح کے لئے ایسی عورتیں تلاش کرے جو یا تو اس مرد سے بھی زیادہ غریب ہوں یا خود تو اگرچہ مالدار ہوں مگر اس مرد میں کسی اضافی دینی یا دنیوی وصف کے باعث اس کی غربت کے باوجود اس سے نکاح پر آمادہ ہوں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت مالی لحاظ سے بہت اونچے طبقے سے تعلق رکھتی ہے مگر اسے نکاح کے لئے ایک ایسا مرد میسر ہو جاتا ہے جو مثلاً علمِ دین، تبلیغ، تقویٰ، پرہیزگاری یا خاندانی شرافت والے وصف میں ممتاز ہوتا ہے، یا مرد میں بعض مرتبہ کوئی ایسا دنیوی وصف ہوتا ہے جو اسے دوسرے مردوں سے ممتاز کر دیتا ہے، جیسے کوئی مرد بہت خوبصورت ہو، یا کسی خاص ہنر یا فن میں اضافی مہارت وغیرہ رکھتا ہو، یہ اوصاف اس قسم کے ہوتے ہیں کہ عورت خود اگرچہ مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے مگر کسی مرد میں موجود اِن اوصاف کے باعث ایسے غریب مرد سے نکاح کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود تو بہت مالدار تھیں مگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و شرافت کی غیر معمولی شہرت کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غربت کے باوجود آپ سے نکاح فرمایا۔

الغرض دونوں صورتوں میں، یعنی کوئی عورت اس مرد سے بھی زیادہ غریب ہو یا عورت تو مالدار ہو مگر مرد کی غربت کے باوجود اس میں کسی اضافی وصف کے باعث اس سے نکاح چاہتی ہو تو ان دونوں صورتوں میں بیوی کو شوہر کی غربت کے باعث نان نفقے سے متعلق جس ''کم'' معیار پر راضی ہونا پڑے گا تو بیوی کا حقِ واجب اس ''کم'' ہی کو کہا جائے گا اور اس صورت میں اس سے زائد کو بیوی کے حقوقِ واجبہ اور بیوی کے ساتھ ''عدل'' کی فہرست میں داخل ہی نہ سمجھا جائے گا۔

غربت نکاح میں رکاوٹ نہیں، اس دعویٰ کی ایک واضح دلیل

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بھلا کون غریب ہوگا؟ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں ازواج کو دو وقت کھلانے کے لئے مناسب خوراک تو کیا میسر ہوتی بلکہ صحیح احادیث کے مطابق غربت کے باعث گھر میں چالیس چالیس دن چولہا جلنے کی نوبت بھی نہ آتی تھی۔

چنانچہ اس غیر معمولی غربت اور فقر و فاقہ کے باعث امہات المؤمنین کو جب ایک مرتبہ شکایت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مالِ غنیمت سے کچھ حصہ طلب فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ اگر تم اس فقر و فاقہ میں میرے ساتھ گزارا کرنے پر راضی نہیں تو آؤ میں تمہیں کچھ سامان وغیرہ دے کر عمدہ طریقے سے رخصت کر دوں (سورۃ حجاب)......(تا کہ تم پھر اپنی مرضی سے کسی ایسی جگہ نکاح کر سکو جہاں ایسی غربت کا شکار نہ ہونا پڑے)

مگر اس کے بعد کیا ہوگا......؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کو طلاق دے کر بقیہ زندگی بغیر نکاح کے گزار دیں گے؟ ہرگز نہیں...... چنانچہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عسى ربه إنه طلقكن أن يبدله ازواجًا خيرا منكن مسلمات۔ (سورۃ تحریم)

یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ایسی عورتوں سے کروا دیں گے جو تم سے بہتر ہوں گی۔

ان دونوں آیات میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ غریب شخص کو ایک یا متعدد شادیوں کے لئے لڑکی کے انتخاب (Selection) میں لڑکی کا معیار بدل دینا چاہئے اور غریب سے غریب لڑکی تلاش کرنی چاہئے یا ایسی لڑکی تلاش کرنی چاہئے جو اگرچہ غریب تو نہ ہو، مگر مالدار ہونے کے باوجود کسی مصلحت کی خاطر اس ''غریب'' مرد کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جائے۔ یہ ہرگز درست نہیں کہ غربت کے خوف سے یہ غریب نکاح ہی سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے، چنانچہ غربت کے خوف سے بجائے خود ایک یا متعدد شادیوں والے عمل ہی سے باز رہنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ نہیں۔

غریب کو لڑکی دے گا کون؟

اس پر ہو سکتا ہے کہ کسی ''غریب'' کو اشکال ہو کہ آج امہات المومنین جیسے حوصلے والی عورتیں کہاں سے لائیں کہ جنہوں نے طلاق کے اس اختیار کے بعد بھی انتہائی فقر و فاقہ کے باوجود بخوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زوجیت میں رہنا پسند فرمایا......؟ چنانچہ آج ''غریبوں'' کو اس قسم کی حوصلے والی لڑکیاں ملیں گی کہاں سے......اور انہیں نکاح کے لئے اپنی بچیاں دے گا کون......؟

جو لوگ ایسے اشکالات کر کے ایک یا متعدد شادیوں سے اجتناب کرتے ہیں اور اس وقت بندہ کی اس تحریر کا مطالعہ فرما رہے ہیں تو ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ بات واقعی درست ہے کہ صحابیات جیسے توکل اور حوصلے والی خواتین ناپید ہیں مگر آپ سے میرا سوال یہ ہے کہ......کیا آپ غریب بھی واقعی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں؟......کیا آپ کے گھر بھی چالیس چالیس دن چولہا نہیں جلتا؟......کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ بھی لباس کے لئے ایک پیوند زدہ چادر اور کھجور کی ایک چھال جیسے بستر پر گزارہ کر رہے ہیں......؟

الغرض آپ کو شریعت (معاذ اللہ) امہات المؤمنین جیسا توکل و حوصلے والی خواتین کی تلاش کا مکلف نہیں بنا رہی، بلکہ شریعت کا آپ سے مطالبہ ہے کہ آپ خود جس قسم کے غریب ہیں......ایک یا متعدد نکاح بھی اسی قسم کے غریبوں سے کریں، بلکہ خود سے بھی زیادہ قسم کی غریبوں سے کریں، تاکہ نان نفقے کی صورت میں واجب ہونے والا حق اپنی حیثیت کے مطابق باآسانی ادا ہو سکے۔ الغرض رشتے کے حصول میں لڑکی سے متعلق معیار کم کرنے پر راضی نہ ہونا اور معیار اونچا رکھتے ہوئے اپنی غربت کی بنیاد پر ایک یا متعدد نکاحوں سے اجتناب کرنا ہرگز ہرگز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ نہیں۔

اس زمانے میں غربت ختم ہوتی جا رہی ہے

اور حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں غربت ختم ہوتی جا رہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک شخص زکوٰۃ لئے پھرے گا مگر اسے زکوٰۃ کا مستحق نظر نہ آئے گا۔ نیز فرمایا کہ قیامت کی علامت میں سے ہے کہ:

أن ترى حفاة عراة عالة يتكففون الناس، يتطاولون في البنيان۔ (متفق عليه)

کہ وہ لوگ جو ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگا کرتے تھے (تو ایسے فقیر و مسکین بھی مالی وسعت کے باعث) بلند و بالا (گھر اور) عمارتیں بنا کر ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں گے۔

آج دنیا کی محبت و ہوس کے باعث غربت کا معیار بدل گیا ہے، وہ لوگ جن کا ناشتہ مکھن، انڈوں کے بغیر نہیں ہوتا تو ایسے لوگ بھی خود کو غریب خیال کرتے ہیں۔

آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں، کسی ایسے شخص سے جو صبح شام پیٹ بھر کر کباب اور پراٹھے کھا رہا ہو، خریداری پر بے دریغ پیسہ بہا رہا ہو، اس سے اس کے حالات کے بارے میں پوچھیں تو فوراً پریشانی سے کہے گا کہ بھائی! خرچے ہی پورے نہیں ہوتے، ہر طرف غربت ہی غربت ہے، ایک ایسے صاحب سے میں نے پوچھا کہ آپ کے پاس جو اتنا سونا پڑا ہوا ہے، آپ اس کی زکوٰۃ دیتے ہیں؟ تو فوراً برجستہ بولے کہ کس کو دوں؟ تلاش و جستجو کے باوجود کوئی غریب ملتا ہی نہیں، جس کو بھی دو، بعد میں پتا چلتا ہے کہ ''فراڈی'' تھا۔

تو دیکھئے اگر میں تھوڑی دیر قبل ان سے پوچھتا کہ کیسے حالات ہیں تو فوراً برجستہ بولتے کہ ''غربت سے مرا جا رہا ہوں، چاروں طرف غربت ہی غربت ہے'' اور جب زکوٰۃ کا پوچھا تو بلا امتیاز اور لاشعوری طور پر زبان سے ''سچ'' نکل گیا کہ غریب تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حکومت کی غلط پالیسیوں اور رقوم کے ساتھ ''خیر خواہانہ'' جذبوں کے باعث روز بروز مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے مگر اس سے بڑھ کر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس مہنگائی سے لوگوں کی قوتِ خرید پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا، چنانچہ گوشت کتنا ہی مہنگا ہو جائے شادیوں میں پُرتکلف دعوتیں اور بسیار خوری اسی طرح نہ صرف چل رہی ہے جیسے پہلے چلتی تھی، بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

آپ دیکھ لیں عمومی طور پر قوم میں جتنے امراض پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر بیماریاں وہ ہیں جو زیادہ کھانے کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔ ہسپتالوں میں شاید ہی کوئی مریض آپ کو ایسا ملے جو بے چارہ خوراک کی کمی کے باعث بیمار ہوا ہو۔ خریداری کا یہی حال ہے۔ لباس، پوشاک پر بے تحاشہ اور صرف فخر و نمود کی خاطر بے جا مال اڑایا جا رہا ہے، بیگمات کو ہر تقریب پر نیا جوڑا خرید کر دینا، نان نفقے جیسے حقوقِ واجبہ بلکہ فرائضِ منصبیہ کی فہرست میں داخل سمجھا جانے لگا ہے۔

شاپنگ سینٹروں کی رونق قوم کے مالدار ہونے کی واضح دلیل ہے

ایک مرتبہ کسی دوست کے ساتھ کسی ضروری کام سے کراچی کی مشہور مارکیٹ ''حیدری'' کی طرف جانا ہوا، عید کی رات تھی، خریداری کا عجیب منظر تھا، طرح طرح کے ملبوسات دکانوں پر لٹکے ہوئے تھے جن کی قیمتیں آسمانوں سے باتیں کر رہی تھیں، خریدار حضرات جو صرف ایک دن کی خاطر اپنی بیگمات کو لئے انہیں شاپنگ کراتے پھر رہے تھے، ان کا رش قابل دید تھا۔

میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اس قوم کو دیکھو! یہ ہیں بے چارے...... ''غریب''......لوگ......ایسے حالات ہوتے

ہیں غریبوں کے؟...... یہ وہ قوم ہے کہ جب اس سے شادی کی بات کرو تو ایسے رونا شروع کردیتے ہیں جیسے برسوں سے قحط پڑا ہوا ہو۔ اللہ کی قسم......! اگر قوم کے پاس فالتو اور ضرورتوں سے کئی کئی گنا زائد پیسہ نہ ہوتا تو سال میں متعدد بار پیش آنے والی خوشی کے ایسے مواقع پر بار بار ان کی تجوریوں کے منہ...... یوں نہ کھلتے۔

ہماری اس تحریر کا مطلب نہیں کہ غریب دنیا سے ختم ہوگئے ہیں، بتانا یہ مقصود ہے کہ جو لوگ عموماً صبح شام غربت غربت کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں تو وہ صرف دنیا کی دوڑ اور ہوس میں ایسا کرتے ہیں...... اور اپنے سے زیادہ مالداروں کے لحاظ سے خود کو غریب سمجھ رہے ہوتے ہیں، چنانچہ قوم نے پیسے کی دوڑ میں آج غربت کا معیار ہی بدل دیا ہے۔ پہلے غریب اس کو کہا جاتا تھا جس بے چارے کے پاس سر چھپانے کو چھپر کی چھت بھی میسر نہ ہو اور آج وہ شخص بھی خود کو غریب سمجھتا ہے جو ڈیفنس میں ہزار گز کا بنگلہ خریدنے کی وسعت نہ رکھنے کے باعث شدید احساسِ کمتری میں ''دبلا'' ہوا جارہا ہو۔ اور یہ دوڑ اور ہوس ایسی شے ہے کہ اس بناء پر خود کو غریب سمجھنے والے ''مرض'' کا کوئی علاج نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح کے مطابق اس مرض کا علاج صرف اور صرف قبر کی مٹی ہے۔

نکاح کی استطاعت نہ ہونے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

بہرحال اگر کوئی شخص واقعی غریب ہو تو بھی اس کے لئے اس بناء پر ایک یا متعدد شادیوں سے اجتناب کرنا شرعاً پسندیدہ امر نہیں، چنانچہ ایسا شخص لڑکی کے انتخاب میں معیار ''کم'' کرے اور ایسی لڑکی کی تلاش کرے جو اس سے بھی زیادہ غریب ہو یا کسی اور مصلحت کے پیشِ نظر اس کے ساتھ اس کی غربت کے باوجود رہنے پر راضی ہوجائے، پھر اگر تلاش کی اس عملی کوشش کے باوجود رشتہ نہ ملے اور اس معاملے میں کوئی بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو ایسا شخص اب اس آیت کا مصداق ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولیستعفف الّذین لا یجدون نکاحًا حتّٰی یغنیھم اللہ من فضلہٖ۔ (النور)

ترجمہ: وہ لوگ عفت سے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کو نکاح کے بغیر صبر وتحمل اور پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا جن لوگوں میں نکاح کی استطاعت نہیں۔

اور یہاں نکاح کی طاقت نہ رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ نہ تو کمانے کا اتنا انتظام ہے کہ کوئی عورت اس سے نکاح پر آمادہ ہو اور نہ ہی اس کی ذات میں کوئی ایسی اضافی خوبی ہو کہ غربت کے باوجود کوئی شخص اسے اپنی بیٹی دینے کے لئے تیار ہو۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نہ تو خود رشتہ تلاش کرتا ہے اور اگر مناسب رشتے آتے ہیں تو یہ کہہ کر انہیں بھگا دیتا ہے کہ مجھ میں ابھی استطاعت نہیں۔

قال العلامۃ: زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ:

وأمّا استعفاف من لا یجد نکاحا إلی أن یغنیھم اللہ، فبمعنی الانتظار یتعفف

إلى وقت العثور على أسباب النكاح من رضا المخطوبة وغير ذلك، لأن الفقير الذى وجد امرأة ترضى الزواج به، ليس من الذين لا يجدون نكاحا، بل هو وجده فعلا۔

ترجمہ: (شام کے ایک بہت بڑے عالم) علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو آیات میں کہا گیا ہے کہ "وہ لوگ عفت سے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔" تو وہ فقیر و مسکین جس سے کوئی عورت اس کی غربت کے باوجود نکاح پر آمادہ ہوجائے تو یہ فقیر ان لوگوں میں داخل نہیں کہ جنہیں نکاح کی استطاعت نہیں، بلکہ اس نے تو عملاً نکاح موجود پالیا ہے۔

وقال أيضًا: والمراد بالنكاح هناما يتزوج به من مهر ونحوه مما ترضى به المخطوبة، وفعال بهذا المعنى معروف كاللباس واللحاف والستار ونحوها، وأما الغنى والفقر فمما لا يبنى عليه حكم، والمال غادورائح كما لا يخفى۔

(مقالاتِ کوثرية، ص۲۲۶)

عقل کی نظر میں بھی مہنگائی میں اضافہ، نہ ایک شادی میں رکاوٹ ہے اور نہ چار شادیوں میں

ویسے بھی ایک معقول سی بات ہے کہ اگر مہنگائی بڑھ رہی ہے تو ہر ایک کے حق میں بڑھ رہی ہے، چنانچہ نوجوان اگر مہنگائی وغیرہ کے خوف سے ایک یا متعدد نکاحوں سے دور بھاگنا شروع کردیں تو وہ عورتیں جنہیں یہ بیوی بنا کر ان کے لباس، پوشاک اور خوراک وغیرہ کے کفیل بنتے تو ان نوجوانوں کے نکاح سے دور بھاگنے کے نتیجے میں یہ تمام تر ذمہ داریاں لڑکیوں کے والدین پر پڑیں گی اور بسا اوقات تنہاء ایک باپ کو اپنی پانچ پانچ، چھ چھ بیٹیوں کے لباس وخوراک، تعلیم اور علاج معالجہ جیسی ذمہ داریوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔

حالانکہ اس کا ان بیٹیوں سے کم از کوئی دنیوی مفاد تو وابستہ نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر ان اخراجات کا بوجھ ڈالنا زیادہ ظلم ہے، بنسبت ان نوجوانوں پر بوجھ ڈالنے کے جن کے ان عورتوں سے انہیں بیوی بنا کر بہت سے حسی اور واضح منافع اور مصلحتیں وابستہ ہیں، مثلاً توالد وتناسل، جنسی تسکین، خدمت وانسیت ومحبت وغیرہ۔

الغرض لڑکی جب پیدا ہوگئی تو اس پر خرچہ تو ہوگا، اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ خرچ کس پر ڈالا جائے، شریعت کہتی ہے کہ لڑکی جب بالغ ہوجائے تو نہ تو اس کے باپ پر اس کے خرچ کی ذمہ داری ڈالی جائے اور نہ خود اس لڑکی پر، بلکہ اس نوجوان پر ڈالی جائے جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے باعث کمانے کی صلاحیت بھی بھرپور رکھتا ہے اور اس کے اس لڑکی سے بہت سے دینی اور دنیوی مفاد بھی وابستہ ہیں۔ اس کے برعکس نکاح کی مخالفت کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ سارا خرچہ اس مہنگائی کے دور میں لڑکیوں کے بوڑھے باپوں پر ڈالا جائے تاکہ لڑکیوں کی پیدائش پر ان کا باپ اپنے بھیانک بڑھاپے کے تصور سے ہی ماتم کرنے لگے، یا اس لڑکی کو ملازمت پر مجبور کر کے خود اس کو اپنی ذمہ داریاں اٹھانے کا مکلف بنایا جائے تاکہ دفتروں

میں بے حیائی اور بے شرمی کا ایسا ماحول پیدا ہو کہ چار شادیاں تو ایک طرف، ایک شادی کی رہی سہی رسم بھی ختم ہو جائے اور دوسری طرف خواتین کے ملازمتوں پر قبضہ کرنے سے مردوں کی بے روزگاری میں مزید اضافہ ہو جائے اور انہیں بستر پر پڑے پڑے عورتوں کی کمائی کھانے کا ایسا چسکا لگتا چلا جائے کہ پھر وہ دولت کے حصول کے بعد بھی ان عورتوں کی کفالت کے لئے تیار نہ ہوں۔

یاد رکھئے کہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس شخص کے کسی عورت کو بیوی بنا کر اس بیوی کے ساتھ بہت سارے واضح اور حسّی منافع وابستہ ہوں ایسے شخص کے لئے اس عورت پر خرچ کرنا آسان ہوتا ہے بنسبت اُس شخص (یعنی باپ و بھائی) کے جن کے ان عورتوں سے یہ منافع وابستہ نہ ہوں۔

مہنگائی وغربت کے باعث نکاح سے اجتناب کا مشورہ ایک احمقانہ خیر خواہی

لٰہذا یہ عجیب اور جارحانہ منطق ہے کہ مہنگائی وغربت کا شور مچا کر ایسے نوجوان کو ایک یا متعدد عورتوں کی مالی کفالت سے روکا جائے جسے فطرت ان عورتوں کی تمام تر مالی کفالت کا ذمہ دار بنانا چاہتی ہے اور دوسری طرف لڑکیوں کے والدین کے حق میں اس غربت و مہنگائی کا اعتبار ہی نہ کیا جائے کہ جن پر فطرت ان لڑکیوں کی بلوغت کے بعد ان لڑکیوں کے نکاح کے سوا کسی بھی قسم کی ذمہ داری ڈالنے کے لئے تیار نہیں۔

یاد رکھئے......! اگر کسی نوجوان کو، خواہ وہ کتنا ہی غریب ہو، کسی عورت کا رشتہ میسر آ جائے کہ جس عورت کے والدین کسی بھی وجہ سے اپنی بیٹی اسے دینے کے لئے تیار ہوں تو ایسے نوجوان کو یہ مشورہ دینا کہ مہنگائی کا دور ہے، خرچے کہاں سے پورے کرو گے......؟ ایسا مشورہ لڑکی اور خود اس کے باپ پر ظلم کے ساتھ ساتھ قوم کے ساتھ انتہائی احمقانہ قسم کی خیر خواہی کے مترادف ہے۔

یہ وظیفہ اور ذمہ داری لڑکی یا اس کے باپ کی ہے کہ وہ دیکھے کہ متوقع داماد اس لڑکی کو زوجہ بنانے کے بعد اس کے مناسب نان نفقہ ادا کر سکے گا یا نہیں، اس کی رضا کے بعد کسی دوسرے کی دخل اندازی مرد کی نسبت عورت پر زیادہ ظلم ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت نے لڑکی کے باپ کو بھی متوقع داماد کی غربت کے باعث نکاح میں غیر معمولی تاخیر سے روکا ہے اور انہیں بھی اس بارے میں زیادہ ''نخروں'' سے روکا گیا ہے اور انہیں یہ امید دلائی گئی ہے کہ اگر کوئی لڑکا اچھے خاندان واچھے اخلاق کا مالک ہے تو محض اس کی غربت کی بناء پر لڑکی کو گھر بٹھائے رکھنا اور محض اس بناء پر اس کے نکاح میں غیر ضروری تاخیر کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں، چنانچہ نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مال میں برکت فرما دیں گے۔

غور کیجئے کہ جب لڑکی اور اس کے باپ کے لئے اس معاملے میں زیادہ نخرے کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں تو کسی لڑکی کا باپ اگر کسی نوجوان کو اپنی بیٹی دینے کے لئے تیار ہو جائے اور کسی ''سمجھ دار'' کا اس نوجوان کو یہ کہہ کر منع کر دینا کہ ''خرچے کہاں سے پورے کرو گے؟'' اور اس موقع پر لڑکے کی غربت کا تو خیال کرنا مگر دوسری جانب اس انکار کے نتیجے میں لڑکی والوں کے لئے دوبارہ داماد تلاش کرنے میں جو کچھ دشواری ہوگی اور لڑکی کے باپ کو اپنی اس لڑکی سمیت چار پانچ لڑکیوں کی خوراک،

علاج اور تعلیم وغیرہ سے متعلق اس مہنگائی کے دور میں جو کچھ مالی زمہ داریاں اٹھانا پڑیں گی......ان تمام باتوں سے مکمل صرفِ نظر کئے رکھنا، کیا احمقانہ قسم کی خیر خواہی کے مترادف نہیں......؟

قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: إذا خطب إلیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه، إن لا تفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض۔ (ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہاری طرف کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو (اس کا پیغام قبول کر کے اپنی بیٹیوں/ بہنوں) کا اس سے نکاح کر دیا کرو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور بہت فساد پھیلے گا۔

پانچ ہزار آمدن والے نوجوان کا ایک واقعہ

ایک نوجوان جس کی ماہانہ آمدن تقریباً پانچ ہزار روپے تھی، کہنے لگے کہ میری ایک جگہ منگنی ہو چکی ہے، پانچ سال بعد شادی ہے۔ میں نے کہا پانچ سال بعد کیوں؟ آپ تو ماشاء اللہ برسرِ روزگار ہیں۔ کہنے لگے مولوی صاحب......! کیا بات کرتے ہو؟......اور کس دنیا میں رہتے ہو؟...... پانچ ہزار میں ہوتا کیا ہے؟ پھر کہنے لگے کہ اس زمانے میں ایک بیوی کے نخرے اٹھانا مشکل ہے، آپ بتاتے ہیں کہ اسلام میں چار کی اجازت ہے، مثلاً فرض کریں کہ اگر میں اپنی منگیتر سے اس آمدن میں شامل کر لیتا ہوں تو ہمارے ہاں تو شادی کے بعد ہر ہفتے بیوی کو کم از کم ایک بار میکڈونلڈ (McDonald's) میں کھانا کھلانا پڑتا ہے، ہر تقریب میں نیا جوڑا......

موصوف ابھی اخراجات کی طویل داستان شروع کر ہی پائے تھے کہ میں نے قطع کلامی کی اور کہا کہ:

محترم! میں نے آپ سے عرض کیا کہ اسلام میں چار کی اجازت ہے اور غربت نکاح سے مانع نہیں، لیکن آپ نے ہماری بات ادھوری سمجھی، آپ کو کس نے کہا کہ جب آپ کی فی الحال آمدن پانچ ہزار ہے تو آپ ایسی لڑکی کو پیغام نکاح بھیجیں جس کو ہر ماہ میکڈونلڈ میں کھانا کھلانا پڑے، ہر تقریب کے موقع پر نیا جوڑا بنوا کر دینا پڑے، کسی دن مسلسل اور بغیر کسی اسپیڈ بریکر کے تین بار چھینک آ جائے تو میڈیکل چیک اپ کے لئے آغا خان ہسپتال بھاگنا پڑے......، حمل ٹھہر جائے تو مختلف لیبارٹری ٹیسٹوں کے ذریعے مسلسل اس فکر و تجسس میں حیران و سرگرداں رہا جائے کہ خون میں مختلف قسم کے وٹامنز کا تناسب ''معیاری اقوام'' کی ''معیاری صحت والی خواتین'' کے خون میں موجود ''معیاری تناسب'' کے مطابق برقرار ہے یا نہیں......؟ اور جب تک ان خرچوں کے پورا کرنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو نکاح کو پانچ سال تک کے لئے مؤخر کر کے رکھ دیا جائے......؟

خدا کے بندے......! اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ، اگر آپ کی ماہانہ آمدن پانچ ہزار ہے تو نکاح کے لئے ایسی لڑکی تلاش کرو جس کے باپ کی آمدن ڈھائی ہزار ہو کہ اس نے کبھی ''میکڈونلڈ'' کی شکل بھی نہ دیکھی ہو، لہٰذا ایسی لڑکی آپ کے پاس خوش رہے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ مال میں برکت عطا فرماتے ہیں، چنانچہ بعد میں جب کبھی اللہ تعالیٰ مزید مال میں وسعت دیں کسی ''نخروں والی'' سے نکاح کا شوق بھی پورا کر لینا۔

نوجوان ''کم معیار'' والی لڑکی پر کیوں راضی نہیں ہوتا

یہ جواب دے کر میں نے انہیں خاموش تو کر دیا، مگر چونکہ ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج نہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ آج کے نوجوان کے ذہن میں جب یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی کرنی ہے تو سوچا جائے کہ جب قربانی کا بکرا جو سال میں ایک بار خریدا جاتا ہے، اس کے انتخاب کے لئے اور اس کے رنگ و نسل جانچنے میں کیا کچھ تگ و دو کی جاتی ہے، تو وہ بیوی جس کا سال کے بجائے پوری زندگی میں صرف ایک بار ہی انتخاب کرنا ہے اور اس کی اہمیت بھی قربانی کے بکرے سے بہرحال زیادہ ہے، تو اس بیوی کے انتخاب میں نوجوان معیار کم کیسے رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا آج نوجوان اور اس کے والدین اپنی اولاد کے لئے کسی طلاق یافتہ یا بیوہ سے نکاح کے لئے تو کیا تیار ہوتے، بلکہ خود سے کم مالی حیثیت والے لوگوں میں بھی نکاح پر آمادہ نہیں ہوتے اور اسے معاشرے میں اپنی ناک کٹوانے کے مترادف سمجھتے ہیں۔

اور اس بارے میں نوجوانوں کا یہ حال ہے کہ خود کی رہائش مچھر کالونی یا بھینس کالونی میں ہے اور آمدن اگرچہ بہت قلیل ہو، مگر خواہش یہ ہوتی ہے کہ لڑکی ڈیفنس یا کلفٹن ہی کی ہو تو مناسب ہوگا اور پھر اس بارے میں ایک خاص معیار متعین کر کے نکاح میں غیر معمولی تاخیر کرتے رہتے ہیں اور پھر نکاح سے دور بھاگ کر جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے بلوغت کے بعد سے لے کر آٹھ آٹھ، دس دس سال اس تاخیر کے دوران کیا کچھ گل کھلاتے ہیں، تو ممکن ہے کہ قوم کے ''سادہ'' لوگ ان حالات سے واقف نہ ہوں، مگر قوم کے حالات سے باخبر حضرات پر ایسے حالات مخفی نہیں، پھر اگر ایسے نوجوانوں کو نکاح کا کہا جائے تو غربت کا رونا رو کر الٹا یہ اعتراض شروع کر دیتے ہیں کہ اس آمدن میں ہمیں رشتہ دے گا کون؟ اور پھر واقعات سنانا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں جگہ ٹرائی (Try) کی تھی مگر لڑکی کے والدین تنخواہ کا سن کر ''ہاں'' کرنے کے بجائے مسلسل چھ ماہ سے استخاروں پر ٹرخا رہے ہیں۔

شریعت کی نظر میں غربت نکاح پر مزید ابھارنے کا سبب ہے

قرآن، حدیث، صحابہ اور فقہاء کے اقوال

اسلام نکاح کے معاملے میں دوسرے مذاہب کی نسبت غیر معمولی طور پر ''حساس'' ہے اور نکاح میں سب سے بڑی رکاوٹ چونکہ ''غربت'' کو سمجھا جاتا ہے، لہٰذا اسلام نے واضح تصریحات کے ذریعے غربت کو نکاح کی راہ میں حائل سمجھنے والے حضرات کے نظریات کی بنیاد ہلا کر پوری قوت سے اس نظریے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔

قرآن

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وأنكحوا الايامى منكم... إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله﴾ (النور)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام

اور لونڈیوں میں بھی جو اس لائق ہوں ان کا بھی، اگر وہ مفلس (فقیر) ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے، خوب جاننے والے ہے۔'' (بیان القرآن)

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں اس غریب شخص کو جو غربت کے باعث نکاح سے دور بھاگتا ہو، نکاح کی ترغیب ہے، اور اسے یہ امید دلائی گئی ہے کہ نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے مالی وسعت (غنیٰ) عطا فرمائیں گے، پھر یہ مالی وسعت (غنیٰ) خواہ مال میں ظاہری اور حسّی اضافے کے ساتھ ہو یا اللہ تعالیٰ کم پر ''قناعت'' اور صبر کی توفیق دے دیں اور کم مال ہی میں برکت دے کر گزارا آسان بنا دیں۔ چنانچہ لفظ غنیٰ ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

قال فی التفسیر النسفی: إن یکونوا فقراء، من المال یغنهم الله من فضله بالکفایة و القناعة أو باجتماع الرزقین۔ (۳/۱۴۴)
و قال البغوی رحمه الله تعالی: قیل الغنی ههنا القناعة و قیل اجتماع الرزقین۔ (تفسیر بغوی: ۳/۳۴۲)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے ذہن میں جو فطری طور پر یہ بات ہوتی ہے کہ نکاح کرنے سے بیوی اور پھر ولادت کے بعد بچوں کے خرچے وغیرہ بڑھنے سے پیسوں کی تنگی کا شکار ہونا پڑتا ہے اور نکاح سے قبل جو آزادی اور بالفرض تھوڑی بہت مالی وسعت تھی تو ان خرچوں سے اس مال میں اور بھی کمی آجاتی ہے، یا اگر سرے سے مالی وسعت ہو ہی نہیں تو نکاح کے بعد اس غربت و فقر و فاقہ میں اور زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے، چنانچہ عموماً یہی وہ بنیادی بات ہے کہ جس کے خوف سے غریب لوگ نکاح سے دور بھاگتے ہیں اور اسباب کی دنیا میں کسی غریب و مسکین کا اس خوف سے نکاح سے دور بھاگنا بظاہر درست بھی معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں غربت کے اس خوف سے نکاح سے دور بھاگنے والوں پر یوں ردّ فرمایا ہے کہ رزق میں تنگی و اضافہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مرضی پر موقوف ہے، لہٰذا تمہارا جو یہ خیال ہے کہ نکاح نہ کرنے سے مال بڑھتا ہے اور نکاح کرنے سے انسان کو مالی تنگی کا شکار ہونا پڑتا ہے تو ضروری نہیں کہ ایسا ہی ہو، اللہ تعالیٰ چاہے تو جس بات کو تم مال میں اضافے کا سبب سمجھ رہے ہو، اسے تمہاری غربت میں اضافے کا سبب بنا دے اور اگر چاہے تو جس نکاح سے تم غربت کے مزید بڑھ جانے کے خوف سے دور بھاگ رہے ہو، نکاح کے بعد اس غربت کو تم سے دور فرما دے۔ لہٰذا مالی وسعت اور غربت کا مدار اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت پر ہے، محض اسباب ظاہرہ پر نہیں، چنانچہ اگر نکاح کے بعد بھی کسی کے مال میں بالفرض وسعت و کشادگی نہ ہو اور اس کی غربت بدستور قائم رہے تو اس غربت و فقر کی نسبت نکاح کی طرف نہ کرے، بلکہ یوں سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت میرے ساتھ یہی ہے اور اسی میں میری بہتری ہے، لہٰذا میں اگر نکاح نہ کرتا تو ضروری نہیں کہ یہ غربت ختم ہوجاتی بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ جو کچھ تھوڑا بہت مل رہا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے ان بیوی اور بچوں کی مالی کفالت کی

برکت سے دے رہے ہوں کہ جن کی مالی کفالت کا اللہ تعالیٰ نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔لہٰذا اگر نکاح نہ کرتا تو عین ممکن ہے کہ اس سے بھی جاتا۔

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالی:

"وفی الآیة شرط مضمر وهو المشیئة، فلا یرد أن کثیرا من الفقراء تزوج ولم یحصل له الغنی... فإن قیل: العزب کذلک، فإن غناه معلق بالمشیئة أیضًا فلا وجه للتخصیص؟ فالجواب أنه قد تقرر فی الطباع الساکنة إلی الأسباب أن العیال سبب للفقر وعدمهم سبب توفر المال، فأرید قطع هذا التوهم المتمکن بأن الله تعالی قد ینمی المال مع کثرة العیال اللتی هی فی الوهم سبب لقلة المال وقد یحصل الإقلال مع العزوبة، والواقع یشهد، فدل علی أن الارتباط الوهمی باطل وأن الغنی والفقر بفعل الله تعالی مسبب الأسباب ولا توقف لهما إلا علی المشیئة، فإذا علم الناکح أن النکاح لا یؤثر فی الاقتدار، لم یمنعه فی الشروع فیه ... وقال بعضهم فی الفرق بین المتزوج والعزب أن الغنی للمتزوج أقرب وتعلق المشیئة أرجی للنص علی وعده دون العزب۔"

اس تفصیل کے بعد چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

''آپ پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ وہ روایتیں جن میں نکاح پر مالداری وتونگری کا وعدہ کیا گیا ہے بہت کثرت سے ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی وہ ہیں کہ جن کی مدد اللہ تعالیٰ (نے خود) پر واجب (کرلی) ہے، وہ نکاح کرنے والا شخص جس کا مقصد نکاح سے خود کو بے حیائی سے بچانا ہو، دوسرا وہ غلام جو غلامی کے طوق سے آزادی کی خاطر عقدِ مکاتب (مالک سے ایک خاص قسم کا مالی عقد) کر کے آزاد ہونا چاہتا ہو، تیسرا وہ مجاہد جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کررہا ہو......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جو اپنی غربت وفقر وفاقہ کی شکایت کررہا تھا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ نکاح کرلے......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (لوگو!) ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نکاح کا حکم دیا ہے تو اس حکم کی تکمیل کی خاطر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اس پر اللہ تعالیٰ نے تم سے جو غنیٰ (مال میں وسعت وبرکت کا وعدہ) کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ تم سے کئے گئے اس وعدہ کو پورا کرے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر فقیر ہوگے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت سے) غنی کردے گا۔''......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (لوگو!) غنیٰ کو نکاح میں تلاش

کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر فقیر ہو گے تو اللہ (نکاح کی برکت سے تمہیں) غنی کر دے گا...... اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''رزق نکاح میں تلاش کرو'' اور اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث وآثار ہیں (جن میں نکاح پر غنیٰ کا وعدہ کیا گیا ہے)'' (روح المعانی:۱۸/۱۴۹)

وقال أيضا: {إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله} الظاهر أنه وعد الله عزوجل بالإغناء... ولا يبعد أن يكون في ذلك سدّا لباب التعلّل بالفقر وعده مانعامن المناكحة۔(روح المعاني:۱۸/۱۴۹)

فرماتے ہیں کہ جولوگ غربت کو نکاح سے اجتناب کا بہانا سمجھتے ہیں اور اسے نکاح میں رکاوٹ سمجھتے ہیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں (اس عذر کو بنیاد بنا کر نکاح سے اجتناب کرنے کا) دروازہ بند فرما دیا ہے۔

★عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تزوجوا النساء، فأنهن يأتينكم بالمال، رواه البزار ورجاله رجال الصحيح خلا مسلم بن زياده وهو ثقة۔(مجمع الزوائد:۴/۲۵۵)

قلت: رواه الحاكم بسنده عن عائشة رضى الله تعالى عنها وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه لتفرد سالم بن جنادة بسنده وسالم ثقة مأمون۔" انظر: المستدرك على الصحيحين، رقم:۲۶۷۹

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح کرو اس لئے کہ یہ عورتیں تمہارے مال میں برکت واضافے کا سبب ہیں۔

قال المناوى رحمه الله تعالى فى شرحه: فأنهن يأتينكم بالأموال بمعنى أن أدرار الرزق يكون بقدر العيال، والمعونة تنزل بحسب المؤونة، فمن تزوج فاصدا بتزوّجه المقاصد الأخروية لتكثير الأمة، لاقضاء الوطر ونيل الوطر، رزقه الله من حيث لا يحتسب... قال الحاكم تفرد بوصله مسلم وهو ثقة وأقره الذهبى... قال المصنف وله شواهد منها كبر الثعلبى عن ابن عجلان أن رجلا شكى إلى النبى صلى الله عليه وسلم الفقر، فقال عليك بالباءة۔(فيض القدير:۳/۲۶۹)

ترجمہ: علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث (عورتوں سے نکاح کرو کہ یہ تمہارے مال میں برکت کا سبب ہیں) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: رزق کی تنگی ووسعت کا مدار اہل و

عیال (کی کثرت وقلت) پر ہوتا ہے اور جس پر جتنی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی اس پر اسی حساب سے نازل ہوتی ہے، لہٰذا جو شخص اُخروی مقاصد کی غرض سے نکاح کرے کہ (مثلاً) اس کا مقصد نکاح سے (اولاد کی کثرت کے ذریعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی) امت کی تعداد بڑھانا ہو، نہ کہ محض خواہشِ نفسانی پوری کرنا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (ان بیویوں کی تربیت و پرورش وغیرہ کی خاطر) ایسی جگہوں سے رزق کا انتظام فرمائیں گے کہ جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا...... اور نہ ثعلبی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غربت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''نکاح کو لازم پکڑو۔'' (فیض القدیر: ۳/۲۶۹)

★ عن الحسن: قال قال عمر بن الخطاب: اطلبوا الفضل فی الباہ، قال وتلا عمر: إن یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ۔

ترجمہ: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''(لوگو!) روزی کو نکاح میں تلاش کرو۔'' اس کے بعد حضرت عمر نے یہ آیت تلاوت فرمائی: {إن یکونوا......} (اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں (نکاح کی برکت سے) غنی کردے گا)

★عن معمر عن قتادۃ أن عمر ابن الخطاب قال ما رأیت مثل رجل لم یلتمس الفضل فی الباہ واللہ یقول: إن یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ۔ مصنف ابن عبدالرزاق، رقم: ۱۰۳۹۳

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں نے اس جیسا (عجیب وغریب) آدمی نہیں دیکھا جو مالداری کو نکاح میں تلاش نہ کرتا ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں (نکاح کے باعث) غنی کردے گا۔''

قال الإمام الشافعی رحمہ اللہ تعالی: بلغنا أن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ قال: ما رأیت مثل من ترک النکاح بعد ھذہ الآیۃ: {إن یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ} (کتاب الأمام: ۵/۱۴۷)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس جیسا (عجیب) شخص نہیں دیکھا کہ جو اس آیت: ''اگر فقیر ہوگے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے باعث غنی کردے گا۔'' کے نازل ہونے کے بعد نکاح نہ کرے۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قوله تعالیٰ: ﴿إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله﴾ رزق الزوج ورزق الزوجة، وقال عمر عجبت لمن ابتغى بغير النكاح والله عزوجل يقول ﴿إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله﴾۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں یوں اضافہ فرماتے ہیں کہ بیوی کے مقدر کی روزی بھی شوہر کو ملنا شروع ہوجاتی ہے (کیونکہ زوجہ کی کفالت شوہر کے ذمے ہے، اسی طرح بچوں کا بھی معاملہ ہے کہ بچوں کی ولادت کے ساتھ ساتھ مال میں برکت ہونا شروع ہوجاتی ہے کہ ان کی کفالت بھی باپ کے ذمہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نکاح کا حکم دیا تو حکم دے کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ جس مخلوق کو بھی اس نکاح کے بعد پیدا کرے گا اس کے رزق کا وعدہ اور ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے، چنانچہ نکاح کرنے والا مرد بس اس کا مکلف ہے کہ حصولِ رزق کی اپنی حیثیت واستطاعت کے بقدر کوشش جاری رکھے، یعنی خود سے کاہلی اور سستی نہ کرے اور غربت کے خوف سے بیوی اور بال بچوں کی کثرت سے دور نہ بھاگے۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو غنیٰ کو نکاح کے سوا کسی اور چیز میں تلاش کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ اگر فقیر ہوگے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے بعد) غنی کردے گا۔ (التفسیر البغوی: ۳/ ۳۴۲)

★ حدثنا سعيد قال نا حماد بن زيد عن أيوب قال كان أبو قلابة يحثني على السوق والضيعة والطلب من فضل الله عزوجل وكان محمد يحثني على التزويج۔

ترجمہ: ایوب فرماتے ہیں کہ ابوقلابہ مجھے کاروبار، جائیداد اور مال بڑھانے کے دوسرے طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی کی تلاش پر ابھارا کرتے تھے (اس کے برعکس) محمد (غالباً ابن سیرین رحمہ اللہ مراد ہیں) مجھے نکاح کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ (کتاب السنن: ۱/ ۱۶۸)

دورِ نبوت میں مفلس ترین شخص کے نکاح کی ایک عجیب مثال

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں عنوان قائم فرمایا ہے:

"باب تزويج المعسر" (تنگ دست کی شادی کرانا)

اور اس کے جواز پر قرآنِ کریم کی اسی آیت سے استدلال فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں:

باب تزويج المعسر ولقوله تعالىٰ: ﴿إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله﴾

ترجمہ: تنگ دست کی شادی کروانے کا (یعنی اس سے متعلق حدیث والا) باب، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر فقیر

ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت) سے انہیں غنی کردے گا۔

یہ عنوان قائم کر کے درج ذیل حدیث ذکر فرمائی: (اختصار کے پیشِ نظر عربی عبارت حذف کردی)

ترجمہ: ''سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مجلس میں) ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں آپ سے نکاح چاہتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون پر ایک نگاہ ڈالی اور اس کے بعد اپنا سر مبارک جھکا لیا، کچھ دیر یونہی گزرنے کے بعد عورت نے محسوس کر لیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کچھ فیصلہ نہیں فرما رہے تو وہ (خاموش ہو کر) بیٹھی رہی، اتنے میں مجلس میں سے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اگر آپ کو اس خاتون سے نکاح میں رغبت نہیں تو ان سے میرا نکاح فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے تا کہ بطورِ مہر اپنی زوجہ کو دے سکو؟

صحابی نے عرض کیا کہ ''نہیں'' اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول میں سوائے اس ازار (یعنی تہبند) کے کسی چیز کا مالک نہیں۔ (تہبند اس چادر کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے دھڑ پر باندھی جاتی ہے، مطلب یہ تھا کہ پورا لباس بھی نہیں، صرف ایک زار یعنی تہبند کا مالک ہوں)

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم تہبند اپنی زوجہ کو دے دو گے تو خود کیا پہنو گے؟ پھر تو تم ایسے بیٹھے رہو گے کہ تم پر ایک تہبند (کی چادر بھی) نہ ہوگی، اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور کوئی بھی شئ تلاش کرو۔

سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ یہ شخص اٹھے (اور تلاش کر کے) واپس لوٹے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں، اللہ کے نبی نے فرمایا کہ جاؤ (دوبارہ) تلاش کرو، اگر چہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی سہی۔ صحابی (دوبارہ) گئے اور (تلاش کر کے) واپس لوٹے اور فرمانے لگے کہ ''نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے نبی! میں ایک لوہے کی انگوٹھی تک کا انتظام بھی نہ کر سکا، لیکن یہ میرا تہبند ہے...... حضرت سہل فرماتے ہیں کہ ازار کی آدھی چادر (بطورِ مہر) عورت کو دے دی جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو اس (چادر سے) بھلا کیا فائدہ ہوگا؟ اگر یہ (آدھی) چادر تم پہنو گے تو اس عورت پر کیا ہوگا؟ اور اگر یہ پہنے گی تو تم پر کیا ہوگا؟

وہ صحابی اپنی اس (کسمپرسی کی حالت میں) مجلس میں بیٹھ گئے، یہاں تک کہ جب بہت دیر گزر گئی تو (مایوس ہو کر) واپس تشریف لے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں جب جاتا ہوا دیکھا تو کسی کو حکم دیا کہ انہیں بلا کر لائے، چنانچہ وہ (مفلس) صحابی جب دوبارہ لوٹے تو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

سے فرمایا کہ تمہیں قرآن سے کچھ یاد ہے؟

اس پر صحابی نے کچھ سورتیں گنوائیں کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سورتوں کو تم زبانی پڑھ سکتے ہو؟

صحابی نے عرض کیا: جی ہاں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (تو پھر) ''ہم نے تمہارا نکاح اس عورت سے اس قرآن کے بدلے کر دیا جو تمہیں یاد ہے۔'' (صحیح بخاری، رقم: ۴۷۹۹، ۴۸۴۲)

(یعنی جتنی سورتیں یاد ہیں، زوجہ کو بھی ان کی تعلیم دے دینا (فی الحال) یہی سہی......)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی درجہ کی مفلسی اور وہ غربت، جسے نکاح کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے، اسے بالکل بھی رکاوٹ نہ سمجھا......اور ذرا اس واقعے کے ایک ایک جزو پر غور تو کیجئے کہ کس کس طرح سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف بہانے تلاش فرمارہے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے ایک ایسے شخص کی شادی کا انتظام کیا جائے کہ جس کی کل کائنات تہبند پر مشتمل ایک ادھورے اور اَن سلے لباس سے زیادہ کچھ نہیں......ایسے مفلس ترین شخص کے نکاح کی کوئی صورت نکل آئے۔

وہ لوگ جو وحی کی تعلیمات کو اپنی عقل پر مقدم رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، خدارا......! وہ غور تو کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان صحابی کی ذرا بھی تو حوصلہ شکنی نہیں فرمائی کہ اتنا ہی فرما دیتے کہ تمہارے پاس ہے کیا......؟ جب ایک ٹکا جیب میں نہیں (بلکہ ادھورے لباس کے باعث جیب بھی نہیں) تو ایسی غربت و بے روزگاری میں تمہیں شادی کا کیا شوق پیدا ہو رہا ہے......؟

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص سوال کی غرض سے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا کچھ موجود ہے؟ وہ صحابی ایک پیالہ اٹھالائے کہ میری کل کائنات یہی ایک برتن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نیلام کرنا شروع فرمادیا، اسی مجلس میں اسے دو دِرہم میں فروخت کر کے صحابی سے فرمایا کہ جاؤ اس ایک درہم سے فی الحال بیوی بچوں کے کھلانے پلانے کا انتظام کرو اور دوسرے سے کلہاڑی خرید لاؤ۔

صحابی بازار گئے اور کلہاڑی لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دستے کو جوڑتے ہوئے فرمایا کہ اب جاؤ اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا شروع کرو (اور اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ پالو اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ)

تو دیکھئے کہ ان صحابی کے پاس کم از کم ایک پیالہ تو تھا کہ جسے نیلام کر کے روزگار کا کچھ ٹوٹا پھوٹا انتظام ہی ہو گیا، مگر مذکورہ واقعے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مفلس صحابی کا نکاح فرمایا، ان کی ملکیت میں تو پیالہ اور نہ ہی کوئی دوسری ایسی حقیر سی چیز کہ جسے بیچ کر ایک حقیر سی شئے یعنی لوہے کی انگوٹھی ہی خرید لیں......اور جو لوہے کی انگوٹھی بھی نہ خرید سکا وہ بھلا فی الحال یا اگلے

وقت کے لئے درانتی یا کلہاڑا خرید کر روزگار کا اور پھر کھانے پینے کا انتظام کیسے کرے گا......؟

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نہ سوچا کہ میں اس کے نکاح کی جو مختلف تدبیریں کر رہا ہوں تو یہ شخص بیوی کو لے جا کر بقیہ خریداری تو درکنار......اس کے پاس تو خود کھانے کا انتظام نہیں......بیوی کو کہاں سے کھلائے گا......؟ یا چلو زیادہ بعد کی نہ سوچو، یہ غریب جسے بیٹھے بیٹھے نکاح کا شوق پیدا ہو گیا، اس سے ایک مرتبہ عملی تجربہ کروا کر دیکھ تو لیا جائے کہ واقعی عملاً کم از کم ایک مرتبہ بھی اس میں بیوی کو کھانا کھلانے کی عملی سکت بھی ہے یا نہیں؟......مگر نکاح کو اتنی دیر تک کے لئے بھی مؤخر کرنا مناسب نہ سمجھا......اور نہ ہی صحابی کو خود ایسا خیال آیا کہ جب خود اپنا یہ حال ہے تو بعد میں جب بیوی بچوں کی ذمہ داری پڑے گی تو کیا حال ہوگا......؟

یہ وہی صحابہ تو تھے کہ ان کے زمانے میں چونکہ حمل روکنے اور گرانے کے جدید طریقے ایجاد نہ ہوئے تھے، لہٰذا ان میں سے بعض تو ولادت کے بعد اپنے لختِ جگر یہ سوچ کر قتل کر دیا کرتے تھے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟

ان کی عقل آج کے یہود و نصاریٰ کی طرح حساب و کتاب اور Calculation کر کے پہلے انہیں یہی بتاتی تھی کہ بیوی رکھنے اور بچے پیدا کر کے انہیں کھلانے کے لئے پہلے اتنی رقم (Amount) اور اس معیار کے روزگار کا انتظام ضروری ہے، ورنہ حساب و کتاب کی اس دنیا میں ناکام ہو جاؤ گے۔......تو مگر اب انہیں کیا ہو گیا......؟

حقیقت یہ ہے کہ آج ان کی عقل وحی کے نور سے آشنا ہو چکی تھی، آج وحی انہیں خبردار کر چکی تھی کہ ﴿نحن نرزقهم وایاکم﴾ جو اللہ اولاد پیدا کرتا ہے تو یہ اولاد صرف تمہاری اولاد ہی نہیں، پیدا کرنے والے کی مخلوق بھی ہے، اس کا دال پانی اور ضروری خرچے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لئے ہیں۔کیا وجہ ہے کہ ماں جب پہلے روٹی کھاتی تھی تو صرف خون بنتا تھا، مگر بچے کی ولادت کے بعد اب اسی روٹی سے نہ صرف یہ کہ دودھ بھی بن رہا ہے بلکہ بن کر بچے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنے ٹھکانے پر خود بخود پہنچ بھی رہا ہے......؟ کیا یہ کام ماہرین معاشیات کر رہے ہیں، یا وہ خدا کر رہا ہے جس نے پیدا کیا اور پھر خود کو رزق کی ذمہ داری کا مکلف بنایا؟ اتنی بڑی حقیقت جان لینے کے بعد کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ اولاد کو ہم کھلاتے ہیں، اللہ نہیں کھلاتا......؟؟؟

وحی نے انہیں بتایا کہ حمل روکنا یا غربت سے بچوں کو قتل کرنا تو درکنار، بلکہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو کثرت سے بچے جنتی ہو، صاحبِ وحی کے حالات دیکھ کر بھی اندازہ لگا لیا بلکہ عقیدہ بنا لیا تھا کہ اگر غربت میں نکاح سے اجتناب کوئی اچھی بات ہوتی تو قوم میں سب سے مفلس ترین اور مساکین کے سردار، سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شدید ترین غربت میں بیک وقت نو بیویاں نہ رکھتے......وحی نے انہیں بتایا کہ غربت کے خوف سے نکاح سے دور نہ بھاگو۔

إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله۔
ترجمہ: اگر فقیر ہو گے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

چنانچہ وحی کی ان تعلیمات سے متعارف ہونے کے بعد ان جانثاروں نے وحی کے مقابلے میں اپنی عقلی موشگافیوں کو

بالکل ہی تو بالائے طاق رکھ دیا...... اور غربت کے خوف سے بچوں کو قتل کردینے والے اب اس نیت سے کثرت سے نکاح کرنے لگے کہ بچے زیادہ ہوں اور بروزِ محشر ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعثِ افتخار بن سکیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! (بسا اوقات) مجھے کسی عورت سے نہ تو نکاح کی حاجت ہوتی ہے اور نہ ہی بیوی سے جماع میں رغبت، مگر اس کے باوجود میں اس سے نکاح کرلیتا ہوں اور خو کو جماع پر آمادہ کرتا ہوں تاکہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کثرت سے اولاد پیدا فرمائے کہ جس کی کثرت خود میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعثِ افتخار ہو سکے۔ (قرطبی: ۹/۳۲۸)

یہ اس ''غریب'' کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں کہ جو مسجد میں خطبے کے لئے جب قیام کرتا تو اس کے کپڑوں پر لگے ہوئے پیوند کا ہر شخص باآسانی مشاہدہ کرتا تھا۔

چنانچہ آج یہ قوم دوسروں کو تلقین کرنے لگی کہ جسے مالی وسعت چاہئے وہ نکاح کرلے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! (جس نے مال تلاش کرنا ہو تو وہ) نکاح میں مال تلاش کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے باعث غنی کردے گا۔ (درمنثور: ۶/۱۸۸)

معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ کسی بھی شخص کے لئے ایمان کے بعد اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں کہ اسے اچھے اخلاق اور محبت والی ایسی بیوی مل جائے جو کثرت سے بچے جنتی ہو۔ (أبوداؤد، رقم: ۱۳۲۵۷)

چنانچہ ان مفلس ترین صحابی جن کی ملکیت ایک ادھورے اور اَن سلے لباس سے زیادہ کچھ نہ تھی، صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اس آیت (کہ اگر فقیر ہوگے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد غنی کردے گا) پر ایمان کی بناء پر محض یہ سوچ کر نکاح فرمارہے ہیں کہ شدید ترین اس غربت میں جس اللہ نے آج تک مجھے کھلا پلا کر جوانی کی دہلیز تک پہنچا کر دکھایا...... جس اللہ نے میرے بازوؤں میں شدید غربت کے باوجود کمانے اور محنت کی قوت بحال رکھی اور مجھے بھوکا مرنے سے بچایا...... اپنے دستِ قدرت کو متحرک کرکے وہ بادشاہ نکاح کے بعد اب ہر طرح کے سامان سے خالی ان ہاتھوں میں غیب سے ایسی طاقت وقوت اور روزگار کے ایسے انتظام اور مواقع پیدا کردے گا کہ جو زوجہ کی روزی کے انتظام کے ساتھ ساتھ میرے رزق میں بھی برکت کا سبب بنے گا۔

اور ایسی باتوں کو سوچتے ہوئے وہ غریب جو تلاش کی انتہائی کوشش کے بعد بھی بار بار قسمیں اٹھا کر کہہ رہا ہے کہ:

لا واللہ یارسول اللہ! لا أملک إلّا أزاری۔

ترجمہ: نہیں نہیں، اللہ کی قسم!...... اے اللہ تعالیٰ کے رسول!...... تلاش کے باوجود کچھ نہ ملا۔

یعنی میری بات پر یقین فرمالیں...... اس ادھورے اور اَن سلے لباس والے ایک تہبند کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں، اسی کو آدھا کرلیں، فی الحال زوجہ کے مہر کا (حقیقتاً یا صورتاً) کچھ تو انتظام ہوجائے، بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔

اور ذرا ساری کائنات کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی تو سنئے کہ ان صحابی سے کیسی لطف وعنایت کی باتیں فرما رہے ہیں، صحابی کی اس تقریر پر ان سے گویا یوں مخاطب ہورہے ہیں کہ تم جو ازار، ازار کی گویا رَٹ لگا رہے ہو، تو اللہ کے بندے! یہ بھی تو سوچو کہ اگر تم بیوی کو مہر میں اپنا یہ اکلوتا ازار بھی دے دو گے تو: ''جلست و لا إزار لک'' خود کیا پہنو گے؟ ......نکاح کے شوق اور جوش میں یہ بھی بھول گئے کہ ایک ازار ایک وقت میں ایک ہی شخص پہن سکتا ہے......اگر وہ کسی کو دے دیا جائے تو خود برہنہ رہنا پڑے گا؟

یہاں تک کہ صحابی جب اس انتہائی بے بسی اور کسمپرسی کے عالم میں تمام امیدیں ختم کر کے مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور بالآخر طویل وقت بیٹھے رہنے کے بعد مکمل مایوس ہو کر واپس تشریف لے جاتے ہیں، تو اس تمام کارروائی کے دوران سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک اس سوچ میں لگا ہوا ہے کہ کوئی ایسی تدبیر اور کوئی ایسا طریقہ نکل آئے کہ مہر یا اس کے متبادل کسی چیز کا کچھ تو انتظام ہوتا کہ نکاح ہو جائے، مگر کیسے......؟ یہ تو تلاش اور جستجو کی اپنی پوری کوشش کے باوجود دربارِ نبوت میں قسمیں اٹھا کر اپنی مفلسی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

یکا یک سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک اس طرف چلا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ صحابی ''تعلیم یافتہ'' ہوں اور زوجہ کو مال نہ سہی، تعلیم تو دے سکتے ہوں، کیونکہ تعلیم یافتہ ہونے کا خصوصاً دینی تعلیم اور پھر خاص طور پر حفظ وناظرہ کی تعلیم کا تو مالداری وغربت سے کوئی تعلق ہی نہیں، علم تو غریب کے پاس بھی ہوسکتا ہے، اور خصوصاً سورتیں تو غریب کو بھی یاد ہوسکتی ہیں، یقین نہ تھا......لہٰذا دوبارہ بلوایا گیا کہ ایک تحقیق تو رہ ہی گئی، فوراً بلوا کر پوچھا جا رہا ہے کہ چلو اور کچھ نہیں...... یہ تو بتاؤ کہ قرآن کا تھوڑا بہت کچھ حصہ یاد ہے......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال پر صحابی کے سامنے مایوسی کی چھائی ہوئی سیاہ اور گہری گھٹاؤں میں اچانک امید کی ایک کرن پھوٹ پڑی......فوراً سورتوں کے نام گنوانا شروع کر دیئے...... ''سورۃ کذا و کذا'' اے اللہ کے نبی! فلاں سورت بھی یاد ہے اور فلاں بھی......

صبح وشام اللہ تعالیٰ کی ہر طرح نعمتوں میں غرق اور خرمستیوں پر دفعتہً لاکھوں لاکھوں روپے اڑانے والے ہوس کے پجاریوں اور دن رات طرح طرح کی نعمتوں میں غرق ہو کر اور سب کچھ کھا پی کر بھی غربت غربت کا شور مچاتے ہوئے نکاح سے دور بھاگنے والے...... ناشکرے......اور اللہ پر اعتماد وتوکل سے عاری...... ''غریبوں'' کو......تاقیامت سبق دلانے کے لئے صحابی کے خاموش ہوتے ہی فوراً زبانِ نبوت (جس سے کبھی بے موقع اور بے محل کلام صادر نہ ہوا) جنبش میں آ جاتی ہے اور زبانِ اقدس سے یہ انتہائی مختصر مگر پُرحکمت......، بلاغت سے بھرپور......اور سبق آموز کلمات......صادر ہوتے ہیں:

''زوجتکھا بما معک من القرآن''

''ہم نے اس قرآن کے بدلے اس سے تمہارا نکاح کرا دیا جو تمہیں یاد ہے''

نہ ہی صحابی یا صحابیہ سے استخارے ''نکالنے'' والے جاہل مولویوں کی طرح چھ چھ مہینے استخارے ''نکلوائے'' گئے...... نہ وکلاء وگواہوں کی تعیین کے تکلّفات...... نیز پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے لہٰذا خطبۂ نکاح بھی نہ پڑھا...... جس خاتون سے نکاح

کیا جارہا تھا چونکہ پہلے سے حاضرین مجلس کے ہاں متعین تھیں، لہٰذا ان خاتون کا نام تک نہ لیا کہ ''فلاں بنتِ فلاں'' انتہائی مختصر اور ہر قسم کے تکلفات سے بالاتر جس میں سادگی کے باوجود فصاحت وبلاغت پوری قوت سے جھلک رہی ہے۔

بخدا......! اس حدیث میں ذکر کردہ واقعہ کے ایک ایک جزو میں......آج کے ''تہذیب'' اور ''ترقی یافتہ'' زمانے کے نظریات پر پُرزور رَدہے، جو نکاح کے معاملے میں وحی کی مکمل اتباع سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی عقلی موشگافیوں میں الجھ کر ان تعلیمات میں بے جا تاویلات کرنے والے اُن ''سمجھدار'' اور ''پڑھے لکھے''، ''دینداروں'' کے جذبات پر بھی ایک زور دار ضرب ہے، جنہوں نے نکاح کو اپنے تمام تر دینی یا دنیوی کاموں میں دنیا کا سب سے فضول ترین کام قرار دے دیا ہے اور کسی بھی نوجوان کے لئے اس کام کو غیر معمولی طور پر مشکل بنا دیا ہے۔

آج اوّلاً تو کسی نوجوان کو ابتداءِ جوانی میں نکاح کا خیال آتا ہی نہیں، ترقی یافتہ شہروں میں تو خود ایسا خیال ہی دقیانوسی کی ایک بہت بڑی علامت سمجھا جانے لگا ہے، کسی تعلیم یافتہ لڑکے کا یہ Step اس کے ''گنوار پنے'' اور ''جاہل ہونے'' کی دلیل سمجھا جاتا ہے اور اگر کسی کو خیال آ بھی جائے تو جب تک وہ اپنے والدین اور دوسرے بڑوں کے سامنے چار گواہوں جیسے مضبوط اور ٹھوس دلائل سے یہ ثابت نہ کر دے کہ وہ ''امام توقان'' کا مقلد ہے (یعنی اسے نکاح نہ کرنے کی صورت میں واقعی گناہ کا اندیشہ ہے) اس وقت تک اس کے اس دعوے کو تلبیس اور جھوٹ پر محمول کیا جاتا ہے اور اسے یہ باور کروایا جاتا ہے کہ نکاح تمہاری تعلیم میں حرج کا سبب ہے......معاشی لحاظ سے کمزور ہو جاؤ گے......ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاؤ گے......مشاہدہ ہے کہ فلاں نے نکاح کیا تھا تو دیکھو کہ تعلیم میں بقیہ ساتھیوں سے کیسے پیچھے رہ گیا......؟

مدارس البنات میں پڑھنے والی طالبات کے لئے حدیث میں موجود ایک سبق

صحیح بخاری کی اس حدیث میں علم کے حصول میں مشغول رہنے والی ان عالمات پر بھی ردّ ہے جو حصول علم کے شوق میں کسی عالم کا رشتہ میسر آنے کے باوجود بھی نکاح نہیں کرتیں۔ ان کا اور ان کے والدین کا خیال ہوتا ہے کہ نکاح ان کی تعلیم میں حرج کا ذریعہ بنے گا۔ اس بات کو اگر تسلیم کر لیا جائے کہ نکاح تعلیم میں حرج کا سبب ہے، پھر بھی شریعت کی یہی تعلیم ہے کہ نکاح کو تعلیم پر مقدم رکھو، لہٰذا رَب کی خوشنودی کے لئے اگر حصولِ علم مقصود ہے تو اس کی خوشنودی تو نکاح میں زیادہ ہے (اس دعوے پر مزید دلائل ان شاء اللہ آگے آ رہے ہیں) دوسری بات یہ کہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدارس البنات میں پڑھنے والی خواتین کو ایسے عالم سے نکاح کرنا چاہئے جو نہ صرف حصولِ علم میں رکاوٹ نہ بنے بلکہ از خود بھی زوجہ کی تعلیم کا ذریعہ اور مددگار رہے، اور زوجہ کے لئے شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مربی اور استاذ بھی ہو۔ جیسا کہ صحابیہ نے ان صحابی کی غربت اور مفلسی کے باوجود صرف اس بنیاد پر نکاح کر لیا کہ یہ صحابی انہیں قرآن کی تعلیم دیں گے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح ہمیشہ تعلیم میں رکاوٹ کا سبب نہیں بنتا، تعلیم یافتہ مرد سے نکاح تعلیم میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

دینی یا دنیوی تعلیم میں حرج کے خوف سے نکاح میں تاخیر شرعاً پسندیدہ کام نہیں

ایک صاحب مجھے ایسے واقعات سنانے لگے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ بڑوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ جلد نکاح پر نوجوانوں

کی حوصلہ افزائی کریں، ان کے نکاح کی حتی الوسعت کوشش کریں یا کم از کم دعا ہی فرما دیا کریں...... حالانکہ فلاں طالب علم نے نکاح کیا تھا تو دیکھیں کہ......

یہ صاحب قصہ شروع ہی کر پائے تھے کہ میں نے انہیں ٹوک کر کہا کہ ایسے قصے سنانے سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ تو خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہاری بیویاں اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں...... تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور مختلف دینی و دنیوی اہم کاموں سے غافل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ نیز حدیث میں ہے:

إنكم لتبخلون و تجبنون و تجهلون، و إنكم لمن ريحان الله۔

(رواه الترمذی، رقم: ۱۹۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کو گود میں اٹھا کر فرمایا کہ ''تم اولاد انسان کو بخیل بنا دیتی ہو، بزدل بنا دیتی ہے اور (علم سے محروم کر کے) جاہل بنا دیتی ہو اور تم (اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ خوشبوؤں میں سے ایک) خوشبو ہو۔''

تو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما رہے ہیں کہ یہ اولاد انسان کو جاہل بھی بناتی ہے کہ اس میں مشغول ہو کر انسان حصولِ علم کے لئے اس طرح سے فارغ نہیں رہ سکتا جس طرح بیوی بچوں کی فکر سے آزاد ہو کر فارغ ہو سکتا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ اولاد انسان کو بزدل بھی بنا دیتی ہے کہ اولاد کی معاشی کفالت اور یہ خوف کہ شہید ہو گیا تو بچے یتیم ہو جائیں گے، چنانچہ ایسی باتوں کے خوف سے انسان اپنے ملک وملّت اور دین و مذہب کی خاطر لڑنے سے بھی غافل ہو جاتا ہے، نیز نکاح اور اولاد سے پہلے جس طرح انسان کا ہاتھ مدارس اور غرباء پر خرچ کے معاملہ میں کھلا ہوا ہوتا ہے، بعد میں ایسا نہیں ہوتا اور بسا اوقات انسان خیر کے ان کاموں پر خرچ کرنے میں بخل (کنجوسی) سے کام لینے لگتا ہے۔

الغرض بیوی بچوں کی فکر میں پڑ کر مختلف اہم کاموں میں غفلت تو ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ اس کے لئے واقعات سنانے کی ضرورت نہیں، خود قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں۔

مگر اس کے باوجود جس اللہ نے یہ بتایا کہ بیوی اور بچے فتنہ ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں، اُسی اللہ نے جلد نکاح کی ترغیب بھی تو دی...... جس اللہ نے یہ بتایا کہ بیوی بچے فتنہ ہیں اسی اللہ نے بیوی کو ''حرث'' (کھیتی) سے تعبیر کر کے صاحبِ حرث (یعنی شوہر کو) اولاد کی کثرت پر برانگیختہ بھی تو کیا۔

اور جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو بزدل، جاہل اور بخیل بنانے والا قرار دیا اسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ''اعتراف'' کے باوجود بھی نوجوانوں کو جلد نکاح کی ترغیب دی، جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو جہاد سے محرومی کا سبب بتایا اور اسے باپ کو بخیل بنانے والا قرار دیا...... جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو حصولِ علم سے محرومی کا سبب قرار دیا، اُسی نبی نے اس ''اعتراف'' کے باوجود دوٹوک اور واضح الفاظ میں ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب بھی تو دی جو کثرت سے بچے جنتی ہو۔

قوم میں نکاح کی تاخیر سے پیدا ہونے والے فتنے، تعلیم میں حرج والے فتنے سے زیادہ ہیں

لہٰذا ان فتنوں سے بچنے کی غرض سے صحیح اور شریعت کے مزاج سے میل کھاتا ہوا درست طریقہ یہ ہے کہ نکاح کرنے والے شخص اور بال بچوں والے افراد کو اِن کے مختلف دینی یا دنیوی کاموں میں غفلت اور لاپروائی سے بچانے کی خاطر یہ تو بار بار اور ضرور باور کرایا جائے (جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی تنبیہات فرمائی ہیں) کہ یہ بیوی اور بچے آزمائش ہیں، لہٰذا ان میں مشغول ہو کر اہم کاموں سے غافل نہ ہونا چاہئے، ساری توانائیاں انہیں پر خرچ نہ کر بیٹھنا، وغیرہ وغیرہ۔

مگر اس قسم کے فتنوں کے خوف سے طلبہ یا عام نوجوانوں کو نکاح ہی نہ کرنے دینا، یا بلوغت کے بعد کئی کئی سال تک نکاح کو مؤخر کر کے رکھ دینے کا مشورہ دینا...... اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر قوم کے نوجوان عمومی سطح پر مختلف فتنوں کے خوف سے نکاح ہی میں تاخیر کرنے لگیں تو بے حیائی و فحاشی نیز صحت کی ایسی بربادی جس کا پھر تادم حیات ازالہ نہیں ہو سکتا، ان نقصانات کے علاوہ اس قوم کی عورتوں کا بیڑا غرق ہونا شروع ہو جائے گا...... بچیوں کے والدین بھی اپنی بچیوں کو اتنے عرصے گھروں میں بٹھائے رکھنے پر مجبور ہو جائیں گے اور جب یہ طلبہ حصولِ علم کی ''احسن طریقے'' سے تکمیل کر کے فارغ ہوں گے تو اس دوران معاشرے کی بہت سی لڑکیوں کو بھی رشتوں کے حصول کے لئے اتنا ہی انتظار کرنا پڑے گا، جس سے بہت سے فتنے جنم لیں گے اور یہ محض فرضی باتیں ہی نہیں اگر قوم کے حالات میں آپ غور کریں گے تو مشاہدہ پر مبنی یہ سب باتیں آپ کو پر حقیقت اور ناقابل انکار ''سچ'' نظر آئیں گی۔

بندہ کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ کتنے ہی طلبہ ایسے ہیں کہ تعلیم میں حرج کے خوف سے انہیں نکاح سے روکا گیا اور ان طلبہ نے اپنے اساتذہ کے اس حکم کی سعادت سمجھ کر تکمیل کی، مگر ان کے نکاح میں تاخیر کے نتیجے میں وہ لڑکیاں جن سے یہ نکاح کرتے ان لڑکیوں کے والدین پھر مناسب داماد کے انتخاب میں نہ صرف یہ کہ خاک چھاننے پر مجبور ہوئے بلکہ بعض کو اپنی بچیوں سے متعلق بعد میں ایسی آزمائشوں کا شکار ہونا پڑا کہ جن سے نمٹنا پھر ان کے بس میں نہ تھا۔

یاد رکھئے! جو بھی قرآن وحدیث اور اسلاف کے کلام میں غور کرے گا تو اس کے سامنے بالکل بے غبار اور واضح طریقے سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اسلام نکاح پر دوسری قوموں اور مذاہب کی نسبت غیر معمولی حریص ہے اور یہ دعویٰ اسے روزِ روشن کی طرح واضح اور پُر حقیقت معلوم ہوگا۔

اس زمانے میں جلد نکاح کی اہمیت کم نہیں ہوئی بلکہ بڑھ گئی ہے

ممکن ہے کسی کو خیال ہو کہ ''وہ'' زمانہ اور تھا یعنی وہ صحابہ تھے، حوصلے والے تھے، ان کے لئے جلد نکاح کی اہمیت قابل تسلیم ہے لیکن آج زمانہ چونکہ بدل چکا ہے، اس لئے آج کے دور کے لئے، آج کے حساب سے احکام ہونے چاہئیں، اور آج جلد نکاح کی ترغیب مناسب نہیں کیونکہ اب پہلے جیسے حالات نہیں رہے۔ تو ایسے ''سادہ'' حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ ایسے لوگ ایسے دلائل دے کر زبانِ حال سے گویا یوں فرما رہے ہوتے ہیں کہ:

''صحابہ کا وہ زمانہ جس میں جلد نکاح کی ترغیبیں دی گئی تھیں وہ ایسا زمانہ تھا کہ (معاذ اللہ، نقلِ کفر

کفر نباشد) اُس زمانے میں چونکہ جگہ جگہ سینما گھر کھلے ہوئے تھے، اسکول اور کالجز کی مخلوط تعلیم کا رواج عام تھا، عورتیں بازاروں میں کثرت سے بے پردہ گھوما کرتی تھیں...... تعلیم گاہوں میں اغلام بازی جیسے گندے واقعات رونما ہونے لگے تھے...... جگہ جگہ نیم برہنہ عورتوں کی تصاویر اس طرح سے آویزاں تھیں کہ شریف آدمی کے لئے بازار میں چلنا دوبھر ہوجایا کرتا تھا...... نیم برہنہ بلکہ مکمل برہنہ فلم انڈسٹری کی ترقی حدود کو پہنچ چکی تھی...... صحابہ و تابعین میں جو نوجوان صحابہ تھے ان میں حصولِ علم کی تکمیل کے شوق کے باعث دیر سے شادی کا شوق اتنا بڑھ گیا تھا جس کے باعث ان کی عمر کے مناسب غیر شادی شدہ لڑکیوں کی تعداد بھی اسی تناسب سے بہت زیادہ ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان لڑکیوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے مدارس البنین کی طرح (بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد میں) مدارس البنات کھولنے پڑ گئے تھے، نیز بے نکاحی عورتوں کی کثرت کے باعث فحاشی اتنی بڑھ گئی تھی کہ نوجوان (معاذ اللہ) حرام کاری اور فحاشی کے واقعات ایک دوسرے کو بتانے میں فخر محسوس کرنے لگے تھے، لہٰذا ان حالات میں وقتی اور اضطراری کیفیت کے پیشِ نظر نوجوانوں کو بالغ ہوتے ہی نکاح کی ترغیب دی گئی تھی اور انہیں یہ باور کرادیا گیا تھا کہ اس ''وقتی ضرورت'' کے پیشِ نظر ان ''شدید اضطراری'' حالات میں اگر کوئی نوجوان جلد نکاح کرنا چاہے تو اگرچہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو، قانوناً وہ سیاسۃً فی الحال اس کے لئے نکاح پر پابندی نہیں۔

اس کے برعکس ہمارے زمانے کے نوجوان چونکہ...... ''بچے''...... اور ''ناسمجھ''...... ہیں نیز بدنظری کے خلاف بیانات کرنے والے علماء بھی کثرت سے موجود ہیں، اصلاحِ باطن کے لئے ملک میں مشائخ کی بھی کمی نہیں، لہٰذا ان حالات میں اتفاق سے کسی نوجوان کے لئے نکاح کے بغیر گناہوں سے بچنا مشکل ہو بھی گیا ہو تو اس صورت میں اوّلاً تو اسے حیا کو تھوڑی دیر کے لئے بالائے طاق رکھ کر اپنے بڑوں کے سامنے اس دعوے کو ٹھوس دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کر کے اس اقدام کی باقاعدہ اجازت لینی چاہئے، بلکہ اس سے بھی قبل مدارس یا تبلیغی جماعت یا خانقاہوں کے پاکیزہ ماحول میں رہ کر یا مشائخ سے اصلاحی تعلق قائم کر کے اِن ''گندے امراض'' کے علاج کی فکر کرنا چاہئے...... نہ یہ کہ ان کچی عمر کے نوجوانوں کے والدین ان کے نکاح کے انتظام جیسی بچکانہ حرکتیں شروع کر کے خود اپنے بھی ''بچپنے'' کا ثبوت پیش کرنے لگیں۔

نیز اس قسم کے نوجوان جنہیں ایسے ''پاکیزہ ماحول'' میں بھی واقعی کسی گناہ میں ابتلاء کا خطرہ ہو تو ایسے ''غیر مدرک بالقیاس'' اور ''غیر معقول المعنیٰ'' نوجوانوں پر دوسرے نوجوانوں کو قیاس کرنا اصولِ قیاس کے بہر حال خلاف ہے، کیونکہ قیاس کی شرائط میں سب سے اہم شرط یہ ہے کہ ''مقیس علیہ'' خود خلافِ قیاس نہ ہو، لہٰذا اِن خلاف قیاس نوجوانوں پر دوسرے نوجوانوں کو قیاس کرنا اور عمومی سطح پر تکمیل

تعلیم سے قبل ''کچی کچی'' عمروں میں ان کے والدین کا ان کے نکاح کی فکر پھر بھی مناسب نہیں۔

نیز آج کل غربت غیر معمولی طور پر اتنی بڑھ گئی ہے کہ کسی بھی نوجوان کے لئے سال میں بیس پچیس مرتبہ مختلف ملبوسات کی شاپنگ اور دن میں تین تین مرتبہ کباب پراٹھوں اور مرغے کھانے کے بعد بسا اوقات اتنے پیسے بھی نہیں بچتے کہ وہ ان کھانوں کو با آسانی ہضم کرنے کے لئے پیپسی یا فانٹا کی ایک عدد بوتل ہی خرید سکے۔

نیز آج کل نوجوانوں میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ نکاح کے بعد بیوی بچوں میں مشغول ہوکر دینی یا دنیاوی تعلیم سے تنبیہات کے باوجود غافل نہ ہوں اور نکاح کے بعد کسی طرح سے تعلیم کے ان شعبوں میں پوری قوم کو پیچھے دھکیل کر قوم کا مستقبل ہی داؤ پر نہ لگا دیں، گوکہ خلافِ قیاس اتنا حوصلہ وتقویٰ ضرور ہے کہ نکاح کو مؤخر کر کے اس طویل عرصے میں بے حیائی کے اس طوفان میں خود کو فحاشی کی گرد سے بھی میلا نہ ہونے دیں۔

لہٰذا ان حالات کے پیشِ نظر اگر جلد نکاح کو اس زمانے میں بھی روا رکھا جائے تو یقیناً یہ اقدام بصیرتِ فقہیہ کے خلاف ہوگا۔ "والفقیہ من عرف باھل زمانہ، ومن لم یعرف بأھل زمانہ ھو جاھل..." (فقیہ وہ ہے جو اہل زمانہ کے حالات کو جانتا ہو، اور جو اپنے اہل زمانہ کے حالات کو نہ جانتا ہو وہ جاہل ہے)

فرطِ جذبات میں بہت سوں کے جذبات کی رعایت نہ کرنے والا ''گستاخ'' قلم ''سیدھے راستے'' سے تجاوز کر کے اصل موضوع سے ذرا دور نکل گیا...... تمہید موضوع کی تکمیل کے لئے ﴿إن یکونوا فقراء...﴾ الآیۃ کی تفسیر میں مزید دو تین مشہور مفسرین کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

قال العلامۃ زاھد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ:

وأما الفقر فلیس من موانع النکاح، لا فی الواحد ولا فیما زاد علیھا إلی الأربع بل من بواعثہ، فقال اللہ تعالیٰ: ﴿وأنکحوا الأیامیٰ منکم ... إن یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ﴾

ترجمہ: علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقر (غربت) نکاح سے مانع نہیں، نہ تو ایک شادی سے اور نہ ہی چار شادیوں سے، بلکہ غربت تو نکاح پر اور زیادہ برانگیختہ کرنے کا سبب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''تمہاری اولاد میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کرادیا کرو، اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت سے) انہیں غنی کردے گا۔''

قال العلامۃ ابن الکثیر رحمہ اللہ تعالیٰ: وقولہ تعالیٰ: ﴿إن یکونوا فقراء یغنھم

اللہ من فضلہ﴾ الآیۃ، قال علی ابن أبی طلحۃ عن ابن عباس: رغبھم اللہ فی التزویج وأمر بہ الأحرار... الخ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۸۷/۳)

ترجمہ: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت: ''اگر فقیر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے باعث) تمہیں غنی کردے گا'' کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں: ''تحقیق اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا (بھی) نکاح فرمایا جس کے پاس سوائے ایک تہبند کے کچھ نہ تھا اور وہ ایک لوہے کی انگوٹھی تک کا انتظام نہ کرسکے (اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد ان صحابی کے لئے رزق کا ایسا انتظام فرمادیں گے جو ان کی زوجہ اور خود ان کے لئے کافی ہو جائے گا۔

آیتِ مبارکہ کے اختتام میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ﴿واللہ واسع علیم﴾ (اللہ تعالیٰ وسعت والا، خوب جاننے والے ہے) ان الفاظ کی تشریح میں علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے (آیت کے اختتام پر) یہ جو فرمایا ہے کہ: ﴿واللہ واسع علیم﴾ (اللہ تعالیٰ وسعت (کشادگی) والا ہے)، یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی عطاؤں کو اپنے بندوں پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے ہے، چنانچہ (آیت کا مطلب یہ ہوا کہ) تم (اپنی اولاد، غلام اور) باندیوں کا نکاح کردیا کرو تو چونکہ اللہ تعالیٰ وسعت وکشادگی والے ہیں اس لئے اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے بعد) اپنے فضل (وعطاؤں) سے کشادگی ووسعت پیدا کردے گا۔ نیز یہ جو فرمایا کہ ''علیم'' ہے تو اس کا مطلب (بھی) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ از خود فقیروں اور مالداروں کے حالات کو جانتا ہے اور اس پر اپنی مخلوق کے حالات مخفی نہیں۔ (تفسیر طبری: ۱۲۶/۱۸)

(مطلب یہ ہے کہ وہ خود بھی جانتا ہے کہ جن کے نکاح کا حکم دیا جارہا ہے وہ غریب ہیں یا مالدار؟ تو جب سب کچھ جاننے کے باوجود بھی فقیر کے نکاح کا حکم دے رہا ہے تو یقیناً وہ بہتر سمجھتا ہے کہ فقیر کے نکاح میں اس ''غریب'' کا نقصان ہے یا فائدہ؟)

قال العلامۃ القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ: ''﴿وأنکحوا الأیامی منکم﴾، الآیۃ، فندب تعالیٰ إلی إنکاح الفقیر... وھو مندوب إلی النکاح۔''

ترجمہ: علامہ قرطبی اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (والدین واولیاء کو ان کی اولاد میں جو غریب وفقیر ہیں تو) ایسے فقیر کے نکاح کروانے کی ترغیب دی ہے...... (چنانچہ شریعت میں) فقیر کو اس کے فقر (وغربت) کے باوجود نکاح کی طرف دعوت دی گئی ہے۔'' (تفسیر قرطبی: ۱۵۵/۳)

قرآنِ کریم کی آیتِ مبارکہ، احادیث واقوالِ صحابہ اور علماء کے اقوال اور عقلی دلائل سے امید ہے کہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی ہوگی کہ معاشرہ خواہ کچھ بھی کہتا ہو بہرحال شریعت اور عقل کی نظر میں تو غربت نکاح پر مزید اُبھارنے کا سبب ہے اور امید ہے کہ کوئی مسلمان مرد جس کے دل میں ایمان کی معمولی سی بھی رمق ہو وہ شریعت کی اتنی صاف اور واضح تصریحات کے بعد کم از کم غربت کو بہانہ بنا کر نکاح سے دور بھاگنے کی کوشش نہ کرے گا، خواہ ایک نکاح کا معاملہ ہو یا متعدد شادیوں کا۔

ہم نے اس پر اتنی تفصیل سے اس لئے لکھا کہ آج مہنگائی اور غربت کا شور مچانے والی قوم اپنی اس ''غربت'' کو دنیا کے باقی کسی کام میں رکاوٹ نہیں سمجھتی، ایک شخص جو چار عورتوں کی بہترین مالی کفالت کرسکتا ہے وہ ایک بیوی کو تو سونے کے نوالے کھلاتا رہے گا، ایک ایک تقریب میں یکمشت لاکھوں لاکھوں روپے ہوا میں اُڑا دے گا مگر جب اس کے سامنے دوسری شادی کا ذکر آئے تو فوراً ہی مہنگائی کا رونا رو کر ایسا مشورہ دینے والے کو تعجب کی نگاہوں بلکہ کاٹ کھا جانے والی نظروں سے دیکھنا شروع کرے گا اور ایسے لوگ اس وقت یہ نہیں سوچتے کہ ان کے اس ''جذبے'' سے ہزار عورتیں نکاح سے محروم زندگی گزار کر مالی کفالت کے لئے ملازمتوں پر مجبور ہیں، مگر مہنگائی کا رونا رونے والے ان بے نکاحی عورتوں اور ان کے والدین کے حق میں مہنگائی کے وجود ہی کے منکر ہیں اور جب اعتراض کیا جائے تو پھر اس طرح کی باتیں شروع کردیتے ہیں کہ ایک تنخواہ میں بھلا دو بیویاں کیسے......؟ مگر تنخواہ کا پھر کوئی معیار نہیں ہوتا کہ کتنی مقدار کی تنخواہ کو ''ایک'' اور کتنی مقدار کی تنخواہ کو چار تنخواہیں سمجھا جائے گا۔

آج کا مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے وعدوں پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں اور مغربی تہذیب اور مغربی تحقیقات کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے بڑھ کر سمجھتا ہے، چنانچہ آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ یورپ وامریکا کے تحقیقی ادارے اگر کوئی تحقیق پیش کریں تو خواہ وہ عقل سے کتنی بعید ہو، احساسِ کمتری کا شکار ہمارے بہت سے مسلمان فوراً ان پر اندھا اعتماد شروع کردیتے ہیں، ایسے ہی کمزور ایمان والے مسلمانوں کے لئے جو نکاح کو غربت اور فقر وفاقہ میں مزید اضافے کا سبب سمجھتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے ذرا بھی متاثر ہونے کے لئے تیار نہیں تو ایسے لوگوں کی خدمت میں ''جدید تحقیق'' پیش خدمت ہے، جو روزنامہ ''امت'' 2005ء میں یوں شائع ہوئی:

> ''پیسے کے لئے شادی کرنا اب گئے وقتوں کی بات ہوگئی۔ امریکا میں ہوئی تازہ تحقیق کے نتیجے میں پتہ چلا ہے کہ اگر مرد ایک سے زیادہ شادیاں کرے یا ایک ہی شادی کو خوش اسلوبی سے نبھائے تو اس کے دولت مند بننے کے امکانات کافی بڑھ جاتے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق اوہائیو اسٹیٹ یونیورسٹی کے محققین نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر ایک شخص شادی کرے اور اس کو خوش اسلوبی سے نبھائے یا ایک سے زیادہ شادیاں کرکے انہیں قائم رکھے تو اس کے کنوارے یا طلاق یافتہ افراد کے مقابلے میں دولت مند بننے کا چانس بڑھ جاتا ہے۔ اوہائیو یونیورسٹی کے ایک محقق زاگورسکی نے بتایا کہ کنوارہ رہنا یا طلاق لینا یا دینا انسان کی غربت بڑھاتا ہے اور اس کی امارت کم کرتا ہے، اپنی تحقیق میں زارگورسکی نے

سینٹر آف ہیومن ریسورس ریسرچ کے ماہرین کے ساتھ مل کر ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۰ء کے عرصے میں شادی کرنے والے ۹۰۵۵/جوڑوں پر ریسرچ کی۔ یہ تمام جوڑے ۱۱/تا ۴۹/سال کی عمر کے حامل تھے۔ زاگورسکی کی تازہ تحقیق جرنل آف سوشالوجی میں شائع ہوئی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ شادی شدہ جوڑوں کی دولت ذاتی رقم، کاروبار، مکانات، جائیداد، اسٹاک مارکیٹ اور بینک اکاؤنٹ پر مشتمل ہے۔" (روزنامہ "امت، کراچی، ۲۰/جنوری ۲۰۰۶ء)

نکاح کی استطاعت نہ ہونے کا صحیح مطلب کیا ہے؟

وہ عدل جس کا شریعت نے متعدد بیویاں رکھنے والے کو مکلف بنایا ہے اس کا سرسری تصور یہ ہے کہ ہر زوجہ کو اپنی اور اس زوجہ کے خاندان کی مالی حیثیت ملحوظ رکھتے ہوئے کم از کم ضروری اور مناسب نان نفقہ مہیا کرے اور اگر مالی وسعت نہ ہو تو غربت کو نکاح میں رکاوٹ نہ سمجھے مگر بیوی کو اپنے توکل کا تختہ مشق بنانے کی بھی کوشش نہ کرے بلکہ اپنی مالی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا رشتہ تلاش کرے جو یا تو اس سے بھی زیادہ غربت کا شکار ہو یا اس میں کسی اضافی وصف یا اور کسی وجہ سے غربت کے باوجود بھی اس سے نکاح پر آمادہ ہو جائے، تاکہ نان نفقہ کی صورت میں خود پر لازم ہونے والا بیوی کا واجب حق با آسانی ادا ہو سکے اور بے عدلی کا ظلم نہ ہو اور فقہاء کرام نے ایک یا ایک سے زائد شادیوں کے لئے قدرتِ مالیہ کی جو شرط بیان کی ہے اس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا، اگر اس کی بھی صلاحیت اور حوصلہ نہ ہو اور غربت کے باعث نہ ہی اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل اور اعتماد ہو کہ بعد میں اگر بالفرض کسی آزمائش اور مشکل کا شکار ہو گیا تو یہ خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خدانخواستہ شکایات شروع کردے گا اور یہ سوچنا شروع کردے گا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے نکاح کیا تھا مگر (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے شادی کروا کے مجھے تو مروا ہی دیا تو اس صورت میں پہلے کسی ایسے اللہ والے (جو خود بھی غربت کو نکاح میں رکاوٹ نہ سمجھتے ہوں) سے تعلق پیدا کر کے خود کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل والے خوبصورت اوصاف سے مزین کرنے کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور وعدوں پر کامل ایمان نصیب ہو اور جب تک کوشش کے باوجود اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل والی صفت سے "کورا" رہے یا تلاش کے باوجود کسی مناسب رشتے (مثلاً خود سے بھی زیادہ غریب یا کسی توکل والی عورت کے رشتے) کا حصول ہی نہ ہو سکے یا حصولِ علم میں مشغول رہنے والا کوئی نوجوان جو معاشی طور پر نہ تو خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اور نہ ہی اس کے والدین کسی بھی معقول یا نامعقول وجہ سے اپنی ذمہ داری پر اس کے نکاح پر آمادہ ہوں اور حصولِ علم میں مشغولیت کے باعث کمانے کی صلاحیت ہی نہ رکھتا ہو جس کے باعث اسے کوئی رشتہ دینے کے لئے تیار ہی نہ ہو، تو اس وقت یہ اور اس جیسے مذکورہ بالا قسم کے لوگ ان لوگوں کی فہرست میں داخل ہوں گے جو اس آیت کا مصداق ہیں:

﴿ولیستعفف الّذین لایجدون نکاحا...﴾ (الآیۃ)

ترجمہ: وہ لوگ جو عفت سے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔

نیز حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

"و من لم یستطع فعلیه بالصوم۔" (متفق علیه)

کہ جس میں نکاح کی استطاعت نہیں (وہ قوتِ شہوانیہ کو توڑنے کے لئے کثرت سے) روزے رکھے۔

چنانچہ یہ اور اس قسم کے لوگوں کے سوا اور کوئی بھی اپنے بارے میں اس "خوش فہمی" کا شکار ہونے کی کوشش نہ کرے کہ اس میں نکاح کی استطاعت نہیں، لہٰذا ایسے نوجوان خود کو بے حیائی سے بچانے کے لئے خود کو بدنظری اور اس جیسے دوسرے گناہوں کے دنیوی واخروی نقصانات کے محاسبوں اور مراقبوں کی بھینٹ چڑھانے کی کوشش کے بجائے نکاح کریں۔

فأنه أغض للبصر و أحصين للفرج بلسان سيّدنا و نبينا محمد المصطفٰى صلى الله عليه و سلم و قد خاطب النبى صلى الله عليه و سلم فى هذا الحديث شباب المسلمين حيث قال: يعمشر الشباب! من استطاع، الحديث۔ و الشباب هو ما بين خمسة عشر إلى ثلاثين (هكذا قال ابن حجر و النووى رحمهما الله تعالٰى تحت هذا الحديث، انظر فتح البارى و شرح النووى) فثبت بهذا أن الشباب الذى جاوز عشرين و لم يتزوج فقد تجاوز عن ثلث شبابه بغير النكاح، و ثلث الشئ كثير، كما قال صلى الله عليه و سلم: "الثلث كثير" و لا يخفى على أهل العلم أن الفقهاء رحمهم الله تعالٰى استأنسوا بالحديث فى كون الثلث كثيرا فى كثير من المسائل، فالتزوج بعد عشرين، تزوّج بعد مضى الكثير من الشباب، و من تزوج بعد كونه ابن نصف و اثنين و عشرين فقد تزوج بعد مضىٔ أكثر شبابه و من تزوج بعد كونه ابن خمس و عشرين (۲۵) فقد نكح بعد مضى ثلثى شبابه فهو فى العمل بالحديث مصداق المقولة التى اشتهرت على ألسنة الناس فى بلادنا: "انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوایا"

پانچ آدمی دوزخی ہیں

"حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ آدمی دوزخی ہیں (ان میں سے) ایک وہ کم ہمت جس کو دین کی عقل و سمجھ نہیں، جو لوگ تم میں طفیلی بن کر رہتے ہیں، نہ اہل و عیال رکھتے ہیں نہ مال رکھتے ہیں۔" (صحیح مسلم)

اس حدیث کی تشریح میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس روایت میں ایسے غافل، سست اور کم ہمت لوگوں کی مذمت ہے کہ وہ نہ کما کر خود کھاتے ہیں، نہ اوروں کو کھلاتے ہیں، پرائے ٹکڑوں پر پڑے رہتے ہیں، اسی وجہ سے شادی بیاہ نہیں کرتے کہ بیوی بچوں کا خرچہ برداشت کرنا نہ پڑے۔" (حیاۃ المسلمین، ص ۲۰۱)

اسلام مسلمان مرد وعورت کو بڑھاپے تک ازدواجی زندگی سے وابستہ دیکھنا چاہتا ہے

عن الحکم بن زید بن الحسن قال: "قال معاذ فی مرضه الذی مات فیه: زوّجونی، إنی أکره أن ألقی الله أعزبا۔" (مصنف ابن أبی شیبة: رقم ۱۵۹۰۹)

حکم بن زید بن حسن فرماتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوا، فرمایا کہ "لوگو! میرا (فوراً) نکاح کراؤ، اس لئے کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ازدواجی زندگی کے بغیر ملاقات کروں۔ (یعنی اس حالت میں ملاقات کروں کہ موت کے وقت میرے نکاح میں کوئی عورت نہ ہو گو کہ آپ پہلے نکاح کر چکے تھے مگر طلاق یا موت کے باعث کوئی عورت اس وقت آپ کے نکاح میں موجود نہ تھی)

بوڑھے نابینا صحابی کو یہ خوف کہ موت ازدواجی زندگی کے بغیر واقع نہ ہو جائے

عن شداد بن أوس رضی الله تعالیٰ عنه وکان قد ذهب بصره قال: "زوجونی، فأن رسول الله صلی الله علیه وسلم أوصانی أن لا ألقی الله اعزبا۔" (مصنف ابن أبی شیبة: رقم ۱۵۹۰۸)

شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اس حالت میں اپنے متعلقین سے فرمانے لگے کہ "لوگو! میرا (فوراً) نکاح کرادو اس لئے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات نہ کروں کہ (موت کے وقت) میرے نکاح میں کوئی عورت نہ ہو۔"

صحابہ اپنی اولاد کے بالغ ہوتے ہی انہیں نکاح کی ترغیب دیتے

عن مجاهد أن ابن عباس دعا سمیعا وکریبًا وعکرمة فقال لهم: قال بلغتم ما یبلغ الرجال من شأن النساء، فمن أحب منکم أن أزوجه، زوجته، لم یزن رجل قط إلّا نزع منه نور الإسلام، یرده الله إن شاء أن یرده أو یمنعه إن شاء أن یمنعه۔ (کتاب السنن، رقم:۴۹۶)

مجاہد (ایک جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے تین بیٹوں) سمیع، کریب اور عکرمہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: "تم سب اب بالغ ہو چکے ہو، لہٰذا تم میں سے جو بھی نکاح کرنا چاہتا ہے میں اس کے نکاح کے لئے تیار ہوں، (پھر انہیں نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو!) کوئی بھی شخص جب زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے اسلام کے نور کو کھینچ

لیتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ اس نور کو اس کے دل میں واپس لوٹائیں یا ہمیشہ کے لئے اسلام کے نور سے اسے محروم کر دیں۔''

ان روایات میں جہاں جلد نکاح کی ترغیب ہے وہاں ان لوگوں پر بھی زبردست رد ہے کہ جو کسی بوڑھے شخص کے لئے نکاح کرنے کو باعثِ شرم اور باعثِ عار سمجھتے ہیں، بندہ کو مشاہدہ ہے کہ ہمارے اس ہندوزدہ معاشرے میں کوئی شخص جس کی عمر مثلاً پچاس، ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہو اور وہ اپنی زوجہ کے مرنے پر محض اپنی تنہائی کی وحشت دور کرنے کے لئے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کے خاندان و معاشرے کے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اسے یہ طعنہ دیتے ہیں کہ ان پوتوں، نواسوں کی موجودگی اور اس سفید ڈاڑھی میں شادیاں رچاتے ہوئے شرم نہیں آتی......؟

چنانچہ ان روایات میں تصریح ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان مرد زوجہ کے بغیر زندگی نہ گزارے اسی طرح اس بات کو بھی پسند فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان مرد دنیا سے اس حالت میں نہ جائے کہ موت کے وقت اس کے نکاح میں کوئی عورت ہی نہ ہو، گو کہ سابقہ زندگی ازدواجی ہی کیوں نہ گزری ہو۔

(البتہ یہ واضح رہے کہ اگر کسی شخص میں عمر زیادہ ہونے کے باعث قوتِ جنسیہ ختم یا بہت کمزور ہو چکی ہو تو اس پر واجب ہے کہ نکاح سے قبل اچھی طرح واضح کر دے کہ نکاح سے اس کا مقصد محض خدمت وانسیت ہے، اس وضاحت کے بغیر کسی کو دھوکا دے کر اس کے لئے نکاح کرنا حرام اور ناجائز ہے اور فقہاء کرام نے نکاح کے جواز کے لئے قدرت بدنیہ (جنسیہ) کی جو شرط لگائی تو اس کا محمل بھی یہی ہے۔ کما لا یخفی)

یہی حکم عورت کا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے بھی فضیلت اسی میں ہے بلکہ عورت کے لئے تو اور بھی زیادہ تاکید ہے کہ بلوغت کے بعد ازدواجی زندگی کے بغیر وقت نہ گزارے اور شوہر کے مرنے یا طلاق کے بعد بقیہ زندگی بھی نکاح کے بغیر نہ گزارے اور نہ ہی دنیا سے ازدواجی زندگی کے بغیر رخصت ہو، خواہ اس کے پہلے شوہر سے بچے ہوں یا نہ ہوں، اگر ہوں تو چھوٹے چھوٹے ہوں یا بڑے بڑے ہوں۔

اور علماء نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ عورت جو وقت بھی ازدواجی زندگی کے بغیر گزارے گی، اس دوران بہت سی دینی اور اخروی منفعتوں اور فوائد سے محروم رہے گی۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آ رہی ہے۔

صحابہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کی ترغیب سننے کے بعد فوراً نکاح کی طرف لپکے

قال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ: لما سمعت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یمعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج۔ الحدیث۔ قال فما لبثت حتی تزوجت۔ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ نکاح کر لے اس لئے کہ یہ نکاح نگاہوں کو سب سے زیادہ جھکانے والا اور شرم گاہ کی

(ناجائز کاموں سے) سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہے اور جو استطاعت نہ رکھے تو اسے چاہئے کہ (کثرت سے) روزے رکھے اس لئے کہ روزہ اس کی (قوتِ شہوانیہ) کو توڑ دے گا۔ (متفق علیہ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو سننے کے بعد (ذرا بھی وقت نہیں گزارا کہ) فوراً نکاح کر لیا۔ (مسلم)

صحابی کے نزدیک زندگی کی ایک رات بھی زوجہ کے بغیر گوارا نہیں

وقال أيضًا: لو لم يبق من الدنيا إلا ليلة ولم يكن لي فيه زوجة، أحب أن يكون له فيه زوجة (وفي رواية: "مخافة أن أفتن")۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم: ۱۰۳۸۲)

نیز فرماتے ہیں کہ اگر مجھے علم ہو جائے کہ زندگی ختم ہونے میں صرف ایک رات باقی ہے اور میری کوئی زوجہ نہ ہو تو میں چاہوں گا کہ وہ رات بھی زوجہ کے بغیر نہ گزرے۔ (یعنی اپنی زندگی میں اتنی سی مدت بھی نکاح کے بغیر گزارنا پسند نہ کروں گا) اس خوف سے کہ کہیں کسی آزمائش میں نہ پڑ جاؤں۔

عن عبدالرحمن بن يزيد قال دخلنا على عبد الله وعنده علقمة والأسود فحدث بحديث لا أراه حدث به إلا من أجلي، كنت أحدث القوم سنا، فقال عبد الله... بمعشر الشباب الحديث۔ (سنن کبریٰ: رقم: ۱۳۴۴۷)

عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے پاس علقمہ اور اسود بھی موجود تھے، مجھے دیکھ کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث سنائی اور میں سمجھتا ہوں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کو بیان کرنے سے صرف مجھے ہی سنانا مقصود تھا چونکہ اس مجلس میں سب سے کم عمر میں ہی تھا، چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے نوجوانو! تم میں جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح نگاہ کو جھکانے اور شرمگاہ کو (حرام کاموں) سے بچانے کی سب سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔

نکاح میں تاخیر کرنے والا یا تو احمق ہے یا فاجر ہے

عن طاؤوس عن أبيه قال قال عمر لرجل: أتزوجت؟ قال: لا، قال إما أن تكون أحمق وإما أن تكون فاجرا وفي رواية أخرى أنه قال لرجل ما يمنعك من النكاح إلا عجز أو فجور۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم: ۱۰۳۸۳)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ اس

نے کہا کہ: ''نہیں''، فرمایا کہ یا تو تو احمق ہے یا فاسق (وفاجر) ہے، نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ تمہیں نکاح کرنے سے کوئی شے نہیں روک سکتی، سوائے اس بات کے کہ یا تو تم نکاح سے (مکمل) عاجز ہو یا تم فاسق (وفاجر) ہو۔

عن ابراهيم بن ميسرة قال: قال لی طاؤوس: لتكحن أو لأقولن لک ما قال عمر لأبی الزوائد: ما يمنعک من النكاح إلا عجز أوفجور۔ (مصنف ابن عبد الرزاق، رقم: ۱۰۳۸۴)

ترجمہ: ابراہیم بن میسرۃ فرماتے ہیں کہ مجھ سے طاؤوس (جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں) نے فرمایا کہ تو ضرور بالضرور نکاح کرلے ورنہ تیرے بارے میں وہی کچھ کہوں گا جو حضرت عمر نے ابوزوائد سے کہا تھا کہ تمہیں نکاح کرنے سے اس بات کے سوا کوئی دوسری شی نہیں روک سکتی کہ یا تو تم نکاح کرنے سے مکمل عاجز ہو یا فاسق وفاجر ہو۔

گناہ کا خوف نہ بھی ہو تو بھی نکاح کرلینا چاہئے

قال الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالیٰ: إن النبی صلی الله عليه وسلم زوج رجلا لم يقدر علی خاتم حديد ولا وجد إلّا ازاره ولم يكن له رداء... وقال أحمد فی رجل قليل الكسب يضعف قلبه عن العيال، الله يرزقهم، التزويج أحصن له، ربما أتی عليه وقت لا يملک قلبه فيه۔ (مغنی لابن قدامة: ۵/۷)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (غریب آدمی کو نکاح سے رکنا نہیں چاہئے اس لئے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسے شخص کا (بھی) نکاح کروایا جو صرف لوہے کی ایک انگوٹھی کا انتظام بھی نہ کرسکے اور ان کے پاس اپنے ازار (تہبند) کے سوا کچھ نہ تھا۔ نیز (فرماتے ہیں کہ) وہ شخص جس کی آمدن تھوڑی ہے اور وہ بیوی اور پھر بال بچوں کی کثرت سے اس غربت کی بناء پر ڈر کر نکاح سے اجتناب کرتا ہے تو (اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے کیونکہ) اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ) اس کے لئے رزق کا انتظام فرمادیں گے، نکاح ایسے شخص کو پاکدامن رکھنے کا زیادہ ذریعہ ہے کیونکہ بسا اوقات انسان پر ایسی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ اس کا دل پر قابو نہیں رہتا (اور یوں بے حیائی کا مرتکب ہوکر گناہگار ہوتا ہے)

مطلب یہ ہے کہ خواہ کسی گناہ کا خوف نہ بھی ہو تو بھی حفظ ما تقدم کے تحت ہی نکاح کرلینا چاہئے کیونکہ شیطان کو مسلط ہوتے دیر نہیں لگتی۔

بے فکری والی عبادت سے نکاح کی فکروں بھری زندگی بہتر ہے

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ وہ شخص جس کے بال بچے اسے غربت کے باعث تنگ کرتے ہوں اور وہ پریشانی سے ان کے رزق کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ کرکے ان کے رزق کے حصول میں حیران و سرگرداں رہتا ہو، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں اتنے بڑے مقام اور مرتبے کو پہنچ جاتا ہے جس مقام اور مرتبے کا وہ شخص تصور بھی نہیں کرسکتا جو نکاح اور بچوں کی فکروں سے آزاد ہوکر تنہائی کی زندگی گزارر ہا ہو اور نکاح سے دور بھاگ کر عبادت میں مشغول ہو۔

(کتاب الورع لابن حنبل)

قرآن بلوغت کی عمر کو نکاح کی عمر قرار دیتا ہے

قال اللہ تعالی: حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منھم رشدًا فادفعوا الیھم اموالھم۔(النساء)

ترجمہ:''(یتیموں کے اموال کی حفاظت کرو) یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو اگر تمہیں ان یتیموں میں مال سنبھالنے کی کچھ صلاحیت نظر آئے تو ان کے اموال ان کے حوالے کردیا کرو۔''

اس ایت میں واضح تصریح ہے کہ مال سنبھالنے کے لئے بلوغت کی عمر کو پہنچنا کافی نہیں، بلکہ ''پکی'' عمر کا ہونا ضروری ہے، جس کی انتہائی مدت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پچیس (25) سال ہے۔لیکن نکاح کے لئے اتنی پکی عمر تک پہنچنے کا انتظار کرنا درست نہیں، بلکہ جو لڑکا یا لڑکی بالغ ہوجائیں، ازروئے قرآن وہ نکاح کی عمر کو پہنچ گئے، کیونکہ اس آیت میں قرآن نے بلوغت کی عمر کو نکاح ہی کی عمر سے تعبیر کرکے بتادیا کہ یہ ایک ہی چیز کے دو مختلف نام ہیں۔

جلد نکاح کی ترغیب کی روایات اور اس بارے میں اسلاف کے اقوال اتنے زیادہ ہیں کہ اس موضوع پر اگر مزید لکھنا شروع کیا تو مستقل ایک تصنیف ہوجائے گی۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلوغت یعنی (پندرہ سال) کے بعد نکاح میں جیسے جیسے تاخیر ہوگی، اس تاخیر کی بناء پر صحت کو جسمانی طور پر لاحق ہونے والے نقصانات کو اور ان صوفیوں کے تجربات کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو سلوک کے منازل طے کرنے کے جوش میں نکاح میں تاخیر کرتے رہے، جس نے دیکھنا ہو تو تلبیس ابلیس صفحہ 12 میں دیکھ لے، حقیقت تو یہ ہے کہ جو آج کے نوجوانوں کے تجربات دیکھ رہا ہو، اسے صدیوں قبل کے تجربات پر مطلع ہونے کی ضرورت ہی نہیں......

❁❁❁

دوسرا حصہ

جس معاشرے میں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج ہو، اس معاشرے میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

قال اللہ تعالٰی: ﴿فانکحوا ما طاب لکم من النّساء مثنٰی وثلٰث وربع، وإن خفتم أن لّا تعدلوا فواحدۃ أو ما ملکت أیمانکم، ذلک أدنٰی أن لا تعولوا۔﴾
(سورۃ النساء)

ترجمہ: پس نکاح کروتم (ان) عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں/ پسند آئیں/ (کسی بھی مصلحت سے) مناسب لگیں، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے، اور تمہیں خوف (ظن غالب) ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے (نکاح کرو) یا (اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہوسکیں گے تو) ان باندیوں پر اکتفاء کرو جن کے تم مالک ہو، اس بات میں (یعنی ایک بیوی پر اکتفاء کی صورت میں یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنے میں) ناانصافی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔ (کذا فی بیان القرآن)

قال فی فیض القدیر تحت قولہ تعالٰی: ﴿وإن خفتم أن لا تقسطوا فی الیتامٰی﴾: وقد اتفق أھل العلم علی أن ھذا الشرط المذکور فی الآیۃ لا مفھوم لہ، لما أنہ یجوز لمن لم یخف أن یقسط فی التامی أن ینکح أکثر من واحدۃ۔ (۱/۴۲۰)

اسلام میں اصل حکم یہ ہے کہ ایک مرد ایک سے زائد بیویاں رکھے

اس آیت مبارکہ سے درج ذیل امور ظاہر ہورہے ہیں:

① اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس لئے مرد کی فطرت سے پوری طرح مطابقت کے باعث اسلام میں اصل ترغیبی حکم یہ ہے کہ ایک سے زائد بیویاں رکھی جائیں، یعنی تعدّد اصل ہے اور ایک بیوی پر اکتفاء اس وقت کرنا چاہئے جب کسی شخص کو اپنے حالات سے غالب گمان ہو کہ وہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کرسکے گا۔ (اور عدل نہ کرسکنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کی طرف ایسا میلان ہو جائے کہ دوسری کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی ہونے لگے، جس کی تفصیل گزر چکی)

چنانچہ جیسے باندی پر اکتفاء کا حکم اس وقت ہے جب ایک بیوی کے حقوق بھی ادا نہ کرسکتا ہو، جس سے معلوم ہوا کہ اصل حکم تو نکاح کا ہے، اس سے اجتناب ایک عارضہ کے وقت ہے، اسی طرح پھر نکاح میں بھی اصل یہ ہے کہ زیادہ کئے جائیں

اس میں کمی یا ایک بیوی پر اکتفاء کسی عارضہ اور مجبوری کے وقت ہونا چاہئے اور وہ یہ کہ متعدد بیویوں میں سے کسی پر ظنِ غالب کے درجہ میں ظلم کا خوف ہو، مگر چونکہ ایک شادی کا رواج ہے اس لئے پہلی شادی کے بارے میں تو سب اسی نظریہ کے قائل ہیں۔ دوسری، تیسری شادی کا چونکہ رواج نہیں اس لئے معاشرے نے اسے بہت ہی کڑی شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔

وفی الدر المنثور: أخرج عبد بن حميد وابن جرير وابن أبی حاتم عن قتادة فی ﴿فإن خفتم أن لا تعدلوا﴾: يقول: إن خفت أن لا تعدل فی أربع فثلث وإلا فاثنتين وإلا فواحدة فإن خفت أن لا تعدل فی واحدة فما ملكت يمينك۔ (۲/۴۲۴)

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "اگر تمہیں خوف ہو کہ چار بیویوں میں عدل نہ کرسکو گے تو تین پر اکتفاء کرو، اگر تین میں عدل نہ کرسکو تو دو پر، اور اگر دو میں بھی عدل نہ کرسکو تو ایک پر اکتفاء کرو اور اگر ایک کے حقوق بھی ادا نہ کرسکو تو باندیوں پر گزارا کرو۔"

الغرض پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ یہ جو مشہور ہے کہ "اسلام میں زیادہ شادیاں اس شرط کے ساتھ مشروط ہیں کہ عدل بھی کرسکتا ہو" اس کے بجائے یوں کہنا چاہئے کہ اصل ترغیبی حکم تو یہی ہے کہ چار شادیاں کی جائیں ایک پر اکتفاء (مشروط بشرطِ خوف عدمِ عدل یعنی) اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ کسی کو اپنے بارے میں خوف (ظن غالب) ہو کہ بیویوں میں عدل نہ کرسکے گا۔ چنانچہ جب کوئی چار بیویوں میں عدل نہ کرسکتا ہو تو تین پر گزارا کرے، تین میں بھی عدل ممکن نہ ہو تو دو پر گزارا کرے، اگر دو بیویوں میں بھی عدل نہ کرسکے تو ایک پر گزارا کرے، اور اگر ایک کے حقوق بھی ادا نہ کرسکتا ہو تو شرعی باندیاں رکھے۔

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالی: "قال بعضهم: إن فيها إشارة أيضًا إلى استحباب الزيادة على الواحدة لمن لم يخف عدم العدل، لأن الله تعالی قدم الأمر بالزيادة وعلق أمر الواحدة بخوف عدم العدل، ويا ما أحيلی الزيادة إن ائتلفت الزوجات۔" (روح المعانی، ۴/۱۹۲)

وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ دوسری شادی محض ایک مباح اور حلال کام ہے اور مباح کام سے روکنے کی حکومت کو اجازت ہے، اس نظریے پر رد کرتے ہوئے مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر روح المعانی کی مذکورہ بالا عبارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر تعددِ ازواج کا حکم تو مطلق مباح بھی نہیں...... ایک سے زائد نکاح کرنے کا حکم تو مستحب بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوّلاً یہی حکم دیا ہے اور صرف ایک بیوی سے نکاح کرنے کو تو ایک خاص حالت یعنی عدل نہ کرنے پر موقوف رکھا ہے۔" (عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں، ص ۱۷۰)

الغرض یہ جو کہا جاتا ہے کہ دو شادیوں وہ کرے جو بیویوں میں عدل کرسکتا ہو، اس کے بجائے یوں کہنا چاہئے کہ ایک بیوی پر اکتفاء وہ (بے چارا) کرے جو متعدد بیویوں میں عدل نہ کرسکتا ہو۔

اور دونوں تعبیروں میں فرق واضح ہے مثلاً اگر آپ کسی کی دعوت میں ہوں اور میزبان کھانے میں مختلف قسم کی ڈشیں پیش کرے، جن میں کوئی ایسی ڈش بھی ہو جو یرقان کے مریضوں کو نقصان دیتی ہو، لہٰذا اسے پیش کرنے کے بعد میزبان یہ اعلان کرے کہ:

''آپ کے لئے میری طرف سے یہ پیش کردہ مرغوب خوراک آپ سب شوق سے کھایئے اور یہ جو مختلف قسم کے کھانے ہیں ان میں سے جو جتنا مرغوب ہو کھاتے چلے جایئے، مگر وہ لوگ جو یرقان یا بلڈ پریشر کے مریض ہیں یا وہ لوگ جو ضعفِ معدہ کے باعث مختلف کھانوں کو ہضم نہ کرسکیں...... ایسے لوگ متعدد کھانوں سے اجتناب کریں اور صرف ایک فلاں قسم کے کھانے پر اکتفاء کریں۔''

تو اس اعلان کے بعد یقیناً ان مختلف قسم کے کھانوں کو کھانے والوں کی تعداد، اجتناب کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہوگی، اگر مہمانوں میں مریضوں کی تعداد زیادہ ہو اور اس بنا پر ان مختلف قسم کی ڈشوں سے اجتناب کرنے والوں کی تعداد کھانے والوں سے زیادہ ہوجائے تو یہ مہمان لوگ میزبان پر برس پڑیں گے کہ ایسے کھانے پکائے ہی کیوں اور پھر ان کی طرف دعوت وترغیب دی ہی کیوں کہ جن کے کھانے کی طاقت مہمانوں میں چند ہی لوگوں کو ہے، باقی سب مہمان صرف صبر کا ثواب حاصل کرنے کے لئے بلائے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی متعدد شادیوں کے حکم کو مطلق رکھ کر ایک بیوی پر اکتفاء کرنے یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنے والے حکم کو ایک خاص شرط کے ساتھ مقید کرکے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ جس معاشرے میں متعدد بیویاں رکھنے والے حکم پر عمل ہوگا تو زیادہ تر لوگ زیادہ بیویاں ہی رکھیں گے (جیسا کہ عرب ممالک میں دینداروں کے ہاں عملاً ہوتا بھی رہا ہے، گو کہ بے دینی اور مال ودولت میں اضافے کے باعث فی زمانہ وہاں بھی اس رواج میں کمی ہوگئی ہے) یا کم از کم ان میں زائد بیویاں رکھنے کی صلاحیت کے باعث یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کردہ اس نعمت سے استفادہ کی کوشش ضرور کریں گے خواہ رشتہ کے حصول نہ ہونے کی وجہ سے عملاً اس میں کامیاب نہ بھی ہوسکیں، ہاں کچھ بے چارے غیر معتدل المزاج یا کمزور ایسے بھی ہوں گے جن میں کسی بھی وجہ سے متعدد بیویوں کے حقوقِ واجبہ ادا کرنے یعنی ان میں عدل کی صلاحیت نہ ہوگی، جس کے باعث وہ متعدد شادیوں کی نعمت سے مستفید نہ ہوسکیں گے۔

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ

قال الدكتور ناصر الخنين (عضو هيئة التدريس بجامعة الإمام العربية السعودية) الأصل هو التعدد: يتساءل بعض الناس عن الأسباب التي تدعو إلى تعدد الزوجات، وكأنّ الأصل هو المنع، وهذا ما أدى إلى الاعتقاد بأن التعدد لا

يقع إلا بسبب معين، وإذا وجد هذا السبب ساغ التعدّد وجاز، وإلا فلا۔ هذا المعنى غير صحيح، وللأسف فإنه شائع ذائع فى كثير من الأوساط، والصحيح الذى عليه العمل والمعول فى فهم النصوص الشرعية الواردة فى الحث على الزواج أن الأصل هو التعدد، رغبة فى الإحسان والإحصان، إذا كان الزوج المسلم قادر اعادلا، فإن خاف الظلم ولم يأنس من نفسه القدرة على العدل بين الزوجات، اقتصر على واحدة، وهذا مارجحه شيخ الإسلام فى المعاصرين أبو عبد الله عبدالعزيز بن عبد الله بن باز رحمه الله، وقد كان يلاطف بعض جلسائه أحيانا، فيقول: "يافلان! أأنت معدّد أم أنت من الخائفين؟" وهى تورية لها معنيان، قريب أرادبه الشيخ الخوف ممن تحتك، وبعيد أرادبة قوله تعالى:

﴿فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾

www.do3aa.net/marriage.html

ترجمہ: ''ڈاکٹر ناصر الخنین جو جامعۃ الامام (سعودیہ) میں مدرس اور سعودی عرب کے ایک مشہور عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ (اسلام میں) اصل حکم متعدد شادیوں کا ہے، بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ ''کن حالات میں مرد کو دوسری شادی کی اجازت ہے؟'' گویا کہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ اصل حکم تو یہ ہے کہ دوسری شادی ممنوع ہے، ہاں بعض صورتوں میں اس کی اجازت دی گئی ہے، چنانچہ جب کوئی خاص سبب یا وجہ پائی جائے تو مرد کو دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں، مگر یہ بات درست نہیں اور افسوس اس پر ہے کہ عام مسلمانوں میں یہی بات مشہور ہے، مگر شرعی نصوص جو متعدد شادیوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں انہیں دیکھا جائے تو صحیح بات یہ سامنے آتی ہے کہ اسلام میں اصل حکم یہ ہے کہ ایک مرد متعدد شادیاں کرے جبکہ وہ بیویوں کے حقوق ادا کرنے پر قادر ہو، ہاں اگر کسی کو متعدد شادیوں کے نتیجے میں کسی بیوی پر ظلم کا خوف ہو اور وہ اپنے بارے میں محسوس کرتا ہو کہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کر سکے گا تو ایسا شخص ایک بیوی پر اکتفاء کرے، اسی بات کو علماء وقت میں سے شیخ الاسلام عبدالعزیز بن عبداللہ باز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجیح دی ہے اور آپ اپنی مجلس میں بیٹھنے والے شرکاء سے بعض مرتبہ بطورِ مزاح فرمایا کرتے کہ اے فلاں! ''تم نے متعدد شادیاں کی ہوئی ہیں، یا تم خوفزدہ ہونے والوں میں سے ہو؟''

چنانچہ اس ''خوفزدہ'' کے لفظ میں یوں مزاح تھا کہ اس کا ایک قریبی معنی تو یہ ہے کہ (پہلی بیوی سے ڈرنے والے ہو) دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس بات سے خوفزدہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے۔''

اہل علم کی خدمت میں غور کیلئے آیتِ مبارکہ میں موجود کچھ علمی نکات کا ذکر

④ جیسے میزبان اپنی پیش کردہ ڈش کے کھانے کی ترغیب کے لئے کچھ الفاظ کا اضافہ بھی کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دیتے ہوئے:

ا......امر ''فانکحوا'' کا صیغہ استعمال فرمایا، جبکہ دوسرے مقام پر جو ترغیب کا موقع نہیں، جہاں صرف محارم عورتوں کا ذکر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے بس ''یہی'' عورتیں ہیں کہ جن کا ذکر اس پچھلی ﴿حرمت علیکم أمہٰتکم...﴾ والی آیت میں ہوا، چنانچہ اس دوسرے مقام پر اباحتِ نکاح کو ''امر'' کے بجائے فعل مجہول کے ساتھ ذکر کیا گیا جو بیانِ اباحت میں اصل ہے (جبکہ امر اصلاً وجوب کے لئے ہوتا ہے) چنانچہ ارشاد ہے:

﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم... وأحل لکم ماوراء ذلکم﴾

قلت: استدل به الإمام البخاري رحمه الله تعالىٰ على الترغيب، لا على مطلق الإباحة حيث قال: "باب الترغيب في النكاح، لقوله تعالىٰ: "فانكحوا ما طاب"

أقول وبالله التوفيق: استدل بجميعهما، لأن الله تعالىٰ لما أباح لنا التعدد، استعمل لبيان الإباحة صيغة الأمر، فاستعمال اللفظ الذي وضع في الأصل للوجوب، لا يخلو في الكلام البليغ عن معنى زائد وليس هو إلا الترغيب. وأما استدلاله بزيادة: "ما طاب"، فسيأتي تقريره إن شاء الله تعالىٰ۔

ب......متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دیتے ہوئے ''من النساء'' سے قبل ''ماطاب'' (جو تمہیں اچھی لگیں/ پسند آئیں/ کسی بھی مصلحت سے ''مناسب لگیں'') کا اضافہ فرما کر بھی اس کے پسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا۔

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت قوله تعالىٰ: ﴿ماطاب لکم﴾:
"فالتعبير عن الأجنبيات بهذا العنوان، فيه من المبالغة في الاستمالة إليهن والترغيب فيهن ما لا يخفى۔" (روح المعاني، ۴/۱۹۰)

حضرت حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو آیات کے ترجمہ میں آیت کے مفہوم کی مکمل وضاحت کے لئے بہت باریک بینی سے کام لیتے ہیں، اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

''حلال عورتوں سے جو تم کو (اپنی کسی مصلحت کے اعتبار سے) پسند ہوں نکاح کرو، دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔''

آپ اس آیت کے جتنے تراجم دیکھیں گے ان میں سب سے بہترین اور آیت کا پورا پورا مفہوم ادا کرنے والا بندہ کے خیال میں یہی ترجمہ ہے، جو حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ایک بیوی پر اکتفاء بہت سی مصلحتوں سے محرومی کا سبب ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ''ماطاب'' (جو کسی بھی مصلحت سے تمہیں پسند آئیں) کا لفظ بڑھا کر گویا یوں ترغیب دے رہے ہیں:

''دیکھو! یہ عورتیں جو ہم نے پیدا کی ہیں ان سے تمہاری بہت سی مصلحتیں وابستہ ہیں، ان عورتوں میں بہت سی ایسی ہوں گی جو حسن و جمال میں دوسری عورتوں سے بہت ممتاز ہوں گی، لہٰذا اگر تمہارے پیشِ نظر عفت و پاکدامنی کی مصلحت ہے کہ میری نگاہ اپنی بیوی سے ہٹ کر کسی اور طرف تجاوز نہ کرے تو تمہارے لئے حسن و جمال والی یہ عورتیں پسندیدہ، مناسب (اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل) ہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرو،......ان عورتوں میں تمہیں ایسی عورتیں بھی نظر آئیں گی جو حسن و جمال والی تو نہ ہوں گی مگر ان سے نکاح تمہاری اولاد میں اضافے کا سبب بنے گا، لہٰذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے اولاد کی کثرت کی خواہش کا جو اظہار فرمایا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے......اور اہلِ مغرب اور منصوبہ بندی والوں کے غیر معمولی جذبات کو ٹھیس پہنچا کر ان کی خواہش کو خاک آلودہ کرنے کا جذبہ رکھنے والے، اولاد کی کثرت کے خواہشمندوں کے لئے یہ عورتیں بھی پسندیدہ، مناسب (اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل) ہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرو۔''

ان میں ایسی عورتیں بھی ہوں گی جن سے نکاح میں تمہیں صرف اس مصلحت سے رغبت ہوگی کہ ان سے تمہاری پہلے سے قرابت داری ہوگی اور ان سے نکاح صلۂ رحمی اور قرابت داری کی مضبوطی کا سبب بنے گا، لہٰذا اس قسم کی عورتیں بھی تمہارے لئے مناسب (اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل) ہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرو۔

ان میں بہت سی غریب، بیوگان اور طلاق یافتہ بھی ہوں گی جن سے ایک شادی والے رواج کی ''برکت'' سے کوئی نکاح کو تیار نہ ہوگا اور بعض شہداء کی بیوگان بھی ہوں گی کہ جنہوں نے دین کی خاطر ایسے خاوند کا انتخاب کیا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ رکھتا ہوگا اور پھر خود سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے سر کے تاج کو اپنے دین و وطن کی حفاظت کے لئے محاذِ جنگ پر بھیج کر اپنے بچوں کو یتیم کروانا اور ایک ایسے ہندوزدہ معاشرے میں بیوہ بننا گوارا کرلیا ہوگا کہ جس معاشرے میں ہندوؤں کے اختلاط اور سو سال انگریزوں کی حکومت کے باعث ساری قوم میں ساری زندگی ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ایسی ''برکتیں'' ظاہر ہو رہی ہوں گی کہ جن ''برکات'' کے باعث ان بیوگان سے کوئی نکاح تو کیا کرتا بلکہ شہداء کی ان مبارک بیوگان میں بھی بہت سی دنیا بھر سے جمع شدہ قربانی کی کھالوں، زکوٰۃ اور فطرانہ کی رقم پر گزارا کرنے پر مجبور ہوں گی، چنانچہ اگر تمہارے

پیشِ نظر اُخروی مصلحت ہو اور تم ایسی ہی کسی حوصلے و قربانی والی کسی شہید کی بیوہ سے نکاح کرنا چاہو......
یا وہ غریب جو بے چاری جہیز نہ ہونے کے باعث باپ پر بوجھ بنی ہوئی ہو، ایسی عورتوں کو ذلت اور رسوائی سے نکال کر اور اپنی بیوی بنا کر انہیں عزت سے کھلانے پلانے کا جذبہ رکھتے ہو اور اس کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجرِ عظیم کی امید لگائے بیٹھے ہو، تو یقینا...... یقینا...... ایسی عورتیں بھی تمہارے لئے مناسب (اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل) ہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرو۔

الغرض اپنی ان مصلحتوں اور اس کے علاوہ بھی اور بہت سی مصلحتوں پر نظر کرو، مگر ان تمام یا ان میں سے اکثر مصلحتوں کا جمع ہونا ایک عورت میں عادۃً چونکہ ممکن نہیں (یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت خوبصورت ہے مگر رشتہ دار نہیں، یا رشتہ دار تو ہے مگر بانجھ ہے، اولاد نہ ہوگی، یا کنواری تو ہے مگر کم عمری کے باعث سلیقہ و ہوشیاری نہیں اور کسی میں سلیقہ و ہوشیاری ہے مگر عمر زیادہ ہونے کے باعث خوبصورت نہیں) نیز ان میں بعض مصلحتیں ایسی بھی ہوں گی کہ جن کی رعایت میں کوئی دوسری ایسی عظیم مصلحت فوت ہوتی نظر آئے گی جسے تم کسی قیمت پر ترک کرنا مناسب نہیں سمجھتے ہو گے، لہٰذا زیادہ سے زیادہ مصلحتوں اور فائدوں کو جمع کرنے کی خاطر (ایک چھوڑ) دو دو سے، تین تین سے (اور) چار چار عورتوں سے نکاح کرو۔''

الغرض اللہ تعالیٰ نے متعدد بیویاں رکھنے کا حکم دیتے ہوئے ترغیب اور شوق دلانے کے لئے اس طرف پہلے اشارہ فرمادیا کہ نکاح سے تمہاری بہت سی مصلحتیں وابستہ ہیں اور ایک آدھ بیوی پر اکتفاء کی صورت میں تم ایک آدھ مصلحت ہی حاصل کر سکو گے، مگر دوسری بہت سی مصلحتوں کے حصول سے محروم ہو جاؤ گے۔

ج......ان مصلحتوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو عورتیں حلال کیں ان میں بھی بہت زیادہ عموم رکھا تا کہ مرد کے لئے رشتوں کے حصول میں زیادہ دشواری نہ ہو اور کوئی بھی مسلمان مرد آسانی کے ساتھ ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کر کے نکاح سے وابستہ زیادہ سے زیادہ مصلحتیں حاصل کر سکے، حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ کی عورتیں بھی حلال قرار دے دیں، اہل علم کے غور کے لئے عرض ہے کہ شاید انہیں بہت سی مصلحتوں کے حصول کے لئے حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم پر دلالت کے لئے ''طاب'' سے قبل ''ما'' موصولہ کا اضافہ فرمایا، جس میں ''مَنْ'' کی نسبت زیادہ عموم ہے اور عموم سے مقصد یہی ہے کہ ہر طرح کی خواتین اس میں داخل ہو جائیں، پھر ''ما'' کے ابہام کو دور کرنے کے لئے ''من النساء'' (عورتوں سے) کے الفاظ کا اضافہ فرمایا: حالانکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے:

① ''ما'' موصولہ کا مصداق (یتیم بچیوں کے سوا دوسری حلال) ''عورتیں'' دلالتِ حال سے از خود متعین ہیں، جیسا کہ دوسرے مقام پر یعنی ''أحل لکم ماوراء ذلکم'' والی آیت میں ''ما'' کا مصداق متعین کرنے کے لئے ''من النساء'' کا اضافہ نہیں۔ یعنی یوں نہیں: ''احل لکم ماوراء ذلکم من النساء''

④ اگر''ما'' کے ابہام کو دور کرنے کی واقعی ضرورت ہی تھی تو پھر اس زائد لفظ کی ضرورت ہی کیا تھی؟ یعنی اس کی کیا ضرورت تھی کہ پہلے ایک مبہم لفظ ذکر کیا جائے اور پھر اس کے ابہام کو دور کیا جائے، مبہم لفظ کے استعمال کے بغیر براہِ راست ''فانکحوا من النساء الطیبات'' کہہ دینا کافی تھا یعنی یوں کہہ دینا کافی تھا کہ ''نکاح کرو پسندیدہ عورتوں میں سے دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے''، اس کے بجائے یوں فرمایا کہ ''نکاح کرو ان سے جو تمہیں اچھی لگیں، یعنی عورتوں سے، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔''

حقیقت یہ ہے کہ یہ موقع چونکہ ترغیب کا ہے (کما قال العلامۃ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ) اس لئے کلام اللہ میں اس موقع پر استعمال ہونے والا ایک ایک لفظ ترغیب اور دلالت کر رہا ہے، وہ اس طرح کہ مرغوب و پسندیدہ عورتوں میں سے حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم پر دلالت کے لئے اسم موصول سے کلام کی ابتداء فرمائی کیونکہ ایسے موقع پر حلال اور مرغوب شی کی حلّت کے بیان کے لئے ایسا لفظ استعمال کرنا جس میں بہت عموم ہو، (جیسا کہ اسم موصول میں ہوتا ہے) ترغیب کے لئے ہوتا ہے۔

اسم موصول میں اپنے اصل معنی کے اعتبار سے عموم بہت ہوتا ہے۔ اسم موصول کا اردو میں ترجمہ ہے: ''جو بھی'' چنانچہ فرمایا: نکاح کرو ''ماطاب'' ہر اس سے...... ''جو بھی''...... تمہیں پسندیدہ لگے اور پھر ''ما'' یعنی ''جو بھی'' کا مصداق واضح طور پر عورتیں ہی تھیں مگر اس کے باوجود ''من'' بیانیہ کے ذریعے اس کا مصداق ''النساء'' کا صراحتاً ذکر بھی فرما دیا، اور جہاں پسندیدہ و مرغوب شئ کے صراحتاً ذکر کی ضرورت نہ ہو، ایسے مواقع پر مرغوب شئ کا نام لے کر تصریح کر دینا بھی ترغیب کے لئے ہوتا ہے۔

مثلاً اگر کسی مہمان کے سامنے مٹھائی کا ڈبہ رکھا ہوا ہو اور میزبان اس کے کھانے کی ترغیب دینا چاہے اور مٹھائی کے ڈبے کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ یہ کھائیے! تو اگرچہ اشارہ سے اس مرغوب شئ کا مصداق یعنی مٹھائی متعین ہو جاتی ہے اور اسم اشارہ میں جو ابہام تھا وہ دلالت حال سے دور ہو جاتا ہے، لہٰذا اشارے کے بعد اس مٹھائی وغیرہ کا نام لے کر تصریح کی ضرورت نہیں رہتی مگر اس کے باوجود میزبان مہمان کو اس کے کھانے پر ابھارنے کے لئے اشارے کے ساتھ ساتھ اس مرغوب مٹھائی کا صراحتاً نام بھی لے گا، چنانچہ کہے گا کہ یہ مٹھائی، یہ مرغی، یہ کباب شوق سے کھائیے۔

الغرض، ''من النساء'' کا اضافہ ترغیب کے لئے اور پھر طاب سے قبل اسم موصول کا اضافہ عموم کے لئے...... تاکہ اس عموم کے ذریعے ترغیب ہو...... پھر مزید یہ کہ صرف عموم پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ عموم میں بھی مزید مبالغہ پیدا کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ''مَنْ'' کے بجائے لفظ ''ما'' استعمال فرمایا، حالانکہ عورتیں ذوی العقول میں سے ہیں جن کے لئے باجماعِ اہل لغت ''مَنْ'' کا لفظ مناسب ہے، نہ کہ ''ما'' کا جو کہ عموماً غیر ذوی العقول (حیوانات و جمادات وغیرہ) کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر بھی ان عورتوں کا ذکر فرما کر کہ جن سے نکاح حرام ہے بقیہ عورتوں کی حلّت کو بیان کرنے اور ان حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے لفظ ''مَنْ'' کے بجائے لفظ ''ما'' استعمال فرمایا جو قواعدِ

نحو یہ کے لحاظ سے عورتوں کے لئے مناسب نہیں لیکن قرآن نے اس مقام پر بظاہر ''بے موقع'' لفظ اس لئے استعمال کیا کہ حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم میں مبالغہ در مبالغہ پیدا ہوجائے......، لہٰذا اس حکم سے یہ بے موقع لفظ...... برمحل اور باموقع......بن گیا......اور ایسے موقع پر عموم میں اتنا مبالغہ پیدا کرنا بھی ترغیب سے خالی نہیں اور یہاں عموم میں مبالغہ اس طرح ہوگا کہ جمیع اوصاف کی عورتیں یعنی کنواری، طلاق یافتہ، کم عمر والی، زیادہ عمر والی، رشتہ دار، غیر رشتہ دار، الغرض ہر طرح کی عورتیں (کہ جن سے نکاح میں کوئی حکمت و مصلحت پیش نظر ہو) اس حکم میں داخل ہوجائیں گی۔

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ: ﴿فانکحوا ما طاب﴾:
"وأوثرث (أی "ما") علی "مَنْ" ذهابًا إلی الوصف من البکر أو الثیب مثلاً ...
وحکی عن الفراء أنها هنا مصدریة ... أن انکحوا الطیب من النساء، وهو تکلف مستغنی عنه وقیل إن إیثارها علی "مَنْ" بناءً علی أن الإناث یجرین مجری غیر العقلاء، لما روی فی حقهن أنهن ناقصات عقل ودین، وفیه أنه مخل بمقام الترغیب فیهن، ومِنْ بیانیة ..." (روح المعانی: ۴/۱۸۹)

ایک مزید بات یہ کہ متعدد شادیوں کے حلال ہونے پر دلالت کے لئے یوں بھی کہا جاسکتا تھا کہ: ''نکاح کرو تم پسندیدہ عورتوں میں سے (کسی بھی) دو سے اور تین سے اور چار سے'' جیسے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کفار کا آخرت میں کہا جانے والا قول نقل فرماتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وقالوا ربنا أمتنا اثنتین وأحییتنا اثنتین فاعترفنا۔ (الآیة)
ترجمہ: اے ہمارے رب! تو نے ہم کو دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا۔

یوں نہیں کہیں گے کہ: تو نے ہم سب کو دو دو مرتبہ موت دی اور دو دو مرتبہ زندگی دی، بلکہ عدد میں تکرار کے بغیر کہیں گے کہ دو مرتبہ زندگی دی اور دو مرتبہ موت دی، اسی طرح یہاں بھی عدد میں تکرار کے بغیر یوں کہا جاسکتا تھا کہ نکاح کرو کسی بھی دو سے، تین سے، چار سے،...... اس کے بجائے اللہ تعالیٰ نے ایسا لفظ ذکر فرمایا جس کے معنی میں تکرار ہے، چنانچہ ''مثنیٰ''، ''ثلث'' اور ''ربع'' کا معنی دو، تین اور چار نہیں بلکہ ان کا معنی ہے: دو دو، تین تین اور چار چار، اور یہ تکرار بھی ایک بلیغ کلام میں کسی زائد معنی سے خالی نہیں اس میں بھی واضح ترغیب ہے۔

قال فی تفسیر أبی سعود تحت قوله تعالیٰ: ﴿مثنی، وثلث ...﴾ محلهن النصب علی أنها حال من فاعل "طاب" مؤکدة لما أفاده وصف الطیب من الترغیب فیهن والاستمالة إلیهن بتوسیع دائرة الإذن، أی فانکحوا الطیبات لکم معدودات هذا

العدد: ثنتين ثنتين و ثلاثا و ثلاثا، و أربعا أربعا حسبما تريدون، على معنى أن لكل واحد منهم أن يختار أي عدد شاء من الأعداد المذكورة، لا أن بعضها لبعض منهم وبعضها لبعض آخر... (۲/۱۴۲)

اس علمی بحث کو سمجھنے کے لئے ایک آسان مثال

کسی شے کی اباحت وحلّت بیان کرنے کے لئے صیغہ امر استعمال کرنا اور اس سے پہلے ''ماطاب'' (جو مرغوب ہوں) وغیرہ جیسے الفاظ کا اضافہ کرنا، پھر عموم میں مبالغہ کے لئے اسم موصول اور عدد میں تکرار وغیرہ یہ سب امور ترغیب کے لئے ہوتے ہیں، اس بات کو ایک مثال سے سمجھیں کہ مثلاً آپ کے کسی میزبان نے آپ کے سامنے ایک ڈبے میں ڈھیر ساری مختلف قسم کی مٹھائیاں رکھ دیں، اب آپ کھانے سے قبل شدید رغبت کے باوجود گھبرا رہے ہیں کہ معلوم نہیں مجھے ان میں سے کون سی مٹھائی کتنی مقدار میں کھانے کی اجازت ہے؟ اور آپ ڈرتے ڈرتے میزبان سے پوچھ لیں کہ ''حضرت! مجھے ان مٹھائیوں میں سے کون سی مٹھائی کھانے کی اجازت ہے؟ نیز صرف ایک کی اجازت ہے اور بقیہ گلانے اور پھینکنے کے لئے ہیں یا ایک سے زائد بھی کھا سکتا ہوں؟''

تو آپ کا میزبان آپ کی اس گھبراہٹ کو دیکھتے ہوئے صرف بقدرِ ضرورت جواب پر اکتفا کو مناسب نہ سمجھے گا اور یوں کبھی نہ کہے گا کہ: ''اس ڈبے میں موجود سب مٹھائیاں آپ کھا سکتے ہیں، دو کھالیں اور تین کھالیں (پھر بھی اگر ہوس ختم نہ ہو تو) چار کی بھی اجازت ہے۔''

اس کلام سے ہرگز ترغیب نہ ہوگی اور اس موقع پر ایسا کلام مقتضیٰ حال کے مطابق نہ ہونے کے باعث فصیح وبلیغ ہرگز نہ سمجھا جائے گا، یہ موقع چونکہ ترغیب کا ہے اس لئے میزبان ترغیب کے لئے پہلے تو ''آپ کھا سکتے ہیں'' یا ''آپ کو اجازت دے دی گئی ہے'' وغیرہ جیسے الفاظ کے بجائے امر کا صیغہ استعمال کرے گا، مثلاً یوں کہے گا کہ ''کھایئے'' یا ''کھائیں'' اور پھر مٹھائیوں کے عموم میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے کہے گا کہ: (ارے بھائی تم ایک مٹھائی کی بات کرتے ہو) ''جو کچھ'' چاہے کھاؤ، پھر عدد میں تکرار کرے گا، دو دو، تین تین اور چار چار، مزید جوش آ گیا تو کہے گا کہ پورا ڈبہ ہی کھا جاؤ۔

اس ''جو کچھ'' کے لفظ میں لفظ کے اعتبار سے مٹھائی کے علاوہ بھی تمام چیزیں داخل ہیں، مگر ایسے مواقع پر میزبان ترغیب کے لئے اس کی پروا نہیں کرتے کہ ہم نے جو لفظ استعمال کیا، لفظ کے اعتبار سے وہ مٹھائی کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی شامل ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس گھر میں جو کچھ ہے آپ کا ہے، آپ صرف ایک مٹھائی کی بات کرتے ہیں؟ جو چاہیں کھائیں، ان ''جو چاہیں'' یا ''جو کچھ'' وغیرہ جیسے الفاظ سے مباح شے کے عموم میں محض مبالغہ پیدا کر کے ترغیب مقصود ہوتی ہے اور متکلم کی مراد سیاق وسباق اور دلالت حال سے از خود متعین ہوتی ہے کہ صرف مٹھائی کی اجازت ہے، باقی کسی چیز کو ہاتھ بھی نہ لگانا، ہاں مٹھائی میں سے جس قسم کی چاہو اور جتنی چاہو، شوق سے کھاؤ۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی لفظ ''مَنْ'' کی جگہ لفظ ''ما'' ہے جو ذوی العقول وغیر ذوی العقول (غیر خواتین)

کو بھی لفظاً شامل ہے، مگر مقصد یہ بتانا ہے کہ کنواری، طلاق یافتہ، بیوہ، کم عمر والی، زیادہ عمر والی الغرض ہر طرح کی عورتیں حلال ہیں اور اس معاملے میں تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی تنگی نہیں۔

کما فی قوله تعالیٰ: ﴿له ما فی السمٰوات و ما فی الارض﴾ فإن فیه من العموم مالیس فی قوله سبحانه: ﴿له من فی السمٰوات و من فی الارض﴾۔

مرادی معنی (حلال عورتیں) سیاق وسباق اور دوسرے دلائل شرعیہ سے ازخود متعین ہیں۔

ایک علمی اشکال

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ اگر واقعی شریعت کی نظر میں اصل حکم بیویوں میں تعدد (یعنی زیادہ بیویاں رکھنا) ہے اور یہ ایک پسندیدہ کام ہے تو کلام اللہ میں تعدد کی ابتداء، تعدد کے فرد اعلیٰ یعنی چار سے ہونی چاہئے تھی، یعنی یوں ہونا چاہئے تھا کہ نکاح کرو تم پسندیدہ عورتوں میں سے چار چار سے، تین تین سے اور دو دو سے اور اگر بے عدلی کا خوف ہو تو ایک پر اکتفاء کرو، یعنی ''چار'' سے ابتداء ہو کر ''ایک'' پر انتہا ہوتی تا کہ یہ واضح ہو جاتا کہ اصل ترغیب تو چار کی ہے اس پر عمل نہ ہو سکے تو تین ورنہ دو، یا پھر ایک بیوی رکھی جائے اور ایک بھی نہ رکھ سکتا ہو تو باندیوں پر گزارا کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل ترغیبی حکم (بشرطیکہ گزشتہ تفصیل کے مطابق ان کے حقوق میں ادائیگی کا اہل بھی ہو اور ان میں عدل کا پہلے سے مضبوط ارادہ اور پختہ عزم بھی ہو) تو یہی ہے کہ بیویاں زیادہ رکھی جائیں اور چار کی کوشش کی جائے۔

البتہ بیویوں میں تعدد کی ابتداء عادۃً ''دو'' سے ہوتی ہے، یعنی اگر کوئی شخص چار کا ارادہ کرے تو اس تعدد کی ابتداء بھی تو بہر حال دو بیویوں سے ہی ہوگی، پہلے دوسری کرے گا، پھر تیسری اور پھر چوتھی۔

یعنی عادۃً اور عمومی طور پر نہ تو ایسا اتفاق ہوتا ہے نہ ہی ہر شخص کے لئے یہ بات میسر ہوتی ہے کہ بیک وقت چار عورتیں اس سے نکاح کے لئے راضی بھی ہو جائیں، اور پھر ایک ہی عقد میں ان چاروں سے نکاح بھی ہو جائے (گو کہ شرعاً یہ بھی جائز ہے اور بعض صحابہ سے عملاً ثابت بھی ہے، کما سیاتی) لہٰذا لوگوں کی اس عادت کی رعایت کی خاطر دو سے ابتداء فرمائی، کہ پہلے دوسری کرو پھر تیسری اور پھر چوتھی شادی کرو، البتہ دوسری شادی سے پہلے بھی اوّلاً پہلی شادی کرنا پڑتی ہے، مگر لوگوں کی اس عادت کی رعایت نہیں فرمائی تا کہ واضح ہو جائے کہ تعدد کا حکم مطلق ہے اور ایک بیوی پر اکتفاء مشروط بشرطِ خوف عدم عدل ہے، چنانچہ یہاں عادت کی رعایت میں یہ حکمت فوت ہو جاتی۔

چار سے زائد کی اجازت کیوں نہیں؟

اور یہ واضح رہے کہ اسلام سے قبل خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار سے بھی زائد بیویاں رکھنے کی اجازت تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو بیویوں کا ذکر تو صحیح بخاری میں موجود ہے، بیویاں کثرت سے رکھنا اگر بذاتِ خود کوئی ناپسندیدہ شے ہوتی تو اسلام سے قبل غیر محدود بیویاں رکھنے کی خصوصاً پیغمبروں کو ہرگز اجازت نہ ہوتی، اسلام میں اللہ تعالیٰ نے چار سے زائد

پر بعض حکمتوں کے باعث پابندی لگادی جن میں سے ایک حکمت سرسری غور سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر چار سے بھی زائد کی اجازت دے دی جاتی تو ممکن ہے کہ بعض بہت مالدار جب سوسو بیویاں رکھتے تو عورتوں کی اتنی کمی ہوجاتی کہ بعض کے لئے ایک کا حصول بھی ناممکن ہوجاتا، نیز ممکن ہے کہ چار کا عدد علم الٰہی میں ایک ایسا عدد ہو کہ اتنی تعداد میں بیویوں کے درمیان ایک متوسط اور معتدل مزاج والے شخص کے لئے عدل کرنا بسہولت ممکن ہو، اس سے زائد بیویوں کی اجازت کی صورت میں کچھ عدل کرسکتے اور کچھ نہ کرسکتے، توظلم کا بالکلیہ دروازہ بند کرنے کے لئے چار سے زائد کی پابندی لگادی۔

وغیر ذلک من الحکم مما ذکرہ العلماء فی کتبھم، واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم۔

ایک بیوی پر قناعت والے شخص کو تسلی کی ضرورت ہے

آگے ارشاد فرمایا:

﴿فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة أو ما ملکت أیمانکم ذلک أدنیٰ الّا تعولوا۔﴾

ترجمہ از بیان القران: ’’پس اگر تم کو (غالب) احتمال اس کا ہو کہ (کئی بیبیاں کرکے) عدل نہ رکھو گے (بلکہ کسی بھی بی بی کے حقوق واجبہ ضائع ہوں گے) تو پھر ایک بی بی پر بس کرو یا اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہوں گے تو جو لونڈی (حسب قاعدۂ شرعیہ) تمہاری ملک میں ہو، وہی سہی، اس امرِ مذکور میں (یعنی ایک بی بی کے رکھنے یا صرف لونڈی پر بس کرنے میں زیادتی وبے انصافی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے کیونکہ ایک صورت میں تو تعدد نہیں جس میں برابری کرنا پڑے، دوسری صورت میں بی بی کے حقوق سے بھی کم حقوق ہیں، مثلاً مہر نہیں، صحبت کا حق نہیں تو اندیشہ اور کم ہے)‘‘

(بیان القرآن: ۱/ ۹۲، ۹۳)

اللہ تعالیٰ ان آیات میں ان مردوں کو (جن میں عدل کی طاقت نہ ہونے کے باعث انہیں ایک بیوی یا صرف باندیوں پر اکتفاء کا حکم دیا جارہا ہے) گویا یوں تسلی دے رہے ہیں:

’’دیکھو! تم میں کچھ بے چارے ایسے بھی ہوں گے جو چار بیویوں میں عدل نہ کرسکیں گے، لہٰذا ایسے کم حوصلے والے لوگ تین بیویوں پر اکتفاء کریں اور ان ’’کچھ‘‘ میں سے پھر مزید ’’کچھ‘‘ ایسے بھی ہوں گے جو تین میں بھی عدل اور برابری نہ کرسکیں گے، لہٰذا ایسے حضرات دو بیویوں پر اکتفاء کریں اور جو بے چارے دو میں بھی عدل نہ کرسکتے ہوں تو ایسے لوگوں سے فرمایا کہ تم چونکہ دو بیویوں میں بھی عدل نہیں کرسکتے (کہ جن کی اجازت تو ہم نے غلام کو بھی دے رکھی ہے جو کہ ہمہ تن آقا کی خدمت میں مشغول رہتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک غلام تو غلام ہونے کے باوجود اور کامل طور پر آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کے باوجود بھی دو بیویوں میں عدل کرسکتا ہے اور تم آزاد اور خودمختار ہونے کے

باوجود محض دو بیویوں) میں بھی عدل نہیں کر سکتے، لہٰذا ایسے کمزور اور ''مستثنیٰ'' حضرات صرف ایک بیوی پر اکتفاء کریں، مگر ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے مرد ہونے کے باعث تم میں تمام قوتیں عورت سے زیادہ رکھی ہیں، مثلاً تمہارے بازوؤں میں بوجھ اٹھانے کی قوت عورت سے زیادہ ہے، تمہاری ٹانگوں میں چلنے اور دوڑنے کی طاقت عورت سے زیادہ ہے، تمہارے دل و دماغ میں سوچنے اور مصائب کو برداشت کرنے کی طاقت عورت سے زیادہ ہے، الغرض مجموعی لحاظ سے تم تمام جسمانی قوتوں میں ''عورت'' سے برتر ہو جس کے باعث عورت کو تعبیر ہی ''صنفِ نازک'' سے کیا جاتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ تم میں وہ جنسی اور شہوانی قوت و طاقت بھی عورت سے زیادہ ہو، جو قوت تمہیں عورت سے ممتاز کرتی ہے۔ اب چونکہ عورت کے لئے ایک مرد ہر لحاظ سے کافی وشافی ہے جس کی بناء پر اسے ایک وقت میں ایک ہی شادی کی اجازت ہے لہٰذا تمہیں بھی ایک عورت پر قناعت اور گزارا کرنے کا حکم دینا، جنسی قوت کے اعتبار سے تمہیں عورت کے مساوی (یعنی عورت جیسا) قرار دینے کے مترادف ہوگا (اور اس میں تمہاری ایسی اہانت اور تذلیل ہے کہ جس سے تمہارے جذبات کو یقیناً ٹھیس پہنچے گی، کیونکہ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوگا کہ جنسی قوت کے معاملے میں تم میں اور تمہاری بیوی میں کوئی فرق نہیں) دوسری طرف ہم نے حرام ذرائع سے شہوت پوری کرنے کے طریقوں کو کبیرہ گناہوں کی فہرست میں داخل کر کے اس پر جہنم کی وعیدیں بھی سنا ڈالیں، لہٰذا ہماری رحمت سے بہت بعید ہوگا کہ اس ایک بیوی پر اکتفاء والے کام کا حکم دے کر تمہیں اس حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے کے لئے کوئی تسلی کا جملہ بھی نہ کہیں اور نہ ہی شہوانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کوئی دوسرا حلال ومتبادل راستہ بتائیں۔

چنانچہ تسلی کا جملہ تو یہ ہے کہ ﴿ذلک أدنی أن لّا تعولوا﴾ یعنی ایک بیوی پر اکتفاء کی صورت میں تم چھوٹے ضرر (یعنی مرغوب ترین شئ ''عورت'' کے معاملے میں کفایت شعاری والے ضرر) کو اختیار کر کے ایک بڑے ضرر (یعنی بے عدلی کر کے کسی بیوی کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی کے ظلم والے ضرر) سے بچ جاؤ گے کیونکہ ﴿ذلک أدنی أن لّا تعولوا﴾ کہ ایک بیوی پر اکتفاء کرنے میں یا ایک بیوی بھی نہ رکھنے میں اور صرف باندی پر اکتفاء کرنے میں، ظلم نہ ہونے کی توقع زیادہ ہے، لہٰذا کمزور وکم حوصلے والے حضرات وہی راستہ اختیار کریں جس میں بیوی کے حقوق واجبہ آسانی سے ادا ہو سکتے ہوں اور جب یہ خیال آئے کہ مجھے شریعت نے اس اہم معاملے میں میری بیوی جیسا کیوں قرار دیا؟ اور ایسی باتیں سوچ کر جب جذبات کو ٹھیس پہنچنے لگے تو یہ سوچ کر صبر حاصل کرنے اور تسلی رکھنے کی کوشش کریں کہ ہمیں بڑے نقصان (یعنی ظلم کے گناہ سے بچانے) کے لئے چھوٹے نقصان کے برداشت کا حکم دیا جا رہا ہے، لہٰذا پریشان نہ ہونا چاہئے کہ اس حکم میں اپنا ہی فائدہ ہے۔ چنانچہ یہ بات سوچتے رہنے سے تمہارے لئے ساری عمر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کئے رکھنے والے مشکل اور شاق حکم پر عمل

آسان ہوجائے گا اور رہا قوتِ شہوانیہ سے پیدا ہونے والے جذبات کی تسکین کا حلال اور متبادل راستہ، تو وہ ﴿ماملکت أیمانکم﴾ یعنی باندیوں کا راستہ ہے، چنانچہ باندیاں رکھو کہ ان میں نہ تو عدل ضروری ہے اور نہ ہی ان کے وہ حقوق ہوں گے جو ایک آزاد عورت کے ہوتے ہیں اور بیویاں تو چار سے زائد رکھنے پر پابندی ہے، باندیاں چار تو کیا چار ہزار بھی رکھ سکتے ہو۔"

یہ تو قرآن کی باتیں تھی جو بندہ نے ذکر کیں مگر اس کے برعکس دوسری طرف ہمارا ظالم معاشرہ ہے جو نہ تو زائد بیویاں رکھنے دیتا ہے اور نہ ہی ایک بیوی کافی نہ ہونے کی صورت میں کوئی دوسرا حلال متبادل راستہ بتاتا ہے اور تسلیوں کی ضرورت بھی اسے پڑتی ہے جو دو شادیاں کر بیٹھے، پھر ساری عمر ایسے شخص کو ﴿إن الله مع الصابرین﴾ اور ﴿إذا أصابتهم مصيبة قالوا إنا لله وإنا إليه راجعون﴾ جیسی تسلیوں کی ضرورت پڑتی رہتی ہے، مگر عجیب بات یہ کہ ایسے شخص کو تسلیوں کی ضرورت تو پڑتی ہے مگر تسلیاں دیتا کوئی نہیں، بلکہ الٹا ملالت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ...... "منع نہیں کیا تھا......؟"

تفصیل بالا سے معلوم ہوگیا کہ ایک عام اور نارمل مسلمان کے لئے اصل ترغیبی اور مستحب حکم یہی ہے کہ وہ چار بیویاں رکھنے کی کوشش کرے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ساری عمر ایک بیوی پر اکتفاء کی نسبت زیادہ ہے (اس پر بہت ہی وضاحت سے مزید دلائل ان شاء اللہ آگے آرہے ہیں) اور یہ تعبیر کہ "دو یا دو سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت اس وقت ہے جب ان میں عدل کرسکنے کا یقین ہو" درست نہیں۔

آیت کے ظاہری الفاظ "وإن خفتم" (اگر تمہیں خوف ہو، اور خوف ایک وجودی شی ہے) اور حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ میں اس کی تشریح کے لئے "غالب احتمال" کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہورہا ہے کہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی پابندی صرف اس شخص کو ہے جس شخص کو اپنے حالات میں غور و فکر و تدبر کے بعد غالب گمان ہو (محض وسوسے نہ ہوں) کہ میں عدل واقعی نہ کرسکوں گا، یا سرے سے خدانخواستہ عدل کرنے کا پختہ اور مضبوط عزم و ارادہ ہی نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے زائد بیویاں رکھنے کی نعمت سے مستفید ہونے پر پابندی ہے۔

موجودہ زمانے کے لحاظ سے آیتِ مبارکہ میں
دوسری شادی کے عمل پر چار طرح سے حوصلہ

حوصلہ نمبر ① ......دوسری شادی کسی بھی عمر میں کی جاسکتی ہے

"فانکحوا" میں واو ضمیر سے خطاب، ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد کو ہے۔

آج جب کوئی دوسری شادی کا ارادہ کرے تو خاندان و معاشرہ بسا اوقات یہ کہتے ہوئے برس پڑتے ہیں کہ مثلاً: بچے اتنے بڑے بڑے ہوگئے، ان بڑے بڑے بچوں کا باپ بن کر سفید داڑھی اور اس بزرگی میں ان بچوں کے سامنے شادیاں رچاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟...... اگر بچے چھوٹے ہوں تو اس طرح اظہارِ رنج و دکھ کیا جاتا ہے کہ: "ہائے کتنے پیارے

پیارے اور چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، انہی کا کچھ خیال کرلیا ہوتا''......اگر اولاد سرے سے ہو ہی نہیں تو یہ اعتراض کہ: ''ایک تو بیوی کو اولاد نہ ہونے کا غم......ایسی عورت تو پہلے ہی قابلِ ترس تھی، نہ یہ کہ اس پر ایک سوکن لا کر اسے مزید پریشان کیا جائے، اولاد تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتی ہے، مقدر ہوئی تو اسی بیوی سے ہوجائے گی، لگتا ہے اللہ تعالیٰ پر نظر نہیں''......اگر بیوی بداخلاق اور بدزبان ہو تو یہ اعتراض کہ: ایک تو سنبھل نہیں رہی،......''دوسری''......کا شوق پیدا ہو رہا ہے......اور اگر بیوی نیک، پرہیزگار اور خوش اخلاق ہو تو یوں اعتراض کہ: ''اللہ تعالیٰ نے بیوی شریف دے دی تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اسی پر قناعت کی جاتی، اس کے بجائے اس کی شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر شادیاں رچائی جارہی ہیں''......وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اس قسم کے جاہلانہ، ہندوانہ اور فضول اعتراضات کا جواب اس آیت کے ''فانکحوا'' کی ''واؤ'' ضمیر میں موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ''واؤ'' ضمیر کے ذریعے ہر عاقل، بالغ اور مسلمان مرد کو خطاب کرتے ہوئے متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دی، خواہ اس کے پہلے سے بچے ہوں یا نہ ہوں، اگر ہوں تو چھوٹے چھوٹے ہوں یا بڑے بڑے ہوں، نیز یہ نکاح کرنے والا خود عمر کے کسی بھی حصے میں ہو، چنانچہ ابتداءِ جوانی کے باعث ابھی داڑھی پوری طرح نکلی ہو یا نہیں، اگر نکل چکی ہو تو داڑھی کے بال سفید ہوچکے ہوں یا مکمل سیاہ ہوں یا ملے جلے ہوں، ہر طرح کے مسلمان مردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''نکاح کرو پسندیدہ عورتوں میں سے دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے......''

حوصلہ نمبر ۲......پہلی بیوی اچھی ہو تو بھی (بشرطِ عدل) دوسری شادی مستحب ہے

''ماطاب'' (ان سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں/ مناسب لگیں) کے الفاظ میں بھی ایک اور جاہلانہ اعتراض کا جواب:

آج دوسری شادی کا ارادہ کرنے والے پر ایک بہت بڑا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ''پہلی بیوی میں کیا خرابی ہے جو دوسری کی ضرورت پیش آرہی ہے؟'' تو یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: ''نکاح کرو تم ان عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں/ مناسب لگیں......'' واضح طور پر بتا رہا ہے کہ پہلی شادی جب کرو تو کوئی مناسب عورت تلاش کرو، پھر پہلی جو تمہارے لئے انتہائی مناسب تھی اس کے ہوتے ہوئے دوسری بھی کوئی مناسب عورت ہی تلاش کرو، یعنی چاروں بیویاں مناسب اور پسندیدہ ہونی چاہئیں، ''نامناسب (غیر ماطاب)'' ایک بیوی بھی نہ ہو۔

الغرض اللہ تعالیٰ تو پہلی بیوی کے مناسب اور پسندیدہ ہوتے ہوئے ہی تین مزید مناسب رشتوں کے تلاش کی اجازت فرما رہے ہیں، لہٰذا دوسری بیوی کی تلاش میں معاشرے و خاندان کے سامنے پہلی کو خراب یا کسی بھی لحاظ سے نامناسب ثابت کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بھی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دوسری، تیسری شادی کی اجازت پہلی بیوی کے خراب ہونے یا پہلی بیوی کے نامناسب ہونے کی صورت میں دیتے تو ہر شخص کو دوسری شادی کے لئے خاندان و معاشرے کے سامنے اوّلاً اپنی پہلی بیوی کو نامناسب اور خراب ثابت کرنا پڑتا......اور عملاً آج یہی کچھ ہو رہا ہے، آج اگر کوئی ایک اور شادی کا ارادہ کرے تو

اسے پہلے تو اپنی بیوی کو خراب اور نامناسب (غیر ماطاب) ثابت کرنا پڑتا ہے، اور نامناسب ثابت کرنے سے قبل بھی پہلے اس ''نامناسبی'' اور ''خرابی'' کا معیار متعین کرنا پڑتا ہے کہ بیوی کس درجہ خراب ہو کہ شوہر دوسری شادی کرنے میں ''معذور'' سمجھا جائے، کیوں کہ کچھ نہ کچھ خرابی تو ہر عورت میں ہوتی ہے اور پورا سیدھا تو دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ اس بحث مباحثہ میں کئی ماہ صرف ہو جاتے ہیں، پھر اگلے مرحلے میں یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ واقعی میری بیوی ''نامناسبی'' کے اس بالاتفاق منظور شدہ معیار کے مطابق ''نامناسب'' ہے، مزید کئی ماہ اس کارروائی میں لگ جاتے ہیں، اتنی مشقت کے بعد بھی اس شخص کا دوسری شادی کا جوش ٹھنڈا نہ ہو تو اس کے بعد اگر یہ فرد کسی دینی ادارے سے منسلک ہے تو اب اس کے سامنے اس کام کو اپنے لئے ''جائز'' قرار دلوانے کی خاطر اپنے بڑوں کو اعتماد میں لینا پڑتا ہے اور اپنے اس ارادے کی کوئی بہت ہی ٹھوس سندِ جواز پیش کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاکہ بعد میں اس کے بارے میں یہ نہ سوچا جائے کہ ایسا کام جو قوم میں کوئی بھی نہیں کر رہا تو آخر اسے ایسی کونسی ضرورت پیش آ گئی کہ ساری قوم، خاندان، سسرال اور بیوی سے ''ٹکر'' لے کر سب کے سامنے اُڑ جانے والا یہ ''بہادر خان'' اپنی غیر معمولی ''بہادری'' کی اس صفت کو دین کے کسی اہم شعبے میں استعمال کرنے کے بجائے محض ایک شادی جیسے دنیا کے سب سے فضول ترین کام کے تعاقب میں ضائع کر رہا ہے۔

ان مفاوز و جنگلات کے عبور کرنے اور ایسی سنگلاخ چٹانوں کو مسلسل پھلانگنے کی کوشش کے بعد بھی اگر اس انتہائی ''جوشیلے'' فرد کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا ہو، اور اب تک بھی یہ شخص خاندان و معاشرے کی طرف سے مختلف قسم کی دھمکیوں، بے شرمی اور بے غیرتی کے مختلف قسم کے طعنوں کے باوجود باز نہ آیا ہو تو پھر گھر والے مکمل دستبرداری کا اعلان کر کے اپنا ایمان بچانے کی خاطر انتہائی حوصلے سے کام لیتے ہوئے یہ کہہ کر صلہ رحمی اور اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ''ٹھیک ہے کرلو ......مگر اس نامناسب کام میں ہمیں اپنے ساتھ ''آلودہ'' نہ کرو۔''

اب ظاہر ہے کہ خاندان بھر میں کوئی دلچسپی لینے کو تیار نہیں تو اپنی بیٹی ایسے ''نامناسب'' شخص کو اور وہ بھی دوسری شادی جیسے ''نامناسب'' کام کے لئے بھلا کون دے گا؟ چنانچہ یہ انتہائی عزم و ہمت اور جوش والا ''نامناسب'' سا انسان کہ جس کا جوش ان بڑے بڑے طوفانوں سے بھی ٹھنڈا نہ ہوا تھا، کسی ''مناسب'' رشتے کی تلاش میں خاک چھانتا اور جھک مارتا ہوا کچھ ہی دنوں میں تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور مناسب تو کجا کوئی ''نامناسب'' رشتہ بھی اس کے ہاتھ نہیں لگتا۔

اور اس قسم کے انتہائی جوشیلے لوگوں میں اگر ایک آدھ فیصد لوگ یہ معرکہ سَر کر بھی لیں تو خاندانی بائیکاٹ کے باعث ان میں بھی اکثر کے حصے میں ''نامناسب'' (غیر ماطاب) رشتہ ہی ہاتھ لگتا ہے، جسے شاید یہ ''نامناسب'' لوگ یہ سوچ کر برداشت کر لیتے ہیں کہ پہلی ''نامناسب'' بیوی کے ساتھ جب دوسری ''نامناسب'' بھی جمع ہو جائے گی تو ممکن ہے کہ دونوں سے ''مناسبت'' پیدا ہو جائے، کیونکہ ریاضی کے مسلمہ اصول: (منفی × منفی = مثبت) سے ثابت ہوتا ہے کہ: (نامناسب × نامناسب = مناسب) اور اس کی دونوں نامناسب بیویوں کے درمیان اصل عمل بھی ''ضرب'' (×) ہی کا ہوتا ہے، جمع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہرحال آج کل ''عرف'' جو بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ نے تو ''ماطاب'' کے الفاظ کا اضافہ فرما کر دوسری شادی کا ارادہ کرنے

والے مرد کا حوصلہ یوں بڑھا دیا کہ کم از کم ہم سے دوسری شادی کی اجازت لیتے وقت تمہیں ہمارے سامنے یہ واضح کرنا ضروری نہیں کہ تمہاری پہلی بیوی نامناسب ہے، لہٰذا پہلی بیوی انتہائی پسندیدہ و مناسب بھی ہو تو بھی دو کیا شوق سے چار شادیاں کر سکتے ہو، ہماری طرف سے بس ایک مطالبہ ہے وہ یہ کہ متعدد شادیوں کی صورت میں کسی بیوی کے حقوقِ واجبہ ضائع نہ ہونے چاہئیں، اس کے سوا کوئی شرط نہیں۔

قال الشیخ مصطفٰی بن العدوی: ذھب البعض إلی أن الرجل لا یتزوج إلا إذا کان بالأولی عیب أو یبغضھا الرجل، وھذا أیضا مردود، لأن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم تزوج عائشۃ وسودۃ بعد خدیجۃ رضی اللہ عنھا وکان یحب عائشۃ حبًّا جمًّا ومع ذلک فقد تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا سبع نسوۃ۔ (فقہ تعدد الزوجات، ص ۱۳۰)

ترجمہ: عرب عالم شیخ مصطفی بن العدوی فرماتے ہیں کہ یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مرد دوسری شادی اس وقت تک نہ کرے جب تک کہ پہلی بیوی میں کوئی عیب نہ ہو یا اسے کسی وجہ سے ناپسند کرتا ہو تو ایسے لوگوں کا یہ خیال مردود ہے، اس لئے کہ اللہ تعالٰی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی مگر اس کے باوجود اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بعد سات مزید عورتوں سے نکاح فرمایا۔

قال الدکتور ناصر الحنین عضو ہیئۃ التدریس بجامعۃ الإمام بالوصیۃ السعودیۃ: "وتعلیق التعدد بسبب معین کمرض الزوجۃ أو کبر سنھا أو غیرھا من التضییق فی أمر وسعہ اللہ تعالٰی۔"

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ متعدد شادیوں کی اجازت کو کسی خاص سبب کے ساتھ مشروط کر دینا، مثلاً بیوی کے مرض یا اس کی عمر زیادہ ہو جانا یا اور کسی خاص عذر کی صورت میں دوسری کی اجازت دینا اللہ تعالٰی کی طرف سے مرد کو (نکاح کے معاملے میں) جو وسعت دی گئی ہے اس وسعت میں تنگی پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

حوصلہ نمبر ③:...... "ماطاب" کے بعد "لکم" کا اضافہ

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اجمالی طور پر یوں نہیں فرمایا کہ "فانکحوا ما طِیْبَ من النساء" یعنی نکاح کرو پسندیدہ عورتوں میں سے دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، بلکہ فرمایا "ما طاب لکم" جو

''تمہیں'' پسند ہوں۔ یعنی مطلق معاشرے یا محض خاندان کی نگاہوں میں یا بذاتِ خود کسی بھی لحاظ سے عورت کا پسندیدہ ہونا کافی نہیں، بلکہ وہ شخص جسے نکاح کی اجازت دی جارہی ہے اسے کہا جارہا ہے کہ ''جو تمہیں مناسب لگیں ان میں سے دودو، تین تین اور چار چار سے نکاح کرو۔''

آج کا ظالم معاشرہ دوسری شادی کے لئے پسندیدگی و ناپسندیدگی کا معیار تو کیا سپرد کرتا بلکہ اگر کوئی فرد اپنی پسند پر خاندان کی پسند کو ترجیح بھی دینا چاہتا ہو، اسے بھی اس کا خاندان و معاشرہ دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ ان آیات میں ''لکم'' کے اضافے میں ایسے شخص کے لئے یوں حوصلہ ہے کہ دیکھو! دوسری، تیسری شادی میں خاندان و معاشرہ جور کاوٹیں ڈال رہا ہے، بیوی کی اجازت نہیں، تو اس قسم کی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں متعدد شادیوں کا دیا ہوا اختیار سلب (ختم) نہیں ہوجاتا، اللہ تعالیٰ نے تو نہ صرف تمہیں متعدد شادیوں کی اجازت دی بلکہ اس کام کے لئے پسندیدہ عورت میں پسندیدگی کا معیار بھی بالکلیہ تمہارے سپرد کردیا، لہٰذا نہ صرف یہ کہ متعدد شادیاں کرو بلکہ کرو بھی ان عورتوں سے جو تمہیں مناسب لگیں، اس پسند و ناپسند کے بارے میں کسی اور کو تمہیں رائے دینے کی تو اجازت ہے مگر تم پر رائے مسلط کرنے کی اجازت نہیں، الغرض جب اس بارے میں رائے مسلط کرنے کی اجازت نہیں کہ شادی کہاں کی جائے؟ تو بذاتِ خود شادی کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں زبردستی رائے مسلط کرنے کی کیسے اجازت ہوگی؟

تنبیہ: اس تقریر کا کوئی یہ مطلب ہرگز نہ سمجھے کہ نکاح کی خاطر مناسب عورت کی تلاش میں والدین کے انتخاب پر اپنے انتخاب کو ترجیح دینی چاہئے، وہ اس لئے کہ ''ماطاب لکم'' کا اصل مفہوم یہ ہے کہ ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں کسی بھی مصلحت سے مناسب لگیں۔

اور یہ مصلحت کبھی دینی ہوتی ہے اور کبھی دنیوی، چنانچہ جس کے پیشِ نظر دینی مصلحت ہو اس کے لئے عموماً والدین کا انتخاب ہی ''ماطاب لکم'' کے مفہوم میں داخل ہوتا ہے۔

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مشہور واقعہ ہے کہ (دامادِ رسول) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

وإني لست أحرم حلالاً ولا أحل حراما ولكن والله لا يجتمع بنت رسول الله وبنت عدو الله مكانا واحدا أبدا۔ (صحیح مسلم، ۲/۲۹۰)

ترجمہ: میں نہ کسی حلال کو حرام قرار دیتا ہوں اور نہ کسی حرام کو حلال، لیکن اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی ہرگز ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

اس مقام پر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ مبارکہ: ''میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا''

قابلِ غور ہیں کہ باوجود نبی اور پیغمبر ہونے کے جو منصبِ تشریع پر فائز ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے پر پابندی عائد نہیں کرتا اور اسے حرام قرار نہیں دیتا...... اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کسی ایسے حکم پر پابندی عائد کرنا جس کی اجازت واباحت صریح اور صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے دی ہے درحقیقت اس کو حرام قرار دینا ہے اور یہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پاکیزہ تمہارے لئے حلال قرار کی ہیں ان چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۃ المائدہ، ع ۲)

(عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں، ص ۱۷۴)

مرد کے چار شادیوں کے حق میں زبردستی مداخلت کی کسی کو بھی اجازت نہیں

قال العلامة زاہد الکوثری رحمه الله تعالیٰ: "وزج أحد سوی الزوج أحد الأمرین لا یکون إلا تقییدا المطلق الإباحة المنصوص علیه فی الکتاب والسنة، وتخصیصا للعام فیهما المفید لشمول الحکم بدون مقید ولا مخصص من الکتاب والسنة، فیکون هذا وذاک اجتراء علی کتاب الله وسنة رسول الله، وخرقا للإجماع الیقینی۔ (مقالاتِ کوثری، ص ۲۱۷)

ترجمہ: علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شوہر دوسرا نکاح کرنا چاہے تو کسی کو رکاوٹ بنتے ہوئے مداخلت کرنا، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور قطعی، منصوص، مطلق اور عام حکم کو بغیر کسی دلیل کے مقید وخاص کرنا ہے اور یہ (زبردستی کی رکاوٹ) کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی جرأت (دلیری) کی بات ہے اور قطعی اور یقینی اجماع کی مخالفت ہے۔''

وقال أیضًا: فظهر أن من حق الرجل أن یتزوج أکثر من واحدة إلی الأربع بدون أن یکون لأحد حق التداخل فی ذلک ... لأن إحلال الأربع وما دونها للرجل مما أجمع علیه الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم، بل مضت الأمة من صدر الإسلام إلی الیوم بدون أی مخالف علی أن الطلاق بید الرجل فقط وکذا التزوج بأکثر من واحدة إلی الأربع بدون أن یکون لأحد حق إکراهه علی خلاف اختیاره، فلا یوجد إجماع أقوی من هذا الإجماع وذلک الإجماع۔

ترجمہ: مرد کے لئے چار شادیاں کرنے کے حق میں دخل اندازی کرنے کا حق کسی کو نہیں اس لئے کہ اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ آج تک ساری امت کا اجماع ہے، کوئی ایک بھی مخالف نہیں، اس سے زیادہ قوی کوئی اجماع ہو نہیں سکتا۔ (مقالاتِ کوثری، ص ۲۱۷)

وقال أيضًا: "فيكون إقحام شخص فى الأمر يكون له سلطان على الحيلولة دون اختيار الرجل بعد تراضى الطرفين إكراها ممقوتا فى الشرع۔"

ترجمہ: "تو جب مسئلہ یہ ہے تو مرد اور وہ عورت (کہ جس سے نکاح کا کسی مرد کا ارادہ ہے، چنانچہ کسی بھی مرد اور عورت یا مثلاً اس کے ولی وغیرہ) کے راضی ہونے کے بعد (دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کے لئے) ان کے اس اقدام میں کسی ایسے شخص کا دخل اندازی کرنا جسے دخل اندازی کی قوت حاصل ہو (یعنی وہ کسی بھی طریقے سے اپنی قوت کے زور سے مرد کو اس اقدام سے باز رکھ سکتا ہو تو ایسے شخص کا اس معاملے میں دخل اندازی کرتے ہوئے) شوہر کو اپنا (دوسری، تیسری شادی والا) حق استعمال کرنے کی اجازت نہ دینا شریعت کی نظر میں انتہائی قبیح (گھناؤنا) جبر ہے۔"

(مقالاتِ کوثری، ص ۲۱۶)

حوصلہ نمبر ④......عدل کو بنیاد بنا کر دوسری شادی سے روکنا

"فإن خفتم أن لا تعدلوا" میں "فإن خيف" (جو کہ "خفتم" سے مختصر ہے) کے بجائے "خفتم" مخاطب کا صیغہ ضمیر بارز کے اضافے کے ساتھ ذکر فرمایا۔

اگر اس موقع پر "وإن خيف" فعل مجہول لایا جاتا تو معنی ہوتا: "اگر اس بات کا خوف ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک بیوی پر اکتفاء کرو" چنانچہ اس صورت میں کسی بھی فرد کو دوسری شادی سے روکنے کے لئے خاندان و معاشرے کے پاس ایک زبردست ہتھیار ہاتھ آ جاتا، ہر شخص کہتا کہ بھائی تم دوسری شادی نہ کرو، تمہاری دوسری شادی کی صورت میں اس بات کا بہت خوف ہے کہ تم عدل نہ کر سکو گے۔

آج عملی طور پر ایسا ہی ہو رہا کہ جب خاندان و معاشرہ کسی بھی "نامناسب اور انتہائی جوشیلے" فرد کو دھمکیوں اور بے شرمی کے طعنوں اور مختلف حربوں کے ذریعے متعدد شادیوں والے عمل سے باز رکھنے کا ہر حیلہ ناکام ہوتا دیکھتے ہیں، تو آخر میں ان کے پاس سب سے بہترین حربہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اس عجیب وغریب قسم کے آدمی سے کہنے لگتے ہیں کہ "اسلام میں دوسری شادی کی اجازت اس وقت ہے جب عدل بھی ممکن ہو اور ہمیں معلوم ہے کہ تمہاری دوسری شادی میں بے عدلی کا خوف ہے، تم دو بیویوں میں عدل نہ کر سکو گے، صحابہ عدل کر سکتے تھے اس لئے انہیں اجازت تھی (اور صحابہ کرام کے دنیا سے جاتے ہی مردوں میں عدل کی طاقت ختم ہوگئی اور اب جو مردوں کے مقابلے میں زائد عورتیں پیدا ہو رہی ہیں وہ ملازمتوں کے لئے یا

ساری عمر گھروں میں پڑی نفسیاتی مریض بننے کے لئے یا خود سے لڑکوں کے ساتھ فرار ہونے کے لئے ہیں) الغرض تم میں چونکہ عدل کی صلاحیت نہیں، لہٰذا تمہیں متعدد شادیوں کی اجازت نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہوا کہ فعل مجہول ''خیف'' جو مختصر بھی تھا اور اس میں ''ضمیر'' کے اضافے کی ضرورت بھی نہ تھی، اس لفظ کے بجائے ہر عاقل، بالغ اور مسلمان مرد کو براہِ راست خطاب کرتے ہوئے ''خفتم'' (جس کا معنی ہے: اگر ''تمہیں'' اس بات کا خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے) کا لفظ استعمال فرما کر اس بات کی تصریح فرمادی کہ وہ لوگ جو تمہیں بے عدلی سے ڈرا ڈرا کر زائد بیویاں رکھنے سے زبردستی روکنے کی کوشش کررہے ہیں تو عدل ہوسکے گا یا نہیں؟ اس بارے میں بھی تمہاری اپنی رائے کا اعتبار ہے، چنانچہ ''وإن خفتم'' ''تمہیں خود سے اگر ظن غالب ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو ایک بیوی پر اکتفاء کرو، اور خود سے اگر تمہیں ایسا خیال نہ ہو تو کسی اور کا تمہارے بارے میں یہ خیال کہ ''تم عدل نہ کرسکو گے'' معتبر نہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی تم شوق سے (ایک چھوڑ) دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کرسکتے ہو۔

الغرض ''عدل'' کو بنیاد بنا کر متعدد شادیوں پر زبردستی پابندی لگانے کی بھی کسی کو اجازت نہیں۔

قال العلامة زاہد الكوثری رحمه الله تعالى: ﴿فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم ذلك أدنى أن لا تعولوا﴾ نص فى أن الخوف المذكور هو خوف من يرغب فى النكاح، لا خوف أحد سواه، لأن الخطاب فى "فانكحوا" إنما هو للراغبين فى النكاح فيكون الخطاب فى: ﴿فإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾ لهؤلاء فقط... فيكون جعل غير الزوج صاحب شأن فى ذلك قلبا لحكم النص..."
(مقالات، کوثری، ص ۳۲۵)

علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ''اس لفظ میں واضح تصریح ہے اس بات کی کہ بے عدلی کا وہ خوف جس کی بناء پر متعدد شادیوں پر پابندی ہے تو اس بارے میں صرف اس کا خوف معتبر ہے جو شادی کرنا چاہ رہا ہو، اس کے سوا کسی اور کے خوف کا اعتبار کرکے اسے بنیاد بنانا کتاب اللہ کی واضح تصریح کو بدلنے کے مترادف ہے۔''

الغرض عدل کو بنیاد بنا کر دوسری، تیسری شادی پر پابندی لگانے کا تو قطعاً کسی کو اختیار نہیں، ہاں اگر کوئی شخص زائد بیویاں رکھنے کے بعد کسی بیوی کے حقوقِ واجبہ میں عملی طور پر واقعی کوتاہی کرنے لگے تو پھر اس عمل کے بعد اس کی بیوی یا اس کے اولیاء کو شریعت ضرور اجازت دیتی ہے کہ وہ ایسے مرد کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں اور اگر پھر بھی یہ شخص بے عدلی کے ظلم سے باز نہ آئے تو اس سے مثلاً ''خلع'' کا مطالبہ کریں، وغیرہ ذلک۔

قال الشيخ أحمد شاكر رحمه الله تعالى: وشرط العدل فى هذه الآية ﴿فإن

خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾... شرط مرجعه لشخص المكلف... فإن الله أذن للرجل بصيغه الأمر أن يتزوج ماطاب له من النساء دون قيد بإذن القاضي أو بإذن القانون أو بإذن ولي الأمر أو غيره، وأمره أنه أذا خاف في نفسه أن لا يعدل بين الزوجات أن يقتصر على واحدة، وبالبداهة أن ليس لأحد سلطان على قلب المريد الزواج حتى يستطيع أن يعرف ما في دخيلة نفسه من خوف الجور أو عدم خوفه، بل ترک الله ذلک لتقديره في ضميره وحده... قرب رجل عازم على الزواج المتعدد وهو مصر في قلبه على عدم العدل۔ ثم لم ينفذ ما كان مصرا عليه وعدل بين ازواجه، فهذا لا يستطيع أحد يعقل الشرائع أن يدعى أنه خالف أمر ربه إذ أنه أطاع الله بالعدل... ورب رجل تزوج زوجة عازما في نفسه على العدل ثم لم يعدل، فهذا اقدارتكب الإثم بترک العدل ومخالفة أمر ربه..."

(فقه تعدد الزوجات، ص ۱۵۰ ۱۶)

ترجمہ: ایک مشہور عرب عالم شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیتِ مبارکہ میں بے عدلی کے خوف والی شرط کا تعلق اس شخص سے ہے جسے خطاب کیا جارہا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی بھی مرد کو صیغۂ امر کے ساتھ اس کی پسندیدہ عورتوں میں سے متعدد عورتوں سے نکاح کی اجازت دی تو اس اجازت کو کسی بھی قاضی کی اجازت یا کسی قانون یا متولی یا ان کے علاوہ اور بھی کسی کی اجازت کے ساتھ مشروط نہیں کیا اور حکم دیا کہ اسے از خود اگر اپنے دل میں اس بات کا خوف محسوس ہو کہ وہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کر سکے گا تو ایک بیوی پر اکتفاء کرے اور ویسے بھی بدیہی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ خود اس شخص کے سوا اور کسی دوسرے کو اس بات کی طاقت اور قدرت بھی نہیں کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے اس پر مطلع ہوجائے اور یہ جان لے کہ اس (دوسری شادی کرنے والے) کے دل میں اس بات کا خوف ہے یا نہیں کہ وہ عدل کر سکے گا، چنانچہ جب کسی کے دل کی کسی کو خبر ممکن ہی نہیں تو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو (اس شخص پر) چھوڑ دیا (جس کا متعدد شادیوں کا ارادہ ہے)...... نیز بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کا پہلے سے عدل کا ارادہ نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود نکاح کے بعد وہ عدل کرنے لگتا ہے تو ایسے شخص نے جب عدل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کر لی تو اب اسے گناہگار نہیں کہا جا سکتا، اس طرح بعض مرتبہ ایک شخص عدل کا ارادہ تو کرتا ہے مگر نکاح کے بعد عملاً عدل کرتا نہیں ہے تو ایسا شخص باوجود اس بات کے کہ اس کا عدل کا عزم بھی تھا اب اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کر کے گناہ کا مرتکب ہو گیا۔

خلاصہ آیت

خلاصہ آیت یہ کہ اس آیت مبارکہ میں دس طرح سے متعدد شادیوں کی ترغیب کے اشارے ہیں اور ''لکم'' کے اضافے اور ''خفتم'' صیغہ مخاطب (جیسا کہ خلاصہ کے نمبر ⑤ اور ⑩ میں آرہا ہے) میں دو فقہی مسئلوں کا بیان ہے چنانچہ:

① متعدد شادیوں کی اباحت کے بیان کے لئے وہ صیغہ استعمال فرمایا جس کی اصل وضع وجوب کے لئے ہے، (یعنی امر کا صیغہ ''فانکحوا'') جس میں واضح ترغیب ہے۔ (کما استدل بہ الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ)

② مباح عورتوں کا ذکر اوّلاً اسم موصول سے فرمایا، تاکہ نکاح سے وابستہ زیادہ سے زیادہ مصلحتوں کو جمع کرنے کی خاطر حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم پر دلالت کرے، اور یہ دلالت متعدد شادیوں کی ترغیب کا باعث بنے جبکہ اصل معنی کی ادائیگی کے لئے اسم موصول کے اضافے کی ضرورت نہ تھی یوں کہہ دینا کافی تھا:

''فانکحوا من النساء الطیبات مثنی وثلث الخ''

③ مزید ترغیب کی خاطر عموم میں مزید مبالغہ پیدا کرنے کے لئے اسم موصول میں بھی ''مَنْ'' (جو باجماعِ اہل لغت عورتوں کے لئے زیادہ مناسب ہے) کے بجائے ''ما'' (جو بظاہر خواتین کے لئے مناسب نہیں) استعمال فرمایا۔

④ ''من النساء'' سے قبل ''طاب'' (جو تمہیں کسی مصلحت سے پسند آئیں) کا عنوان قائم فرمایا، اجنبی عورتوں کو اس عنوان سے تعبیر کرنے میں بھی واضح ترغیب ہے۔ (کمافی روح المعانی)

⑤ ''طاب'' کے بعد ''لکم'' کے اضافے میں اس فقہی مسئلے کا بیان ہے کہ نکاح کی خاطر مناسب عورت کو تلاش کرنے کے استحبابی حکم میں مناسب ہونے یا نہ ہونے میں مبتلیٰ بہ (یعنی وہ شخص جس کا نکاح کا ارادہ ہے) کی مصلحتوں کا خیال کرنا چاہئے۔

⑥ ''ما'' موصولہ کا مصداق دلالتِ حلال سے متعین ہونے کے باوجود اس کے مصداق کو صراحتاً ذکر فرمایا اور بلیغ کلام میں ایسی تصریح بھی فضول اور عبث نہیں، اس میں بھی واضح ترغیب ہے کیونکہ اس قسم کے مواقع میں اس قسم کی تصریح عموماً ترغیب ہی کے لئے ہوا کرتی ہے جبکہ ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ میں ''ما'' کے بیان کے لئے ایسی تصریح نہیں کہ وہ موقع ترغیب کا نہیں، بلکہ صرف یہ بتانے کے لئے ہے کہ وہ عورتیں کہ جن سے نکاح حرام ہے بس یہی ہیں کہ جن کا پیچھے ذکر ہوا، ان کے سوا باقی سب کی سب حلال ہیں۔

⑦ ''مثنٰی وثلث وربع'' ایسے الفاظ استعمال فرمائے جن کے معنی میں تکرار ہے، اس طرز میں بھی واضح ترغیب ہے۔ کمامر۔

⑧ متعدد شادیوں والے حکم کو مطلق رکھا گیا اور ایک بیوی پر اکتفاء والے حکم کو ایک شرط کے ساتھ مقید کر کے اشارہ کر دیا کہ اصل حکم متعدد نکاح ہی ہے، اس طرز میں بھی متعدد نکاحوں کی واضح ترغیب ہے۔

⑨ اس مطلق حکم کو ایک بیوی والے مشروط حکم سے پہلے فرمایا اور ایک پر اکتفاء والے مشروط حکم کو دوسرے نمبر پر بیان کیا، یہ ترتیب بھی مستقل ترغیب کا سبب ہوسکتی ہے۔

⑩ بے عدلی کے خوف کو مطلق رکھنے کے بجائے ضمیر مخاطب بارز کے اضافے کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے ''خفتم'' کا صیغہ استعمال فرمایا، اس طرز میں ایک فقہی مسئلے کا بیان ہے کہ بے عدلی کا وہ خوف جس کے باعث متعدد نکاحوں پر پابندی ہے تو اس خوف کے ہونے یا نہ ہونے میں اس شخص کی رائے کا اعتبار ہے جس کا دوسری شادی کا ارادہ ہے (کسی اور کو زبردستی رائے مسلّط کرنے کی اجازت نہیں)۔

ایک بیوی پر اکتفاء والے حکم کے بعد ﴿أو ما ملكت أيمانكم﴾ اور ﴿ذلك أدنى أن لا تعولوا﴾ کا الحاق فرمایا جبکہ باندیوں کے متبادل راستے کا علم تو صحابہ کو پہلے ہی تھا، نیز ہر شخص یہ بات بھی پہلے ہی سے بخوبی سمجھتا ہے کہ ایک بیوی کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی متعدد بیویوں کے حقوق کی ادائیگی کی نسبت آسان ہے، اس لئے ایک پر اکتفاء میں یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنے میں ظلم نہ ہونے کی توقع زیادہ ہے۔

الغرض پہلے سے یہ دونوں باتیں بدیہی طور پر معلوم ہونے کے باوجود ایک بیوی پر اکتفاء والے حکم کے بعد ان دونوں جملوں کے الحاق میں خود اس طرف اشارہ ہے کہ ''ایک بیوی پر اکتفاء یا سرے سے نکاح ہی نہ کرنا مرد کی فطرت کے مقتضی سے پوری مطابقت نہیں رکھتا، لہٰذا ایسے شاق حکم پر آمادہ کرنے کی خاطر اس موقع پر ﴿ما ملكت أيمانكم﴾ اور ﴿ذلك أدنى أن لا تعولوا﴾ جیسے تسلیوں والے جملوں کے اضافے کی ضرورت ہے اور متعدد شادیاں چونکہ مرد کی فطرت کے مقتضی کے عین مطابق ہیں، لہٰذا اس حکم پر عمل شاق بھی نہیں، چنانچہ اس پر عمل کرانے کے لئے اس حکم کے بعد مزید کسی جملے کا اضافہ نہ فرمایا...... کہ ضرورت ہی نہ تھی۔

الغرض ایک بیوی پر اکتفاء والے حکم کے بعد ﴿ما ملكت أيمانكم﴾ اور ﴿ذلك أدنى أن لا تعولوا﴾ کا اضافہ خود اس کی علامت ہے کہ ایک پر اکتفاء والے مرد کو کچھ تسلیوں اور متبادل راستوں کی راہنمائی کی ضرورت ہے جو اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ ایک بیوی پر اکتفاء والا حکم معتدل مزاج اور نارمل صحت والے مرد پر بہت شاق ہے، اور اس قسم کی بات کے اس قسم کے ''اشارے'' میں ''سمجھنے والوں'' کے لئے متعدد نکاحوں کی واضح ترغیب ہے۔

بندہ نے یہ جو مذکورہ بالا گیارہ نکات ذکر کئے، ان میں سے بعض میں جہاں اس آیتِ مبارکہ سے مختلف طرح سے متعدد شادیوں کی ترغیب ہورہی ہے نیز بعض میں ترغیب کے سوا کوئی اور علمی نکتہ ظاہر ہورہا ہے تو ان سب باتوں سے یہ بات بھی واضح ہورہی ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو بے موقع اور بے محل استعمال ہوا ہو، جس کے باعث اس میں فصاحت وبلاغت کے نایاب موتی نہ چھپے ہوں اور یہ ایک ایسا کلام ہے جو مقتضیٔ حال کے عین مطابق ہونے کے باعث فصاحت وبلاغت کی ایسی انتہاء کو چھو رہا ہے کہ اس کی مثل پیش کرنے سے انس وجن واقعی عاجز ہیں۔

قرآنِ کریم کی ہر ہر آیت کے بلاغت کا ایسا ہی شاہکار ہونے کے باعث قرآن کا بانگِ دہل یہ دعویٰ آج بھی پوری دنیا کو چیلنج کررہا ہے کہ اس کلام جیسا کلام پیش کرنے سے لوگ عاجز ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن علی أن یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا٥﴾ (بنی إسرائیل)

''آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان وجنات اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں، تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اگر چہ 'ایک' دوسرے کا مددگار بھی بن جائے۔''

اور یادرکھیے کہ جیسے سارے انسان وجنات انفراداً واجتماعاً کلام اللہ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ کلام، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اسی طرح انسانوں کو زندگی گزارنے کا جو نظام اللہ تعالیٰ نے پیش کیا، سارے انس وجن انفراداً واجتماعاً اس کا متبادل نظام پیش کرنے سے بھی بالکل اسی طرح عاجز ہیں کیونکہ یہ نظام بھی اللہ تعالیٰ کا پیش کردہ نظام ہے۔

اور خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے عائلی اور خاندانی نظام چلانے کے لئے اور عورتوں کی شرح پیدائش کے لحاظ سے مردوں کی ان عورتوں کی طرف نکاح والی ایک خاص درجہ کی طلب پیدا کرنے کے لئے ...... یعنی اس رسد طلب (Supply and Demand) میں توازن برقرار رکھنے کے لیے...... نیز زنا کا دروازہ بند کرنے اور عورتوں کے لئے عزت کے ساتھ مناسب کفالت کے انتظام وغیرہ جیسی حکمتوں کے حصول کے لئے متعدد شادیوں والا نظام پیش فرمایا ہے، ساری قوم کا ایک بیوی پر اکتفاء کرنے والا نظام نہیں دیا۔

الغرض ''فانکحوا ما طاب''...... والی آیت بلاغت کے موتیوں کو ظاہر کر کے جیسے یہ سبق دے رہی ہے کہ اس جیسا کلام پیش کرنے سے لوگ عاجز ہیں کیونکہ یہ کلام، اللہ کا کلام ہے، اسی سبق میں یہی آیت یہ اشارہ بھی دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عائلی اور خاندانی نظام چلانے کے لئے متعدد شادیوں والا جو نظام پیش کیا ہے اس جیسا نظام پیش کرنے سے بھی لوگ عاجز ہیں، کیونکہ یہ نظام بھی اللہ کا نظام ہے۔ پس ''فانکحوا ما طاب'' والی آیت بلاغت کے موتیوں کو ظاہر کر کے جس سبق میں جس اصولی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے یہی آیت اس سبق میں ایسا اُصولی اشارہ دے کر متعدد شادیوں کی واضح ترغیب بھی دے رہی ہے۔

فاغتنم ھذا التحریر؛ فإن ھذہ من اثنتی عشرۃ نکتةً مما ورد علی قلب العبد الضعیف، ثم تتبعتھا فی الکتب فوجدت أکثرھا فی کتب الأکابر، فللّٰہ الحمد علی الموافقة بالأکابر وأما اللتی لم أطلع علیھا (وھو قلیل جدّا) فأرجوا من رحمة المنان: أن أطلع علیھا أنا أو غیری فی حین من الأحیان، ومع ذلک کل ما ذکرت من اثنتی عشرۃ نکتة فھی مما لا یصادم أصلا من أصول الشرع، فلا ینبغی لعالم أن لا یلتفت إلیه فیترکه بغیر دلیل یخالفه حتی یجد دلیلاً یقتضی خلافه۔

وہ احادیث جن سے زیادہ بیویاں رکھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے

حدیث نمبر ①

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "النکاح من سنتی" الحدیث۔

(رواہ ابن ماجہ وغیرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "نکاح میری سنت ہے۔"

یہ حدیث نصِ صریح ہے اس بات پر کہ جیسے پہلی شادی سنت ہے، دوسری، تیسری اور چوتھی بھی سنت ہے، بعض حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ "اس حدیث سے صرف پہلی شادی کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے، لہٰذا جس نے ایک نکاح کر لیا تو سنت پر عمل ہو گیا، مزید شادیاں محض مباح کام ہوگا سنت پر عمل نہ کہلائے گا" ان حضرات کا یہ دعویٰ درج ذیل امور کے باعث باطل ہے:

اس حدیث میں "النکاح" کے لفظ پر علی الاطلاق سنت ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، فقہ کا مشہور قاعدہ "المطلق یجری علی إطلاقہ" کا تقاضا یہ ہے کہ اسے صرف پہلی شادی کے ساتھ مقید نہ کیا جائے، چنانچہ جب بھی کوئی شخص نکاح کرے گا خواہ پہلا ہو یا دوسرا، یہی کہا جائے گا کہ سنت پر عمل ہو رہا ہے، لہٰذا پہلا نکاح بھی سنت، پھر اگر کوئی زیادہ ثواب حاصل کرنے کی خاطر اس عمل کو بار بار دہرانا چاہے تو دوسرا بھی سنت، تیسرا بھی سنت اور چوتھا بھی سنت ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: "أربع من سنن المرسلین" چار چیزیں پیغمبروں کی سنت ہیں: "الحیاء، والتعطر، والسواک والنکاح" یعنی حیاء، خوشبو کا استعمال کرنا، مسواک کرنا اور نکاح، تو جیسے بقیہ تین چیزیں یعنی حیاء کا مظاہرہ جب بھی ہوگا یا مسواک یا خوشبو کا جب بھی استعمال ہوگا تو یہی کہا جائے گا کہ پیغمبروں کی سنت پر عمل ہو رہا ہے، اسی طرح کوئی شخص جب بھی نکاح کرے گا تو یہ پیغمبروں والا کام کر کے شرعاً حوصلہ افزائی کا مستحق ہوگا، حوصلہ شکنی کا نہیں، جب تک بیک وقت چار سے زائد کی کوشش نہ کرے۔

حدیث (النکاح من سنتی) سے تعدد زوجات کی مخالفت میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ اگر کوئی ایک نکاح بھی نہ کرے تو وہ تارکِ سنت ہے، لہٰذا ایک نکاح کرنے پر وہ ترکِ سنت کے طعنے سے بچ جائے گا، خواہ دوسرا نکاح نہ کرے۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ قیام میں مطلق قراءت فرض ہے، جس کا ادنیٰ فرد ایک چھوٹی آیت ہے، چنانچہ کوئی اس قدر قراءت پر اکتفاء کرلے تو اسے تارکِ فرض (فرض کا ترک کرنے والا) نہ کہیں گے، مگر ساتھ ساتھ فقہاء کرام نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ حالتِ قیام میں جتنی لمبی سے لمبی قراءت بھی نمازی کرتا چلا جائے تو یہ تمام تر تلاوت بطورِ فرض ہی کے واقع ہو رہی گی، یعنی چونکہ فرض، مطلق قراءت ہے اور اسے تلاوت کی کسی خاص مقدار کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا لہٰذا نمازی کی زبان سے ادا ہونے والی تمام تر قراءت، فرض قراءت کے طور پر ہی ادا ہو رہی ہوگی اور

جتنی لمبی قراءت کی جائے یہی کہا جائے گا کہ فرض ادا کرنے کا ثواب مل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی سورۂ فاتحہ کے فوراً بعد سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا جائے تو اسے قراءت کے لیے دوبارہ قیام کی طرف لوٹنا ہوگا اور اس انتقال کو فرض سے واجب کی طرف انتقال کے بجائے فرض سے فرض ہی کی طرف انتقال کرنے والا کہا جائے گا، حالانکہ سورۃ فاتحہ پڑھنے سے فرض قراءت تو وہ ادا کر چکا ہے۔

اسی طرح ''النکاح من سنتی'' سے مطلق نکاح کا سنت ہونا ثابت ہو رہا ہے، لہٰذا جب کوئی شخص پہلا نکاح کرے تو وہ ترکِ سنت کے طعنے سے محفوظ ہو جائے گا مگر اس کے ساتھ ساتھ جب بھی نکاح کرے گا خواہ دوسرا تیسرا ہی کیوں نہ ہو، اسے ان شاء اللہ تعالیٰ ایک سنت پوری (بلکہ اس زمانے میں زندہ) کرنے کا ثواب ملے گا۔

اور یہ جو ہم نے کہا کہ اگر کوئی صرف ایک بیوی پر اکتفاء کرلے تو تارکِ سنت نہیں، علی الاطلاق ایسا کہنا بھی درست نہیں، زیادہ سے زیادہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ شخص تارکِ سنت مؤکدہ نہیں، ورنہ بیویوں میں تعدد بذاتِ خود ایک مستقل سنت ہے اور یہ سنت سنتِ دینیہ ہے، سنت عادیہ نہیں، کیونکہ نکاح عبادت ہے، کما سیأتی إن شاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ ایک بیوی پر اکتفاء کرنے والا گو نفسِ نکاح کی سنت کا ترک کرنے والا نہیں البتہ متعدد بیویاں رکھنا جو بذاتِ خود ایک مستقل سنت ہے، اس کا تارک ضرور ہے گو کہ اس ترک سے قابل ملامت نہ ہو۔

اور یہ تفصیل بھی عام حالات میں ہے ورنہ اگر کسی کے لئے ایک بیوی اس طور پر کافی نہ ہو رہی ہو کہ ایک شادی کے باوجود اس کے لئے بے حیائی والے کام اور زنا وغیرہ سے بچنا مشکل ہو رہا ہو اور اس کا اپنے بارے میں یہ غالب گمان ہو کہ متعدد نکاح نہ کرنے کی صورت میں ان مذکورہ گناہوں میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے گا، یا کوئی عملی طور پر خدانخواستہ ان میں سے بعض گناہوں میں مبتلا ہو چکا ہو اور اسے یہ غالب گمان ہو کہ جب تک مزید ایک اور شادی نہ کروں گا ان گناہوں سے بچنا اس کے لئے بہت مشکل ہے تو ان صورتوں میں اس شخص کے لئے دوسری شادی واجب ہے بشرطیکہ متعدد بیویوں کے حقوق ادا کرسکتا ہو اور بے عدلی کا گمان نہ ہو، چنانچہ اگر ایسا شخص اپنی استطاعت کے بقدر ایک اور مزید شادی کی کوشش نہیں کرتا تو ایسا شخص، محض تارکِ سنت ہی نہیں بلکہ تارکِ واجب اور گناہگار رہے۔

اسی طرح یہ بھی جو ہم نے کہا دو تین شادیاں سنت ہیں، نہ کرنا گناہ نہیں تو اس زمانے میں علی الاطلاق ایسا کہنا بھی درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے خاندانی نظام چلانے کے لئے، عورتوں کی کفالت کے مناسب انتظام کے لئے، نکاح کے حق میں عورتوں کی طرف مردوں کی غیر معمولی طلب پیدا کرنے کے لئے، تاکہ اس ''طلب'' کے باعث نکاح کے حق میں عورتوں کی ایک خاص حد تک قدر و قیمت پیدا ہو، اور عورتیں طلب کی اس کمی کے باعث اپنی قدر و قیمت (Value) کھو کر مہر کے مطالبے کے بجائے الٹا جہیز دے دے کر شادیوں پر مجبور نہ ہوں۔

الغرض اس قسم کی حکمتوں کے حصول کے لئے شریعت نے متعدد شادیوں کا نظام دیا تھا اور طلاق اور زوجین کے حقوق سے متعلق بہت سے احکام بھی تعدد زوجات والے نظام کے لحاظ سے دیئے تھے، تو جب تقریباً ساری قوم ایک ایک بیوی پر اکتفاء کر کے بیٹھ جائے اور یہ ساری حکمتیں معطل ہو کر رہ جائیں، طلاق کے احکام میں جو حکمتیں تھیں اور یہ بات کہ کس حکم کے

ذریعے زوجین میں سے کسے ضرر پہنچانا مقصود تھا؟ تو جب یہ تمام مصلحتیں خلط ملط ہو کر اور بعض تو بالکل ہی معطل ہو کر رہ جائیں (جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آ رہی ہے)، نیز جب پوری قوم ایک حلال کام کو عملاً حرام سمجھنا شروع کر دے تو پھر قوم کے لئے ان حالات میں بھی دوسری، تیسری شادی محض مستحب رہے گی یا اس کا حکم کچھ اور ہونا چاہیے......؟ فی الحال یہ سوال یونہی چھوڑ کر آگے چلتا ہوں......

حدیث نمبر ②

''انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی ازواج سے آپ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے، جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں تفصیلات بتائی گئیں تو ان تینوں نے اس عبادت کو (اپنے حق میں) کم سمجھا اور کہنے لگے کہ ہم کہاں اور اللہ تعالیٰ کے نبی کہاں؟ اللہ تعالیٰ کے نبی کی تو اگلی پچھلی سب (اجتہادی) خطائیں اللہ تعالیٰ پہلے ہی معاف فرما چکے ہیں۔ (لہٰذا ہمیں عبادت کی زیادہ ضرورت ہے)''

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: ''میں ہمیشہ کے لئے پوری رات نماز پڑھوں گا۔ (یعنی سوؤں گا نہیں)''

دوسرے نے کہا: ''میں ہمیشہ (نفلی) روزے رکھوں گا، ناغہ نہ کروں گا۔''

تیسرے نے کہا: ''میں عورتوں سے دور رہوں گا، لہٰذا کبھی بھی شادی نہ کروں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے تو ان تینوں کو بلا کر فرمایا:

''تم ہو وہ لوگ جنہوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ سنو! اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں مگر:

① ''میں تو روزے بھی رکھتا ہوں اور ناغے بھی کرتا ہوں۔''

② ''(رات کو تہجد کی) نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔''

③ ''عورتوں سے نکاح (بھی) کرتا ہوں۔''

④ ''پس جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے (یعنی میری امت سے) نہیں۔'' (رواہ البخاری)

دوسری شادی سے یہ کہہ کر اجتناب کرنا کہ: ''مجھے ضرورت نہیں......''

اس حدیث میں درج ذیل بات خصوصیت سے قابل غور ہے:

وہ صحابی جنہوں نے ہمیشہ روزے رکھنے کا کہا تو ان صحابی نے دو باتیں کہیں تھیں:

ا ...... میں روزے رکھوں گا۔

ب ...... ''ولا أفطر'' ناغہ نہ کروں گا۔

ان صحابی کے جواب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پہلی (یعنی روزے رکھنے) والی بات کو برقرار رکھا اور دوسری

بات یعنی ''ہمیشگی'' اور دائمی روزے کو پسند نہ فرماتے ہوئے اس دوسری بات پر ردّ فرمایا: چنانچہ فرمایا:

''ولکنی أصوم و أفطر'' یعنی میں بھی روزے رکھتا ہوں مگر (ہمیشہ نہیں) بلکہ ناغے کے ساتھ، یعنی ناغے بھی کرتا ہوں۔

اس طرزِ جواب میں اس طرف اشارہ ہے کہ صحابی کے روزے رکھنے والی بات تو درست ہے، اس لئے کہ روزہ عبادت ہے اور عبادت میں اصل یہ ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ کیا جائے جائے، البتہ اپنی صحت وغیرہ اور دوسرے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی اور عافیت کی خاطر اعتدال کا تقاضا ہے کہ ناغہ بھی کیا جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں وہ طرز اختیار فرمایا جس سے صحابی کی بات پر بالکلیہ رد نہ ہو، لہٰذا فرمایا کہ ''میں بھی روزے رکھتا ہوں مگر (جب ضرورت محسوس ہو تو) ناغہ بھی کرتا ہوں۔''

اسی طرح وہ صحابی جنہوں نے فرمایا تھا کہ میں رات بھر تہجد پڑھوں گا تو انہوں نے بھی دو باتیں کہیں تھیں!

ا ...... ''اصلی'' ...... (ہمیشہ) نماز پڑھوں گا

ب ...... ''ولا ارقد'' ...... ''کبھی'' آرام نہ کروں گا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کی بات پر بھی بالکلیہ رد نہیں فرمایا چنانچہ فرمایا: ''أصلی'' میں بھی (رات کو) نماز پڑھتا ہوں ''و أرقد'' (مگر آرام بھی کرتا ہوں) اس جواب میں بھی پہلے جواب کی طرح اس طرف اشارہ ہے کہ نماز چونکہ عبادت ہے اس لئے اس میں بھی اصل یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پڑھی جائے البتہ ضرورت ہو تو آرام بھی کرنا چاہیے۔

ان دونوں صحابی کو دیئے جانے والے دونوں جوابوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز اختیار فرمایا اس کا تقاضا تھا کہ تیسرے صحابی کو بھی اسی طرز پر جوب دیا جاتا، چنانچہ تیسرے صحابی نے بھی دو باتیں کہیں تھیں:

ا ...... ''اعتزل النساء'' ...... میں عورتوں سے دور رہوں گا۔

ب ...... ''فلا اتزوّج ابدا'' ...... کبھی نکاح نہ کروں گا۔

چنانچہ پہلے دو صحابہ کو جو جواب دیا اس میں نماز اور روزے والی بات کو باقی رکھ کر ہمیشگی کی نفی کی گئی، اس کا تقاضا تھا کہ تیسرے صحابی کو یوں جواب دیا جاتا:

"و أعتزل النساء أیضاً و لکن إن اضطررت، أتزوج۔"

یعنی یوں فرماتے کہ ''میں بھی عورتوں سے دور رہتا ہوں مگر جب ضرورت پڑے تو نکاح بھی کر لیتا ہوں۔''

مگر اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرزِ جواب مکمل بدل ڈالا اور صحابی کی بات ''أعتزل النساء'' (میں عورتوں سے دور رہوں گا) پر بالکلیہ رد کرتے ہوئے فرمایا: ''و أتزوج النساء'' (میں تو عورتوں سے نکاح کرتا ہوں)

اس طرزِ جواب میں زبردست تنبیہ اس بات کی طرف ہے کہ نماز میں تو اصل یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ پڑھی جائے البتہ بوقتِ ضرورت آرام بھی کر لینا چاہیے، اسی طرح روزے میں بھی اصل یہ ہے کہ ثواب حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ رکھنے چاہئیں مگر بوقتِ ضرورت ناغہ بھی کرنا چاہیے، مگر نکاح میں اصل حکم یہ نہیں کہ عورتوں سے دور رہا جائے اور جب ضرورت

پڑے تو نکاح کر لیا جائے، بلکہ نکاح (چونکہ عبادت ہے اس لئے نماز روزے کی طرح اس) میں بھی اصل یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ کئے جائیں، ہاں کوئی مجبوری لاحق ہو تو اس میں کمی کی جائے یا بالکلیہ اجتناب کیا جائے۔

اس طرز میں ان لوگوں پر زبردست تنبیہ ہے جو دوسری شادی سے یہ سوچ کر اجتناب کرتے ہیں کہ انہیں ضرورت کیا ہے دوسری شادی کی......؟ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ جس نے برسہا برس سے "ایک" پر اکتفاء کیا ہوا ہے اس سے پوچھنا چاہیے کہ آپ کو کیا مجبوری ہے کہ اب تک دوسری نہیں کی......؟ جیسا کہ ارشاد ہے: اگر تمہیں (ایک عارضہ لاحق ہو یعنی یہ) خوف ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک پر اکتفاء کرو۔ الآیۃ

اس حدیث میں نکاح کی کیسی زبردست ترغیب ہے، خصوصاً ان لوگوں کو جو اس نیک جذبے سے ایک یا ایک سے زائد نکاحوں سے اجتناب کئے بیٹھے ہیں کہ اس صورت میں ہم شاید عبادت وغیرہ زیادہ کر کے یا دین کے دوسرے کاموں کیلئے زائد وقت نکال کر اللہ تعالیٰ کو زیادہ راضی کر لیں گے، صحابی کا بھی یہی خیال تھا کہ نہ شادی کروں گا اور نہ ہی بیوی بچوں کے جھگڑوں اور نان نفقے کی فکر میں پڑوں گا، اور خواہشِ نفسانی پر مکمل قابو پانے کا "اضافی ثواب" حاصل کرتے ہوئے زائد وقت نکال کر ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین کی خدمات میں مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ کی زائد رضا حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ پر انکار سے قبل بطورِ تمہید جو الفاظ ارشاد فرمائے، ان الفاظ سے مذکورہ بالا جذبے کے تحت نکاح سے اجتناب کرنے والوں کو تنبیہ کا عنوان اور سخت ہو جاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ابتدائی کلمات فرمائے یعنی "أما واللہ إنی لأخشاکم للہ وأتقکم لہ" (سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں)، ان الفاظ کے ذریعے آپ گویا یوں تنبیہ فرما رہے ہیں:

"میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، جس کے باعث روزے اور نماز میں تم زیادہ رغبت رکھتا ہوں، حتیٰ کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، پھر جسمانی قوت مجھ میں تم سب سے زیادہ، چاہوں تو ساری رات نماز پڑھتا ہوں اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سوؤں، ہمیشہ روزے رکھوں اور ناغہ نہ کروں مگر صحت کو مسلسل روزوں اور نمازوں سے وہ نقصان بھی نہ ہو جس نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے، پھر عبادت کے لئے اور دین کی خدمات (مثلاً جہاد، وعظ، نصیحت وغیرہ) کے لئے بیوی بچوں کی فکر سے مکمل آزاد ہو کر ہمہ تن ان تمام کاموں میں مشغولیت کا جذبہ بھی مجھ میں تم سے سب سے زیادہ ہے، چاہوں تو اس بنا پر نکاح سے مکمل اجتناب کئے رہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور خشیت اتنی کہ نکاح سے ساری عمر مکمل کنارہ کشی اختیار کر کے بھی کبھی کسی گناہ کا ارادہ تک پیدا نہ ہو، جبکہ تمہیں معصیت کا خوف بھی مجھ سے زیادہ ہے۔

الغرض ان تمام کاموں کا جن کا تم نے ذکر کیا سب سے زیادہ دواعی (اسباب) مجھ میں موجود ہیں اور جن نقصانات کا ان کاموں کے ذریعے تمہیں خطرہ ہے تو ان نقصانات کا مجھے اس درجہ خطرہ بھی نہیں، مگر اس کے باوجود میں تو رات کی نماز بھی پڑھتا ہوں، آرام بھی کرتا ہوں، روزے پر روزے بھی رکھتا

ہوں اور ناغے بھی کرتا ہوں، اور تم دینی جذبے کے باعث یہ کہتے ہو کہ ''ہمیشہ عورتوں سے دور رہو گے''
مگر میں تو عورتوں سے نکاح کرتا ہوں، ''فمن رغب عن سنتي فليس مني '' پس جس نے
میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

قال المفتی الأعظم سابقا فی السعودیة العربیة سماحة الشیخ عبدالعزیز بن عبدالله بن باز حین سئل عنه: الأصل فی الزواج التعدد أم الواحدة؟ فأجاب أن التعدّدهو الأصل فی الإسلام

[واستدل بالحدیث بالمذکور حیث قال:] "... (وقال النبی صلی الله علیه وسلم... وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی) وهذا اللفظ العظیم یعم الواحدة والعدد۔ والله ولی التوفیق... عبدالعزیز بن عبدالله بن باز۔

www.ala7abah.com/upload

دینی جذبے کے تحت دوسری شادی سے اجتناب قبیح عمل ہے

یاد رکھئے اگر کوئی شخص صرف ایک نکاح پر اکتفاء کرے یا سرے سے نکاح ہی نہ کرے تو محض ایسا کرنے والا شخص اس وعید کا مستحق نہیں، جو وعید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فمن رغب عن سنتي فليس مني '' (کہ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں) جیسے الفاظ سنائی ہے۔

کیونکہ حدیث کے سیاق وسباق میں غور کریں تو اس سیاق وسباق کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی اپنی سنت قرار دیا وہ تہجد پڑھنا یا آرام کرنا، اسی طرح روزے رکھنا یا روزوں میں ناغہ کرنا، نیز نکاح سے اجتناب کرنا یا نکاح کرنا وغیرہ نہیں، بلکہ اس حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غلو في الدين '' (اللہ کو راضی کرنے کے شوق میں اعتدال سے تجاوز) کو سنت کی مخالفت قرار دے کر ایسے شخص کو ''فليس مني '' (وہ مجھ سے نہیں) کی وعید سنائی ہے اور اس حدیث میں غلو فی الدین (دین میں زیادتی) جس چیز کو قرار دیا گیا ہے وہ یہ بات ہے کہ یہ نظریہ اور یہ سوچ رکھ کر نکاح یا نکاحوں سے اجتناب کیا جائے کہ شاید اس کام سے اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ خوش ہوں گے۔ جیسے کوئی شخص آرام کا خیال کئے بغیر یہ نظریہ اور یہ سوچ کے روزے پر روزے رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس عبادت کے ذریعے مجھ سے خوش ہو جائیں گے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص اس وجہ سے متعدد نکاحوں سے اجتناب کرتا ہے کہ اسے مثلاً کوئی عذر ہے یا کسی بھی وجہ سے ہلکا پھلکا اور بیوی بچوں کی فکر سے آزاد رہ کر زندگی گزارنے کے شوق میں ایسا کرتا ہے اور نہ ہی اسے کسی گناہ کا خطرہ ہے تو ایسا شخص وعید کا مستحق نہیں گو کہ مکمل کنارہ کشی کی صورت میں ہمارے فقہاءِ حنفیہ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ کا تارک بن کر مستحق ملامت ضرور ہے۔

البتہ جو شخص زائد بیویاں رکھنے سے اجتناب کسی دینی جذبے سے اور "اچھی نیت" سے کرے گا اور اپنی اس ...... "اچھی نیت" ...... "اچھی سوچ" ...... اور ...... "اچھے جذبے" ...... کی بنیاد پر یہ سمجھے گا کہ دوسری شادی نہ کرکے وہ زیادہ اچھا کام کر رہا ہے تو ایسے لوگوں کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے تردید فرمائی کہ چونکہ میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور تقویٰ والا ہوں لہٰذا ایسا شخص گویا خود کو مجھ سے بھی زیادہ پرہیز گار سمجھتا ہے، تو ایسے لوگ نہ صرف یہ کہ کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہوں بلکہ یہ لوگ اپنی عقل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ترجیح دے کر رسول کے طریقے اور تعلیمات کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتے ہوئے نبی کی سنت سے اعراض کر رہے ہیں اور جو شخص رسول کے طریقے کے خلاف چلے گا، تو وہ پیغمبر کے راستے پر نہیں۔ الغرض اس حدیث میں درحقیقت ان حضرات پر رَد ہے جو نکاح سے اجتناب ...... یا ...... اس میں تاخیر ...... یا ...... ساری عمر ایک زوجہ پر اکتفاء کرتے ہیں، اور اس عمل کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔

قال العلامة الشوکانی رحمه الله تعالى تحت هذا الحديث: "أراد صلى الله عليه وسلم أن التارک لهديه القويم المائل ألى الرهبانية خارج عن الاتباع إلى الابتداع۔" (نيل الأوطار، ۶/۲۳۰)

شریعت کے متعین کردہ طریقے میں دین کا فائدہ زیادہ ہے

اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو اعتدال قرار دیتے ہوئے اس کی ترغیب دی نتیجہ اور انتہاء کے اعتبار سے اسی اعتدال میں دین کو فائدہ زیادہ ہیں، کیونکہ اسلام صرف کسی مخصوص عبادت کا نام نہیں، جیسے وہ شخص جو اپنے آرام اور صحت کا لحاظ کئے بغیر رات بھر نمازیں اور مسلسل روزے رکھتا ہے، وہ وقتی طور پر اپنے اعمال میں کچھ نماز اور روزوں کا اضافہ تو کرلے گا مگر بالآخر اپنی صحت کو نقصان پہنچا کر دوسرے دینی اور دنیوی حقوقِ واجبہ مثلاً بیوی بچوں کی خبر گیری اور صلہ رحمی وغیرہ میں کوتاہی کر بیٹھے گا جس پر ایک دوسری صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو اس سے زیادہ واضح الفاظ میں تنبیہ فرمائی جو رات بھر عبادت میں مشغولیت کے باعث اپنی زوجہ کو وقت نہ دیتے تھے، چنانچہ ان کو یوں تنبیہ فرمائی: "تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور زوجہ کا بھی حق ہے۔"

علماء کے دینی خدمت میں مشغولیت والے جذبے سے متاثر ہو کر فطرت عورتوں کی شرحِ پیدائش کم نہیں کر دیتی

اسی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ نکاح یا نکاحوں سے اجتناب کرکے کوئی بھی شخص ہمہ تن تدریس، وعظ ونصیحت، افتاء یا عباداتِ نافلہ وغیرہ مشغولیت کے باعث وقتی طور پر کچھ دین کا کام تو زیادہ کرلے گا یا تعلیم کے دوسرے شعبوں سے منسلک ہو کر ملک وقوم کی وقتی طور پر کچھ ترقی کا سبب تو بن جائے گا، مگر ان حضرات کے اس عمل کے نتیجے میں ان کثیر مسلمان عورتوں کا بیڑا غرق ہونا شروع ہو جائے گا جن کی عزت وناموس کی حفاظت اور معاشی کفالت متعدد شادیوں کی سنت کے عمل پر موقوف تھی۔

یورپ اور امریکا نے ترقی کیا کم کی ہے؟ مگر ترقی کی دوڑ میں خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر دیا۔ بلوغت سے لے کر موت تک ایک ایک عورت سینکڑوں مردوں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہے، مگر عزت کے ساتھ بیوی بنا کر رکھنے اور پھر ساری زندگی خود اس عورت کی اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی باعزت کفالت کے لئے کوئی مرد تیار نہیں ہوتا۔

یاد رکھئے! فطرت کسی کے ذاتی جذبات سے بالکل متاثر نہیں ہوتی۔ اب کسی قوم کے علماء اگر یہ سوچ کر ایک بیوی پر قناعت شروع کر دیں کہ اس صورت میں ہم اطمینانِ قلب کے ساتھ دین کا کام زیادہ کر لیں گے تو اگر فطرت ان حضرات کے اس جذبے سے متاثر ہو کر ان کی قوم میں، بلکہ ان کی اپنی ہی اولادوں میں عورتوں کی شرحِ پیدائش کم کر دیتی تو پھر تو اس جذبے سے ایک بیوی پر قناعت کیے رہنا شاید کچھ اچھا کام ہوتا، مگر ایسا ہوتا نہیں اور فطرت ایسے جذبات سے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر عورتیں اسی حساب سے پیدا کرتی چلی جاتی ہے جس حساب سے اس نے مردوں کے دل میں عورتوں سے نکاح والی رغبت رکھی، کیونکہ فطرت کا دعویٰ ہے: {إنا كل شيء خلقناه بقدر} الآية۔

''ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے (مناسب مقدار میں) پیدا کیا۔''

اللہ تعالیٰ اپنے اندازوں اور اصولوں میں لوگوں کی ''رسومات''، ''مزاج''، ''مہنگائی'' اور ''مصروفیات'' اور ''جذبات'' کی بناء پر تبدیلی نہیں فرماتے...... کیا کبھی ایسا ہوا کہ کسی شخص کی مصروفیات کی وجہ سے فطرت نے اس سے بھوک کی خواہش اور ضرورت اس لئے چھین لی ہو کہ اس بے چارے کے پاس کھانا کھانے کی ''فرصت'' نہیں......؟؟؟

پس جس طرح بھوک لگنا ایک فطری عمل ہے، اسے ختم کرنے کے لئے وقت بہر حال نکالنا پڑتا ہے بلکہ اس کام کے لئے وقت نکالنے کو بقیہ تمام کاموں پر ترجیح دی جاتی ہے، بالکل اسی طرح قوم کی عورتوں اور خود اپنی آل اولاد میں پیدا ہونے والی بیٹیوں کی باعزت شادیوں جیسی اہم فطری ضرورت کے لئے وقت نکالنا بھی بقیہ تمام کاموں پر مقدم ہے، کیونکہ یہ سوچ کر شادیوں سے اجتناب کرنے والی قوم کہ کون بیویوں کے حقوق اور پھر پیدا ہونے والی کثیر اولاد کی ذمہ داریاں اپنے ''سر'' لے......؟ اس سے بہتر ہے کہ ایک آدھ بیوی اور ایک آدھ بچے پر اکتفاء کر کے اپنے کاروبارِ زندگی یا عبادت اور خدماتِ دینیہ میں اطمینانِ قلب اور سکون سے مشغول رہنا چاہیے، چنانچہ اس جذبے سے متعدد شادیوں سے کرنے والی قوم میں جس کی بیٹیاں کثرت سے ہو جائیں تو ایسے لاکھوں افراد کو بچیوں کی شادیوں کی فکر اور ان کے لئے مناسب داماد کی تلاش ایسی تشویش (ٹینشن) میں مبتلا کر کے رکھ دیتی ہے کہ اس قوم میں اطمینانِ قلب کے ساتھ عبادت اور کاروبارِ زندگی وغیرہ کا سارا مزہ آہستہ آہستہ...... کرکرا...... ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

کتنے ہی اہل علم ہیں جو دوسری شادی کے مخالف ہیں کہ اس سے اطمینانِ قلب کے ساتھ دینی خدمت میں مشغولیت نہیں رہ سکتی، مگر اپنی ہی پانچ پانچ، چھ چھ بیٹیوں کے رشتوں کے حصول میں جب مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو یہ فکر انہیں وقت سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہے۔

ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ ابن تیمیہ اور امام نووی رحمہا اللہ تعالیٰ نے خود کو ساری عمر دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا تھا اور اسی وجہ سے نکاح بھی نہ کیا، میں نے جواب میں کہا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑے بزرگ تھے مگر آپ کے والدِ

محترم شہاب الدین اور دادا محترم مجد دابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بڑے عالم تھے، اگر خدانخواستہ وہ اور امام نووی کے والد بھی اس جذبے کے باعث نکاح نہ کرتے تو ان کی اولاد میں ابن تیمیہ اور امام نووی رحمہا اللہ تعالیٰ جیسے عالم پیدا نہ ہوتے۔فَبُهِتَ الذی خَبر۔

ہندوستان کے مسلمان اگر زیادہ بیویاں رکھتے تو......

کچھ دن قبل ہندوستان سے ایک عالمِ دین تشریف لائے اور بتانے لگے کہ 1947ء میں انڈیا میں مسلمانوں کی آبادی پانچ کروڑ تھی اور اب مسلمانوں کی آبادی 30 کروڑ تک پہنچ چکی ہے، مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی آبادی سے نہ صرف ہندوستان پریشان ہے بلکہ یورپ و امریکا کے پیٹ میں بھی شدید مروڑ اٹھنا شروع ہوگیا ہے، کہنے لگے کہ اس آبادی کے باعث مسلمانوں کے ووٹ کی اہمیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مسلمانوں کو اعتماد میں لئے بغیر کسی بھی سیاسی جماعت کے لئے الیکشن میں کوئی قابلِ ذکر کامیابی ممکن نہیں۔

میں نے ان عالم سے عرض کیا کہ اگر مسلمان اہم کاموں میں مشغولیت کے ساتھ ساتھ اسلام کے پیش کردہ خاندانی نظام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش (کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا) کو علی وجہ الکمال پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خاطر متعدد شادیاں کرتے رہتے تو مسلمانوں کی آبادی کم از کم تین گنا زائد یعنی 90 کروڑ تو ہوتی، اور متعدد شادیوں میں مشغولیت کے باعث بالفرض اگر کچھ دینی و دنیوی وقتی نقصانات ہو بھی جاتے، مگر کم از کم نوے کروڑ کی آبادی عالمی دنیا میں اس بات پر مہر ثبت کر دیتی کہ اب مسلمانوں کو مکمل اعتماد میں لئے بغیر ہندوستان میں کوئی حکومت پوری طرح کامیاب تو کیا، کامیابی کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی، نیز ان نوے کروڑ میں نا معلوم کیسے کیسے اعلیٰ دماغی صلاحیتوں والے علماء، واعظین اور تعلیم کے دوسرے شعبوں سے منسلک ایسے مسلمان بھی پیدا ہوتے کہ جن میں بسا اوقات کوئی ''ایک'' ہی قوم کی ایسی خدمات سرانجام دیتے ہوئے دنیا سے چلا جاتا ہے کہ سب مل کر بھی شاید ایسی خدمات نہ ادا کر سکتے۔

اور آبادی کی اس کثرت کے نتیجے میں ہندوستان میں اسلامی اقدار وغیرہ کی حفاظت کے ذریعے اسلام کو نقصان سے بچا کر جس طرح اسلام کی خدمت ہوتی، یہ خدمت اس خدمت سے ہزار ہا گنا زائد ہوتی جو متعدد شادیوں سے اجتناب کی صورت میں کی جاتی۔

عربوں میں اگر ایک بیوی کا رواج ہوتا تو......

اگر فلسطین کے عرب مسلمانوں میں علماء یا عام مسلمان خدانخواستہ یہ سوچ کر ایک بیوی پر اکتفاء کرتے کہ اس صورت میں اطمینان کے ساتھ کاروبارِ زندگی یا مثلاً درس وتدریس، افتاء و وعظ ونصیحت وغیرہ میں مشغولیت اور خانقاہوں میں سلوک کے منازل کا سلسلہ اعلیٰ وارفع طریقے سے چلتا رہے گا یا بچے کم ہوں گے تو اچھے اسکولوں میں پڑھ سکیں گے اور ان کی ترتیب بھی پوری توجہ کے ساتھ ہوگی، زیادہ ہو گئے تو پوری توجہ نہ ہونے کے باعث یا فسادِ زمان کی وجہ سے بگڑ جائیں گے اور ''بگڑے ہوئے دس بچوں سے تربیت یافتہ دو بچے ہی اچھے......'' الغرض ایسی باتیں سوچ کر یا ''فسادِ زمان'' کے سبب بچوں

کے بگڑ جانے کے خوف کے باعث بچوں کی کثرت کو ناپسند سمجھتے ہوئے اگر فلسطین کے عرب مسلمان متعدد شادیوں والی سنت کو قائم نہ رکھتے، تو فلسطین میں مسلمانوں کی غیر معمولی آبادی کی وہ شرح ہرگز نہ ہوتی جو الحمدللہ آج قائم ہے اور یہودی مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی آبادی کی سخت کمی کے باعث جس بوکھلاہٹ کا شکار ہیں، ایسا نہ ہوتا بلکہ یہ یہود اس مقدس سرزمین پر اپنا تسلط قائم کر کے یہاں اسلام اور اسلامی روایات کا ایسا ستیاناس کر چکے ہوتے کہ اطمینانِ قلب کے ساتھ ''سلوک کے منازل'' طے کرنے کا سارا فلسفہ ملیا میٹ ہو گیا ہوتا اور فسادِ زمان کے شر سے مکمل طور پر محفوظ تھوڑے سے بچے اور ان کی قلیل، مگر تربیت یافتہ نسل......، تربیت یافتہ ہونے کے باوجود یہودیوں کی نسل کشی کی مہم کی بھینٹ چڑھ چکی ہوتی۔

مگر عربوں کی متعدد شادیوں والی روایات اور اس بنا پر مسلمانوں کی کثیر آبادی کے باعث اب ایسا کرنے کے لئے یہودیوں کو غیرت مند فلسطینی مسلمانوں کے سامنے لوہے کے چنے چبانے پڑ رہے ہیں۔

کیونکہ دشمنانِ خدا کے پاس طاقت اور قوت کا استعمال کر کے مسلمانوں کی ہر تدبیر کا علاج موجود ہے، البتہ مسلمانوں کا اپنے ملک اور دین و مذہب کے دفاع کے لئے جذبۂ جہاد کا مقابلہ کرتے ہوئے اور آبادی میں غیر معمولی اضافے کے باعث مسلمانوں کی کثرت سے پیدا ہونے والی اولاد کو پے در پے ٹھکانے لگا کر پوری روئے زمین پر حکومت کے خواب دیکھنا ان کے بس میں نہیں۔

ایک پادری کا اعتراف

یہود و نصاریٰ عربوں کی دھڑا دھڑ شادیوں اور اس بنا پر ہونے والی ان کی کثیر اولاد سے کتنے پریشان ہیں؟ اس کا کچھ انداز پادری نوید ملک صاحب کی درج ذیل تحریر سے لگائیں، پاکستان کے یہ پادری صاحب اپنی ''دینی خدمات'' کے باعث امریکا کی دو یونیورسٹیوں سے دو مرتبہ اعزازی ڈگریاں لے چکے ہیں اور اہلِ کلیسا کی طرف سے انہیں سولہ ایوارڈ مل چکے ہیں، اپنی کتاب ''گردن پہ لہو'' جس میں انہوں نے عیسائیوں کو بہت جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کی کوشش کی ہے، اس کتاب میں ''عیسائیت کو درپیش چیلنج'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

پہلا بڑا چیلنج

> ہمارے وطن عزیز میں ننانوے فیصد لوگ مسیحی نہیں...... لاتعداد لوگ جہنم کی نظر ہو رہے ہیں اور یہ سب سے بڑا چیلنج ہے، جو کلیسا کو درپیش ہے، پاکستان میں ہزاروں ایسے چھوٹے بڑے علاقے میں ہیں جہاں ابھی تک روحانی تاریکی ہے اور انجیل ابھی تک وہاں پہنچی ہی نہیں ہے، ان علاقوں میں نور بن کر چمکنا ہر مسیحی کا فرض ہے۔'' صفحہ ۷۰، مزید لکھتے ہیں:

چوتھا بڑا چیلنج

> یہ ہے کہ دین اسلام بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اور یہ کنورشن (مذہب کی تبدیلی) کے اعتبار سے بھی اور تعداد کی شرح کے اعتبار سے بھی بڑھ رہا ہے۔ اسلام یورپ کے ممالک میں دوسرا بڑا مذہب

ہے جو نہایت تیزی سے بڑھ رہا ہے، یورپ میں جو کالے لوگ ہیں وہ بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں...... دوسری بات یہ ہے کہ یورپ میں مسیحی کہتا ہے کہ ''ایک بیوی اور دو بچے'' جبکہ میرے مسلمان بھائیوں کی تعداد میں شرح پیدائش کے اعتبار سے بھی کافی اضافہ ہو رہا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اولاد خدا کی طرف سے برکت ہے جس وجہ سے وہ یورپ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کرنا برکت کی بات سمجھتے ہیں اور ممکن ہے کہ کسی وقت یورپ میں مسلمان بھائیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے کہ مسیحیوں کو ہاتھ دھونے پڑیں۔ (صفحہ ۱۷)

حدیث نمبر ③: نکاح سے دور بھاگنا پادریوں کی سنّت ہے

ترجمہ: ''ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جن کا نام عکاف بن بشر تھا، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''کیا تمہاری کوئی بیوی ہے؟'' فرمایا: ''نہیں'' پوچھا: ''کوئی باندی؟''، فرمایا: ''نہیں'' رسول اللہ صلی علیہ وسلم فرمایا: ''کیا تم مالدار بھی ہو؟'' فرمایا: ''ہاں''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو تنبیہ کے لئے جہاں دوسری باتیں فرمائیں وہاں ایک یہ بھی کہ ''اگر تم عیسائیوں میں ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے'' پھر فرمایا: ''ہماری سنت (اور ہمارا طریقہ) تو نکاح ہے۔''

قلت: ورواه عبدالرزاق عن محمد بن راشد عن مكحول عن عضيض بن الحارث عن أبى ذر، كما فى الإصابة: (۴/۲۵۷) فذكر الواسطة وعضيض هذا مختلف فى صحبته كما فى التقريب: ص ۱۶۸، فالحديث محتج به، وله طرق عديدة، كما يظهر من الإصابة، لا يخلو كلها ميں ضعف واضطراب، ولكن مجموع الطرق قد جعل الحديث صالحا للاحتجاج به، وفيه تصريح بكون النكاح سنة...
(إعلاء السنن: ۱۱/۵)

اس حدیث میں اصل تنبیہ تو اس پر ہے کہ نکاح کے بغیر زندگی نہ گزاری جائے مگر (لو كنت فى النصارىٰ كنت فى رهبانهم) میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نکاح سے دور بھاگنا عیسائیوں کا طریقہ ہے، جو جتنا دور بھاگے گا عیسائی اس سے اتنا ہی خوش ہوں گے، اگر کوئی چار کے بجائے تین شادیاں کرے تو عیسائی تھوڑا سا خوش ہوں گے کہ غنیمت ہے ''چار'' نہیں کیں، اگر صرف دو پر اکتفاء کرے تو تھوڑا اور خوش ہوں گے اور اگر کوئی ایک شادی بھی نہ کرے تو عیسائی خوشی میں ایسے پاگل ہو جائیں گے کہ ایسے شخص کو معاشرے میں عام افراد سے ہٹ کر بہت اونچا مقام دلانے کی کوشش میں اسے باقاعدہ ''راہب''

قرار دیتے ہوئے عقیدت میں اس کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اس سے تعویذ گنڈے لینا شروع کر دیں گے۔
عیسائیت میں پادری کی ڈگری اسی کو دی جاتی ہے جو شادی نہ کرے اور خود کو ساری عمر کیلئے عیسائیت کی تبلیغ اور دین کی خدمات کے لئے وقف کر دے، مگر جب اس فلسفے پر عمل کے باعث بہت سے پادریوں نے دین کے ساتھ ساتھ ''دین والیوں'' کی بھی کچھ ایسی اضافی اور ''متعدی خدمات'' شروع کر دیں جس سے بہت سے پادریوں کو شرم سے سر جھکانا پڑا تو عیسائیوں کو اس قانون میں کچھ ردّوبدل کرنا پڑا، چنانچہ سنا ہے کہ آج کل پادریوں کو بھی شادی کی اجازت دے دی گئی ہے، مگر اس کیلئے اب بھی غالباً مستحب یہی ہے کہ نہ کرے۔

ایک تنبیہ

حدیث مذکور میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عکاف سے یہ سوال کہ ''کیا تم مالدار بھی ہو؟'' اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ اگر کوئی شخص غریب ہے تو اسے ایک متعدد نکاحوں کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال صرف نکاح نہ کرنے کی قباحت وشناعت کو مزید بڑھانے کے لئے تھا، کہ مالدار شخص کو نکاح میں رغبت زیادہ ہوتی ہے اور اس کے لئے رشتے کا حصول آسان ہوتا ہے نیز ایک متعدد بیویوں کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی بھی اس کے لیے غریب کی نسبت آسان ہوتی ہے ورنہ اس پر تفصیلی کلام گزر چکا کہ غربت تو شرعاً نکاح میں رکاوٹ نہیں بلکہ بعض اعتبار سے نکاح پر مزید ابھارنے کا سبب ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ رشتہ کی تلاش اپنی مالی حیثیت ملحوظ رکھے، تا کہ متعدد بیویوں کا واجب حق با آسانی ادا ہو سکے، جیسا کہ تفصیلاً گزر چکا۔

حدیث نمبر ④

عن عائشة رض الله تعالى عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أعلنوا هذا النكاح، واجعلوه في المساجد، واضربوا عليه بالدفوف۔ (رواه الترمذي)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح علی الاعلان کیا کرو اور اسے مسجد میں منعقد کیا کرو اور اس پر (اعلان واظہارِ خوشی کی خاطر) دَف پیٹا کرو۔

اس حدیث میں نکاح کو مسجد میں منعقد کرنے کا حکم دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نکاح کا معاملہ عام معاملات سے جدا ہے، عام دنیوی معاملات مسجد میں جائز نہیں، نکاح کے مسجد میں انعقاد کے حکم کی ایک علت اعلانِ نکاح ہے مگر فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق یہ حکم اس بات کی بھی واضح علامت ہے کہ نکاح عبادت ہے اور جیسے یہ حدیث پہلے نکاح کے مسجد میں مستحب ہونے پر دلالت کر رہی ہے...... دوسرے، تیسرے اور چوتھے نکاح کا مسجد میں استحباب اور پسندیدہ ہونا بھی اسی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے، اور نہ ہی عملاً ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی صاحب دوسری شادی کے لئے مسجد کا انتخاب کریں تو مولوی صاحب انہیں یہ کہہ کر باہر نکال دیتے ہوں کہ صرف پہلا نکاح مسجد میں سنت ہے، دوسری، تیسری شادی کے لئے کوئی شادی ہال تلاش کیجئے......، ثابت ہوا کہ مسجد میں نکاح کی ترغیب کی وجہ سے پہلا نکاح عبادت ومقدس عمل ٹھہرا تو اسی دلیل سے

دوسرا، تیسرا اور چوتھا نکاح بھی عبادت اور مقدس ومبارک عمل ٹھہرا۔

نیز نکاح سے قبل انتہائی اہتمام کے ساتھ خطبہ پڑھا جاتا ہے، یہ خطبہ سنت ہے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حج جیسی عظیم عبادت میں میدانِ عرفات میں خطبہ دیا، پھر جمعہ کی مقدس نماز جس کی فضیلت دوسری نمازوں سے زیادہ ہے، اس سے قبل خطبے کا اہتمام فرمایا، عیدین کے مقدس دنوں میں عید کی نماز کے بعد خطبوں کا اہتمام فرماتے ہیں، اسی طرح اس اہتمام کے ساتھ نکاح سے قبل اپنے عمل سے آپ نے خطبہ کو مسنون قرار دے کر بھی اس طرف واضح اشارہ فرمایا دیا کہ نکاح بھی عبادت اور مقدس عمل ہے اور جیسے خطبہ پہلے نکاح میں مسنون ہے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے نکاح میں بھی بالکل اسی طرح مسنون ہے، ثابت ہوا کہ دوسرا، تیسرا اور چوتھا نکاح بھی محض ایک مباح کام نہیں بلکہ ایک بہت ہی مقدس عمل اور عبادت ہونے کی وجہ سے باعثِ ثواب کا کام ہے۔

قال العلامة ظفر أحمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ تحت هذا الحدیث... فإن النکاح له شبه عظیم بالعبادات دون المعاملات؛ فإن فیه الخطبة بالاهتمام، ولم تروا الخطبة من فعل النبی صلی الله علیه وسلم والصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم فی حاجة غیر النکاح، وإن کانت جائزة... واقتصر فی الفتح(۳/۱۰۲) علی الجواب الأول، فقال: ویستحب عقد النکاح فی المسجد؛ لأنه عبادة وکونه یوم الجمعة...اھ۔(إعلاء السنن:۱۱/۵)

حدیث نمبر ⑤

قال النبی صلی الله علیه وسلم: "تزوجوا الودود الولود؛ فإنی مکاثر بکم الأمم" رواه ابوداود وغیره۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو، کیونکہ بروزِ محشر میں تمہاری کثرت کے باعث دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔"

"ودود" اور "ولود" دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں، "ودود" کا معنی ہے "شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنے والی" اور "ولود" کا معنی ہے "بہت کثرت سے بچے جننے والی" اور عورت کے خاندان کی دوسری عورتوں کے حالات سے نکاح سے قبل ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ فلاں خاندان کی عورتیں اپنے شوہروں سے بہت محبت کرتی ہیں اور صحت مند ہونے کی وجہ سے بچے بھی کثرت سے جنتی ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں "ولود" سے پہلے "ودود" کا ذکر بطورِ تمہید کے ہے، وجہ اس کی یہ بیان فرمائی کہ میاں بیوی میں محبت کثرتِ جماع کا سبب بنتی ہے اور جماع کی کثرت اولاد کی کثرت کا سبب ہے۔

قال فی عون المعبود: الودود التی تحب زوجها، الولود أی التی تکثر ولادتها،

وقيد بهذين؛ لأن الولود إذا لم تكن ودودا، لم يرغب الزوج فيها، والودود إذا لم تكن ولودا، لم يحصل المطلوب وهو تكثير الأمة بكثرة التوالد... فإني مكاثر... أي مفاخر بكم الأمم لكثرة أتباعي۔(عون المعبود ج:ص:۳۳)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عورت سے نکاح کی ترغیب دی اس میں دو قیدوں کا ذکر فرمایا:

① ودود (محبت کرنے والی)

② ولود (کثرت سے بچے جننے والی)

وجہ اس کی یہ ہے کہ کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی عورت اگر ودود (محبت کرنے والی) نہ ہو تو شوہر کو اس عورت میں (جماع کی) رغبت نہ ہوگی [اوور اولاد کی کثرت نہ ہو سکے گی] اور اگر بیوی محبت کرنے والی تو ہو مگر ولود (کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت اس میں) نہ ہو تو محبت سے جو مقصود ہے یعنی کثرت سے بچے پیدا کرنا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں (غیر معمولی) کثرت کا سبب بننا تو یہ مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔'' (عون المعبود، ص:۳۳)

اس حدیث کا مفصل بیان تو اولاد کی کثرت کے فضائل اور اس کے دینی و دنیوی فوائد کے عنوان سے ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا، ابھی اس حدیث کو صرف متعدد شادیوں کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے ذکر کیا وہ اس طرح کہ ''ودود'' اور ''ولود'' سے نکاح کی ترغیب کی اصلی وجہ اولاد کی شرحِ پیدائش بڑھانا ہے، تو جس کام کا اقدام اولاد کی کثرت کا اس سے بھی زیادہ سبب بن سکتا ہو وہ کام اسی حدیث کی روشنی میں بطریق اولیٰ (یعنی بطریق دلالۃ النص) مرغوب و پسندیدہ ہوگا۔

چنانچہ ایک بیوی جو ''ودود'' بھی ہو اور ''ولود'' بھی، اولاد کی کثرت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ سلم کے لئے بروزِ قیامت اتنا باعثِ افتخار نہیں بن سکتی جتنا چار ''غیر ودود'' اور ''غیر ولود'' بیویاں بن سکتیں ہیں اور اگر چاروں ہی بالفرض ودود بھی ہوں اور ولود بھی ہوں تو ایسا شخص اپنی قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کس قدر باعثِ افتخار ہوگا......؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں صحابہ کرام کی سمجھ میں آ گئی تھیں، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف اس لئے زیادہ شادیاں کرتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کر کے قیامت کے دن اپنی قیامت تک پیدا ہونی والی اولاد کے ساتھ خود بھی فخر کر سکیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی باعث افتخار بن سکیں۔

(احیاء العلوم)

سنا ہے کہ اہل عرب میں ایک ایک شخص کے ہاں بچوں کی مجموعی تعداد کا پندرہ، بیس اور تیس کے عدد تک پہنچ جانا آج بھی تعجب کی بات نہیں سمجھا جاتا۔

مسجد نبوی کے امام کے 36 بچے

ایک مرتبہ بندہ کے ایک پاکستانی دوست جن کے والد بچپن ہی سے مدینہ میں رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں، بتانے لگے کہ میرے تین بھائی سعودیہ میں فلاں ادارے میں اور چار فلاں فلاں یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں...... تین بہنیں فلاں فلاں مدرسے میں اور چار فلاں میں نے تعجب سے پوچھا آپ حضرات تعداد میں کل کتنے......؟ فرمانے لگے کہ الحمدللہ والدِ محترم کی اولاد کی کل تعداد اٹھارہ (18) ہے، پھر فرمانے لگے کہ میرے فلاں فلاں بیٹے جس ادارے میں پڑھتے ہیں وہاں مسجد نبوی کے امام شیخ حذیفی حفظہ اللہ کے بھی چار بیٹے پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ شیخ حذیفی کے تین بیٹے فلاں اور پانچ فلاں...... میں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا کہ بھائی! پہلے شیخ حذیفی کی آل واولاد کی مجموعی تعداد تو بتاؤ......؟ جو اتنی بڑی تعداد میں فلاں فلاں اداروں میں مصروف ہیں...... اور فلاں فلاں مدرسے میں بھی...... فرمانے لگے کہ حضرت شیخ کی چار بیوں سے پیدا ہونے والی اولاد کی مجموعی تعداد (فی الحال) چھتیس (36) ہے......

سنا ہے کہ عرب کے بعض ممالک میں فرد واحد کے ہاں بسا اوقات بچوں کی کل تعداد چالیس (40) بلکہ پچاس (50) سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے۔

عربوں میں دولت آنے سے نکاح کا رواج کم ہوا ہے

بعض حضرات کا خیال ہے کہ عربوں کے پاس چونکہ پیسہ بہت ہے اس لیے اتنی کثرت سے نکاح کرتے ہیں اور اتنی کثرت سے بچے جنتے ہیں، ہم جیسے (معاذ اللہ) ''قحط زدہ'' لوگوں کو ایسی ''نازیبا'' حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔

مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ عربوں کے پاس جب سے دولت آئی ہے ان میں تعدد زوجات کا رجحان کم ہوا ہے، بڑھا نہیں۔ عرب جب غریب تھے نکاح اور اولاد کی کثرت کا شوق زیادہ رکھتے تھے، مالی فراوانی کے باعث چونکہ عیاشی کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے، اس لیے اولاد اور نکاح کی کثرت سے شوق میں بھی کمی آئی ہے، کیونکہ عیاش پرست لوگ ہمیشہ اولاد کو بوجھ سمجھ کر اس کی کثرت سے پناہ مانگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے دیہاتوں اور ان میں وہ اقوام جن کے پاس دولت نہیں ان میں نکاح کی کثرت اور بچوں کی کثرت کا تناسب عرب کی دولت مند اقوام سے اور بھی زیادہ ہے۔

صومالیہ ایک انتہائی غریب ملک ہے مگر معتبر ذرائع سے سنا کہ وہاں تعددِ زوجات اور بچوں کی کثرت کا تناسب سعودی عرب سے بھی زیادہ ہے، بلکہ ایک عربی میگزین میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق صومالیہ میں مرد کے لیے چار شادیاں اتنا معروف کام سمجھا جاتا ہے کہ وہاں نکاح کے بعد عورت اپنے خاوند کے لیے ایک بیوی پر اکتفاء معیوب سمجھتی ہے اور خاوند کیلئے از خود دوسری بیوی تلاش کرتی ہے اور سوکنوں کا ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھانا اور مختلف کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا معمول کی بات سمجھا جاتا ہے۔

سولہ بھائی، سات بہنیں

بندہ نے ایک دن اپنے 18 سالہ نوجوان شاگرد کے پاس بہترین قسم کا موبائل دیکھا، یہ نوجوان چمن (بلوچستان) کا

رہائشی تھا، میں نے پوچھا کہ یہ اتنا مہنگا موبائل آپ کے پاس کہاں سے آیا......؟ طالب علم نے جواب دیا کہ بڑے بھائی نے ہدیہ دیا ہے، میں نے پوچھا بڑا بھائی کیا کام کرتا ہے؟ کہنے لگا کہ والد صاحب کے ساتھ بقیہ بھائیوں کی طرح کاروبار میں معاون اور مددگار ہے، تفصیل طلب کرنے پر بتانے لگا کہ والد کی تین بیویاں ہیں، ایک ہی گھر میں رہتی ہیں، ان زوجات سے والد صاحب کے سولہ (16) لڑکے اور سات (7) لڑکیاں ہیں، اور ہم کل (23) بھائی اور بہنیں جب گھر میں جمع ہوتے ہیں تو والدِ محترم اور تینوں والدات کے ساتھ سب مل کر ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں، بھائی جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے تو والد صاحب کے ساتھ کاروبار میں شرکت کرتے چلے گئے، جس کی وجہ سے بہت زیادہ مالی فراوانی ہوگئی، والد صاحب نے تین یا چار بیٹوں کو علم دین کے حصول کے لیے وقف کیا اور بقیہ کو اپنے ساتھ کاروبار میں لگایا......ہم میں جو بھائی مدرسے میں پڑھتے ہیں، انہیں بڑے بھائیوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے قیمتی ہدایا موصول ہوتے رہتے ہیں (تاکہ علم دین کے حصول میں ان کا بھی کچھ حصہ رہے) پھر کہنے لگا کہ میرا بھی نکاح ہو چکا ہے، شعبان کی چھٹیوں میں ان شاء اللہ زوجہ کی ''رخصتی'' بھی ہوجائے گی......

تیس بچے......

اس طالب علم کے احوال سننے کے بعد کسی نے بتایا کہ اس دوسری درسگاہ میں فلاں طالب علم ہے، جو اپنے والد کے تیس (30) بچوں میں سے ایک ہے۔ میں نے اس سے ملاقات کی......ممکن ہے کہ اس تحریر کے پڑھنے والوں کا خیال ہو کہ خوراک کی کمی کے باعث شاید ''باریک'' اور نحیف سا کوئی ''مریض'' ہوگا مگر تقریباً ''16'' سالہ ''پلا پلایا'' خوبصورت اور ٹماٹر کی طرح سرخ نوجوان کو دیکھ کر میں حیران ہو گیا، معلوم ہوا کہ یہ نوجوان اصلاً پٹھان ہے، والد صاحب کی تین زوجات ہیں اور کل پندرہ بھائیوں اور پندرہ بہنوں پر مشتمل کراچی میں رہائش اختیار کرنے والا یہ خاندان ایک ہی گھر میں بالکل اسی طرح پل بڑھ رہا ہے جس طرح نرم و نازک، خوبصورت اور دل اور آنکھوں کو فرحت بخشنے والے ننھے ننھے کثیر پودے کچھ ہی وقت میں پل بڑھ کر مضبوط اور تناور درخت بن جاتے ہیں اور پیداوار کے مالک کی زینت، جمال اور اس کے فخر کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ معاشی سطح پر بھی اسے مضبوط اور توانا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں......

حدیث نمبر ⑨: بڑھ چڑھ کر نکاح کرو

عن هشام بن سعد عن سعيد بن أبي هلال أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تناكحوا تكثروا، فإني أباهي بكم الأمم يوم القيمة۔

(مصنف عبدالرزق، رقم: ۱۰۳۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تناكحوا'' (بزيادة التاء والألف) علم نحو کا قاعدہ ہے کہ ''زيادة المباني تدل على كثرة المعنى۔'' یعنی ''تناكحوا'' کے الفاظ میں ''انكحوا'' سے زیادہ مبالغہ ہے تو اس حدیث میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے حق میں مبالغہ کرنے کا حکم دیا اور ظاہر ہے مبالغہ دو طریقوں سے ہی ہوسکتا ہے، ایک تو یہ کہ کوئی بھی نکاح ترک نہ کرے، نیز نکاح بھی زیادہ کیا کریں، مگر آگے اس حکم کی جو علت بتائی وہ یہ کہ ''تم تعداد میں بہت زیادہ ہو جاؤ گے'' تو دوسری قوموں کی نسبت آبادی میں غیر معمولی اضافہ بھی کثرتِ نکاح ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے، ورنہ نبی کے زمانے میں ایک نکاح تو یہود و نصاریٰ بھی کرلیا کرتے تھے، تو ان کی نسبت آبادی میں غیر معمولی اضافہ ایک نکاح سے کیسے ممکن تھا......؟

قال المناوي رحمه الله تعالىٰ تحت هذا الحديث: تناكحوا لكي تكثروا ندبا وقيل وجوبا فإني تعليل للأمر بالتناكح لكثرة النسل أباهي بكم أي أفاخر بسبب كثرتكم الأمم السالفة يوم القيمة، بيّن به طلب تكثير الناس من امنه، وهو لا يكون إلا بكثرة التناسل وهو بالتناكح فهو مأمور به۔ (فيض القدير: ۳/۲۶۹)

ترجمہ: علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے افراد کی کثرت چاہتے ہیں اور امت کے افراد کی کثرت، توالد و تناسل (ولادتوں) کی کثرت کے ذریعے ہی ممکن ہے اور توالد و تناسل کی کثرت تناکح (بڑھ چڑھ کر نکاح) کے ذریعے ہوتی ہے، بس یہ کام شریعت کی نظر میں مامور بہ (یعنی پسندیدہ) کام ہے۔

قال الامام الشافعي؛ بلغنا أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تناكحوا تكثروا ؛ فإني أباهي بكم الأمم حتى بالسقط۔ (كتاب الأم: ۵/۱۴۴)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''ہمیں رسول اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خوب بڑھ چڑھ کر نکاح کرو تمہاری تعدد بڑھ جائے گی، کیونکہ میں تمہاری کثرت کے ذریعے دوسری امتوں پر فخر کروں گا یہاں تک کہ اس حمل کے ذریعے بھی فخر کروں گا جو ولادت سے قبل ضائع ہوگیا ہو'' (یعنی اللہ تعالیٰ اسے بھی حیات دے کر اس کے والدین کے لئے سفارش اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فخر کا ذریعہ بنائیں گے)

قال الإمام القرطبي:... فإنه إذا خصي بطل قلبله وقوته عكس الحيوان وانقطع نسله المأمور به في قوله صلى الله عليه وسلم: تناكحوا تناسلوا فإني مكاثر كم الأمم۔ (تفسير قرطبي: ۵/۳۹۱)

ترجمہ: امام قرطبی کسی بھی مرد کے لئے خصی ہونے کی حرمت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اس کام کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کام کے ارتکاب سے مرد کی

(آیندہ کے لئے) نسل پیدا ہونا بند ہو جاتی ہے جس (نسل میں اضافے) کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی اور فرمایا کہ خوب بڑھ چڑھ کر نکاح کرو تاکہ کثرت سے نسل پیدا کرو اس لئے کہ میں تمہاری کثرت کے ذریعے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔"

قال فی کشف الخفاء: تناکحوا تناسلوا، أباھی بکم الأمم یوم القیمة، رواہ عبدالرزاق والبیھقی... قال فی المقاصد جاء معناہ عن جماعة من الصحابة۔
(رقم الحدیث: ۱۰۲۱)

حدیث نمبر ⑦: بہتر وہ جس شخص کی بیویاں زیادہ

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں "باب کثرۃ النساء" (کثرت سے بیویاں رکھنا) کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت درجِ ذیل حدیث ذکر فرمائی:

حدثنا علی بن الحکم الأنصاری حدثنا أبو عوانة عن رقبة عن طلحة الیامی عن سعید بن جبیر قال: قال لی ابن عباس: ھل تزوجت؟ قلت: لا، قال: فتزوج؛ فإن خیر ھذہ الأمة أکثرھا نساء۔"(صحیح بخاری رقم: ۴۷۸۲)

ترجمہ: سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ (جو جلیل القدر تابعی اور عبداللہ بن عباس کے اُجل تلامذہ میں سے ہیں اور آپ نے حصولِ علم پر انتہائی حریص اور طالبِ علم ہونے کی وجہ سے اب تک نکاح نہیں فرمایا تھا، نیز اس وقت ان کی عمر بھی کم تھی جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت کم عمری کے باعث ان کی داڑھی بھی نکل نکلی تھی) فرماتے ہیں کہ مجھ سے (میرے استاذ) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ کیا تم نکاح کر چکے ہو؟ میں نے عرض کیا: "نہیں" عبداللہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "نکاح کرو اس لئے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں۔"

قال الإمام الحاکم: أخبرنا أبو الحسن علی بن محمد بن عقبة الشیبانی... عن سعید بن جبیر قال: قال لی عبداللہ بن عباس: تزوجت؟ قلت: "لا"، قال: تزوج؛ فإن خیر ھذہ الأمة أمة محمد صلی اللہ علیہ وسلم أکثرھا نساء۔" الحدیث۔(المستدرک علی الصحیحین رقم: ۲۶۷۴)

یعنی جب دوسرے اسبابِ فضل کسی دو افراد میں برابر اور یکساں طور پر ہوں تو پھر ان میں زیادہ بیویوں والا دوسرے کے نسبت افضل ہوگا۔ کذا قال ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول متعدد شادیوں کی فضیلت پر نص صریح ہے۔ یعنی جب اس امت میں سے زیادہ فضیلت والے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں مبالغہ سے کام لیا تو یہ اس کی علامت ہے کہ نکاح کی کثرت فضیلت کا کام ہے اور اس بارے میں قناعت سے کام لینا یا اس میں تاخیر کرنا یا نکاح سے مکمل اجتناب کرنا یہ تمام امور ایسے ہیں جو شریعت کی نظر میں فضیلت والے نہیں۔

قال الحافظ بن حجر رحمه الله تعالىٰ تحت هذا الحديث: قوله : قال لی ابن عباس: "هل تزوجت؟" قلت: لا، وما أريد ذلک يومي هذا... وكأنه أشاره إلی أن ترک التزويج مرجوح، إذ لو كان راجحا ما آثر النبي صلى الله عليه وسلم غيره، وكان مع كونه أخشی لله وأعلمهم به، يكثر التزويج... ووقع في الشفاء أن العرب كانت تمدح بكثرة النكاح لدلالته علی الرجولية... وفي الحديث الحض علی التزويج وترک الرهبانية۔ (فتح الباری:۹/۱۱۵)

ترجمہ: (حافظ بن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اس حدیث میں (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اشارہ فرمادیا کہ نکاح کا ترک کرنا (ہماری شریعت میں ایسی چیز نہیں کہ اسے ترجیح دی جائے، اس لئے کہ اگر نکاح کا ترک قابلِ ترجیح شی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اختیار کرتے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ خشیت ومعرفت رکھنے کے باوجود کثرت سے نکاح کرتے اور "شفاء" میں لکھا ہے کہ عرب نکاح کی کثرت کو پسند کیا کرتے تھے کیونکہ یہ کام نکاح کرنے والے مرد کی مردانگی پر دلالت کرتا ہے (آگے فرماتے ہیں) (ابن عباسؓ کی مذکورہ) حدیث میں رہبانیت (یعنی پادری پنے) کو چھوڑتے ہوئے نکاح (والے عمل کو) اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔

نکاح کی کثرت کا شوق انسان کے کامل ہونے کی علامت ہے (علامہ ابن قیم)

قال العلامة ابن القيم رحمه الله تعالىٰ: "محبة النساء من كمال الإنسان، قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه؛ خير هذه الأمة أكثرها نساء"

(الداء والدواء: ص ۲۹۰)

ترجمہ: "علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں سے محبت (یعنی نکاح کی کثرت کا شوق) انسان کے کامل ہونے کی علامت ہے اس لئے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں سب سے بہترین کی بیویاں زیادہ ہیں۔"

سعودی عرب کے ایک جلیل القدر جلیل القدر عالم کا فتویٰ

السؤال: هل تأخير الزواج للرجال فيه إثم؟
الجواب: تأخير الزواج للرجال إذا كان قادرا... الخ

ترجمہ: ''سوال؛ اگر کوئی شخص نکاح میں تاخیر کرے تو تو کیا وہ گناہ گار رہوگا؟
الجوب: ایسے مرد کے لئے جو نکاح پر جسمانی اور مالی قدرت رکھتا ہو نکاح میں تاخیر کرنے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی مخالفت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو جلد نکاح کی ترغیب دی ہے، ارشاد ہے کہ: اے نوجوانو! تم میں جو استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔ الحدیث، اس حدیث کی بناء پر علماء میں اختلاف ہوا ہے کہ جس نوجوان میں نکاح کی خواہش اور قدرت ہو، وہ اگر نکاح میں تاخیر کرے تو گناہگار ہوگا یا نہیں؟ بعض علماء کا مذہب ہے کہ اس حدیث میں چونکہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اس لئے جلد نکاح واجب ہے اور واجب میں تاخیر حرام ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ نکاح میں تاخیر سے گناہ صرف اس صورت میں ہوگا کہ جب کسی کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا کا خوف ہو اور حدیث میں جو امر کا صیغہ ہے وہ وجوب پر نہیں بلکہ استحباب وارشاد پر محمول ہے۔

بہرحال (امر خواہ وجوب کے لئے ہو یا استحباب کے لئے) میں اپنے وہ مسلمان بھائی جنہیں اللہ نے مالی قدرت اور جسمانی شہوت عطا کی ہے ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے ابھی تک نکاح نہیں کیا تو وہ جلد از جلد نکاح کریں (یعنی اس بحث میں نہ پڑیں کہ امر وجوب کے لئے ہے یا استجاب کے لئے) اور اگر ان کے نکاح میں پہلے سے (ایک، دو یا تین) بیویاں ہیں اور انہیں مزید شادی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ہے تو وہ مزید نکاح کریں کیونکہ چار شادیوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے، نیز نبی ﷺ نے امت مسلمہ میں اولاد کی کثرت کی ترغیب دی ہے، ارشاد ہے ''تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت محبت کرتی ہو اور کثرت سے بچے جننے والی ہو کیونکہ میں بروز محشر تمہاری کثرت پر فخر کروں گا'' اور اس میں شک نہیں کہ زائد بیویاں رکھنا اولاد کی کثرت کا سبب ہے نیز عبداللہ بن عباس سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں۔''

www.ibnothaimeen.com

03 July 2004 تاریخ التحدیث

موسسہ الشیخ محمد بن صالح العثمین

حدیث نمبر ⑧

عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: حُبِّبَ إلیَّ النساء والطیب وجعلت قرة عینی فی الصلوٰة، ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ (المستدرک علی الصحیحین: ۲/۱۷۳)

ترجمہ: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(میری نظر میں) عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنا دیا گیا ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔"

قال ابن حجر رحمه الله وقد ثبت عنه أنه قال: حبب إلى النساء والطیب أخرجه النسائی من حدیث أنس۔ (فتح الباری: ۳/۳۹۹)

ترجمہ: ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ (میری نظر میں) عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنا دیا گیا ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں عورتوں کی رغبت وطلب کا ذکر فرمایا، ظاہر ہے کہ عورتوں کی طرف رغبت سے مقصد کثرت سے عورتوں کو بذریعہ نکاح جمع کرنے کی محبت مراد ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورتوں سے نکاح کی غیر معمولی محبت کی اطلاع سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد محض اپنے بارے میں ایک خبر پر مطلع کرنا نہیں، یقیناً اس خبر سے مقصد اپنی امت کو بھی اس کام پر ابھارنا ہے اور ان کے دل میں اس کام کی رغبت پیدا کرنا ہے، وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی بقیہ تمام چیزوں میں غایت درجہ کی قناعت سے کام لیا حتیٰ کہ آپ کے گھر میں چالیس چالیس دن چولھا تک نہ جلتا تھا۔

آپ کے اس عمل سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا اس دھوکے میں پڑ سکتا تھا کہ ہمیں بھی پیغمبر کی اتباع ومحبت میں دنیا کی تمام چیزوں، خصوصاً عورتوں کے بارے میں غایت درجہ کی قناعت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، لہٰذا یا تو نکاح ہی نہ کرنا چاہیے یا اگر کرنا ہی ہے تو ساری عمر ایک پر گزارا کر کے بس بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا چاہیے ورنہ زیادہ شادیاں کر کے کہیں پہلی شادی کا ثواب بھی کم نہ ہو جائے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اس نظریے پر رد ہے اور آپ نے دنیا کی ان دو چیزوں کو خصوصیت سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان دو چیزوں یعنی عورتوں اور خوشبو کا معاملہ دنیا کی بقیہ چیزوں سے مختلف ہے اور باوجود اس بات کے کہ مجھے دنیا کے مال ومتاع سے طبعی اور غیر اختیاری محبت بھی نہیں مگر اس کے باوجود عورتوں اور خوشبو کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی طور پر میرے دل میں ڈالا گیا ہے، تا کہ میری امت دنیا سے میری بے رغبتی والی سنت کی اتباع کے

جوش میں کہیں نکاح کے معاملے میں بھی قناعت کا مظاہرہ اور...... ''کم پر گزارا......'' نہ شروع کردے۔

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیر سے نکاح کیوں کیا اور پھر 25 سال ایک زوجہ پر اکتفاء کیوں کیا؟

عرب میں بلوغت کے بعد مرد و عورت دونوں کے جلد نکاح کا دستور تھا، نیز متعدد شادیوں کا دستور بھی عروج پر تھا اور بسا اوقات ایک آدمی دس دس عورتیں بھی بیک وقت نکاح میں جمع کر لیتا۔

مگر اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے عرب کے اس دستور کے بالکل مخالف نہ صرف یہ کہ دیر سے نکاح کیا، یعنی پچیس سال کی عمر میں نکاح فرمایا، بلکہ نکاح کے لئے انتخاب بھی چالیس سالہ ایسی بیوی عورت کا کیا جو دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل بھی غیر معمولی صحت وقوت کے حامل تھے اور صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق آپ کو چالیس مردوں کے برابر طاقت وقوت دی گئی تھی، نیز آپ قوم کے سب سے اونچے اور ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے کہ جس خاندان کے مردوں کو نکاح کی خاطر لڑکیاں دینا لوگ سعادت سمجھتے تھے، لہٰذا آپ کے لئے عورتوں کا حصول مشکل بھی نہ تھا...... تو اتنی زبردست طاقت وقوت کے باوجود اور رشتوں کے حصول میں آسانی کے باوجود عرب کے دستور کے بالکل مخالف نہ صرف یہ کہ دیر سے نکاح کرنا اور پھر کرنا بھی خود سے پندرہ سال بڑی عمر کی دو مرتبہ بیوہ ہو جانے والی عورت سے...... اور پھر عجیب سے عجیب تر یہ کہ جوانی کے ان بہترین ایام میں تقریباً پچیس (25) سال اسی بیوہ کے ساتھ اسی حال میں گزار دینا کہ اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہ کرنا، جبکہ قوم میں ایک سے زیادہ نکاح کو قابل تحسین بھی سمجھا جاتا ہو......!!!

ان سب باتوں میں آپ غور کریں گے تو آپ اس حقیقت پر مطلع اور غیر معمولی طور پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ اس طرزِ عمل نے درحقیقت نکاح کی کثرت اور جلد نکاح کی فضیلت کو مزید مؤکد اور پکا کر دیا ہے اور وہ اس طرح کہ یہ تمام کام اس بات کی واضح علامت ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل بھی دنیا کی طرف (بشمول عورتوں کے) ذرا بھی طبعی رغبت نہ رکھتے تھے، چنانچہ آپ دنیا سے بے رغبتی والی اپنی اس طبیعت کے باعث غیر معمولی صحت وقوت نیز متعدد شادیوں کے بھرپور رواج کے باوجود بھی تقریباً پچاس سال کی عمر کو پہنچنے تک اس بارے میں انتہائی قناعت کا مظاہرہ فرماتے ہیں اور نکاح کے معاملے ہیں ''بقدرِ ضرورت'' ہی پر اکتفاء فرماتے ہیں۔

مگر یکا یک ہجرت کا وقت قریب آنے پر، اور پھر ہجرت کے فوراً بعد کہ جب آپ عمر کے اس حصے کو پہنچ جاتے ہیں کہ جس میں کسی بھی شخص کی نکاح کی طرف رغبت میں غیر معمولی کمی واقع ہو جاتی ہے، عمر کے اس حصے کو پہنچنے کے بعد صرف پانچ چھ سال کے عرصے میں آپ نے پے در پے نکاح فرمائے۔

اس طرز میں کیا حکمت تھی؟

حقیقت یہ ہے کہ نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ تھا کہ جس میں آپ شریعت کے تفصیلی احکام سے بے خبر تھے، جس کی طرف قرآنِ مجید کی اس آیت میں ارشارہ ہے:

ووجدک ضالا فھدیٰ۔ (سورۃ ضحی)

ترجمہ: ''ہم نے آپ کو شریعت (کے احکام) سے بے خبر پایا، سو باخبر کر دیا۔''

پھر نبوت ملنے کے بعد ابتدائی دور میں بھی صرف عقائدِ ضروریہ اور بنیادی عبادتوں کی طرف زیادہ زور دیا گیا، تفصیلی احکام مثلاً نماز کی جزئیات، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کی تفصیلات، اسی طرح نکاح اور طلاق وغیرہ سے متعلق تفصیلی احکام ہجرت کے بعد نازل ہوئے۔

الغرض پوری امت کا اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے تفصیلی احکام سے تدریجاً (آہستہ آہستہ) باخبر کیا گیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے قریب قریب اور پھر ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے تفصیلی احکام سے جب مطلع فرمایا تو ان احکام میں نکاح سے متعلق احکام بھی نازل ہوئے جن میں ایک اہم حکم یہ کہ اسلام نکاح کے معاملے میں...... ''تاخیر'' ...... اور ...... ''قناعت'' (یعنی بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا) ...... پسند نہیں کرتا اور نکاح سے کنارہ کشی کو رہبانیت قرار دیتا ہے۔

اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آپ کی دنیا سے بے رغبتی والی طبیعت کے بالکل برخلاف عورتوں کی طرف نکاح والی رغبت باقاعدہ طور پر ڈالی گئی، تاکہ دنیا کی بقیہ چیزوں میں جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طبیعت میں قناعت پسندی کے باعث بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کئے ہوئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے معاملے میں ایسی قناعت کا مظاہرہ نہ فرمائیں۔

الغرض ابتداءِ جوانی کا وہ وقت کہ جس میں جلد نکاح اور متعدد شادیوں کے سب سے زیادہ اسباب دوودواعی موجود تھے، اس وقت عرب کے دستور کے بالکل مخالف نکاح کے معاملے میں بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کرنا...... اور جب مدینہ ہجرت کے بعد آپ کی مصروفیت مختلف کاموں میں غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں اور عمر بھی زیادہ ہوگئی تو ان تمام رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے یکایک اور قلیل مدت میں پے در پے نکاح کر کے نکاح کی تعداد میں مبالغہ سے کام لینا...... یہ طرز اس بات کی واضح علامت ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد شادیاں شریعت کے حکم کی بنا پر کی ہیں۔

چنانچہ آپ اگر بتداءِ جوانی میں نبوت سے قبل یا ہجرت سے قبل یہ کام کرتے، کہ جب اسلام کے تفصیلی احکام نازل نہ ہوئے تھے، یہ اشتباہ ہوسکتا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ سلم نے متعدد نکاح عرب کے دستور کے موافق کئے ہیں۔ لوگ کہہ سکتے تھے...... ''کہ جی وہ تو اس زمانے میں دستور ہی دس دس بیویاں رکھنے کا تھا...... اور پھر آپ میں طاقت وقوت بھی تو بہت تھی......؟ اسی لئے اتنی شادیاں کیں''...... یعنی جیسے آپ نے خچر کی سواری اس لئے فرمائی کہ اس زمانے میں دستور ہی خچر اور گدھے، گھوڑوں کے سفر کا تھا، تو جیسے ہمارے ہاں گدھوں، خچروں کی سواری کا رواج نہیں، اسی طرح متعدد شادیوں کا بھی رواج نہیں......

مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی طبیعت میں دنیا کی طرف بے رغبتی رکھی اور پھر بعد میں با قاعدہ طور پر آپ کے دل میں عورتوں کی طرف نکاح کی محبت والی رغبت ڈالی، تا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں کو اسلام کا حکم سمجھ کر اس کی اتباع کی کوشش کریں اور کسی بھی شخص کے لئے اس بات کا دروازہ بالکل بند ہو جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو عرب کے سابق دستور کی موافقت پر محمول کرے اور یوں کوئی بھی شخص ان نکاحوں کو عرب کے دستور پر محمول کر کے نکاح کی کثرت کے شوق کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دینیہ قرار دینے کے بجائے سنتِ عادیہ قرار دینے کی کوشش کرے۔

چنانچہ حدیث: ''حبب إلی النساء'' میں فعل مجہول کا صیغہ لایا گیا ہے، جس کا مطلب یہ نہیں کہ: ''عورتیں مجھے محبوب ہیں'' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کی محبت با قاعدہ طور پر میرے دل میں ڈالی گئی ہے، ورنہ مجھے دنیا کی بقیہ چیزوں کی طرح جسمانی قوت کے باوجود عورتوں کی طرف بھی وہ میلان نہ تھا جو عموماً مردوں کا ہوا کرتا ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ''حبب'' کے لفظ کو صیغہ مجہول کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں عورتوں کی طرف میلان نہ تھا مگر امت پر شفقت ورحمت [یعنی نکاح کے معاملے میں انہیں وسعتیں فراہم کرنے] کی خاطر با قاعدہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں عورتوں [یعنی ان سے نکاح] کی محبت ڈالی گئی، بخلاف نماز کے [کہ نماز سے محبت کو صیغہ مجہول کے ساتھ بیان نہیں فرمایا] کیونکہ نماز آپ کو طبعی طور محبوب تھی۔

نصّه: جئ بالفعل مجهولا؛ دلالة على أن ذلك لم يكن من جبلته وطبعه، وإنما هو مجهول على هذا الحب رحمة للعباد ورفقا به بخلاف الصلٰوة فإنها محبوبة له بذاتها۔ (فيض القدير: ج ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے بارے میں غیر مسلم مفکرین کے کچھ تبصروں کا ذکر

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب حفظہ تعالیٰ نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے بہت سے غیر مسلم مفکرین ومصنّفین کے اقوال ''تجلیاتِ سیرت'' کے نام سے ایک کتاب میں مستند حوالوں کے ساتھ جمع فرمائے ہیں کہ جو غیر مسلم حضرات اسلام کے بارے میں متعصّبانہ سوچ رکھنے کے باوجود متعدد مقامات پر اسلام کے محاسن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف گوشوں کی اچھائی اور عمدگی کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے، اس کتاب سے کچھ اقتباسات نقل کر رہا ہوں، لکھتے ہیں:

''رسوائے زمانہ آریہ سماج لیڈر راج پال جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عصبیت اور جنون نوازی کے اظہار کے لئے بدنام زمانہ کتاب لکھی......اپنی فتنہ انگیزیوں کے باوجود [لکھتا ہے]:

''محمد کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا، یہاں تو آریہ سماجوں کو بھی ماننا پڑے گا کہ محمد نے

شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرّد [غیر شادی شدہ] رہ کر گزارا، وہ برہم چاری تھے اور ان کا حق تھا کہ شادی کریں، معیارِ خانہ داری کے پچیس برس وہ ایک ہی بیوی پر قانع رہے اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھیں، اس بوڑھی عورت سے ان اس جوان مرد نے نباہ کیا، یہ بات محمد کی پاکیزہ زندگی پر دلالت کرتی ہے۔[صلی اللہ علیہ وسلم]''

معروف یورپین [غیر مسلم دانشور] جان ڈیون پورٹ (John Doven Port)

جان ڈیون کہتا ہے:

''کہا جاتا ہے کہ [آپ نے] بی بی خدیجہ کے بعد گیارہ یا بارہ نکاح کئے اور آپ پندرہ یا تیرہ عورتوں سے منسوب ہوتے ہیں، اس بناء پر بعض مخالف مؤرخ آپ پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور آپ کے اس فعل کو شہوت پرستی کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر علاوہ اس بات کے کہ اہل عرب اور مشرقی لوگ آپ کے عہد میں ایک سے زیادہ نکاح کیا کرتے تھے اور ان کا یہ فعل قبیح خیال نہیں کیا جاتا تھا، یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آپ پچیس برس کی عمر سے پچاس برس تک ایک ہی بیوی پر قانع رہے......اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص شہوت پرست ہو اور ایسے ملک کا باشندہ ہو جہاں ایک سے زیادہ نکاح کرنے جائز ہوں اور وہ شخص پچاس برس کی عمر تک ایک ہی بیوی پر قانع رہے......؟

(Apology for Muhammad and Quran)

جان بیگٹ (John Bagot) جنرل گلپ پاشا

مشہور انگریز [غیر مسلم] سیرت نگار جان بیگٹ رقمطراز ہے:

''آپ نے کبھی بھی جنسی بے راہ روی یا ہوس پرستی کی وکالت نہیں کی، زندگی بھر سوائے اپنی بیویوں کے کسی بھی عورت کے ساتھ آپ کے تعلقات نہیں رہے......کہا جاتا ہے کہ آپ نے کبھی بھی سوائے اپنی محرمات کے کسی بھی بہانے کسی کو چھوا تک نہیں، آپ نے اس وقت اپنی ازواج میں اضافہ کیا جب کہ آپ کی عمر پچپن برس تھی، قابل ذکر بات یہ ہے کہ سوائے بی بی عائشہ کے آپ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں اور ان میں سے بھی کئی ایک ادھیڑ عمر اور حسن سے عاری تھیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عمر رسیدہ اور سمجھدار عورتوں کی مصاحبت پسند تھی......آپ کا انتقال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا، وفات کے بعد آپ کی گیارہ بیویاں تھیں، ان بیویوں کی تعداد کو دیکھ کر آپ پر نفس پرستی کا الزام لگانا سراسر زیادتی ہے، آپ نے اپنی زندگی کے بہترین ایام صرف ایک ہی بیوی کے ساتھ گزارے، زندگی

کے پچاس برس تک آپ نے صرف ایک ہی بیوی پر قناعت کی۔

(The Life and Time of Muhammad)

تھامس کارلائل (Thoms Carlyle)

یورپ کا ایک اور [غیر مسلم] مصنف تھامس کارلائل لکھتا ہے:

''محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] عیش وعشرت وشہوانیت کے دلدادہ نہ تھے، یہ وہ الزام ہے جو آپ پر اُن ناعاقبت اندیش افراد نے لگایا جن کے ضمیر تاریک ہو چکے تھے، یہ بہت بڑی گمراہی ہوگی کہ اس شخص کو ایک بندۂ ہوس تصور کیا جائے، آپ کا گھریلو سامان معمولی اور خوراک بہت سادہ اور عام قسم کی تھی، بعض اوقات ایسا بھی رہا کہ مہینوں آپ کے گھر میں چولھا روشن نہ ہوسکا۔''

(On, Heroes, Heroes - Worship and the Heroic in History)

لین پول (غیر مسلم دانشور) کا ملفوظ

لکھتا ہے: ''یہ کہنا کہ محمد بندۂ ہوس تھے، غلط ہے، ان کی روزمرہ کی زندگی، ان کا تخت، بوریا جس پر وہ سوتے تھے، ان کی معمولی غذا، کمتر سے کمتر کام اپنے ہاتھ سے انجام دینا ظاہر کرتا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات سے بلند و بالا تھے...... خدیجہ کے بعد اگر چہ انہوں نے متعدد شادیاں کیں لیکن انہیں کبھی نہ بھولے اور آخر وقت تک یاد رکھا، یہ محبت بھری یاد ایک شریف الطبع انسان ہی میں ہوسکتی ہے، نہ کہ ایک بندۂ ہوس میں۔''

(The Life of Muhammad)

ایک اور غیر مسلم دانشور ایچ ایس لیڈر کا ملفوظ

''جب آپ بوڑھے ہو گئے تو محض رقتِ قلب کی وجہ سے جو آپ کو خاص طور پر عطا کی گئی تھی، عورتوں کو محض ان کی حالت پر رحم کرنے کے لئے اپنی ازواج میں داخل کرنا پڑا۔''

(ماہنامہ مدینہ، جولائی ۱۹۳۴ء)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی کثرت امت کو ترغیب دینے کے لیے کی،

ایک غیر مسلم دانشور بی ایس کشالیہ کا اعتراف

''آپ کی کثرتِ ازواج کے متعلق بہتان باندھا گیا، لیکن یہ محض غلط ہے، بے شک آپ نے کئی بیویاں رکھیں مگر زمانے کے برے رواج کو مٹانے کے لئے اور لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے کہ وہ بھی بیوی، کنواری، غلام اور لاوارث عورتوں کو اپنے نکاح میں لائیں اور لوگ آپ کے نمونہ کی پیروی کریں۔ آپ نے اپنی نفسانی خواہش کے لئے نکاح نہیں کئے، آپ میں نفسانی خواہش کی کوئی بھی

دلیل یا علامت نہیں پائی جاتی۔'' (دیکھئے شانِ محمد، میاں عابد احمد: ۳۵)''

(ملاحظہ ہو: تجلیاتِ سیرت: ص ۱۷۶ تا ص ۱۹۹)

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خصوصی طور پر نکاح کی رغبت ڈالی گئی تا کہ آپ کی امت دنیا سے بے رغبتی والی آپ کی سنت کے اتباع کے شوق میں عورتوں کو دنیا کی بقیہ مرغوبات پر قیاس کر کے نکاح کے معاملے میں بھی غایت درجہ کی قناعت کا مظاہرہ اور ''بقدرِ ضرورت'' پر اکتفا کو ثواب سمجھنا نہ شروع کر دے۔

بنے کیونکر جو ہو سب کام اُلٹا......

مگر امت کا حال عجیب ہے کہ ''غربت'' یا مہنگائی کے خوف سے دنیا کی بقیہ چیزوں میں تو قناعت کی ''غلطی'' کبھی نہیں کرتے، پٹرول اور گیس چاہے جتنی مہنگی ہو جائے، شورومز سے گاڑیوں کی فروخت کا تناسب بڑھتا ہی جارہا ہے، اس میں کمی نہیں آتی، ہر شخص دنیا کا زیادہ سے زیادہ مال ومتاع جمع کرنے میں لگا ہوا ہے، لباس وخوراک پر خوب خوب نہ صرف خرچ کیا جارہا ہے بلکہ اس عمل کو عین دین قرار دیا جارہا ہے، خوراک کتنی ہی مہنگی ہو جائے مگر لوگوں کے اپنی فیملیوں کے ساتھ ہوٹلوں پر رَش کو دیکھ کر لگتا ہے کہ کھانا شاید مفت تقسیم ہورہا ہے......مگر عورتوں کے معاملے میں کہ جس میں پیغمبر اور صحابہ نے قناعت سے کام نہیں لیا، تو اس معاملے میں پوری قوم نکاح میں تاخیر بھی کرتی ہے اور پھر ساری عمر ایک بیوی پر قناعت کئے نظر آتی ہے اور زیادہ افسوس اس پر ہے کہ بہت سے حضرات اپنے اس عمل کو کفایت شعاری قرار دے کر اور اس عمل کو اس حدیث: ''ارض بما رزقک اللہ، تکن أغنی الناس'' (جو کچھ اللہ نے مقدر کر دیا اس پر قناعت کرو تو سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے) کے مفہوم میں داخل سمجھتے ہوئے باعثِ ثواب بھی سمجھ رہے ہیں۔

زیادہ بیویاں رکھنا، زہد وتقویٰ والا کام ہے (علامہ مناوی)

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رویت ذکر فرمائی، وہ روایت یہ ہے:

''أزهد الناس من لم ينس القبر... وترك أفضل زينة الحيوة الدنيا۔''

ترجمہ: ''سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو قبر کو نہ بھولے اور دنیا کی زینت (سامان) میں اعلیٰ درجہ کی زینت ومتاع کو ترک کر دے۔'' (یعنی قلیل دنیا پر گزارا کرے)

اس روایت کی سند پر تو اچھا خاصا کلام ہے مگر علامہ مناوی نے اس کی جو تشریح فرمائی ہے اس تشریح کا مضمون قرآن وحدیث اور عمل صحابہ سے ثابت ہے، آپ اس روایت کی تشریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ ''بعض حکماء کا قول ہے کہ اگر دنیا مکمل سونے (چاندی) کی ہوتی مگر فانی اور ختم ہونے والی ہوتی اور آخرت مٹی کی ہوتی مگر ہمیشہ باقی رہتی تو بھی عقلمند شخص باقی رہنے والی آخرت کو فنا ہونے والی

سونے کی دنیا پر ترجیح دیتا،'' آگے فرماتے ہیں:

''روایت میں یہ جو کہا گیا ہے کہ زاہد وہ ہے جو دنیا کی زینت ومتاع ترک کر دے'' تو (بظاہر) اس میں عورتیں بھی داخل ہیں کیونکہ تمام دانشوروں کا اتفاق ہے کہ دنیا کے تمام مال ومتاع میں عورتیں (انسان کو) سب سے زیادہ مرغوب وپسند ہیں، لیکن (اس کے باوجود مذکورہ روایت میں دنیا کے مال ومتاع اور زینت کے عموم میں) عورتیں داخل نہیں، لہٰذا (عورتوں کو جمع کرنے کی غرض سے) نکاح کی محبت اور نکاح کو (زہد وتقویٰ والے دوسرے دینی کاموں مثلاً عبادت وغیرہ پر) ترجیح دینا زہد (وتقویٰ) کے کمال کے منافی نہیں،'' مزید فرماتے ہیں:

اور بھلا (عورتوں کو جمع کرنے کی خاطر) نکاح کی محبت، زہد (وتقویٰ) کے منافی ہو بھی کیسے سکتی ہے؟ جبکہ یہ کام روئے زمین پر سب سے بہترین (یعنی سب سے زیادہ پرہیز گار محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو (دنیا کی تمام چیزوں میں) سب سے زیادہ محبوب تھا اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی کثرت سے نکاح کا حکم دیا تاکہ (ان کی) اولاد کثرت سے پیدا ہو، نیز صحابہ کرام میں جو بڑے بڑے صحابہ تھے وہ زہد (وتقویٰ) کے سب سے اونچے درجات پر فائز تھے (مگر اس کے باوجود) ان حضرات نے عورتوں کی کثرت کو ترک نہ کیا (یعنی کثرت سے شادیاں کیں) حالانکہ یہ اکابر صحابہ سخت غربت اور تنگدستی کا شکار تھے اور دونوں قسم کے جہاد یعنی نفس کے خلاف جہاد اور کفار کے خلاف جہاد میں (ہمہ تن) مشغول تھے۔'' مزید فرماتے ہیں:

''اگر تو اشکال کرے کہ (واقعی اگر عورتیں مذکورہ روایت کے عموم میں داخل نہیں تو) اس روایت میں عورتوں کا صراحۃً ذکر کر کے انہیں مستثنیٰ (یعنی دنیا کی زینت کے عموم سے خارج) کیوں نہ کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں عورتوں کے اس استثناء پر تنبیہ اس لئے نہ کی گئی کہ یہ بات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں (پہلے سے بدیہی طور پر) مشہور ومعروف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رہبانیت کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں جو عیسائیوں کا شعار ہے [یعنی نکاح سے دور بھاگ کر ہمہ تن عبادت وغیرہ میں مشغولیت پادریوں اور عیسائیوں کا شعار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کے بارے میں سب کو بدیہی طور پر معلوم ہے کہ آپ پادریوں اور عیسائیوں کی اس رہبانیت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، تو یہ بات چونکہ بدیہی طور پر سب مسلمانوں میں مشہور ومعروف ہے لہٰذا اس کی ضرورت محسوس نہ فرمائی کہ دنیا کے عیش وعشرت کے سامان سے عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے لہٰذا پہلے سے یہ نظریہ اچھی طرح معروف ومشہور ہونے کے باعث) اس بات پر علیحدہ سے تنبیہ نہ کی گئی [کہ تنبیہ کی ضرورت ہی نہ تھی] (فیض القدیر: ۱/ ۴۸۳)

قال الإمام الغزالی رحمه الله تعالیٰ: قال ابن عیینة: كان علی كرم الله وجهه

أزهد الصحابة وكان له أربع نسوة وبضع عشرة سرية۔ (فيض القدير: ۵/۴۲۲)

ترجمہ: ”امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سب سے بڑے زاہد (دنیا سے بے رغبتی کرنے والے) تھے مگر اس کے باوجود آپ کی چار بیویاں تھیں اور دس سے زائد باندیاں تھیں۔“

نماز اور نکاح میں عجیب مناسبت

قال المناوی رحمه الله تعالیٰ: ”وقال بعضهم: لما كان القصد من سياق الحديث بيان ما أضافه النبی صلی الله عليه وسلم من متاع الدنيا، بدأ بالنساء، كما قال فی الحديث الآخر: ما أصبنا من دنيا كم إلا النساء، ولما كان الذی حبب إليه من متاع الدنيا هو أفضلها النساء، بدليل: الدنيا متاع وخير متاعها المرأة الصالحة، ناسب أن يضم إليه بيان أفضل الأمور الدينية، وهو الصلوة، فالحديث على أسلوب البلاغة من جمعه بين أفضل أمور الدنيا وأفضل أمور الدين، وفيه ضم الشیء إلى نظيره۔“ (فيض القدير: ۳/۳۷۱)

علامہ مناوی مذکورہ بالا حدیث (میری نظر میں عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنا دیا گیا اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بعض علماء سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس حدیث کو بیان کر کے چونکہ یہ بتانا تھا کہ آپ نے دنیا کی کون کون سی اشیاء کو حاصل فرمایا تو دنیا کے مال ومتاع کو بیان کرتے ہوئے ”عورتوں“ کے ذکر سے ابتداء فرمائی، جیسا کہ دوسری حدیث میں (صراحۃً) فرمایا کہ: ”ہم نے تمہاری دنیا سے عورتوں کے سوا کسی شیء کو حاصل نہیں کیا“ اور جب کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں دنیا کے سامان میں وہ سامان جو سب سے افضل (سمجھا جاتا) ہے، (یعنی عورتیں) اس کی محبت ڈالی گئی تو عین مناسب ہوا کہ اس کے ساتھ ساتھ دینی امور میں جو امر سب سے افضل ہے، اس کا بھی ذکر کیا جائے اور وہ نماز ہے، پس دنیا کی افضل ترین چیز اور دین کی افضل ترین چیز کو ایک ہی ٹکڑے میں جمع کرتے ہوئے یہ حدیث بلاغت کے بہترین اسلوب پر واقع ہو رہی ہے اور اس حدیث میں ایک شیء (یعنی شادیوں) کو اسی کے ہم مثل دوسری شیء (یعنی نماز) کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔“

وقال أيضاً: وقدم النساء للاهتمام بنشر الأحكام وتكثير سواد المسلمين وأردفه بالطيب؛ لأنه من أعظم الدواعی لجماعهن المؤدی إلى تكثير التناسل فی

الإسلام مع حسنه بالذات۔ (فیض القدیر: ۳/۳۷۱)

ترجمہ: ''(اس حدیث میں دنیا کے سامان کا تذکرہ کرتے ہوئے سب سے پہلے) عورتوں کا ذکر فرمایا اس لئے کہ عورتیں (یعنی پیغمبر کی ازواج) شرعی مسائل کی اشاعت کا بڑا ذریعہ بنی ہیں اور (اس لئے بھی کہ) عورتیں مسلمانوں کی آبادی بڑھانے کا سبب بنتی ہیں، اس کے بعد خوشبو کا ذکر فرمایا کیونکہ خوشبو بیوی سے جماع پر ابھارنے کا سب سے بڑا سبب ہے اور جماع (کی کثرت) اسلام میں تناسل (یعنی شرحِ پیدائش) بڑھانے کا ذریعہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ خوشبو بذاتِ خود بھی ایک عمدہ چیز ہے۔''

وقال أیضا: فحبب إلیه النساء والإکثار منهن لنقل مابطن من الشریعة ممایستحی ذکره من الرجال ولأجل کثرة سواد المسلمین ومباهاته بهم یوم القیمة۔ (فیض القدیر: ۳/۳۷۱)

ترجمہ: فرماتے ہیں: ''پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں عورتوں کی اور نکاح کی کثرت کی محبت ڈال دی گئی تاکہ آپ کی ازواج امت تک وہ مسائل پہنچائیں کہ مرد جن مسائل کے تذکرے سے حیا محسوس کرتے ہیں اور [تاکہ آپ کی امت آپ کی نکاح کی کثرت کو دیکھ کر اس عمل پر حریص ہو اور اس کے نتیجے میں] مسلمانوں کی آبادی کثرت سے بڑھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کثرت کے ذریعے بروزِ قیامت (دوسری امتوں پر) فخر کرسکیں گے۔''

قال جلال الدین السیوطی رحمه الله تعالیٰ عن التستری: ''... لأن هذه من الدین لا من الدنیا۔'' (شرح السیوطی: ۷/۶۲)

ترجمہ: ''امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''عورتیں اور خوشبو (بظاہر دنیا کا سامان ہیں مگر درحقیقت یہ دونوں چیزیں) دین سے (تعلق رکھتی) ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں قناعت کی نکاح میں نہیں......

قال ابن القیم رحمه الله تعالیٰ: ''وفی کتاب الزهد للإمام أحمد فی هذا الحدیث زیادة لطیفة وهی: أصبر عن الطعام والشراب ولا أصبر عنهن۔''

وحث علی التزویج أمته فقال تزوجوا فإنی مکاثر بکم الأمم وقال ابن عباس: خیر هذه الأمة أکثر ها نساء وقال إنی أتزوج النساء وأنام وأقوم وأصوم وأفطر، فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔'' (زاد المعاد: ۴/۲۵۰)

ترجمہ: حدیث ''میری نظر میں عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنا دیا گیا ہے'' کہ تشریح میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک عجیب نکتہ نقل فرماتے ہیں، وہ یہ کہ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ میں کھانے پینے سے تو صبر کرسکتا ہوں (یعنی ان اشیاء سے کنارہ کشی اختیار کرسکتا ہوں) مگر عورتوں سے صبر نہیں کرسکتا (یعنی نکاح کے معاملے میں قناعت سے کام نہیں لے سکتا)، آگے ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے (اس حدیث کے علاوہ اور بھی مواقع پر) اپنی امت کو نکاح کی ترغیب دی، چنانچہ فرمایا: نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور اس میں ناغے بھی کرتا ہوں، پس جس نے میرے راستے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔'' (زادالمعاد: ۴/ ۲۵۰)

کثرت سے نکاح کرنا قابل تعریف کام ہے (علامہ ابن الجوازی)

قال العلامة عبدالرحمن ابن الجوزی رحمه الله تعالٰی: وإن أكثر النكاح والسراری كان ممدو حالا مذموما، فقد كان للنبی صلی الله علیه وسلم زوجات وسراری وجمهور الصحابة كانو علی الإكثار من ذلک... فإن طلب التزوج للأولاد فهو الغاية فی التعبد... يندرج فيه من التعبد مالا يحصٰی، من إعفاف نفسه والمرأة إلی غير ذلک وقد أنفق موسی عليه السلام من عمره الشريف عشر سنين فی مهر ابنة شعيب، فلو لا أن النكاح من أفضل الأشياء، لما ذهب كثير من زمان الأنبياء فيه، وقد قال إبن عباس رضی الله عنه: "خيار هذه الأمة أكثرها نساء" وكان يطأ جارية وينزل فی أخری، (صيد الخاطر: ص۱۹)

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص نکاح کثرت سے کرے اور زیادہ باندیاں رکھے تو یہ ایک قابل تعریف کام ہے، قابل ملامت نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویاں بھی رکھیں اور باندیاں بھی اور جمہور صحابہ نکاح کثرت سے کیا کرتے تھے...... اور اگر نکاح سے کسی کا مقصد اولاد (کی کثرت) ہو تو پھر تو یہ عمل (یعنی نکاح کی کثرت) اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے...... نکاح کئی لحاظ سے عبادت ہے کہ جن کو شمار کرنا ممکن

نہیں مثلاً اس سے خود کو بھی عفت و پاکدامنی حاصل ہوتی ہے اور عورتوں کو بھی وغیرہ وغیرہ اور تحقیق موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کی خاطر اپنی مبارک عمر کے دس سال بکریاں چرا کر گزار دیے (تاکہ نکاح کرسکیں) پس نکاح اگر تمام اعمال میں افضل نہ ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام اپنی زندگیوں کا ایک کثیر حصہ نکاح کی کوشش میں (یوں) خرچ نہ فرماتے اور تحقیق عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرما چکے ہیں کہ اس امت میں وہ لوگ بہتر ہیں جن کی بیویاں زیادہ ہیں......'' (صید الخاطر)

حدیث نمبر ⑨

مجاہد آلاتِ جہاد سے محبت کے ساتھ ساتھ نکاح کی کثرت کا شوق بھی رکھتا ہے:

أخبرنا أحمد بن حفص بن عبدالله قال حدثني أبي قال حدثني إبراهيم بن أبي عروبة عن قتادة عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: "لم يكن شيء أحب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد النساء من الخيل۔" (النسن الكبرىٰ، رقم: ۸۸۸۹)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی۔''

جہاد کے آلات میں گھوڑا سب سے بہترین آلہ اور ذریعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی (یعنی اسے قیامت تک کے لئے جہاد کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنادیا) اس کے برخلاف تلوار سے ایک وقت تک جہاد ہوتا رہا، اب نہیں ہوتا، تیر اور نیزوں کا رواج بھی ختم ہوگیا، نیز جیسے جیسے دنیا ترقی کرے گی پرانے اسلحے کی جگہ نت نئے ہتھیار ایجاد ہوتے جائیں گے، مگر گھوڑے کی ضرورت واہمیت جہاد میں ہمیشہ رہے گی، چنانچہ آج بھی دنیا کے کسی ملک کی فوج ایسی نہیں جو ایک بڑے پیمانے پر گھڑسواری کی تربیت نہ دیتی ہو۔

اس حدیث میں اسلامی ملکوں کے مسلمان فوجیوں اور ان کے علاوہ ملک وملت اور دین ومذہب کے دفاع کی خاطر جہاد سے محبت رکھنے والے دیگر مجاہدین کو زبردست ترغیب ہے کہ وہ کثرت سے اولاد پیدا کرنے کے لئے نکاح کی کثرت کو اس سے بھی زیادہ محبوب رکھیں جتنی محبت انہیں گھوڑوں اور مثلاً ٹینکوں، توپوں سے ہے۔ تاکہ مسلمان ملکوں کو اپنے دین ومذہب کے دفاع کی خاطر لڑائی کے لئے بھرپور افرادی قوت میسر ہو۔

طبقاتِ کبریٰ کے مؤلف محمد بن سعد زہری نقل کرتے ہیں:

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا...... حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ مجھے دنیا کے عیش (سامان) میں خوشبو اور عورتوں کے سوا کسی چیز سے محبت نہیں...... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند و مرغوب تھیں، عورتیں، خوشبو اور کھانا، پس (ان میں سے) دو چیزوں کو آپ نے حاصل فرمایا اور ایک سے اجتناب فرمایا، عورتوں اور خوشبو کو حاصل فرمایا، طعام (کھانے) سے اجتناب فرمایا (یعنی کھانے کے بارے میں قناعت سے کام لیا)...... سلمۃ بن کہیل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی جتنی چیزیں استعمال فرمائیں ان میں آپ کو سب سے زیادہ محبت عورتوں اور خوشبو سے تھی...... معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں سے زیادہ کسی چیز سے محبت نہ تھی پھر فرمایا کہ اے اللہ! معاف کردے، بلکہ عورتوں سے، [یعنی غلطی سے گھوڑوں کو سب سے زیادہ محبوب چیز قرار دینے پر استغفار کرتے ہوئے فرمایا کہ عورتوں سے محبت گھوڑوں کی محبت سے بھی زیادہ تھی]

نرینہ اولاد کے حصول کیلئے زیادہ بیویاں رکھنا اضافی فضیلت والا کام ہے

★قال اللہ تعالٰی:

﴿زين للناس حب الشهوات من النساء والبنين والقناطير﴾ الآية

(آل عمران)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت، مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے لگے ہوئے ڈیر، نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مواشی اور زراعت، (لیکن) یہ سب دنیوی زندگی کے استعمال کی چیزیں ہیں اور انجام کار کی خوبی (یعنی آخرت کا اچھا انجام) تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ (جو صرف متقیوں کو حاصل ہوگا)'' (آل عمران)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يخبر تعالى عما زين للناس فى هذه الحيوة الدنيا من أنواع الملاذ من النساء والبنين، فبدأ بالنساء، لأن الفتنة بهن أشد، كما ثبت فى الصحيح أنه صلى الله عليه وسلم قال: ما تركت بعدى فتنة أضر على الرجال من النساء۔

فأما إذا كان القصد بهن الإعفاف وكثرة الأولاد، فهذا مطلوب، مرغوب فيه، مندوب إليه، كما وردت الأحاديث بالترغيب فى التزويج والاستكثار منه، وإن خير هذه الأمة من كان أكثرها نساء، ... وقوله فى الحديث الآخر: حبب إلى النساء والطيب وجعلت قرة عينى فى الصلوٰة، وقالت عائشة رضى الله تعالى

عنها: لم يكن شيء أحب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم من النساء إلا الخيل وفي رواية؛ من الخيل إلا النساء۔

وحب البنين تارة يكون للتفاخر والزينة فهو داخل في هذا، وتارة يكون لتكثير النسل وتكثير أمة محمد صلى الله عليه وسلم ممن يعبد الله وحده، لا شريك له، فهذا محمود، ممدوح، كما ثبت في الحديث: تزوجوا الودود الولود؛ فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيمة (تفسير ابن كثير: ۱/۳۵۲)

ترجمہ: ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا جو دنیوی زندگی میں انسان کو بہت لذیذ اور پسندیدہ لگتی ہیں، مثلاً عورتیں اور بیٹے وغیرہ، تو ان مرغوب اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عورتوں کا ذکر فرمایا کیونکہ دنیا کی بقیہ تمام چیزوں میں عورتوں کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑی فتنے کی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

البتہ عورتوں کی طرف میلان ورغبت سے کسی کا مقصد (بذریعہ نکاح) عفت و پاکدامنی ہو یا کثرت سے اولاد پیدا کرنا مقصود ہو (اور اس غرض سے زیادہ نکاح کرنا چاہتا ہو) تو پھر شرعاً یہ کام مطلوب بھی ہے اور شریعت میں اس کی ترغیب اور دعوت بھی ہے، جیسا کہ نفسِ نکاح اور (بلکہ) کثرت سے نکاح کی ترغیب کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل میں عورتوں اور خوشبو کی محبت ڈال دی گئی اور نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں کے بعد عورتوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں کہ عورتوں کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی۔

اسی طرح (دوسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بعد بیٹوں کا جو ذکر فرمایا تو) بیٹوں کی محبت کبھی تو فخر اور دکھاوے کے لئے ہوتی ہے [کہ زیادہ بیٹے ہوں گے تو دوسروں کی تحقیر کی نیت سے فخر ونمائش کرے گا] اور کبھی بیٹوں کی محبت (یعنی یہ شوق کہ میرے ہاں بیٹے زیادہ سے زیادہ پیدا ہوں) (اپنی) نسل کثرت سے بڑھانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے توحید پرستوں کی تعداد بڑھانے کے لئے ہوتی کہ جو توحید پرست صرف ایک ایسے خدا کی عبادت کریں (گے) جس کا کوئی شریک نہیں، تو (اس جذبے سے بیٹوں کی کثرت کا شوق شرعاً) پسندیدہ بھی ہے اور قابلِ تعریف بھی، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا: بہت زیادہ محبت کرنے والی

اور کثرت سے بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو، اس لئے کہ میں بروزِ قیامت تمہاری کثرت کے ذریعے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔“ (تفسیر ابن کثیر)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت

قال الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى:”ليس العزوبة من أمر الإسلام فى شيء، النبى صلى الله عليه وسلم تزوج أربعة عشر ومات عن تسع... كان النبى صلى الله عليه وسلم يصبح وما عندهم شيء ويمسى وما عندهم شيء ومات عن تسع وكان يختار النكاح ويحث عليه... نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن التبتل، فمن رغب عن فعل النبى صلى الله عليه وسلم فهو على غير الحق، ومن رغب عن فعل أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والمهاجرين والأنصار فليس هو من الدين فى شيء، قال النبى صلى الله عليه وسلم : إنى مكاثر بكم الأمم ويعقوب فى حزنه قد تزوج وولدله، والنبى صلى الله عليه وسلم قال: حبب إلى النساء...“ (الورع لابن جنبل:١/١١٩)

ترجمہ: نکاح کے بغیر زندگی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجموعہ) چودہ (١٤) شادیاں کیں اور بیک وقت نو بیویاں چھوڑ کر انتقال فرمایا، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے اس حال میں کہ اہل وعیال کے پاس (غربت کے باعث) کھانے کو کچھ نہ ہوتا اور شام کرتے تو بھی یہی حالت ہوتی مگر اس کے باوجود نو بیویاں چھوڑ کر انتقال فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر نکاح کے زندگی گزارنے سے منع فرمایا ہے۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اعراض کرے وہ سیدھے راستے پر نہیں اور جو نبی کے مہاجرین وانصار صحابہ کے طریقے سے اعراض کرے گا اس کا بھی دین سے کوئی تعلق نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ میں تمہاری کثرت کے ذریعے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔حضرت یعقوب علیہ السلام (اپنے بیٹے کی جدائی میں) غمزدہ تھے (مگر یہ شدید غم اور آزمائش بھی آپ کو مزید نکاح سے روک نہ سکے اور اس کے باوجود آپ نے مزید) نکاح کیا اور آپ کی (اس نکاح سے مزید) اولاد ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نظر میں عورتوں اور خوشبو کو محبوب بنادیا گیا ہے۔“ (الورع لابن حنبل)

قال العلامة موفق الدين ابن قدامة الحنبلى رحمه الله تعالى:”لأن النبى صلى

الله عليه وسلم تزوج وبالغ في العدد وفعل ذلك أصحابه ولا يشتغل النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلا بالأفضل ولا تجتمع الصحابة على ترك الأفضل والاشتغال بالأدنى۔" (مغنی بن قدامه: ج۷)

ترجمہ: جلیل القدر فقیہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''نکاح افضل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا اور نکاح کی تعداد میں مبالغہ سے کام لیا (یعنی کثرت سے نکاح فرمائے) اور یہی کام صحابہ نے بھی کیا اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اسی کام میں مشغول ہو سکتے ہیں جو (شرعاً) افضل ہو اور ایسا ممکن نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب ایک غیر افضل کام میں مشغول ہو جائیں اور وہ کام جو افضل تھا اسے ترک کر دیں۔''

خواہش نفس کی بنا پر دوسری شادی کرنا

بہت سے حضرات اس بات کو بنیاد بنا کر نکاحِ ثانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ مثلاً فلاں کا مقصد تو محض خواہشِ نفس پوری کرنا ہے اور اس بنا پر ایسے حضرات کو ''شہوت پرستی'' کا طعنہ دیا جاتا ہے..... تو اس بارے میں خوب سمجھ لینا چاہیے کہ خواہش نفس کی بناء پر متعدد نکاح کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں:

ایک تو وہ جن کا ارادہ محض خواہش نفس ہی ہو اور ایک یا متعدد ازواج کے حقوق کی ادائیگی اور ان میں عدل کا پکا عزم، ارادہ یا صلاحیت ہی نہ ہو، یا دوسری شادی کو پہلی بے گناہ زوجہ کے لیے محض بلیک میلنگ کے طور پر استعمال کرتا ہو یا دوسری شادی کا مقصد ہی خوامخواہ پہلی زوجہ کو پریشان کرنا ہو، تو اس طرح کے حالات میں جو شخص نکاح پر نکاح کرتا چلا جائے اور ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ ان کے حقوق کی ادائیگی کا پختہ عزم اور التزام نہ کرے تو ایسا شخص شریعت کی نظر میں یقیناً شہوت پرست ہے اور ایسے شخص کو شہوت پرستی کا طعنہ دینا بھی درست ہے اور شریعت ایسے شہوت پرستوں کے نکاح کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتی۔

نکاح کی ان ترغیبات کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایئے

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاتون کی طرف سے اس موضوع سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال اور استاذِ محترم مفتی محمد صاحب مدظلہ اللہ تعالیٰ وحفظہ تلمیذ خاص حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سوال کے دیئے گئے جواب کو اپنی اس تحریر کا جزو بنا دوں تاکہ نکاح کی کثرت سے متعلق ہماری ان ترغیبات کا کوئی شخص غلط مطلب نہ سمجھے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ استاذِ محترم نے ''مقاصدِ مذمومہ کی تکمیل کے لئے دوسری شادی'' کے عنوان سے یہ جو جواب تحریر فرمایا، مکمل خط کو ''ضربِ مؤمن'' میں شائع کرنا اس میں ذکر کردہ بعض حیا سوز باتوں کی وجہ سے مناسب نہ تھا اس لئے انفرادی طور پر جواب دیا گیا، ملاحظہ ہو۔

''ضربِ مؤمن''میں شائع ہونے والا ایک مسئلہ: مقاصدِ مذمومہ کی تکمیل کے لئے دوسری شادی

''سوال: اس ہفتے کا ضربِ مؤمن پڑھا جس کی وجہ سے فوراً خط لکھنے بیٹھ گئی اور کچھ تلخ حقیقتیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کر رہی ہوں۔ المختصر کیبل، سی ڈی، انٹرنیٹ اور وی سی آر نے امتِ مسلمہ سے حلال وحرام کی تمیز ختم کر دی ہے۔

(۱) میری بچپن کی سہیلی کی شادی کو ۱۲ سال ہو گئے ہیں۔ صرف ایک بیٹی ہے وہ بھی ۶ سال بعد ہوئی، بہت شرمیلی اور بھولی بھالی ہے۔ اسے یہ واقعہ مجھ سے بیان کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہو رہی تھی، کسی اور واسطے سے مجھ تک یہ بات پہنچائی کہ میرا خاوند مجھ سے غیر فطری طریقے سے ملنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے کیبل، انٹرنیت پر لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ فعل انجام دیتی ہیں تم میرے ساتھ ویسے کرو۔ اس نے کہا مجھ سے غلط مطالبہ نہ کیا کریں جو میں ہرگز نہیں کرتی، اس کا خاوند انتہائی نالاں ہے اور کہتا ہے کہ میرے لئے رشتوں کی کیا کمی ہے، ویسے بھی شریعت نے ہمیں چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے، سوچ لو، اگر تم میرے ساتھ نہیں چل سکتی تو میں تمہیں کچھ وقت سوچنے کے لئے دے رہا ہوں ورنہ تمہیں طلاق مل جائے گی۔

کیا ایسی حرکات کیلئے وہ چار شادیوں کا حق آزادی سے استعمال کرسکتا ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں؟ میری سہیلی کو خطرہ ہے کہ طلاق کی صورت میں وہ اپنی بیٹی مجھ سے لے لے گا، مجھے اس کے مستقبل کا خطرہ ہے کہ وہ کہیں برے ماحول کا شکار نہ ہو جائے۔

(۲) میری ایک کزن ہے جس کا خاوند ماشاء اللہ پانچ وقت کا پکا نمازی ہے، سنت کے مطابق داڑھی ہے، چار بچے ہیں، چودہ سال شادی کو ہو گئے ہیں اب تک ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے کہ کچھ عرصہ قبل اس نے کمپیوٹر خریدا، جس پر اچھے پروگرام دیکھتے دیکھتے کچھ جنسی سی ڈیز دیکھ لیں۔ اب اس وقت سے یہ کہتا ہے کہ میں ۲۰...... ۱۲ سال کی بچی سے نکاح کروں گا...... ہمیں چار شادیوں کا حق دیا گیا ہے، ایک طرح کا کھانا کھاتے کھاتے جیسے دل اُکتا جاتا ہے، ویسے ہی ایک بیوی سے بھی دل بھر جاتا ہے، مختلف مزے چکھنے چاہئیں۔ وہ کہتی ہے میں نے اسے بہت عار دلائی...... لیکن وہ دیوانے ہو گئے ہیں کسی چیز کا احساس نہیں، ابھی سے بچوں سے لاتعلقی برتنے لگ گئے ہیں، میری کزن انتہائی پریشان ہے، جبکہ اس سے قبل اس کا شوہر موجودہ مسلمانوں کی حالتِ زار پر بڑا کڑھتا تھا، جہاد اور اسلام کا بڑا پرچار کرتا تھا، اب فانی لذتوں کے تصور نے اسے ہر احساس سے بےگانہ کر دیا ہے......

کیا اسلام ایسے محرکات کی وجہ سے شادی کی اجازت دیتا ہے؟ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع اور آخری وقت وصال میں بھی عورتوں کے حقوق پر بہت زور دیا تھا کہ ان کا خیال رکھنا، وہ

تمہارے پاس قیدی کی طرح ہیں۔ کیا اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں؟......اگر فانی لذت کی وجہ سے رنگ برنگی عورتوں کو اپنانے کا رواج ہو جائے اور پہلی والیوں کو مکمل چھوڑ دیا جائے یا معلق کر دیا جائے تو کیا اس سے بڑا المیہ کوئی ہوگا؟

کیا غیر فطری فعل سے مسلمانوں کی نسل کشی نہ ہوگی کہ جیسے منحوس کافر خود قلتِ افزائش کا شکار ہو رہے ہیں (اپنے کالے کرتوتوں کے سبب) ایسے ہی امتِ مسلمہ کو بھی گندے گندے مسائل کا شکار کر رہے ہیں۔ کیا ایسے حالات میں حکومت کا فرض نہیں کہ ان بے حیائی کے اڈوں کی خوب خبر لے......؟ (ایک خاتون)

جواب

''واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو بیک وقت چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے صرف ایک شرط کے ساتھ مشروط فرمایا ہے، وہ یہ کہ متعدد بیویوں کے حقوقِ واجبہ ادا کر سکے اور اسے اپنے بارے میں یہ خوف نہ ہو کہ وہ عدل نہ کر سکے گا۔

چنانچہ جسے اپنے بارے میں یہ خوف ہو کہ وہ متعدد بیویوں میں عدل نہیں کر سکے گا یا خدانخواستہ عدل کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے دوسری شادی حرام ہے۔

شریعت نے جو متعدد شادیوں کو حلال قرار دیا ہے اس میں درجِ ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) عورتوں کی تعداد مردوں سے عموماً زیادہ رہتی ہے اور موجودہ دور میں اس کا عام مشاہدہ ہے، تو اگر سب مرد ایک بیوی پر اکتفاء شروع کر دیں تو بہت سی عورتوں کو ساری عمر نکاح کے بغیر زندگی گزارنا پڑے گی۔

(۲) تکثیر سواد المسلمین: یعنی اولاد کی شرحِ پیدائش بڑھانا تاکہ بروزِ محشر رسول اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی کثرت کے ذریعے دوسری اقوام پر فخر فرما سکیں، جیسا کہ ارشاد ہے: ''إني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة'' (میں تمہاری کثرت کے سبب بروزِ محشر فخر کروں گا) اور مسلمان قوم کی آبادی میں غیر معمولی اضافے کے باعث دوسری اقوام کے مقابلے میں دینی، معاشی اور عسکری ہر لحاظ سے مضبوط ہو سکے۔

(۳) مرد کو حلال طرح سے اپنی خواہشِ نفس کے پورا کرنے کے بارے میں وسعتیں دینا تاکہ اس کے قدم حرام کی طرف جانے سے مکمل محفوظ رہ سکیں۔

چنانچہ اور بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں میں سے یہ وہ بنیادی حکمتیں ہیں جن کے پیشِ نظر شریعت کی نظر میں اس شخص کے لئے جو متعدد بیویوں کے حقوق ادا کر سکتا ہو متعدد شادیوں کو مستحسن قرار دیا گیا

ہے اور جس کے پیشِ نظر یہ حکمتیں ہوں تو اس کے لئے یہ اقدام بھی لائق تحسین ہوگا۔

البتہ آپ نے جس شخص کے حالات ذکر کئے جو غیر فطری عمل پر اپنی زوجہ کو مجبور کرتا ہے، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کو بے ہودہ مقاصد میں استعمال کرتا ہے، بیوی اس کے ساتھ اس حرام کاری میں شریک نہ ہو تو اسے طلاق یا چار شادیوں کی دھمکیاں دے کر بلیک میل کرتا ہے تو ایسے شہوت پرست کا اسلام کے فلسفۂ تعددِ ازواج کو بلیک میلنگ (دھمکی) کے طور پر استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ بدترین استہزاء ومذاق کے مترادف ہے اور ایسے شہوت پرستوں کی شہوت چار شادیوں سے بھی پوری نہیں ہوسکتی۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ألزانی لا ینکح إلاّ زانیة أو مشرکة والزّانیة لا ینکحھا إلاّ زان أو مشرك وحرّم ذلك علی المؤمنین﴾ (سورۃ النور)

''زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ سے یا مشرکہ سے اور زانی عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی مرد یا مشرک......''

اس کی تفسیر میں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مطلب اس (آیت) کا یہ ہے کہ جو لوگ زنا کے خوگر ہوجاتے ہیں، اور ہنوز انہوں نے توبہ نہ کی ہو بلکہ اسی عادت پر ہوں، ان کی اصل رغبت زنا کی طرف ہوتی ہے اور اسی میں اُن کو زیادہ لذت ہوتی ہے، ان کو جو عورت پسند آجاتی ہے، اوّلاً ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس سے زنا میسر ہوجائے اور ہمارے ساتھ زانیہ ہونا گوارا کرلے اور جب اس کوشش میں ناکامی ہوتی ہے تو آخری درجہ میں نکاح ہی کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ان دونوں حالتوں میں ''أرغب و ألذّ'' حالت ان لوگوں کے نزدیک پہلی ہی حالت ہوتی ہے اور نکاح کو دل سے پسند نہیں کرتے، کیونکہ نکاح سے جو مقاصد ہیں، تعفف [یعنی حلال ذریعہ استعمال کرکے خود کو حرام سے محفوظ کرنا] حصولِ اولاد، امساک بالمعروف [بیوی کے ساتھ عمدہ برتاؤ] واداءِ حقوقِ زوجیت، مثلِ نفقات (نان نفقہ) وغیرہ، وہ ان کو وبال سمجھتے ہیں۔''

(بیان القرآن: ۲/۱۳۶)

اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ بعض لوگوں کی فطرت میں شہوت پرستی کا غلبہ ہوتا ہے (اور شہوت کا یہ غلبہ جسمانی قوت کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ حبِ دنیا اور ہوس کی بنا پر ہوتا ہے) ان کا اصل اور بنیادی مقصد محض حرام کاری ہوتا ہے۔ عفت پاکدامنی، توالد وتناسل یا کسی عورت کی معاشی کفالت وغیرہ پیشِ نظر نہیں ہوتی، بلکہ نکاح اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا محض ایک بہانہ ہوتا ہے، ایسے لوگ نکاح کے بعد

ایک یا متعدد بیویوں کے جو حقوق ان پر واجب ہوتے ہیں، ان کی ادائیگی کا التزام بھی نہیں کرتے۔

اس آیت کی روشنی میں ایک ایسا شخص جو بے ہودہ اور فحش پروگرام دیکھ کر اپنی جنسی ہوس کو بھڑکاتا ہو، جنسی ہوس کی تکمیل کی خاطر معصوم زوجہ کو غیر فطری عمل پر مجبور کرتا ہو، بیوی گناہ میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو تو اسے طلاق یا دوسری شادی کی دھمکی دیتا ہو، تا کہ اس دوسرے نکاح کے ذریعہ اپنی اس غیر فطری جنسی ہوس کی جیسے چاہے تکمیل کر سکے، تو ایسا شخص قرآنِ کریم کی اس آیات کا مصداق ہے جس کا ابھی ذکر ہوا اور ان باتوں کی بنیاد پر اس کے لئے دوسری شادی ناجائز اور اسلام کے فلسفۂ تعددِ ازواج کو بدنام کرنے اور اللہ تعالیٰ کی آیت کے ساتھ استہزاء (مذاق) کے مترادف ہے۔

قال اللہ تعالی: ﴿ولا تتخذوا آیات اللہ ھزوا﴾ الآیۃ۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۳۱)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات (یعنی اس کے احکام) کو ہنسی (اور کھیل کی چیز) نہ بناؤ۔"

ہم سوال میں ذکر کردہ دونوں اشخاص اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو جو اللہ کے متعدد شادیوں والے حکم کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرتے ہیں، یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اسلام نے مرد کو متعدد شادیوں کی اجازت بہت ہی عمدہ مقاصد کی تکمیل کے پیشِ نظر دی ہے، لہٰذا کوئی مرد اگر متعدد نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے پیشِ نظر حکمتوں اور مصلحتوں کا حصول ہی ہونا چاہیے، بیوی کو ذلیل کرنا، یا اس اقدام کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے بے گناہ زوجہ کو احساس ہو کہ اس کا مقصد صرف اور صرف مجھے رسوا یا ذلیل کرنا ہے یا کسی بات پر مجھ سے انتقام لینا ہے، جائز نہیں...... واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم" (ضربِ مؤمن)

حقوق کی ادائیگی کے التزام کے ساتھ خواہشِ نفس کی بنا پر شادی

یہ تو ہم نے ایسے شخص کے متعلق خط شائع کیا کہ جنہیں شہوت پرستی کا طعنہ دینا درست ہے، البتہ اگر کوئی شخص ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ ایک یا متعدد بیویوں کے حقوق کی ادائیگی کے بھرپور اہتمام کا مضبوط عزم رکھتا ہو، نیز دوسرے نکاح کے بعد اپنی پہلی بیوی کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے ساتھ محبت والفت کا تعلق بھی قائم رکھے، دوسری شادی پہلی معصوم بیوی کو بلیک میل کرنے کے لئے نہ ہو، تو ایسے شخص کو چار شادیوں کی بناء پر "شہوت پرستی" کا طعنہ دینا حرام ہے، خواہ یہ شخص کسی عورت کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر اور واقعی محض خواہشِ نفس پورا کرنے کے لیے ہی کیوں نہ نکاح کر رہا ہو، کیونکہ حلال طریقے سے خواہشِ نفس پورا کرنے پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں، چنانچہ بعض اکابر حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کی پہلے سے ایک ہزار باندیاں ہوں اور وہ ان پر گزارا نہ کرتے ہوئے ایک اور باندی خریدنے کی کوشش کرے یا پہلے سے بیوی موجود ہو، اور وہ اس پر قناعت نہ کرتے ہوئے مزید ایک اور یا تین مزید شادیاں کرنا چاہتا ہے، (اور ان میں عدل کا التزام بھی کرے) تو اس کے

اس عمل پر کوئی اسے ملامت کرے (یعنی اس کو شہوت پرستی پر محمول کرتے ہوئے اسے طعنہ دے) تو اس ملامت کرنے والے پر کفر کا خطرہ ہے، اس لئے کہ ایسے لوگ جو اپنی بیویوں اور اپنی باندیوں کے ذریعے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا کہ ﴿فإنهم غير ملومين﴾ الآیۃ، (سورۃ المؤمنون) یعنی: ''یہ لوگ قابل ملامت نہیں۔''

الغرض بیوی پہلی ہو یا چوتھی، اللہ تعالیٰ تو ان کے ذریعے خواہشِ نفس پوری کرنے والے عمل کو قابلِ ملامت قرار دینے کے بجائے ایسے لوگوں کو ﴿فإنهم غير ملومين﴾ (غیر مستحقِ ملامت) قرار دے رہے ہیں، تو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں فرمایا دیا ہو کہ یہ قابلِ ملامت نہیں تو ایسے شخص کو ملامت کرنے والے کے بارے میں کفر کا خطرہ نہیں تو اور کیا ہے؟

قال في فيض القدير: "فائدة: في فتاوىٰ بعض أكابر الحنفية: من له أربع نسوة وألف أمة وأراد شراء أخرى فلامه رجل يخاف عليه الكفر ولو لامه أحد لو أراد تزوّج مافوق امرأة، فكذلك، قال تعالىٰ: ﴿إلا على أزواجهم أو ماملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين﴾ [المؤمنون] (۳/۲۶۹)

ہاں وہ لوگ جو نکاح یا باندیوں کے سوا کوئی اور راستہ تلاش کریں تو ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فأولئك هم العادون﴾ یعنی ''یہ لوگ اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔'' الغرض اللہ تعالیٰ نے ازخود متعین فرما دیا کہ خواہشِ نفس کو کس طرح سے پورا کرنا قابلِ ملامت ہے اور کس طرح پورا کرنا قابلِ ملامت نہیں، لہٰذا اس بارے میں ہمیں اپنے مزاج اور طبیعت کی دخل اندازی کی بالکل ضرورت نہیں۔

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر نکاح سے کسی کا مقصد محض خواہشِ نفسانی ہی پوری کرنا ہو تو اس صورت میں بھی اسے نکاح کا ثواب ملے گا، کیونکہ وہ چاہتا تو ناجائز راستوں سے بھی خواہش پوری کرسکتا تھا اور حلال طریقے سے یعنی بذریعۂ نکاح اپنی خواہش پوری کرنے کے بارے میں اسے معلوم بھی ہے کہ نکاح کے بعد مجھ پر بیوی کا نان نفقہ وغیرہ جیسی کتنی ذمہ داریاں پڑ جائیں گے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص جو بذریعۂ نکاح خود کو حرام کاری سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو، تو ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد اپنے ذمے لے لی ہے۔'' (فتح القدیر: ۳/۱۸۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے اپنی خواہش پوری کرتا ہے تو اسے اس پر بھی اجر ملتا ہے، صحابہ نے پوچھا کہ اپنی خواہش پوری کرنے میں کیسا اجر؟ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی

خواہش کسی حرام راستے سے پوری کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ملتا؟ صحابہ نے فرمایا کہ جی ہاں، اس پر اسے گناہ ہوتا، فرمایا کہ جب حرام طریقے سے خواہش پوری کرنے پر گناہ ملتا ہے تو اسی طرح حلال طرح سے خواہش پوری کرنے پر ثواب بھی ملتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیسی بات ہے کہ تم برائی کو تو شمار کرتے ہو اور بھلائی کو (یعنی حلال راستے کو) شمار نہیں کرتے؟ (اور اس پر اجر کا انکار کررہے ہو)

قال ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ ردّا علی المتصوفة الذین ترکواالنکاح: وفی الصحیح عن أبی ذر، ثم ذکر الحدیث وفی آخرہ، أفتحسبون الشر ولا تحتسبون الخیر؟ (زادالمعاد:ص:۱۲۳)

برائے اہل علم

ھل یؤجر بترک إدخال الغم علی الزوجة بالامتناع عن التعدد...؟

قلت: إذا ثبت ھذا فلا یغتر أحد بما فی الھندیة (۱/۳۴۳) عن السراجیة حیث قال: "وإذا کانت لہ امرأة وأراد أن یتزوج علیھا أخریٰ وخاف أن لا یعدل بینھا، لا یسعہ ذلک وإن کان لا یخاف ذلک، وسعہ ذلک والإمتناع أولٰی ویؤجر بترک إذخال الغم علیھا،"

قلت: لا ینبغی أن یعوّل علیہ، وذلک لأمور وھی ما یلی

۱: قد مرّ مفصّلا أن الشرع حرّض علٰی تکثیر الازدواج (لمن لم یخف عدم العدل بینھن) بعناوین شتی، وھذا التحریض ثابت فی حق من تضرَّرت بہ زوجتہ بإرادتہ الأخریٰ؛ فإن عدم اغتمامھا بالأخری نادر والنادر کالمعدوم لا یتعلق بہ حکم، وھل سمیت الضرة ضرة إلا أنھا تتضرّر بھا صاحبتھا.

۲: أو ھذا محمول علی معنًی: أن من لم یتزوج یؤجر بترک إدخال الغم علٰی زوجتہ، وھذا لا ینافی حرمان الأجر الذی ھو أعظم من أجر ترک إدخال الغم، والأجر الأعظم ھو أجر النکاح الثانی۔

فینبغی أن یقال فی تأویل العبارة: "من امتنع من النکاح الثانی ینال ثواب الترحم علٰی زوجتہ ولکن یحرم من نوع ثواب آخر ھو أعظم منہ وھو أجر النکاح وأجر تکثیر سواد المسلمین وأجر التکفل بمن عندہ من النساء وأجر تحصیل مزید العفاف الذی یحرم منہ من اکتفٰی بواحدة وغیر ذلک۔

۳: ولئن سلم أن الامتناع أولى على الإطلاق فقد قيل به في زمن كان الناس يتبادرون فيه إلى تكثير الازدواج، فالمصالح اللّتي أراد الشرع تحصيلها بإباحة التعدّد كانت حاصلة في ذلك الزمن على وجه الكمال، ففي ذلك الزمن لو اكتفى أحد بواحدة يمكن أن يثاب ويؤجر بترك إدخال الغمّ على زوجته، وأمّا في زمن امتنع فيه الناس كل الامتناع، وهو زمننا، فكلاّ...

دوسری شادی کے مخالفین عنقریب اس کی فضیلت کے قائل ہوجائیں گے

قال العلامة محمد زاهد الكوثري رحمة الله تعالى نقلاً عن الفيلسوف الشرق الشيخ طنطاوي رحمه الله تعالى: ”إن من فوائد تعدد الزوجات تكثير النسل وتقليل الزنا والتكفل بمن ليس لهن كفيل والمحافظة على الأعراض عن ازدياد النساء وقلة الرجال وقال أيضا: إن التعدد الذي يعيبه الجاهلون، سيأتي يوم يدرك فيه الناس فوائده فيميلون إليه ميلة واحدة ويعترفون بفضيلة القرآن الكريم.

ترجمہ: مشہور فلسفی شیخ طنطاوی فرماتے ہیں: ”متعدد شادیوں کے فوائد میں سے اولاد کی کثرت، زنا کی تقلیل، بے سہارا عورتوں کی کفالت اور عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کے بارے میں عورتوں کی عزت (وناموس) کی حفاظت ہے، وہ متعدد شادیاں جس کو جاہل لوگ معیوب (اور برا) سمجھتے ہیں، ایک دن آنے والا ہے کہ لوگ اس کے فوائد کا ادراک کرنے کے بعد یکبارگی اس کی طرف ہو مائل ہو جائیں گے اور قرآن کی حقانیت اور فضیلت کا اعتراف کرنے لگیں گے۔“ (مقالاتِ کوثری: ص ۲۲۲)

پادریوں کا اعتراف......متعدد بیویاں رکھنے میں خدا نے خاص برکت رکھی ہے

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ معارف القرآن میں بعض پادریوں کے اقوال نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعددِ ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سے آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

”ان آیتوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے۔“

پادری نکس اور جان ملٹن اور ایزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے، اسی طرح ویدک

تعلیم غیر محدود تعددِ ازواج کو جائز رکھتی ہے...... کرسٹن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں، ان کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔

جو مذہب اور قانون عفت وعصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو، زنا کاری کا انسداد ضروری جانتا ہو، اس کے لئے کوئی چارہ نہیں کہ تعددِ ازواج کی اجازت دے، اس میں زنا کاری کا بھی انسداد ہے اور مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی جو کثرت بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے، اس کا بھی علاج ہے، اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو داشتہ اور پیشہ ور کسبی عورتوں کی افراط ہوگی، یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعددِ ازواج کی اجازت نہیں، ان میں زنا کی کثرت ہے، یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے، ان کے ہاں تعددِ ازواج پر تو پابندی ہے، مگر بطورِ دوستانہ جتنی بھی عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے اس کی پوری اجازت ہے۔

کیا تماشا ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز؟' (معارف القرآن: ۲/ ۲۸۷)

ایک بیوی پر اکتفاء مرد کی فطرت سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا

قرآن، حدیث، صحابہ، فقہاء، محدثین اور بہت سے غیر مسلمین کے اعتراف سے بھی ثابت ہوگیا کہ اسلام میں اصل ترغیبی حکم یہی ہے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھے، اور پھر ان کے حقوقِ واجبہ اور ان میں عدل کا بھی اہتمام کرے۔ اِن دلائل کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت (Nature) اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ ظاہر ہے فطرت وہی کہے گی جو اسلام کہتا ہے، کیونکہ اسلام فطرت ہی کا دوسرا نام ہے۔ ارشاد باری ہے:

فطرۃ اللّٰہ الّتی فطر النّاس علیھا۔ (سورۃ روم)

ترجمہ: یہ (اسلام) وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔

فطرت (Nature) بھی یہ چاہتی ہے کہ ایک مرد متعدد بیویاں رکھے اور ساری عمر ایک بیوی پر اکتفاء والا عمل فطرت سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا، درجِ ذیل وجوہ ہے:

پہلی وجہ: مرد میں جنسی قوت عورت سے زائد ہے

عورت کے لئے ایک مرد کافی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورتوں کی نسبت زائد جنسی قوت دی ہے، لہٰذا ایک مرد کو ساری عمر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کا حکم دینا، اسے قوت کے معاملے میں "عورت جیسا" قرار دینے کے مترادف ہے اور مرد کے لئے اس سے بڑا طعنہ شاید کوئی نہیں ہوسکتا کہ اسے جنسی قوت کے معاملے میں اس کی بیوی جیسا کہا جائے ...... اور فطرت (Nature) ایسی دھاندلیاں ہرگز نہیں کرسکتی۔

حضرت آدم کی ایک بیوی کیوں تھی؟

کسی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک زوجہ (اماں حوا) کو پیدا فرمایا، اگر ایک پر اکتفاء فطرت کے عین موافق نہ ہوتا تو انسانیت کی جب ابتداء کی جارہی تھی، اس وقت اس فطرت کی رعایت کیوں نہ کی گئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کے لئے بھی متعدد بیویوں کو پیدا کیا جاتا تو ساری دنیا کے انسان ایک ''باپ'' اور ایک ''ماں'' کی اولاد نہ کہلاتے اور یوں ان میں بعض، بعض کے صرف ''باپ'' شریک بھائی ہوتے، اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے اس کا تقاضا کیا کہ سارے انسان اور ساری قومیں ایک ہی اصل پر جمع ہوجائیں، لہٰذا جیسے سب کا باپ ایک ہے، اسی طرح تمام انسانوں کی ماں بھی ایک ہی ہو، چنانچہ اس حکمت کے پیشِ نظر آدم علیہ السلام کے لئے ایک زوجہ کو پیدا کیا گیا، جیسے آدم علیہ السلام کی اولاد میں صرف جڑواں پیدا ہونے والے بھائی اور بہن کو حقیقی بھائی بہن قرار دیا گیا، دوسرے بھائی کے ساتھ پیدا ہونے والی جڑواں بہن سے توالد وتناسل کی ضرورت سے نکاح جائز رکھا گیا، حالانکہ بہن (خواہ جڑواں نہ بھی ہو) سے نکاح آج بہرحال خلافِ فطرت ہے۔

بندہ کے شیخ ومرشد مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''عقلاً ونقلاً وتجربۃً وقیاساً ہر لحاظ سے یہ امر مسلم ہے کہ مرد میں عورت کی بنسبت شہوت کئی گنا زیادہ ہے۔ شرعاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو چار بیویوں کا اختیار دیا ہے، اگر عورت میں شہوت زیادہ ہوتی تو اس کا برعکس ہونا چاہیے تھا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے بہت سی وعیدیں بیان فرمائیں ہیں جب کہ مرد کے بلانے پر ہمبستری پر راضی نہ ہوں، اگر عورت میں شہوت زیادہ ہوتی تو مردوں کے لئے ایسی وعیدیں آنی چاہیے تھیں۔

عقلاً اس لئے کہ مرد کا مزاج گرم ہے جو سببِ شہوت ہے اور عورت کا مزاج سرد ہے۔

تجربۃً اس لئے کہ کوئی شخص اس کا قائل نہیں اور اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا کہ عورت ہمبستری کی دعوت دے اور مرد انکار کرے، اس کے برعکس اس کی مثالیں روزانہ پیش آتی رہتی ہیں کہ مرد بلاتا ہے، عورت راضی نہیں ہوتی۔

قیاساً اس طریقہ سے کہ دوسرے حیوانات میں یہ امر مشاہد ہے کہ ایک مذکر سینکڑوں مؤنث کیلئے کافی ہوجاتا ہے۔

اگر عورت میں شہوت زیادہ ہوتی یا برابر ہوتی تو شہر کا ہر گلی کوچہ شب وروز زنا کاری کا بازار ہوتا، بازار میں ہر مرد کا عورتوں کی طرف طبعی میلان ہوتا ہے، الا المتقین، اگر عورت کی جانب سے بھی ایسا میلان پایا جائے تو بدفعلی سے مانع کیا چیز ہوگی؟ خصوصاً جس حکومت میں بدفعلی جرم نہ ہو اور لڑکیوں کے والدین اور اقربین اسے نفرت کی نگاہوں سے نہ دیکھتے ہوں۔

مزید برآں مرد میں کثرتِ احتلام اور عورتوں میں اس کا وجود کالعدم ہونا بھی بین دلیل ہے کہ عورت میں شہوت کالعدم ہے، ان امور سے ثابت ہوا کہ مرد میں شہوت زیادہ ہے......

پس ثابت ہوا کہ مرد کی کثرتِ خواہش کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لئے متعدد بیویاں ہوں۔" (أحسن الفتاویٰ: ۵/۶۶)

دوسری وجہ: محکوم تعداد میں حاکم سے عموماً زائد ہی ہوا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کا سربراہ بنایا ہے، جیسے بادشاہ اپنی رعایا کا سربراہ ہوتا ہے، اور سربراہ کے تحت رعایا کی تعداد، ہمیشہ سربراہ سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔ یعنی امیر عموماً کسی جماعت ہی کا ہوا کرتا ہے، ایک امیر اور ذمہ دار کے ماتحت ایک شخص ہو، ایسا عموماً نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد جب عورت کا سربراہ اور ذمہ دار ہے، تو اس کے تحت عورت کی تعداد بھی ایک سے زائد ہونی چاہئے تاکہ "سربراہ"......"امیر"......"ذمہ دار"......اور بیویوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کا انتظام کرنے والا منتظم (Manager) ایک سے زیادہ عورتوں کی کفالت کا انتظام کرے اور خود کو حقیقی معنوں میں حاکم......سربراہ...... امیر......ذمہ دار......اور منتظم (Manager)......کہلوانے کا حقدار ٹھہرے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے رسالت ونبوت وخلافت وبادشاہی وامارت میں مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا تاکہ وہ عورتوں کے مصالح وبہبودی میں کوشاں رہیں اور ان کے امورِ معاش کے لئے چلتے پھرتے رہیں اور خطرناک مقامات میں وارد ہوں اور جنگلوں اور بیابانوں کو طے کریں اور اپنی جانوں کو عورت کے لئے محنت ومشقت میں ڈالیں، پس اللہ تعالیٰ نے مردوں کی قدردانی کی ہے اور ان کو وہ اختیارات دیے ہیں جو عورتوں کو نہیں دیئے اور مردوں کو وہ طاقتیں دی ہیں جو عورتوں کو نہیں دیں، جب تم مردوں کی محنت ومشقت پر غور کرو گے جو کہ عورتوں کے مصالح وبہتری میں ساعی (کوشاں) رہتے ہیں تو تم پر صاف عیاں ہوجائے گا کہ عورت (یعنی عورتوں) کی نسبت مردوں کا حصہ محنت ومشقت وتحمل (برداشت) میں زیادہ تر ہے اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے کمالِ حکمت اور اس کی رحمت پر مبنی ہے، پس جبکہ مرد پر اس قدر بوجھ ڈالے گئے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس میں بوجھوں کے برداشت کی طاقت بھی زیادہ رکھی گئی ہے اور وہ کئی عورتوں کو بھی رکھ سکتا ہے اور جب کہ عورت پر اس قدر بوجھ نہیں ڈالے گئے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان بوجھوں کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت وسرشت کے مطابق ہر ایک عورت کے لئے ایک ہی خاوند تجویز فرمایا۔"

(احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۸۳)

نیز فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ محکموں کی تعداد اور ان کی کثرت موجب عزت ہے وہ بادشاہ زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے جس کی رعیت زیادہ ہو اور حکام کی کثرت موجب ذلت ہے...... فرض کرو ایک شخص تو رعیت ہو اور اس کے بادشاہ اور حاکم کثیر، سب جانتے ہیں کہ یوں نہیں ہوا کرتا اور مرد کے لئے بہت سی عورتیں ہونا کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ مرد مخدوم ہے اور عورت خادم۔''

(احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۸۰۔۱۸۲)

جنت میں بھی مرد کو زائد بیویاں ملیں گی، جبکہ عورتوں کو ایک ہی خاوند کے ساتھ نباہ کرنا پڑے گا، یعنی عورت کی یہ خواہش کہ شوہر صرف ''میرا'' ہی ہو اس کے دل میں میرے سوا کسی ''اور'' کی جگہ نہ ہو، تو عورت کی یہ خواہش جنت میں بھی پوری نہ ہوگی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک صحیح حدیث میں منقول ہے کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کو بھی (حوروں کے علاوہ) جنت میں جانے والی کم سے کم دو مسلمان عورتیں ملیں گی، البتہ یہ ضرور ہے کہ جنت میں سوکنوں میں بغض وعداوت نہ ہوگا جس کے باعث سوکنوں کو ایک دوسرے سے نفرت کے بجائے محبت ہوگی، رہا یہ اشکال کہ جنت میں جنتی عورت کا شوہر بھی بلا شرکتِ غیر صرف اسی کا کیوں نہ ہوگا؟ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''انعام میں راحت کے سامان اور اعزاز واکرام کے اسباب تو دیئے جاتے ہیں، پر رنج وکلفت کے سامان اور تحقیر وتوہین کے اسباب انعام میں نہیں دیئے جاتے، یہ چیزیں سزا کے لئے ہوتی ہیں، بہشت (جنت) میں جو کچھ ہوگا بطورِ انعام وجزا ہوگا، اگر وہاں ایک مرد کو متعدد عورتیں ملیں تو اعزاز واکرام بھی ہے اور راحت وآرام بھی ہے...... (اس کے برعکس) اگر ایک عورت کے کئی خاوند قرار دیے جاتے تو یوں کہو کہ حاکم متعدد ہوں گے اور حاکم متعدد ہوئے تو جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اتنی ہی محکوم میں ذلت زیادہ ہوگی، سو یہ تحقیر اور تذلیل اور توہین عورت کے حق میں جائز ہوتی تو دنیا میں کسی مذہب میں شاید اس کی اجازت ہوتی، بہشت (جنت) میں جو جائے عزت وآرام ہے یہ صورتِ تحقیر ہرگز ممکن الوقوع نہیں (یعنی ناممکن ہے)، ...... اور جس طرح رب العالمین نے دنیا کے مرد وعورت کی حالت وفطرت میں اختلاف کیا ہے، یعنی مرد حاکم ہے اور عورت محکوم، مرد مخدوم ہے اور عورت خادم، مرد کا پاسا ''زَبَرْ'' ہے اور عورت کا پاسا ''زِیرْ''، اسی طرح جنت میں بھی ان کی حالتوں میں اختلاف ہوگا۔ (یعنی جنت میں بھی مرد اپنی ازواج (بیویوں) کے لئے بمنزلہ حاکم ہوگا)''

(احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۸۳)

تیسری وجہ: عورتوں کی آبادی کا تناسب عموماً مردوں سے زیادہ ہوتا ہے

عموماً عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد ہوتی ہے، (اس پر تفصیلی بحث انشاء اللہ آگے آرہی ہے) یہ اس کی علامت ہے

کہ فطرت چاہتی ہے کہ نکاح کے معاملے میں مرد ایک بیوی پر قناعت نہ کرے۔ حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے اکثر زیادہ رہتی ہے اور یہ امر صریح دلیل ہے اس بات کی کہ ایک مرد کیلئے کئی جورویں (بیویاں) ہوسکتی ہیں، مگر اس کے برعکس قدرت کی مرضی نہیں۔
(احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۸۲۔ ۱۸۳)

بندہ کے شیخ ومرشد حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کثرتِ نساء قلتِ رجال منقول ہونے کے ساتھ مشاہد بھی ہے، اوّلاً تو عورت کی پیدائش زیادہ ہے اور مردوں کی کم، ثانیاً عالمگیر جنگوں میں مرد ہی تباہ وبرباد ہوتے ہیں رہتے ہیں، پس اگر تعدد ازاواج کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے تو عورتوں کی مکافات کے لئے اتنے مرد کہاں سے آئیں گے؟

قرآن وحدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ عورت چار مہینے تک نفسانی خواہش کو ضبط کرسکتی ہے......
اور مرد کے لئے مدتِ ضبط شرعاً منقول نہیں، مگر کئی ایک معاملات میں مدتِ شہر کو (یعنی ایک ماہ کی مدت کو) کثیر شمار کیا جاتا ہے...... نیز ایک ماہ میں قمر اپنا دور کامل کرلیتا ہے، جس کا انسانی خون پر اثر ہوتا ہے، اس لحاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کی قوتِ برداشت کی انتہاء ایک مہینہ ہے اور عورت کی چار ماہ، دونوں کے تناسب سے معلوم ہوا کہ ایک مرد کے لئے چار بیویاں کافی ہوسکتی ہیں۔

چوتھی وجہ: عورت ہر وقت شوہر کی ضرورت پوری کرنے پر قادر نہیں

عورت کو ہر ماہ حیض کا خون آتا ہے جس کا دورانیہ تین دن سے لے کر دس دن تک ہے، اس دوران وہ مرد کی خواہش پوری کرنے کے قابل نہیں رہتی، اس کے برعکس مرد پر کبھی کوئی ایسی کیفیت طاری نہیں ہوتی جو اس کے ساتھ فطری طور پر لازم ہو، اور اس کی جسمانی بناوٹ کے لوازمات میں سے ہو، جس میں وہ زوجہ سے ہمبستری کے قابل نہ ہو۔

اس طرح بچے کی ولادت کے بعد عورت کئی دنوں تک نفاس کے خون میں مبتلا رہتی ہے۔ ہر ماہ ایک ہفتہ کے لئے اور پھر بچے کی ولادت کے بعد کئی کئی دنوں تک مرد کی خواہش پوری کرنے کے قابل نہیں رہتی ...... اور دوسری طرف مرد میں ان اوقات میں بھی جنسی صلاحیتیں اور شہوت بھرپور طریقے سے برقرار رہتی ہیں۔ یہ سب اس بات کی واضح علامت ہے کہ فطرت مرد سے دوسری زوجہ کے وجود کا تقاضا کر رہی ہے۔

اس حقیقت کو آپ یوں سمجھیں کہ جن چیزوں کا استعمال انسانی صحت کے لئے انتہائی ضروری ہے، ان چیزوں کی خواہش کو فطرت نے انسان پر زبردستی مسلط کردیا ہے تاکہ انسان ان کے حصول کی کوشش پر فطرت کے آگے مجبور ہوجائے، جیسے غذا انسانی جسم کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اب اگر غذا کی ضرورت پوری کرنے کا یوں انتظام ہوتا کہ آپ کو بھوک نہ لگتی بلکہ آپ مختلف وقتوں میں مختلف لیبارٹریز میں پہلے اپنا ٹیسٹ کرواتے یا مشینی آلات رکھ کر اپنا شوگر لیول (Level) ٹیسٹ کرتے

رہتے...... اس طرح مختلف ٹیسٹوں کے ذریعے، اور ڈاکٹروں سے مشورے کے بعد جہاں محسوس ہوتا کہ خون میں شوگر کا تناسب کم ہورہا ہے اور غذا کی ضرورت بڑھ رہی ہے، فوراً کھانا کھالیتے۔

اس کا نقصان یہ ہوتا کہ بہت سے لوگ ان تکلفات میں حیران، سرگرداں رہنے سے بچنے کی خاطر اس جھنجھٹ میں ہی نہ پڑتے کہ کس وقت خوراک کی ضرورت ہے اور کس وقت نہیں؟ بلکہ وقت بے وقت یا تو بلاضرورت کھاتے چلے جاتے یا ضرورت کے وقت بھی کھانے سے اجتناب کرتے۔ کیونکہ کھانے کی ضرورت کس وقت ہے اور کس وقت نہیں؟...... یہ جاننا ایک بہت مشکل کام ہوتا۔

اس طرزِ عمل سے اجتماعی سطح پر انسانی صحت برباد ہونا شروع ہوجاتی، اس مصیبت سے بچنے کا فطرت نے یہ حل تجویز کیا کہ جب انسان کو خوراک کی ضرورت ہو...... اسے بھوک لگادو...... اور جیسے جیسے ضرورت بڑھتی جائے، بھوک کی شدت میں اضافہ کرتے چلے جاؤ تاکہ یہ انسان اپنی ڈھیر ساری مصروفیتوں......غربت......اور مختلف نوعیت کی ذمہ داریوں...... میں مشغول ہونے کے باوجود خود پر مسلط کردہ بھوک ختم کرنے کے لئے کھانے کی طلب میں دوڑنے لگے اور اس کام کے لئے اپنے تمام اہم ترین کاموں کو نظرانداز کردے اور ان کاموں کا نقصان برداشت کرلے، جن کاموں کے نقصان کو یہ جہالت کے باعث...... حقیقی نقصان...... سمجھ رہا ہے۔ کیونکہ یہ جن کاموں کو اہم سمجھ رہا ہے، فطرت کی نظر میں وہ اتنے ''اہم'' نہیں، جتنا اس آدمی کے جسم میں مناسب مقدار میں غذا کا جانا ضروری ہے۔

بالکل اسی طرح فطرت کا عورت کو ہر ماہ چند ایام اور پھر نفاس کے بعد مسلسل کئی ایام تک شوہر کی ضرورت پوری کرنے کے قابل نہ رکھنا......اور دوسری طرف اس کے شوہر میں عمومی طور پر شہوت اور عورت سے ملنے کی خواہش کا برقرار رکھنا...... یہ سب صرف اور صرف اس لئے ہے کہ مرد فطرت کی طرف سے خود پر مسلط کردہ اس خواہش کے ہاتھوں مجبور ہوکر عورت کی طلب کی کوشش میں لگ جائے...... تاکہ دوسری عورتوں کی جنسی تسکین کی ضرورت بھی پوری کرے اور ساتھ ساتھ ان کی کفالت اور ذمہ داریاں کا بوجھ بھی اپنے سر لے۔

اگر یہ خواہش مرد پر فطرت کی طرف سے زبردستی مسلط نہ ہوتی تو وہ دوسری بیوی کی تلاش کے لئے...... مختلف قسم کے...... ''دانشوروں'' اور...... ''فلاسفروں'' ...... سے مشورے لیتا...... اور پھر سب کے سب اسے یہی مشورہ دیتے کہ جب ہلکے پھلکے رہ کر بیوی، بچوں کی فکر سے آزاد زندگی گزارنا ممکن ہے تو اطمینان قلب کے ساتھ...... دین ودنیا...... کی ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟...... اور خوامخواہ قوم کی عورتوں کی ذمہ داری کا دردِ سر پالنے ٹینشن کیوں لے رہے ہو۔

لیکن فطرت مرد پر نفسانی خواہش کا غلبہ مسلط کرکے ان دانشوروں کو یہ باور کرانا چاہتی ہے کہ تم جن کاموں میں مشغولیت کو جتنا اہم سمجھتے ہو......فطرت کی نظر میں اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں کی ذمہ داری اور کفالت کا بوجھ اپنے سر لے...... مرد نے اگر ایسا نہ کیا تو اس مرد کو اس قسم کا مشورہ دینے والے ان دانشوروں کے لئے خود اپنی بیٹیوں کے باآسانی نکاح کا حصول مشکل ہوتا چلا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ فطرت کا عورت کو حیض ونفاس کے مخصوص ایام میں، ہمبستری کے قابل نہ چھوڑنا......اور دوسری طرف مرد میں اس دوران بھی بسا اوقات شہوانی جذبے کو برقرار رکھنا......اس بات کی واضح علامت ہے کہ فطرت اس مرد سے مزید کسی دوسری عورت کے حصول کا مطالبہ کر رہی ہے......اگر ایسا نہ ہوتا تو فطرت مردوں کو بھی حیض ونفاس یا اس جیسے کسی دوسرے عوارض میں مبتلا کرنے کا انتظام کرتی۔

پانچویں وجہ: عورت پر بڑھاپا جلدی آتا ہے

کہا جاتا ہے کہ پھول جلدی مرجھا جاتے ہیں......اور گھاس کی رونق دیر تک قائم رہتی ہے۔ بالکل اسی طرح مشاہدہ پر مبنی یہ ایک سائنسی (Scientific) حقیقت ہے کہ عورت پر بڑھاپا......مرد کی نسبت بہت جلدی آجاتا ہے۔ چالیس سال کی وہ عمر جس میں مرد بھرپور جوان، توانا اور پُرکشش ہوتا ہے......اس عمر میں عورت عموماً نسوانی حسن کھونا شروع کر دیتی ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے جس طرح پھول کا مقصد باغ میں اڑنے والی تتلیوں اور مختلف حشرات الارض کو اپنی طرف راغب کرنا ہوتا ہے تاکہ یہ تتلیاں اور دیگر حشرات پھول کی رونق اور خوشبو کو دیکھ کر اس کی طرف راغب ہوں اور یوں پھول میں موجود نر اور مادہ ذرات کے ملاپ کا ذریعہ بن کر پھل کی پیدائش کا ذریعہ بنیں......اور فطرت پھول سے یہ کام لے کر پھول کی رونق کو ختم کر دیتی ہے، کیونکہ پھول کو پُرکشش بنانے کا جو مقصد تھا یعنی درختوں اور پودوں کی افزائش نسل، وہ حاصل ہو گیا۔

بالکل اسی طرح عورت کو پھول کی طرح پُرکشش بنانے سے فطرت کا بنیادی مقصد اولاد کی صورت میں ظاہر ہونے والے ''پھل'' اور پیداوار میں اضافہ ہے تاکہ مرد اس کے پرکشش حسن سے متاثر ہو کر اس کی طرف راغب ہوں......اور یوں ان دونوں کا ملاپ اولاد کی صورت میں ظاہر ہونے والے ''پھل'' کی پیدائش کا ذریعہ بنے۔ ایک نارمل صحت والی عورت اس عمر میں عموماً افزائش نسل کے قابل نہیں رہتی......جس کے باعث فطرت عورت سے اس کا پھول جیسا حسن چھیننا شروع کر دیتی ہے...... کیونکہ عورت کو پرکشش بنانے کا جو بنیادی مقصد تھا، وہ حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد عورت کی زندگی میں رنگینی اس کی اولاد کی وجہ سے آتی ہے...... چالیس کی اس عمر میں جس میں عورت نسوانی حسن کھونا شروع کر دیتی ہے، اس کے بالکل برعکس مرد بھرپور جوان، توانا اور پُرکشش ہوتا ہے...... بلکہ صحت کا بہت خیال رکھے تو کہا جاتا ہے کہ......مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔

مرد کو اس عمر میں بھرپور جوان اور توانا رکھنا......اور عورت سے اس کا نسوانی حسن سلب کر لینا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ فطرت مرد کو بار بار نکاح پر مجبور کر رہی ہے......اور عورت سے اس کا حسن سلب کر کے اور اس کی اولاد میں مشغول کر کے نکاح کے معاملے میں اسے قناعت سے کام لینے کا حکم دے رہی ہے۔

خواتین کا کسی مناسب مرد کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی بننے سے اجتناب کرنا

مشاہدہ ہے کہ بہت سی عورتیں اس بات کو تو گوارا کر لیتی ہیں کہ ساری زندگی نکاح کے بغیر گزر جائے یا کسی اچھے رشتے کے انتظار میں عمر کا بہترین حصہ نکاح کے بغیر ہی گذر جائے مگر اس بات کو برداشت نہیں کرتیں کہ وہ کسی ایسے مناسب اور ذمہ دار مرد سے نکاح کر لیں جو اِن کا ہم پلہ ہو مگر وہ دوسری یا تیسری شادی کر رہا ہو اور صرف اس لالچ میں کہ کوئی ایسا مرد میسر آجائے، جس کی اکلوتی زوجہ ہوں، بسا اوقات عمر کے بہترین ایام اسی حال میں گزار دیتی ہیں......

یاد رکھئے! ایک اچھے اور ذمہ دار مرد کی دوسری یا چوتھی بیوی بننا، ایک نا اہل، بے دین اور غیر ذمہ دار مرد کی اکلوتی بیوی بننے سے بہتر ہے۔

وہ مرد جن کا دوسری شادی کا ارادہ ہو، انہیں بھی یہ شکایت ہوتی ہے کہ ایک طرف تو بے نکاحی عورتوں کی بھر مار ہے مگر تلاش کی عملی کوشش کے باوجود دوسری بیوی بننے کے لئے کوئی عورت تیار نہیں ہوتی......

ان حالات کا اصل اور بنیادی سبب یہ نہیں کہ خواتین کو نکاح کی ضرورت نہیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ معاشرے میں نکاح ثانی کو ایک ایسا ''کفر'' اور گھناؤنا بلکہ ''گھٹیا'' جرم سمجھا جانے لگا ہے کہ کسی کے ہاں جب کوئی مرد نکاح ثانی کے لئے پیغام بھیجتا ہے تو اس مرد کا یہ نظریہ ہی اس کے شہوت پرست ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے اور جب تک مرد اپنی اس ''نازیبا'' حرکت کی کوئی مجبوری بیان نہ کردے لڑکی کے اولیاء ایسے مردوں کو اپنی بیٹی دینا برا عمل سمجھتے ہیں، نیز بعض عورتوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ دوسری شادی کے اس فعل کے نتیجے میں مرد اور اس کی پہلی زوجہ کے درمیان جو کچھ تعلقات خراب ہوں گے، تو تعلقات کی خرابی کی یہ تمام تر ذمہ داری اس دوسری زوجہ پر ہوگی جو کسی مرد کی دوسری بیوی بن کر پہلی بیوی کے گھر کے اجڑنے کا سبب بنی۔ جاہل اور عقل وشعور سے عاری لوگ بھی ایسی خواتین اور ان کے والدین کو طعنہ دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے دوسری شادی کے لئے خود سے تقریباً دس سال بڑی عمر کی خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا جو غریب بھی تھیں اور بال بچوں والی بھی......لیکن خاتون نے جواب دیا کہ چونکہ آپ کی پہلی زوجہ اس نکاح پر راضی نہیں، اس لیے میں آپ کی دوسری زوجہ بن کر آپ اور آپ کی پہلی زوجہ کے مابین تعلقات خراب کرنے اور اس کا گھر اجاڑنے کا ظلم نہیں کرسکتی......! سبحان اللہ......!

ممکن بلکہ یقین ہے کہ ہماری اس تحریر کو پڑھنے والے حضرات اس موقع پر اس خاتون کی ''اعلیٰ ظرفی'' اور ''حوصلے'' کو شاباش دے رہے ہوں، بلکہ اس خاتون کی عظمت کو سلام کر رہے ہوں......ہمیں بھی اس خاتون کے اخلاص پر کوئی شک نہیں، مگر یاد رکھیے اس موقع پر خاتون کا یہ جواب دے کر ایک مناسب رشتے سے انکار شریعت کے احکام سے مکمل بے خبر ہونے کی دلیل

ہے، کیونکہ شریعت کی نظر میں کسی عورت کا اس موقع پر پیغام نکاح قبول کر لینا، مسترد کر دینے سے بہرحال زیادہ پسندیدہ ہے۔

یاد رکھئے! شریعت اس موقع پر اس عورت کو ظالم نہیں کہتی جو پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر کسی مرد کی دوسری زوجہ بننا قبول کر لے، بلکہ ظالم وہ عورت ہے جو ایک ایسے مرد پر قبضہ کر کے بیٹھ گئی جو چار عورتوں کی رہائش کا انتظام کر سکتا تھا...... چار عورتوں کو شوہر والی محبت دے سکتا تھا...... چار عورتوں کے لباس اور خوراک کا ذمہ دار ہو سکتا تھا...... ایسی چار عورتوں کو عفت و پاکدامنی فراہم کر سکتا تھا جو معاشرے میں بیہودگی اور بے حیائی کی اشاعت کا سبب بن سکتی ہیں...... لہٰذا مسلمان خواتین کو یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مرد کی پہلی بیوی، بلکہ پورا خاندان راضی ہو یا ناراض...... ایسے موقع پر عورت کا یہ سوچنا سراسر جہالت پر مبنی ہے کہ دوسری بیوی بننا قبول کر لینے میں کسی پر ظلم ہوگا، اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ نکاح ثانی کے لئے پیغام بھیجنے والا مرد آپ کے ساتھ عدل اور حقوق کی ادائیگی والا معاملہ برقرار رکھ سکے گا تو سب سے بڑے بادشاہ اور خالق نے آپ کو پوری پوری اجازت دی ہے کہ آپ اپنے اور قوم کے اجتماعی مفاد کے پیشِ نظر بلا جھجک اس کا پیغام قبول کر لیں، خواہ مرد کے اس فعل پر اس کی پہلی زوجہ یا خاندان کی طرف سے کیسا ہی ردعمل (Reaction) ہو۔ ایسے موقع پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے افراد کو ظالم قرار دیتے ہیں جو ایک مرد سے وابستہ نکاح کی مصلحتوں میں ایک عورت کے ساتھ کسی دوسری عورت کی شرکت کو تو گوارا نہیں کرتے، مگر قوم کی دوسری عورتوں کو بے نکاحی کی زندگی پر یا نااہل لوگوں سے نکاح پر مجبور کر رہے ہوتے ہیں۔

ایک عرب عالم فرماتے ہیں:

> ''ایک تو وہ لوگ ہیں جو ایک سے زائد نکاح کرنے والے شخص کے عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں پہلی بیوی کی تکلیف کی پروا نہیں کرتے، عورت کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ کسی مرد کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی بننے سے گریز نہ کرے اور یوں ایسے لوگ عورت کو اللہ کے حکم سے ثابت شدہ ایسی بات کی دعوت دیتے ہیں جس میں عدل وانصاف، عورت کا تحفظ، اس کی پاکدامنی کی حفاظت اور اس کے علاوہ بھی خصوصی اور قوم کی عمومی مصلحتیں پوشیدہ ہیں، تو ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ یہ لوگ عورت کے حق میں زیادہ بڑے ظالم ہیں یا وہ لوگ ان سے بھی بڑے ظالم ہیں جو عورتوں کو (کسی بھی عنوان) سے ایسے مرد سے نکاح سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہو اور یوں ایسے لوگ درحقیقت اپنے اس اقدام کے ذریعے ایسی عورت کی عزت کو داؤ پر لگانے کی کوشش کرتے ہیں، بزبانِ حال اسے ذلت والی زندگی کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں اور نکاح کی فضیلت والی زندگی سے روک رہے ہوتے ہیں اور یوں اس کی نگاہوں میں ایک قبیح کام کو اچھا اور (نکاح والی زندگی جیسے) اچھے کام کو گھٹیا بنا رہے ہوتے ہیں حتیٰ کہ (اکثر اوقات تو) ایسے لوگ (اپنے اس اقدام سے) ایسی عورت کو فسق وفجور میں مبتلا اور اس کی نگاہوں میں زنا کو پسندیدہ بنا

دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایسی عورت ازدواجی زندگی کے بہترین ایام سے اور اپنی زندگی کو نفع بخش بنانے سے محروم ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ تو اپنی جنسی خواہش پر قابو نہ پاتے ہوئے زنا میں عملاً مبتلا بھی ہو جاتی ہے، پھر اگر حاملہ ہو جائے تو کوئی ایسا شخص نہیں پاتی جو حمل کی ان تکالیف میں اس کا بوجھ ہلکا کرے اور اس کے ساتھ تعاون کرے...... پھر اگر بچہ کی ولادت ہو تو ایسا بچہ جنم دیتی ہے جو پیدائش کے دن سے ہی یتیم ہوتا ہے اور شرعی نسب کی شرافت اور باپ کے باعث حاصل ہونے والی عزت سے محروم ہوتا ہے اور پھر اس بچے کی ماں اپنے اور اس بچے کے خرچے اور تربیت کی تنہا ذمہ دار بنتی ہے اور بچہ بھی اسی یتیمی میں زندگی گذارتا ہے۔ پس ان دونوں قسم کے لوگوں میں کون بڑا ظالم ہے......؟؟؟!! شاید کہ جواب واضح ہے......" (عبداللہ الفقیہ)

ملاحظہ: www.islamweb.net

ایک عرب عالم کا ایک اور اہم فتویٰ

ایک خاتون نے سعودی عرب کے ایک مشہور حنبلی عرب عالم شیخ محمد صالح المنجد سے سوال کیا:

سوال؟ میں اپنے چچازاد بھائی سے محبت کرتی تھی اور وہ بھی مجھ سے نکاح چاہتا تھا، اس نے میرے لیے میرے والدین کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجا مگر اس وقت میری والدہ نے انکار کر دیا، جس کی وجہ سے اس نے پھر کہیں اور شادی کی جس سے اس کے دو بچے ہوئے، مگر اس کے اور اس کی پہلی زوجہ کے درمیان تعلقات کشیدہ رہتے ہیں، اب جبکہ اس کی شادی کو تین سال کا عرصہ گذر چکا ہے، اس کا ارادہ اپنی پہلی زوجہ کو طلاق دینے کا ہے اور وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں مگر اس کے باوجود میں نے اس کا پیغامِ نکاح قبول کر کے اس کی بیوی بننا قبول کر لیا تو مجھے یہ خوف ہے کہ میں ظلم کی مرتکب نہ ہو جاؤں، یعنی عین ممکن ہے کہ دوسری شادی کے بعد اس کے اختلافات مزید بڑھ جائیں اور وہ پہلی زوجہ کو طلاق دے ڈالے مگر میں (اپنے فائدے کے لئے) کسی پر ظلم کے ذریعے قیامت کے دن کوئی بوجھ اور گناہ اٹھانا نہیں چاہتی۔

الجواب: الحمد للہ! لا مانع من زواجه بک، سواء طلق زوجته أم لم یطلقها، ولا یعد زواجک منه ظلما لزوجته الأولی؛ لأن تعدد الزوجات محمود شرعًا لمن استطاع العدل بین زوجاته، اما المشاکل...... الخ

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اس شخص کے لئے آپ سے نکاح کرنے میں شرعاً کوئی مانع نہیں خواہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے یا نہ دے اور آپ کا اس شخص سے نکاح اس کی پہلی بیوی پر ظلم

نہیں، اس لئے کہ جو شخص متعدد بیویوں میں عدل کی طاقت رکھتا ہواس کے لئے ایک سے زائد بیویاں رکھنا شرعاً پسندیدہ کام ہے، رہا اس شخص اور اس کی پہلی زوجہ کے درمیان تعلقات کا کشیدہ ہونا، یا اس مرد کا اپنی پہلی زوجہ کی طلاق کے بارے میں سوچنا تو اس معاملے کا آپ سے کوئی تعلق نہیں، اور نہ ہی آپ کو پیغامِ نکاح قبول کرنے میں کوئی گناہ ہے، بشرطیکہ (نکاح سے قبل یا بعد میں) آپ اپنے شوہر سے از خود اس کی پہلی زوجہ کی طلاق کا مطالبہ نہ کریں اور نہ ہی شوہر کو اس کی پہلی زوجہ کے خلاف کسی بھی طریقے سے ورغلانے کی کوشش کریں۔

الشیخ محمد صالح المنجد
رقم الفتویٰ: ۲۶۳۱۸

ملاحظہ: www.islam-qa.com

وہ خواتین جو نکاح میں تاخیر کرتی ہیں، بہت سے دینی و دنیوی فوائد سے محروم رہتی ہیں

الغرض پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ عورت کا کسی مرد کی دوسری بیوی بننے کے عمل کو مرد کی پہلی بیوی پر ظلم کے مترادف سمجھنا، شرعی احکام سے جہالت پر مبنی ہے، دوسری بات یہ کہ ایسے رشتے سے انکار میں خود اس خاتون کے نکاح میں مزید جو تاخیر ہوگی، تو شریعت اس تاخیر کو پسند نہیں کرتی۔ شریعت یہ بات پسند کرتی ہے کہ کوئی بھی مسلمان عورت ازدواجی زندگی کے بغیر وقت نہ گذارے، خواہ اس کے لئے اسے کسی مناسب مرد کی چوتھی بیوی ہی بننا پڑے، چنانچہ کوئی خاتون یہ سوچ کر اگر کسی مرد کے رشتے کو ٹھکراتی ہے کہ وہ دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کر رہا ہے اور کسی مرد کی اکلوتی بیوی بننے کی خواہش میں نکاح میں تاخیر کرتی چلی جاتی ہے تو شریعت ایسی خاتون کے اس اقدام کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی۔

سعودی عرب کے ایک عرب عالم شیخ خالد الجریسی اپنے رسالے ''فضل تعدد الزوجات'' جس پر شیخ محمد صالح العثمینؒ کی تقریظ ہے، میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: بہت سی خواتین (اللہ انہیں ہدایت دے) اپنی رائے پر ناحق اڑ جاتی ہیں اور نکاح سے اجتناب کر کے خود اپنی ذات کو، خاندان کو اور معاشرے کو بہت سی بھلائیوں سے محروم کرنے کا سبب بنتی ہیں، حالانکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ زندگی کے ایام کو نفع بخش بنانا اور انہیں ضائع ہونے سے بچانا ایک ضروری کام ہے، مسلمان کی شان ہے کہ وہ بہت عقلمند اور باریک بین ہوتا ہے، بعض خواتین کے بارے میں مشاہدہ ہے کہ جب انہیں طلاق ہو جائے یا شوہر کا انتقال ہو جائے تو بچوں کی تربیت اور ان کی خبر گیری میں مصروفیت کا حوالہ دے کر آئندہ کے لئے نکاح سے اجتناب کرتی ہیں، مگر ایسا قدم اٹھاتے وقت یہ بات ذہن سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ یہ خواتین ایسا کر کے خود اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو اور

معاشرے کو بہت سے فسادات میں مبتلا کرنے کا سبب بن سکتی ہیں، جن کا خلاصہ نمبروار یہ ہے:

①......بعض خواتین کم عمری میں طلاق یافتہ یا بیوہ ہو جاتی ہیں، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت میں بھی جنسی رغبت و شہوت رکھی ہے تاکہ توالد و تناسل کا سلسلہ چلتا رہے۔ شوہر ایسی خاتون کو زنا سے محفوظ رکھنے اور جنسی تسکین کے ذریعے بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا سبب بنتا ہے تو ایسی خواتین کس دلیل کی بنیاد پر خود کو نکاح سے محروم رکھتی ہیں؟

②......بعض کہتی ہیں کہ جب بچے بڑے ہو جائیں گے تو وہ نکاح کر لیں گی، ایسی خواتین سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آپ کو اس بات کی کون ضمانت دے سکتا ہے کہ یہ بچے اتنی عمر تک زندہ رہ بھی سکیں گے کہ بڑے ہو جائیں؟ کیا موت کا خطرہ انسان کو ہر وقت نہیں رہتا، عین ممکن ہے کہ آپ کی اولاد پر موت واقع ہو جائے (اور آپ کی عمر اتنی ہو جائے کہ مرد نکاح کا پیغام بھی نہ بھیجیں) اس صورت میں آپ کو ندامت ہو گی مگر یہ ندامت فائدہ نہیں دے گی۔

③......ایک بات یہ ہے کہ مرد ایسی خواتین سے نکاح میں رغبت رکھتے ہیں جو زیادہ عمر والی نہ ہوں، اور مرد کو اس کا حق بھی ہے، دوسری طرف خواتین حیض و نفاس اور دوسرے عوارض کے باعث مردوں کی نسبت جلد بڑھاپے کا شکار بھی ہو جاتی ہیں، یہ سب احوال اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ خواتین کو نکاح میں جلدی کرنی چاہیے، اس سے پہلے کہ ان کی جوانی کے ایام ڈھلنا شروع ہو جائیں اور مرد ایسی خواتین سے اعراض اور بے رغبتی شروع کر دیں، اس وقت بھی پھر ان خواتین کو ندامت ہو گی مگر ندامت فائدہ نہیں دے گی۔

④......بچوں کے بڑے ہونے تک نکاح کو مؤخر کر کے رکھنے والی خواتین معاشرے کو ایک بہت بڑی بھلائی سے محروم کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ امت کی نسل میں اضافہ ایک ایسی مطلوب چیز ہے جس کی شریعت نے ترغیب دی ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت محبت کرتی ہو اور کثرت سے بچے جنتی ہو کیونکہ تمہارے کثرت پر فخر کروں گا۔ تو کیا عورتوں کا بے کار دلائل کے ذریعے نکاح سے اجتناب کرنا یا اس میں تاخیر کرنا، امت مسلمہ کے ساتھ (ایک قسم کے) ظلم کے مترادف نہیں ہے؟ کہ جس امت کو یہ عورتیں (مستقبل میں) بہت سے ایسے افراد سے محروم کر رہی ہیں جن کے ذریعے زراعت، صنعت، تجارت اور جہاد جیسے مختلف میدانوں میں امت مسلمہ قوت اور شوکت حاصل کرتی؟ (اولاد کثرت سے ہو تو کسی حال میں نفع سے خالی نہیں) چنانچہ کیا ایسی خواتین جانتی نہیں (کہ ان کی کثیر اولاد میں) جو بچے بچپن میں انتقال کر گئے تو قیامت کے دن ماں کی سفارش کریں گے اور اگر زندہ رہے تو خود اس ماں کو بھی نفع پہنچائیں گے اور پورے معاشرے کو بھی نفع پہنچائیں گے اور آبادی میں جتنا زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو گا امت مسلمہ

مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لئے غیروں کی محتاجی سے اتنا ہی مستغنی ہوتی چلی جائے گی، نیز بہت سی خواتین جنھوں نے نکاح ثانی سے اجتناب کیا، مستقبل میں اولاد کی نافرمانی والی آزمائش کا شکار ہوئیں یا بعض مرتبہ بچے بڑے ہونے کے بعد ماں کو ہمیشہ کے لئے تنہا چھوڑ کر چلے گئے جس کی وجہ سے ایسی ماں اپنی اولاد کے فوائد سے محروم ہوگئی، لہٰذا عورت کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کر کے بھی اولاد کی طلب کو جاری رکھے تا کہ مستقبل میں اگر پہلے شوہر کی اولاد سے فائدہ نہ حاصل کر سکے تو دوسرے شوہر سے ہونے والی اولاد اس نقصان کی تلافی کر سکے۔

⑤......(جس عورت کے لئے نکاح ممکن ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ رہائش، خوراک وغیرہ سے متعلق مالی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے والدین یا بھائیوں وغیرہ پر ڈالے یا از خود ملامت کرے) چنانچہ نکاح سے اجتناب میں یہ خرابی بھی لازم آتی ہے، بعض مرتبہ دوسرا شوہر رحم دل ہوتا ہے اور طلاق یافتہ یا بیوہ کے بچوں کی مالی کفالت کے لئے بھی تیار ہوجاتا ہے، اس صورت میں عورت کا نکاح کو ترجیح دینا خود اپنے خاندان سے بھی اچھے سلوک کے مترادف ہے۔

⑥......بعض خواتین بیوگی کے بعد دوبارہ نکاح کو پہلے شوہر کے ساتھ ایک قسم کی بے وفائی سمجھتی ہیں۔ ہمارے لئے امہات المؤمنین اور صحابیات کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، ان میں سے بہت سوں کے شوہر میدانِ جہاد میں شہید ہوئے اور بہت سے طبعی موت انتقال کر گئے، مگر ان سب باتوں کے باوجود انہوں نے نکاح ثانی سے اجتناب نہیں کیا، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ تعدد زوجات کا رکھنا بے وفائی اس وقت ہوتا کہ جب سابق شوہر گمشدہ ہوتا جس کے ملنے کی اُمید ہوتی یا مثلاً مریض ہوتا۔ اب جبکہ شوہر اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے جا چکا ہے اور اس کا اس دنیا سے مکمل رشتہ ختم ہو چکا تو نکاحِ ثانی کو پہلے شوہر کے ساتھ بے وفائی کیوں سمجھا جائے؟ لہٰذا عقلمند عورت کو چاہئے کہ شوہر کے انتقال کے بعد (عدت گذارتے ہی) جلد از جلد نکاح کی کوشش کرے تا کہ اس کی نگاہیں ناجائز کاموں سے محفوظ رہ سکیں۔

⑦......بعض طلاق یافتہ خواتین اس خوف سے دوبارہ نکاح سے اجتناب کرتی ہیں کہ دوسرا شوہر بھی پہلے والے کی طرح ظالم نہ ہو...... یہ ایک ناامیدی اور مایوسی کی کیفیت ہے، جسے نہ شریعت قبول کرتی ہے اور نہ ہی عقل۔ شریعت تو اس لئے قبول نہیں کرتی کہ ہمارے سامنے کتنی ہی صحابیات کی مثالیں ہیں کہ جنہیں ان کے شوہروں نے طلاق دی مگر انہوں نے پھر دوبارہ نکاح کیا، نیز ایسی خواتین سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا انہیں پہلے سے علم غیب ہوجاتا ہے کہ دوسرا بھی پہلے شوہر کی طرح ظالم ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہر اچھا برا تقدیر میں پہلے سے لکھ نہیں دیا اور ہمیں اسباب کے اختیار کرنے اور پھر نتیجہ اللہ کے سپرد کرنے کا حکم نہیں دیا؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے صحابی سے فرمایا تھا کہ اونٹنی کو رسی سے باندھو

اور پھر اللہ پر اعتماد کرو، نیز یہ احتمال بھی تو ہے کہ دوسرا شوہر بہت ہی اچھا ہو، تو کیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم کو عمدہ فال (خوش گمانی) پسند نہ تھی اور ہمیں بری فال (اور برے گمان سے) نہیں روکا گیا؟ ارشاد باری ہے کہ ''ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرتے ہو اور وہ درحقیقت تمہارے لئے مفید (اور بہتر) ہو۔'' نیز خطرات تو دنیا کے ہر کام میں ہوتے ہیں، تو اگر لوگ ایک مرتبہ ناکامی کے بعد دوبارہ کوشش ہی ترک کرتے رہتے تو یہ دنیا آج جتنی آباد اور ترقی سے پررونق نظر آتی ہے ایسی نہ ہوتی بلکہ خالی اور ویران ہوتی، انسانوں کا مختلف حوادث کے خطرات کے باوجود کوشش اور محنت میں لگے رہنا ہی اس دنیا کی کامیابی اور مختلف میدانوں میں پیش رفتگی کا سبب ہے۔

⑧...... بعض خواتین کی طرف پے در پے بہت سے مردوں کے پیغامات آتے ہیں مگر یہ خواتین صرف اس بناء پر انکار پر انکار کرتی چلی جاتی ہیں کہ مرد کے پاس پہلے سے بیوی اور اولاد ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم عقل سے فیصلہ کروائیں تو عورت کا کئی کئی سال اپنے خاندان پر بوجھ بن کر بیٹھے رہنا جیسا کہ بعض دس دس سال تک بیٹھی رہتی ہیں اور بعض کو تو پھر نکاح کی امید ہی ختم ہو جاتی ہے، یہ بہتر ہے یا یہ زیادہ بہتر ہے کہ کسی مرد کی دوسری، تیسری یا چوتھی بیوی بن کر اس مرد سے رہائش، نان نفقہ حاصل کرے، خود کو فحاشی اور برائی سے محفوظ رکھے اور مزید ایسی صالح اولاد حاصل کر سکے جو اسے دین و دنیا دونوں لحاظ سے فائدہ پہنچائے، زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی، اگر ہم عقل سے فیصلہ کروائیں تو ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات اتباع کے زیادہ قابل ہے......؟

⑨...... جو خواتین ازدواجی زندگی کے بغیر وقت گزارتی ہیں، وہ لوگوں کی طرف سے مختلف قسم کی بدگمانیوں، قیل وقال، تبصروں اور اشاروں کا شکار رہتی ہیں، نکاح کا عمل ایسے لوگوں کی زبانوں (اور اشاروں) کو بند کرنے کا سبب بنتا ہے۔

⑩...... ازدواجی زندگی کے بغیر جو وقت گذرتا ہے اس میں عورت مختلف قسم کے بہت سے اخروی ثواب اور اجر سے محروم رہتی ہے، مثلاً شوہر کی خدمت کا اجر، اور یہ اتنی فضیلت کی چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ اگر میں سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، نیز فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک شوہر کا حق ادا نہ کرے۔

اسی طرح نکاح کے بعد عورت کو حمل، ولادت، نفاس وغیرہ جیسی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بچوں کی موت، بچوں کی نگہداشت، بچوں کی خاطر راتوں کو جاگنا...... اگر نیت ثواب کی ہو تو عورت کو ان تمام تکالیف پر بہت اجر ملتا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مرد اور مومن عورت اپنی جان اور اولاد سے متعلق مختلف قسم کی آزمائشوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں (اور اس کے سبب ان کے گناہ

معاف ہوتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ جب اللہ سے ملاقات ہوتی ہے تو گناہوں سے مکمل پاک وصاف ہوچکے ہوتے ہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کے تین بچے بچپن میں انتقال کر گئے تو اس عورت کے لئے یہ بچے جہنم اور اس عورت کے درمیان آڑ بن جائیں گے، ایک خاتون نے پوچھا: اگر دو بچے ہوں؟ اللہ کے نبی نے فرمایا: اگر دو ہوں تو بھی......اسی طرح شوہر کی بد اخلاقی، بخل وغیرہ جیسے برے اخلاق برداشت کرنے کا بھی عورت کو ثواب ملتا ہے۔

اور ایک بات یہ ہے کہ عورت جب کسی مسلمان مرد سے نکاح کرتی ہے تو مرد کو اس نکاح کے ذریعے جو کچھ فوائد حاصل ہوتے ہیں، مثلاً اس کی نگاہیں جھک جاتی ہیں، نیز مرد کو اولاد ملتی ہے، تو ان باتوں میں عورت مرد کے اجر میں برابر کی شریک ہوتی ہے، حتیٰ کہ ہمبستری اور جماع کا بھی مرد وعورت دونوں کو ثواب ملتا ہے، کیونکہ عورت کا شوہر کے مطالبہ پر جماع کے لئے آمادہ ہوجانا، شوہر کو حرام اور ناجائز افعال سے باز رہنے کا سبب بنتا ہے (یوں نکاح کے ذریعے عورت کسی مسلمان مرد کی عفت وپاکدامنی کا سبب بن کر ثواب کی مستحق ہوتی ہے کیونکہ اس کے سبب معاشرے میں ایک مسلمان مرد فحاشی سے محفوظ ہوتا ہے) اس کے علاوہ اور بھی آخرت کے ثواب سے متعلق بہت سے ایسے اور فضائل ہیں جو صرف شادی شدہ خواتین ہی حاصل کرسکتی ہیں، نکاح کے بغیر زندگی گذارنے والی خواتین مخصوص نوعیت کے ان فضائل سے محروم رہتی ہیں۔

الغرض یہ تمام امور جو نمبر وار ہم نے ذکر کئے، اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ عورت نکاح سے اجتناب یا اس میں تاخیر کرکے خود کو، خاندان کو اور معاشرے کو ایک واضح نقصان میں مبتلا نہ کرے اور نہ ہی اس کھیت کو ویران کرنے اور اجاڑنے کی کوشش کرے جس میں کثرت سے ایسی پیداوار پیدا کرنے کی صلاحیت ہے جو مختلف شعبوں میں فرد اور قوم دونوں کے لئے مفید ہوسکتی ہے۔

(اس کے بعد ہم مردوں کو بھی نصیحت کرتے ہیں) کہ ان پر لازم ہے کہ قوم کی طلاق یافتہ، بیوگان اور وہ کنوریاں جو بڑھاپے کا انتظار کررہی ہیں، ان سے نکاح کے معاملے میں خوب بڑھ چڑھ کر کوشش کریں، اور عورتوں کے نکاح سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان پر جو ذمہ داری ڈالی ہے، اس سے بری ہونے کی کوشش کریں اور اس معاملے میں جو آزمائش آئیں اس پر صبر کریں نیز جو بیوہ یا طلاق یافتہ خواتین بچوں والی ہیں، ان سے نکاح کرکے اولاد سے متعلق ان کی مشکلات کو بھی حل کرنے کی کوشش کریں، اگر وہ ان بچوں پر خالص اپنے اموال سے خرچ کریں گے تو عنقریب میزان کے ترازو میں اس کا اجر پائیں گے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو قریب کرکے فرمایا میں اور یتیم بچے کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے...... نیز ارشاد فرمایا جس نے یتیم بچے کے سر پر صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے شفقت سے ہاتھ پھیرا تو ہاتھ کے نیچے جتنے بال

آئیں گے اللہ اس کے بقدر نیکیاں عطا فرمائیں گے (تو جب شفقت سے ہاتھ پھیرنے کا اتنا اجر ہے تو کسی بیوہ سے نکاح کر کے اس کے یتیم بچوں کی مالی کفالت کا کتنا اجر ہوگا......؟) (مؤلف)

فضل تعدد الزوجات

مؤلفۃ خالد الجریسی، ریاض

تنبیہ

بندہ عرض کرتا ہے کہ بعض اہلِ علم سنن ابوداؤد کے حوالے سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں، جس میں ہے کہ ''جو عورت بیوہ ہونے کے بعد اپنے یتیم بچوں کی خاطر نکاح نہ کرے، وہ اور میں قیامت میں ایک ساتھ ہوں گے'' مگر واضح رہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، لہٰذا قرآن وسنّت کے صحیح اور متواتر دلائل کے ہوتے ہوئے اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔

وآفته نهاس بن قهسم، قال الحافظ: ضعيف، نظر؛ضعيف أبي داؤد للشيخ الالباني رحمه الله تعالٰی، رقم: ۴۴۸۲۔

تیسرا حصہ

کیا اس زمانے میں دوسری شادی محض ایک سنت عمل ہے؟

پچھلی تحریر میں کچھ ان دلائل کا ذکر تھا کہ جن سے بہت سی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں ایک سے زائد شادیاں محض مباح کام نہیں بلکہ ایک بہت ہی پسندیدہ اور مرغوب امر ہے اور عامۃ المسلمین سے مطلوب ہے، لیکن بہت سے حضرات کا خیال ہے کہ اس زمانے میں اس رسم کو جاری کرنے کی کوشش کرنا درست نہیں کیونکہ کچھ احکام ایسے ہوتے ہیں جو حالات وزمانے کے حساب سے تبدیل ہوجاتے ہیں۔ آج کل نہ تو مردوں میں پہلی جیسی قوت ہے، اور نہ ہی چار عورتوں کو سنبھالنے کے لئے صحابہ جیسا حوصلہ، اور نہ ہی بیویوں میں عدل کی وہ طاقت اور قوت جس کی بنا پر مردوں کو دوسری شادی کی اجازت دی گئی تھی۔ نیز دوسری شادی کے نتائج میں مرد اور اس کی پہلی بیوی دونوں کو جن سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان نتائج کے ہوتے ہوئے ایک مستحب کام پر اصرار کرنا بے وقوفی اور حماقت ہے۔ کیونکہ شریعت ہی کا اصول ہے کہ ایک ایسا کام جس کے فرض یا واجب ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں، اس کے ارتکاب سے اگر بہت سے فسادات جنم لے رہے ہوں تو اس مستحب کام کو ترک کرنا لازم ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دوسری شادی کے نتیجے میں میاں بیوی کے درمیان لڑائیاں ہوتی ہیں جس سے بچوں کی تربیت پر برُا اثر پڑتا ہے......اور بسا اوقات پہلی بیوی کی طلاق تک معاملہ پہنچ جاتا ہے۔ یہ وہ فسادات ہیں جن سے کوئی ہوش مند انکار نہیں کرسکتا۔

کتاب کے اس تیسرے حصے میں ان شاء اللہ ان سب سوالات واشکالات پر بحث ہوگی۔

اسلام میں دیئے گئے احکام دو قسم پر ہیں

مگر ان تمام اشکالات واعتراضات کے جواب سے پہلے بطورِ تمہید یہ سمجھنا ضروری ہے کہ شریعت جب کسی مستحب کام کو فرض قرار نہ دے، محض سنت یا مستحب قرار دے تو پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس مستحب کام کا تعلق عبادات سے ہے یا معاملات سے ہے؟

اگر ان احکام کا تعلق خالص عبادات سے ہے تو عبادت میں ضابطہ یہ ہے کہ جو عبادت مستحب ہے، وہ ہمیشہ مستحب ہی رہے گی، اس کا درجہ مستحب سے کبھی اونچا نہ ہوگا بلکہ اس کے مقام کو مستحب سے بڑھا کر کسی بھی درجہ میں ضروری قرار دینا بدعت ہوگا۔ نیز اگر اس مستحب کے نتیجے میں کسی فساد کا اندیشہ ہو تو یہ مستحب کام وقتی طور پر ناجائز بھی ہوسکتا ہے۔ جیسے اشراق کی نماز ایک مستحب عبادت ہے، اگر ساری قوم بھی اشراق کی نماز عملی طور پر ترک کردے تو بھی اشراق کی نماز مستحب ہی رہے گی، فرض وواجب نہیں بنے گی۔

لیکن دوسری طرف شریعت کے کچھ ایسے احکام ہیں جن کا تعلق ''معاملات'' سے ہے۔ ''معاملات'' کا مطلب یہ کہ آپ کسی دوسرے انسان سے کوئی ایسا معاہدہ کرتے ہیں، جس میں آپ اس کی کسی ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور بدلے میں وہ آپ کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے۔

چنانچہ اشراق، تہجد، روزہ وغیرہ جیسے احکام کا تعلق خالص عبادات سے ہے، کیونکہ یہ سب آپ کے ذاتی فائدے کے لئے ہیں، آپ اگر عبادت نہ کریں، کسی دوسرے کا کوئی نقصان نہیں، لیکن تجارت شریعت کا ایک ایسا حکم ہے جس کا تعلق معاملات سے ہے، چنانچہ آپ جب کسی دوسرے انسان سے خرید وفروخت کا معاملہ کرتے ہیں تو درحقیقت یہ ایک معاہدہ ہوتا ہے، جس میں آپ اس دوسرے کی کوئی ضرورت پوری کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں وہ آپ کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے۔

اب اگر کسی قوم میں کوئی شخص تجارت کو یہ کہہ کر ترک کر دیتا ہے کہ تجارت کوئی فرض وواجب نہیں، تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں کیونکہ شریعت نے بھی تجارت کو (و أحل الله البيع) کہہ کر محض حلال ہی قرار دیا، فرض وواجب قرار نہیں دیا...... لیکن کیا اس آیت کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی قوم من حیث القوم تجارت ترک کر دے تو جائز ہے؟ ...... ہرگز نہیں، اس موقع پر یہ کہا جائے گا کہ شریعت نے تجارت کو حلال اس لئے قرار دیا کہ لوگوں کی کچھ قابل ذکر تعداد یعنی ایک خاص درجہ تک تجارت میں مشغول رہے، کیونکہ جب تجارت سے انسان کی بہت سی ایسی فطری ضرورتیں وابستہ ہیں کہ جن کا تعلق براہِ راست انسان کی جسمانی ومعاشرتی بقا سے ہے تو ان حکمتوں کے حصول کے لئے نفسِ تجارت کا رواج کافی نہیں بلکہ تجارت میں لوگوں کی، کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے ایک خاص درجہ تک مشغولیت مطلوب ہے۔ لیکن تجارت سے حاصل ہونے والے منافع اتنے واضح اور بدیہی ہیں کہ ان منافع کے حصول کے لئے تجارت کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی...... محض حلال کر دینا کافی تھا...... اس لئے اسلام نے تجارت کو محض حلال ہی قرار دیا...... فرض، واجب قرار نہیں دیا۔

لیکن اگر بالفرض کسی قوم میں دشمنوں کے غلط پروپیگنڈے اور مسلسل غلط ذہن سازی کے نتیجے میں تجارت کا رواج مکمل ختم ہوجائے یا مکمل ختم تو نہ ہو مگر اس کی طرف عوام کی رغبت اتنی کم ہوجائے کہ اس رغبت میں کمی کے باعث انسان کی تمام تر فطری خواہشات اور جسمانی ضروریات کی ضروری حد تک تکمیل کے لئے بھی مشکلات پیدا ہونا شروع ہو جائیں تو کچھ ہی دنوں میں دین ودنیا دونوں کی تباہی وبربادی کے ایسے آثار ظاہر ہونا شروع ہوجائیں گے کہ جس کا ہر شخص کھلی آنکھوں مشاہدہ کرے گا۔

قرآن نے تجارت کو محض حلال قرار دیا، لیکن سب لوگ اگر تجارت چھوڑ دیں تو......

فرض کیجئے کہ کسی قوم میں کھیت سے اگنے والی خوردنی اشیاء کو کسان سے تو تھوک کے حساب سے خریدنے والے تاجروں کی بس اتنی تعداد موجود ہو کہ جس سے تجارت میں ایک خاص حد تک مشغولیت کے باعث بس ضروری حد تک ہی اشیاءِ خوردنی کی معیشت میں توازن قائم ہو، یعنی مالی لحاظ سے متوسط طبقے کے لوگوں کو اوسطاً اتنی قیمت پر خوراک مہیا ہوجائے کہ جس کے باعث وہ اوسطاً اتنی ہی خوراک خرید سکیں جو اِن کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے کافی ہوجائے، نہ اتنی سستی ہو کہ کھا کھا کر

موٹے ہونا شروع ہوجائیں ہوجائیں اور نہ اتنی مہنگی ہو کہ خوراک کی کمی کے باعث کمزور ہونا شروع ہوجائیں۔

اب اگر تجارت کی طرف اس کے منافع کو دیکھ کر لوگوں کی طبعی طلب اور فطری رغبت تو موجود ہو اور اس عمل میں لوگوں کو رزقِ حلال کا آسان راستہ بھی نظر آئے مگر کسی بھی مصنوعی طریقے سے اس طلب کو کم کر دیا جائے، مثلاً کہا جانے لگے کہ اس زمانے میں دیانت داری سے تجارت چونکہ بہت مشکل ہے یا تجارت کا رواج نہ ہونے کے باعث چونکہ لوگ اسے معیوب سمجھتے ہیں، لہٰذا اس عمل پر خاندان و معاشرے کے طرف سے فتنہ بہت ہوتا ہے اور جس ''حلال'' کام کے نتیجے میں فتنے کا اندیشہ ہو وہ حلال کام ناجائز اور حرام ہوجاتا ہے۔

چنانچہ دشمنوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر یا اور کسی بھی وجہ سے طبعی رغبت کے باوجود لوگ تجارت سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگیں اور تجارت کی طرف مذکورہ بالا رجحان، جو خوراک کے حق میں معاشی توازن کو صرف ''ضروری'' حد تک برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھا، اس رجحان میں مثلاً پچاس فی صد کمی ہوجائے اور تاجروں کی مذکورہ بالا تعداد گھٹ کر آدھی رہ جائے...... یا تعداد تو آدھی نہ ہو مگر جتنا وقت تاجر پہلے تجارت میں مصرف رہتے تھے، اس ''مصروفیت'' میں کمی ہوجائے تو اس کمی کا اثر یہ ہوگا اشیاء خوردنی کی فطری (Natural) قیمت برقرار نہیں رہے گی، بلکہ یہ حد سے زیادہ مہنگی ہونا شروع جائیں گی، لہٰذا سب سے پہلے غریب طبقہ جو مثلاً فیکٹریوں وغیرہ میں ملازمت کرتا تھا خوراک کے حصول کو آسان بنانے کے لئے مالکان سے تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ شروع کردے گا، اگر مالکان تنخواہیں بڑھاتے ہیں تو ان کا اپنا نفع کم ہونے کے باعث یہ خود مالدار طبقے سے نکل کو متوسط طبقے کی فہرست داخل ہونا شروع ہوجائیں گے۔

دوسری طرف مالدار لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھ چڑھ کر ان اشیاء خوردنی کو اس خوف سے ذخیرہ کرنا شروع کرلیں گے کہ کہیں کوئی دوسرا نہ خرید لے۔ (اور یہ ذخیرہ کھانے کے لئے ہوگا بیچنے کے لئے نہیں کیونکہ تجارت سے تو اس قوم میں چند افراد کے سوا باقی تمام افراد نے یہ سوچ کر اجتناب کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے کہ اس زمانے میں تجارت کو چونکہ معیوب سمجھا جاتا ہے جس پر تاجر حضرات ساری عمر مشکلات میں مبتلا رہتے ہیں، نیز اس زمانے میں دیانت داری سے تجارت چونکہ مشکل ہے اور شریعت میں تجارت کا پیشہ اختیار کرنا اس وقت جائز ہے جب دیانت داری سے تجارت کرسکتا ہو، ورنہ عین ممکن ہے کہ بروزِ محشر اسی وعید کا مستحق ہونا پڑے جو ''بیویوں میں عدل نہ کرنے'' پر وارد ہوئی ہیں، لہٰذا دین و دنیا کے کاموں میں اطمینانِ قلب کے ساتھ مشغول رہتے ہوئے تجارت سے دور رہنا چاہیے) لہٰذا کوئی بھی اگر خوراک خریدے گا تو بیچنے کے لئے نہیں، محض اپنے کھانے یا ذخیرہ کرنے کے لئے خریدے گا، کیونکہ کسی چیز کو بیچنے کی نیت سے خریدنا ہی ''تجارت'' کہلاتا ہے اور اس عمل سے اجتناب کی لوگوں نے قسم اُٹھائی ہوئی ہے۔

الغرض کچھ وقت کے بعد لوگ گھر کا پہلے غیر ضروری اور پھر ضروری سامان بیچ بیچ کر خوراک خریدنا شروع کردیں گے، پھر کچھ عرصے بعد سامان خریدنے والے بھی نہ بچیں گے، کیونکہ اب خریدنے والا بھی سوچے گا کہ جو پیسہ میں سامان خریدنے میں لگاؤں گا، اس سے خوراک ہی کیوں نہ خریدلوں۔

ہوسکتا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ جب اتنا بحران پیدا ہونا شروع ہوجائے گا تو حکومت بچے کچھے ان

تاجروں کے لئے ازخود نرخ متعین کردے گی تاکہ یہ تاجر حضرات کھانے پینے کی اشیاء اسی قیمت پر بیچیں جس پر پہلے بیچا کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں کہ جبکہ ان بچے کھچے تاجروں کے پاس خریداروں کا رش دگنا ہوجانے کے باعث ان کی محنت دگنی ہوجائے گی اور نیز جب تاجر ضروری حد تک تجارت میں مشغولیت کے باعث مثلاً بارہ گھنٹے تجارت پر صرف کیا کرتے تھے تو رش بڑھنے کے باعث اب انہیں اتنا وقت صرف کرنا پڑے گا جو اُن کے ضروری آرام اور دوسرے ضروری کاموں میں خلل کا سبب بنے گا یا مزید ملازمین بھرتی کرنا پڑیں گے جن کی تنخواہیں بھی اسی آمدن سے نکالنا پڑیں گی۔

الغرض جب ان کی محنت بھی دگنی ہوجائے گی تو یہ ہرگز ممکن نہیں کہ تاجر اسی قیمت پر بیچتے رہیں جس قیمت پر پہلے بیچا کرتے تھے اور دوسری بات یہ کہ تجارت کے ٹھیکیداران چند تاجروں کو معلوم ہوگا کہ لوگ ان اشیاء کے حصول میں جب ہمارے محتاج ہیں تو تاجر لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی منہ مانگی قیمتوں پر ان اشیاء کو فروخت کریں گے......اور حکومت کا قانون ''غیر فطری'' ہونے کے باعث زیادہ مؤثر ثابت نہ ہوگا۔

نیز جب تاجروں کی محنت دگنی ہوجائے گی اور قیمت میں اضافے پر پابندی ہو، تو اس صورت میں تاجروں کو اس کام میں نفع کم اور محنت زیادہ نظر آنا شروع ہوگی، جس کے نتیجے میں مزید کچھ تاجر تجارت کا پیشہ ترک کردیں گے اور یوں تاجروں کی مذکورہ بالا تعداد گھٹ کر مزید کم ہوجائے گی اور ان میں سے بھی اب بہت سے تاجر تجارت کے بجائے کسی اور ذریعۂ معاش کو ترجیح دیں گے۔

اور پھر یہ تاجر قیمتوں کے بڑھانے میں ظالم بھی نہ ہوں گے، یہ کہیں گے کہ راستہ تو کھلا ہوا ہے جو چاہے کسان سے ان اشیاء کو خرید کر اٹھا لائے اور کم قیمت پر بیچے، یا ہمارا وقت اور محنت کم کرتے ہوئے چند افراد تھوک کے حساب سے ہم سے یکمشت سارا مال کم قیمت پر خرید لیں اور پھر کچھ منافع کے ساتھ آگے فروخت کردیں......مگر تجارت کو ''کفر'' سمجھنے کے باعث کوئی بھی اس پر تیار نہ ہوگا۔

الغرض یہی حالات رہے تو کچھ عرصہ بعد اتنا بحران پیدا ہوچکا ہوگا کہ اب کسی بھی شخص کے لئے یہ سمجھنا ہی مشکل ہوجائے گا کہ یہ بحران کیوں پیدا ہورہا ہے؟ لوگ پریشان ہوں گے کہ یہ بحران ملازمین کی طرف سے تنخواہوں میں اضافے کے مطالبے کی خاطر ہڑتالوں کی وجہ سے ہوا ہے یا پٹرول بہت زیادہ مہنگا ہونے کے باعث......ڈاکٹروں کی فیس اور دوائیں مہنگی ہونے کی وجہ سے بیماریوں میں اضافے کے سبب ہوا ہے یا حکومت کی طرف سے تاجروں کے لئے نرخ متعین کرنے اور اس بناء پر رہے سہے تجاروں کی ہڑتال کی وجہ سے۔

اور ظاہر ہے کہ ان حالات کا اثر کسانوں پر بھی پڑے گا کہ اسے ہل چلانے کے لئے کھاد یا ٹریکٹر وغیرہ کہاں سے ملے گا، فیکٹریوں کی کارکردگی متاثر ہونے کے باعث ٹریکٹر اور کھاد وغیرہ تو مہنگے ہوچکے ہوں گے، چنانچہ یہ بھی تاجروں سے مطالبہ کرے گا کہ میری پیداوار کی مجھے زائد قیمت ادا کرو، بچے کھچے تاجر جو پہلے ہی خر کار کے گدھے بنے ہوئے تھے، زائد قیمت دے کر اپنا نفع مزید کم کرنے اور نتیجتاً مزید قیمت بڑھانے پر کیسے راضی ہوں گے؟ نتیجتاً کسان بھی کھیتی باڑی چھوڑ کر لوٹ مار

میں بقیہ قوم کے ساتھ شریک ہو جائیں گے اور پھر بالآخر یہ پوری قوم ان بچے کھچے تاجروں پر پتھراؤ کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کر دے گی۔

چوریاں شروع ہو جائیں گی اور چوریوں کے خلاف بیانات کرنے والے علماء کم پڑ جائیں گے، کیونکہ مدارس میں آدھے سے زائد طلبہ تو وسائل کی کمی کے باعث خارج کئے جا چکے ہوں گے، پھر جو حضرات چوریوں کے خلاف بیانات کرتے ہوں گے، ظاہر ہے وہ بھی اسی قوم کے افراد میں سے ہوں گے اور انہی حالات سے دوچار ہوں گے، لہٰذا ان میں بھی بہت سے انہی حالات کے نتیجے میں چور بن چکے ہوں گے۔ یوں قوم میں ایک طرف چوری کی عادت میں مزید اضافہ ہوگا اور دوسری طرف چوری کے خلاف دعوت کمزور ہونا شروع ہو جائے گی...... چوریوں کے رجحان میں اس اضافے کے باعث تجارت جیسے حلال راستے کے رجحان میں مزید کمی ہوگی۔

ممکن ہے کہ کسی اکنامکس کے ماہر کو اس بحران پر قابو پانے کے اور بہت سے حل ذہن میں آئیں، مگر یاد رکھیے عام حالات میں تو وہ حل کسی معیشت میں پیدا ہونے والے بحران پر قابو پانے کے لئے کارگر ثابت ہو سکتے ہیں مگر جو صورت ہم نے ذکر کی یعنی (تجارت میں لوگ جب صرف ضروری حد تک ہی مشغول تھے تو اس مشغولیت کے لحاظ سے) تاجروں کی تجارت کی طرف رغبت میں غیر معمولی کمی ہو جائے اور ان کی جگہ پُر کرنے کے لئے کوئی بھی کسی قیمت پر تیار نہ ہو، تو اس صورت میں اس بحران کو حل کرنے کے لئے آپ جو بھی تجویز پیش کریں گے، وہ پسِ پردہ دوسری ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دے گی کہ بالآخر گھوم پھر کہ نتیجہ بہر حال دین و دنیا کی وہی تباہی بربادی والا ہوگا، جس کا ہم نے ذکر کیا اور ان حالات میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ مناسب خوراک اِنہی چند لوگوں کو میسر ہوگی جو...... ''خود اگاؤ اور خود کھاؤ''...... کی پالیسی پر عمل کر رہے ہوں گے۔

تجارت میں کمی سے پیدا ہونے والے بحران کا واحد حل

اس بحران سے بچنے کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ لوگوں نے تجارت کے معاملے میں قناعت اور ''ہڑتال'' کی جو قسم اٹھائی ہوئی ہے انہیں اس کے توڑنے پر مجبور کیا جائے، پھر بھی تیار نہ ہوں تو کوڑے مار مار کر اس کام پر آمادہ کیا جائے۔

ذرا سوچیے......! ان حالات تک پہنچنے سے پہلے پہلے اگر کوئی شخص جس کے دل میں قوم کا درد ہو، وہ کسی ایسے شخص کے پاس جائے جس میں تجارت اور ملازمت دونوں کی صلاحیتیں تھیں، اسے سمجھائے کہ بھائی! لوگوں نے تجارت کے پیشے کو تقریباً ترک کر دیا ہے لہٰذا خدا کے لئے تم تجارت کرو اور اس کی طرف اپنی اور لوگوں کی طلب بڑھاؤ اور وہ جواب میں درج ذیل یہ فلسفیانہ بقراطی پیش کرنے لگے کہ:

> ''اس بات پر کہ تجارت میں تاجروں کا فلاں حد تک مشغول رہنا واجب ہے'' یا ''تجارت کرنا واجب ہے'' اس دعوے پر قرآن وحدیث کی کوئی ایک آیت پیش کر دو تو میں اس کام کے لئے تیار ہوں اور میں قرآن وحدیث سے ثابت کر سکتا ہوں کہ تجارت محض ایک ''حلال'' کام ہے، کسی بھی درجہ میں

فرض و واجب نہیں، اگر اس عمل کی اتنی اہمیت ہوتی جتنی آپ بیان کر رہے ہیں تو قرآن تجارت کو محض حلال قرار نہ دیتا...... کیا آپ کا علم قرآن سے بھی زیادہ ہے......؟ پھر مزید یہ کہ تجارت حلال بھی نبی کے دور میں تھی، اس زمانے میں تجارت کا حکم کیا ہے؟ تو اس بارے میں فتاویٰ شامیہ اور بعض دوسرے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ جب سچ بول کر تجارت مشکل ہو تو اس صورت میں تاجر بننا مکروہِ تنزیہی ہے، چنانچہ اس زمانے میں بے دینی اور تجارت کے رواج میں کمی کے باعث قیمتیں چڑھ گئی ہیں، جس کی وجہ سے گاہکوں کو یہ صاف صاف بتا کر مال دینا کہ میں نے کسان سے یہ کتنے میں خریدی ہے؟ ایسا سچ بول کر بیچنا مشکل ہے، کیونکہ سچ بولوں گا تو گاہک اتنا نفع دینے پر راضی نہ ہوگا جتنا میں چاہتا ہوں، رہا مسئلہ صحابہ کرام کا تو صحابہ میں سے جو اکثر تجارت کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ سچ بول سکتے تھے۔

الغرض ان حالات کے پیش نظر ظن غالب ہے کہ اس بارے میں مجھ سے بد دیانتی ہوگی اور تجارت کا پیشہ اختیار کرنا اس وقت جائز ہے کہ جب بے ایمانی کا ظنِ غالب نہ ہو، جیسے چار شادیاں بھی اس وقت جائز ہیں جب بے عدلی کا ظن غالب نہ ہو۔

الغرض جب تجارت نہ کرنا گناہ بھی نہیں اور کرنے میں بے ایمانی کے گناہ والا خطرہ بھی ہے اور بے ایمانی کا ارتکاب ہوا تو ممکن ہے بروزِ محشر ان لوگوں کی صف میں کھڑا ہونا پڑے جو...... "متعدد بیویوں میں بے عدلی کے جرم کے مرتکب ہوئے تھے"...... تو ان حالات میں عقلمندی اور اطمینانِ قلب کے ساتھ دنیوی یا دینی کاموں میں مصروف رہنے کا تقاضا یہ ہے کہ تجارت سے اجتناب کیا جائے۔"

غور کیجئے کہ جس کے دل میں قوم کو تباہی و بربادی سے بچانے کا جذبہ ہوگا، اِسے اس شخص کے جواب پر کس قدر افسوس ہوگا؟ اور کیا اس قسم کی باتوں سے متاثر ہو کر اور یہ سوچ کر صبر کرنا کسی بھی طرح مناسب ہوگا کہ جب قوم تباہ و برباد ہونا شروع ہو جائے گی تو خود ہی تجارت کی طرف مجبور ہو کر توجہ کرے گی......؟ ہرگز نہیں، کیونکہ جب تباہی و بربادی کے باعث اس قوم کو چوریوں اور ڈکیتیوں جیسے حرام کاموں کی عادت پڑ جائے گی تو پھر تباہی کا اصل سبب معلوم ہو جانے کے بعد بھی یہ قوم تجارت جیسے حلال ذریعۂ آمدن پر ہرگز آمادہ نہ ہوگی۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ جیسے ہی تباہی و بربادی کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے تو وہ حضرات جنہیں علم ہوگا کہ تجارت جب شرعاً حلال ہے تو اسی لئے حلال ہے کہ لوگ عملاً بھی اسے حلال سمجھیں اور جیسے دوسری حلال چیزوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے اس عمل کے ساتھ بھی وہی معاملہ کریں......

الغرض جب تک لوگ اسے عملی طور پر بھی ایک حقیقی مباح اور نفع بخش کام نہ سمجھنے لگیں کہ...... اہلِ علم پوری قوت اور زور شور سے لوگوں کو اس عمل کی ترغیب دینے کے لئے باقاعدہ تحریک چلائیں گے، اور اس بحث میں نہیں پڑیں گے کہ

......''تجارت فرض ہے یا مستحب؟'' ...... یا......''اس زمانے میں تجارت کی عمومی ترغیب مناسب ہے یا نامناسب......'' اگر لوگ نہ مانیں تو بہت سے حضرات کو اپنے کاموں کو آگے پیچھے کرتے ہوئے خود ہی اپنے وقت کا ایک حصہ تجارت کیلئے وقف کرنا پڑے گا کہ تا کہ لوگ ان کے عمل کو دیکھ کر تجارت سے نفرت کرنا ترک کردیں اور یہ حضرات خود سے اس اقدام پر اس لئے مجبور ہوجائیں گے کہ انہیں یہ سوچنا پڑے گا کہ آج اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو کل جب معیشت تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچے گی تو اس کا سب سے پہلا نقصان دین کے ساتھ ساتھ خود اِن کی ذات اور آل اولاد کو بھی ہوگا، کیونکہ فطری ضرورتوں کے حصول میں غیر معمولی مشکلات، بیک وقت دین و دنیا، دونوں کی تباہی کا ہر ایک کے حق میں ذریعہ بنتی ہیں۔

اور یاد رکھیے! جس قوم کی تباہی کی ہم نے مثال دی، ابتداء میں تو اس تباہی کے آثار بہت سست رفتاری سے ظاہر ہوں گے، مگر جیسے جیسے یہ بحران اپنی انتہاء کو پہنچ رہا ہوگا اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی آتی چلی جائے گی۔

قوم کی بے پناہ ضرورت کے باوجود تجارت کو شریعت نے فرض کیوں نہ کیا؟

ایسے حالات میں وہ شخص جو تجارت کے معاملے میں قناعت پسندی کو ترجیح دے رہا ہو اور دلیل یہ دیتا ہو کہ ''تجارت کوئی فرض وواجب نہیں'' تو ایسے حضرات کو یہی کہا جائے گا کہ:

> ''شرعاً وعقلاً تجارت کسی بھی قوم میں اس کے افراد کی ایک اتنی بڑی تعداد سے اس ''خاص درجہ'' میں مطلوب ہے کہ جس بڑی تعداد کے اس ''خاص درجہ'' میں مشغولیت کے باعث معاشرے کی وہ تمام بنیادی اور فطری ضرورتیں باآسانی پوری ہوسکیں کہ جن ضرورتوں کے حصول میں مشکلات ہر سطح پر اور ہر شعبے میں بتدریج بہت بڑی تباہی کا ذریعہ بنتی ہیں۔
>
> اور رہا یہ اشکال کہ جب تجارت اتنی ضروری چیز ہے تو شریعت نے اسے فرض وواجب قرار کیوں نہ دیا تو اس کا بہت واضح اور سادہ سا جواب یہ ہے کہ چونکہ تجارت کے ذریعے حاصل ہونے والا نفع ہر شخص حسی طور پر بہت ہی واضح طریقے سے محسوس کرتا ہے، جس کے باعث ایک مطلوبہ تعداد خود بخود ضروری درجہ تک اس میں حصولِ نفع کی خاطر مصروف رہتی ہے، لہٰذا لوگوں کی اس خاص تعداد کو خاص حد تک تجارت میں مصروف کرنے کے لئے، ان لوگوں میں تجارت کی جتنی طلب پیدا کرنا ضروری ہے اس طلب کے پیدا کرنے کے لئے تجارت کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں، محض حلال قرار دینے سے ہی مطلوبہ درجہ کی طلب حاصل ہوجاتی ہے۔''

بلکہ تجارت سے حاصل ہونے والے منافع اتنے واضح اور زیادہ ہیں کہ جس کے باعث تجارت کی طرف صرف ضروری حد تک ہی طلب نہیں ہوتی بلکہ مزید طلب کے باعث تعداد اور کیفیت دونوں لحاظ سے مذکورہ مقدار سے بھی زیادہ اس کام کی طرف لوگ مشغول ہوتے ہیں، جس کے باعث معیشت مزید بہتر ہوتی ہے اور ایک متوسط طبقہ کے شخص کو ضرورت کے مطابق

ہی نہیں بلکہ ضرورت سے کئی گنا زائد خوراک با آسانی میسر ہوتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

چنانچہ جب تک تجارت کی طرف اسی فطری رغبت کو کسی ''مصنوعی طریقے'' سے ختم نہ کر دیا گیا ہو، کسی شخص کا تجارت کو ترک کر دینا، بجائے خود اس کی علامت ہوتا ہے کہ تجارت کی وہ مقدار پوری ہو رہی ہے جس مقدار پر عوام کی بنیادی اور فطری ضرورتیں موقوف ہیں، ان حالات میں اگر کوئی تجارت اختیار کرے گا تو اس کی تجارت میں برکت نہ ہوگی۔

تجارت والی مثال سے حاصل ہونے والے سبق کا خلاصہ

مذکورہ مثال سے حاصل ہونے والے سبق کا خلاصہ ہم یوں بیان کر سکتے ہیں:

> ''تجارت چونکہ معاملات سے ہے، عبادت سے نہیں، لہٰذا شرعاً وعقلاً تجارت کی طرف ضروری اور ایک ''خاص'' حد تک طلب پیدا کرنے کے لئے نہ تو اسے فرض، واجب قرار دینا ضروری ہے اور نہ ہی اس ''خاص طلب'' کا افراد وغیرہ کے لحاظ سے کوئی معیار متعین کرنا ضروری کہ مثلاً...... ''اتنے افراد''...... تجارت میں...... ''فلاں حد تک''...... مشغول رہیں...... مگر اتنا ضرور ہے کہ تجارت کو حلال قرار دینے سے شریعت کا مقصد لوگوں میں ایک ''خاص درجہ کی طلب'' پیدا کرنا...... یا...... پہلے سے موجود پیدا طلب کو...... برقرار رکھنا...... بہر حال مقصود ہے، اور اگر کسی جہالت اور مصنوعی وجہ سے اس ''خاص درجہ کی طلب'' میں کمی ہو جائے...... تو پھر تجارت کے ''حلال'' ہونے سے متعلق شرعی حکم،...... بتدریج...... ''استحباب''...... اور پھر...... ''وجوب''...... حتیٰ کہ...... ''فرض عین''...... کی طرف منتقل ہوتا چلا جائے گا، نیز تجارت کے جواز کی جو کڑی شرائط تھیں، ان شرائط میں بھی...... نرمی اور کمی...... کیا جانا، شرعاً وعقلاً وقت کا تقاضا سمجھا جانے لگے گا۔''

اس ''خلاصہ کلام'' کو اچھی طرح ذہن نشین رکھیے۔

معاشرے کی شدید ضرورت کے باوجود ایک یا زیادہ شادیوں کو شریعت نے واجب کیوں نہ کیا؟

یاد رکھیے! جیسے تجارت، ملازمت وغیرہ عبادت نہیں بلکہ ان کا تعلق شریعت کے ان احکام سے ہے جو ''معاملات'' میں داخل ہیں، اسی طرح نکاح کو اگرچہ شریعت نے عبادت قرار تو دیا مگر نکاح اپنی حقیقت اور ماہیت کے لحاظ سے بہر حال ''معاملات'' میں سے ہی ہے۔

شریعت نے اسے عبادت کا رنگ اس لئے دیا کہ مسلمان قوم اس ''معاملے'' پر دوسری قوموں سے زیادہ حریص ہو اور خرید وفروخت جیسے دوسرے ''معاملات'' کی طرح اس معاملے میں محض بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کی کوشش نہ کرے۔

مگر اس کے باوجود نکاح حقیقت وماہیت کے لحاظ سے بہر حال ''معاملات'' ہی میں داخل ہے، عبادات میں نہیں، کیونکہ اس میں ایک شخص کسی عورت سے ایک مخصوص نوعیت کا معاہدہ کر کے اس کی کچھ ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور اس کے بدلے میں وہ عورت اس مرد کی کچھ ضرورتوں کی تکمیل کا ذریعہ بنتی ہے۔ ایسے ہی کاموں کو ''عبادات'' کے بجائے ''معاملات''

......سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تجارت وملازمت وغیرہ کی طرح دنیا کی ہر قوم نکاح کو ضروری سمجھتی ہے، نیز یہ ان اہم معاملات میں سے ایک ہے کہ جس سے مرد وعورت اور پھر پورے معاشرے کی بقا اور سدھار سے متعلق ایسی عظیم مصلحتیں وابستہ ہیں کہ اس ''معاملے'' کی طرف بھی لوگوں کی محض مطلق طلب کافی نہیں، بلکہ ایک خاص درجہ کی طلب ضروری ہے اور جب تک نکاح کی طرف مردوں کی......تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے......''ایک خاص حد تک''......طلب نہ ہو......معاشرہ بتدریج تباہی اور بربادی تک پہنچ کر ہی رہتا ہے، خواہ اس تباہی سے بچنے کے دوسرے کتنے ہی اسباب اختیار کر لئے جائیں۔

کسی قوم کے مردوں میں نکاح کی طرف ایک خاص درجہ کی طلب ورغبت ضروری ہے، مطلق طلب کافی نہیں

الغرض نکاح بھی چونکہ حقیقت وماہیت کے لحاظ سے معاملات میں داخل ہے لہٰذا تجارت کی طرح نکاح کے لئے بھی کسی قوم میں عورتوں کی طرف اس قوم کے مردوں میں ایک ''خاص درجہ'' میں طلب رہنا ضروری ہے، نفسِ طلب یعنی محض نکاح کا مطلق رواج ہونا کافی نہیں۔ اور اس خاص درجہ تک طلب پیدا کرنے کے لئے شریعت نے متعدد شادیوں کو محض مستحب قرار دینا کافی سمجھا...... کیونکہ کسی بھی قوم میں ''مِن حیث القوم'' نکاح کی طرف اس ایک خاص درجہ کی طلب پیدا کرنے کے لئے متعدد نکاحوں کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی، اور نہ ہی اس بارے میں کوئی معیار متعین کرنے کی ضرورت ہے کہ مثلاً......''اتنے اتنے افراد''......اس عمل میں......''فلاں حد تک''......مصروف رہیں، یعنی اتنے فی صد اور ایک بیوی رکھیں اور اتنے فی صد...... چار بیویاں ......، وجہ اس کی یہ ہے کہ تجارت کی طرح نکاح سے حاصل ہونے والے منافع بھی بالکل حسی اور واضح ہیں اور ان منافع اور فوائد کے حسی اور بدیہی ہونے کی وجہ سے مردوں کی اس کی طرف فطری رغبت ہی اس خاص اور مطلوبہ درجہ کی طلب پیدا کرنے کے لئے کافی ہے اور اس فطری رغبت اور نکاح کے نتیجے میں حاصل ہونے والے واضح اور حسی منافع کے ہوتے ہوئے تجارت کی طرح نکاح کے بارے میں بھی کوئی خاص معیار متعین کرنا ضروری ہی نہیں تھا۔

یہی وجہ ہے کہ جب نکاح سے حاصل ہونے والے حسّی اور بدیہی ان منافع کی طرف مردوں کی غیر معمولی رغبت اور طلب کو دنیا کے ''دانشوروں'' نے ''مصنوعی طریقے'' سے ختم نہ کیا تھا، اس وقت تک بعض حضرات تو اتنی تعداد میں بیویاں جمع کرنے کی کوشش کرتے کہ اسلام کو متعدد شادیوں کو مستحسن قرار دینے کے باوجود بھی چار سے زائد پر پابندی لگانا پڑی، کیونکہ اس صورت میں بعض مردوں کے لئے ایک بیوی کا حصول بھی ناممکن ہو جاتا۔

الغرض نکاح پر مرتب ہونے والے منافع چونکہ بالکل حسی، واضح اور بدیہی ہیں بلکہ عورتوں کی طرف مردوں کا غیر معمولی میلان اور رغبت ہی انہیں اس کام پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے، تو تجارت کی طرح مردوں کے لئے زیادہ عورتوں کے حصول کی خاطر متعدد نکاحوں والے عقد (معاملے) کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی بلکہ مستحب قرار دے کر اس کی بہت زیادہ ترغیب کی بھی ضرورت نہیں، مستحب قرار دے کر شریعت نے گویا جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اور اہلِ اسلام کو

اس کام پر مزید ابھارا ہے، تاکہ دوسری قوموں کی نسبت مسلمان قوم میں عائلی اور خاندانی نظام زیادہ بہتر ہو اور خصوصاً مسلمان عورتوں کے حق میں مزید اچھے نتائج برآمد ہوں۔

ایک سے زائد بیویاں رکھنا اس وقت مستحب ہے جب معاشرے میں اس کا رواج ہو

مگر یاد رکھیے کہ یہ کام مستحب اس وقت ہوگا جب نکاح کی طرف مردوں کی اس فطری رغبت کو کسی مصنوعی طریقے سے اور غلط پروپیگنڈوں سے ختم نہ کیا گیا ہو، یا اس کی طرف فطری رغبت کے ہوتے ہوئے بھی معاشرے کی طرف سے وہ رکاوٹیں کھڑی نہ کی جاتی ہوں کہ فطری رغبت کے باوجود لوگ اس سے اجتناب میں ہی زیادہ عافیت محسوس کرنے لگے ہیں۔

چنانچہ جب اس طرح سے نکاح کی طرف فطری رغبت کو ختم کر دیا گیا ہو تو ان حالات میں متعدد شادیوں والے عقد اور معاملے میں لوگوں کا کفایت شعاری سے کام لینا اور ساری قوم کا ایک بیوی پر اکتفاء کرنا، ہرگز اس کی علامت نہیں ہوگا کہ خاندانی نظام میں صرف ضروری حد تک توازن برقرار رکھنے کے لئے فطرت (Nature) مردوں سے نکاح کی طرف جس درجہ "طلب" اور "رغبت" کا تقاضا کر رہی ہے، وہ طلب حاصل ہو رہی ہے۔

اور یاد رکھیے! جیسے تجارت کی طرف وہ طلب جس کا فطرت کسی بھی قوم کے افراد سے مطالبہ کرتی ہے اور اس کی وہ مقدار جو معیشت میں صرف ضروری حد تک توازن برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھی، اس طلب میں اگر کمی ہو جائے اور بعد میں کسی بھی طرح یہ کمی پوری نہ کی جائے تو لوگوں کو ایک عرصے کے بعد آہستہ آہستہ بچے کھچے تاجروں سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے، بالکل اسی طرح مردوں کی نکاح کی طرف اس خاص درجہ کی طلب میں کمی اور اس معاملے میں پوری قوم کے صرف ایک بیوی پر اکتفاء کرنے کے نتیجے میں بھی خاندانی نظام میں جو کچھ تباہی و بربادی ہوتی ہے، وہ کسی خاص مقام پر رکتی نہیں ہے، بلکہ یہ تباہی اور اس سے پیدا ہونے والی پیچیدگیاں بھی ایک دوسرے سے ضرب ہوتی چلی جاتی ہیں اور پھر وہ قوم جو اپنے مختلف کاموں کو ان متعدد شادیوں سے زیادہ ضروری سمجھ کر ان کاموں میں ہمہ تن مصروف رہنے کو باعثِ فخر اور باعثِ سعادت سمجھی ہوئی تھی، بالآخر اجتماعی سطح پر اس قوم کا ان کاموں کا بھی غیر معمولی نقصان ہوتا ہے اور جن باتوں کے خوف سے متعدد شادیوں سے اجتناب کئے ہوئے تھے، پوری قوم اجتماعی سطح پر انہیں باتوں ملوث ہونا شروع ہو جاتی ہے، اور پھر بالآخر اس قوم کو بہت بڑے پیمانے پر ایک عرصے کے بعد ایک شادی والی "رسم" سے بھی اسی طرح ہاتھ دھونے پڑتے ہیں، جس طرح تجارت کے معاملے میں بخل سے کام لینے والوں کو ایک عرصے کے بعد بچے کھچے تاجروں سے بھی ہاتھ دھونے پڑ گئے تھے۔

فی الحال بڑے پیمانے پر قوم میں ایک شادی کا رواج اس لئے باقی ہے کہ اجتماعی سطح پر متعدد شادیوں والی سنت سے بغاوت کئے ہوئے ہندوستان اور پنجاب کے مسلمانوں کو تقریباً ایک، دو صدیاں گزری ہیں، مگر یاد رکھیے اب تک تباہی و بربادی جس رفتار سے ہوئی ہے آیندہ معاشرے کی اس سے کئی گنا زیادہ اور بڑی بربادی میں اتنا وقت نہ لگے گا۔ و اللہ ھو الحفیظ

وہ فطری عوامل جن کے ہوتے ہوئے متعدد شادیوں کو واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی

وہ کون سے فطری عوامل یا منافع ہیں کہ جب تک فطرت سے باغی اور وحی کے نور کے بغیر محض اپنی عقل سے انسانوں کے لئے قوانین وضع کرنے والے حکمرانوں کے پروپیگنڈے سے قومیں متاثر نہ ہوئی تھیں، ان منافع کے حصول کے لئے ایک عام مرد متعدد شادیوں کی طرف لپکتا تھا، اور آسانی سے سمجھ میں آنے اور ظاہر ہونے والے یہ منافع ہی ایک عام شخص کو متعدد شادیوں پر برانگیختہ کرنے کے لئے کافی ہو جایا کرتے تھے......؟ اور ان منافع کے ہوتے ہوئے تجارت کی طرح تعدِ زوجات والے "معاملے" کو فرض و واجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی......ان میں سے سرسری طور پر صرف دو منافع کا ذکر کیا جاتا ہے:

ا : اولاد کی کثرت کا شوق

ب : مردوں کا عورتوں کی طرف غیر معمولی جنسی میلان

نکاح سے وابستہ پہلی منفعت......اولاد کی کثرت کا شوق

اولاد خصوصاً بیٹوں کی کثرت ہر دور میں اور ہر قوم میں ہمیشہ سے محمود و مستحسن اور باعثِ افتخار سمجھی جاتی رہی ہے، یہ اولاد کی کثرت کا شوق ہی تو تھا کہ انبیاءِ سابقین پچھلی امتوں کے کفار کو تقویٰ کی راہ اختیار کرنے پر جہاں اخروی بشارتیں سناتے وہیں دنیا میں مال کے اضافے کے ساتھ ساتھ اولاد میں اضافے اور برکت کی خوشخبریاں بھی سناتے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان الفاظ میں دعوت دی:

> ویقوم استغفروا ربکم انّه کان غفارًا o یرسل السماء علیکم مدرارا o و یمددکم بأموال وبنین ویجعل لکم جنات ویجعل لکم أنهارا o (سورۃ نوح)
>
> ترجمہ: (اے میری قوم!) اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو، اس لئے کہ وہ بڑا غفار ہے وہ تم پر کثرت سے بارشیں برسائے گا اور تمہاری مدد کرے گا بیٹوں کی کثرت کے ساتھ اور تمہارے لئے (دنیا میں) باغات پیدا کرے گا (اور ان باغات کی سیرابی کے لئے) دریا (نہریں پیدا) کرے گا"

الغرض جیسے مال کی کثرت، پیداوار میں اضافہ، باغات اور نہریں وغیرہ امورِ حسّیہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف ہر شخص کی فطری رغبت بالکل بدیہی ہے، بالکل اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو تقویٰ اختیار کرنے پر ان مرغوب اشیاء میں اضافے کے ساتھ ساتھ خصوصاً بیٹوں میں اضافے کی امیدیں بھی دلا رہے ہیں۔

اور جب تک اہل مغرب کی شہوت پرست اور فطرت سے باغی قوموں میں "بچے کم ہی اچھے" والے پروپیگنڈے نے اولاد کی کثرت کی طرف اس فطری طلب کو خوب اشتہار بازی کر کے اور شور مچا مچا کر مصنوعی طریقے سے ختم نہ کیا تھا، اس وقت تک کفار کو بھی بچوں کی شرح پیدائش میں اضافہ اتنا محبوب تھا کہ انہیں دین کی طرف ترغیب دینے کے لئے مستقل طور پر یہ بھی

بتانا پڑتا تھا کہ اس دین کی برکت سے تمہاری قوم میں بچوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ ہوگا۔
حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو یوں سمجھایا:

واذکروا إذ کنتم قلیلاً فکثرکم۔ (الآیۃ)
ترجمہ: ''اور (اے میری قوم) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم تھوڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بڑھادیا۔''

اور پھر دنیا میں ''بچے کم ہی اچھے'' کا سب سے کامیاب پروپیگنڈہ کرنے والے خود یہودیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی راہ اختیار کرنے پر اولاد کی کثرت کی بشارت سنائی تھی، جس کا تذکرہ ان آیات میں ہے:

ثمّ رددنا لکم الکرۃ علیھم وأمددنا کم بأموال وبنین وجعلنا کم أکثر انفیراًo
(بنی اسرائیل)
ترجمہ: (اے یہودیو! پھر تمہارے دین کی طرف آنے کے سبب) ہم نے تمہاری مدد کی مال کی کثرت کے ساتھ اور اولاد کی کثرت کے ساتھ اور بنادیا تم کو آبادی کے لحاظ سے سب سے زیادہ۔

پھر اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں ان انعامات کا ذکر کرتے ہوئے یہودیوں سے یوں خطاب فرماتے ہیں:

إن أحسنتم أحسنتم لأنفسکم۔ (بنی اسرائیل)

یعنی اگر اچھے اعمال کروگے تو تم اپنے ہی فائدے کے لئے کروگے، یعنی تمہیں مال اور اولاد کی کثرت اور تمہاری آبادی اور تعداد کا دوسری قوموں کی نسبت بہت زیادہ ہونا وغیرہا جیسے دنیوی واخری فوائد دوبارہ حاصل ہوں گے۔ وإن أسأتم فلھا اور اگر برے اعمال اختیار کروگے تو اتنا ہی نقصان کروگے، یعنی اخروی نقصان کے ساتھ تم سے مال اور اولاد کی کثرت اور اس بنا پر تمہاری آبادی کا بہت زیادہ ہونا وغیرہ جیسی بہت سی دنیوی نعمتیں چھوٹ جائیں گی۔

"قولہ: "نفیرا" من ینفر من الرجل من عشیرتہ وأھل بیتہ۔"
کذا فی بیان القرآن۔

یہود پر اللہ تعالیٰ کی بغاوت کے یہ آثار ایسے واضح طور پر ظاہر ہوئے کہ ان کے پاس مال گو حسّی طور پر بہت ہے مگر مال کی ہوس اور بخل (جس کی طرف قرآنِ کریم میں {غلت أیدیھم} (کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے) اس مال سے کئی گناہ زیادہ ہے جس کے باعث اصل مالداری جو دل کے غِنٰی سے حاصل ہوتی ہے، اس سے یہ قوم محروم ہے اور دوسری وعید یعنی اولاد خصوصاً بیٹوں کی کمی اور اس بنا پر آبادی کی کمی والا وبال تو ان پر حسی اور ظاہری طور پر بھی پڑا۔
یہود کے ہاں بچوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی کمی ہی تو ہے کہ جس کے باعث وہ قوم جو عربوں سے ہزاروں سال

پہلے سے بچے جنتی آ رہی ہے، بقیہ عرب دنیا کے مقابلے میں ایک چھوٹے سے ملک فلسطین پر تمام تر مالی اور جنگی وسائل کے ہوتے ہوئے بھی پوری طرح قبضہ نہیں کر پارہی، اور یہ فلسطین کے عربوں کی کثیر تعداد اور یہودیوں کے مقابلے میں ان کی بے تحاشا آبادی ہی کی برکت ہے کہ یہودی پوری دنیا میں بسنے والے یہودیوں کو اکٹھا کر کے بھی اس ملک میں اپنی اتنی تعداد نہ کر سکے جو فلسطینی مسلمانوں کے مقابلے میں برابر نہ سہی، کم از کم نصف یا ایک تہائی ہی ہوتی۔

یہودی اپنی اولاد خصوصاً مسلمانوں کے مقابلے میں بچوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی کمی کے باعث اس قدر بوکھلاہٹ اور پریشانی کا شکار ہیں کہ ان کے پاس اولاد کی شرح پیدائش میں اس کمی کے باعث ہونے والے نقصان کو دور کرنے کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں کہ دوسری قوموں کو خصوصاً مسلمانوں کو بھی ''بچے کم ہی اچھے'' کا جھانسا دے کر اس بارے میں اپنے گھڑے ہوئے فضائل سنائیں مثلاً:

''زیادہ بچے ہوں گے تو اسکول کی فیسیں کیسے ادا کرو گے؟ بچے جاہل کے جاہل رہیں گے، ایڈوانس اسکولوں میں پڑھے ہوئے دو تین بچے، ان آٹھ دس بچوں سے بہتر ہیں جو تعلیم کا خرچہ نہ ہونے کے باعث جاہل کے جاہل رہیں۔''

چنانچہ اس قسم کے فضائل سنا کر پہلے دوسری اقوام اور پھر مسلمانوں کو بچوں کی شرح پیدائش میں کمی پر آمادہ کر رہے ہیں۔

اہلِ مغرب اور یہودیوں کے اس پروپیگنڈے کا جواب کیا ہے؟ یہ تو ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیلاً آگے آ رہا ہے، ابھی صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اولاد کی وہی کثرت جو ہر قوم میں ہمیشہ سے پسندیدہ سمجھی جاتی تھی اور جسے عصبات ''پٹھے'' (Muscles) صرف اسی لئے کہا جاتا تھا کہ جیسے پٹھے انسانی جسم کا انتہائی اہم جزو ہونے کے باعث کسی بھی شخص کے لئے دینی، دنیوی اور معاشی سطح پر اس کی مضبوطی اور اسے توانا کرنے کا سبب بنتے ہیں، اسی طرح اولاد بھی ان تمام سطح پر ایک دوسرے کو اور خصوصاً والدین کو مضبوط کرنے کا سبب بنتی ہیں، چنانچہ اس قسم کے پروپیگنڈوں اور مسلسل شور کے باعث اولاد کی وہی کثرت جو ہمیشہ سے مرغوب و پسندیدہ سمجھی جاتی تھی، اب نہ صرف یہ کہ مرغوب نہ رہی، بلکہ آج اس کی کثرت ذلت اور رسوائی سمجھی جانے لگی ہے، اگر کسی شخص کے آٹھ دس بچے ہوں تو وہ معاشرے میں اپنی اولاد کی تعداد بتانے میں شرم محسوس کرتا ہے کہ لوگ مذاق اڑانا نہ شروع کر دیں۔

الغرض سب سے پہلے اہلِ مغرب کی فطرت سے باغی اور وحی کے نور سے عاری عقل رکھنے والی وہ قوم اس نعرے سے متاثر ہوتی کہ جس کا کوئی کام بھی فطرت (Nature) کے مطابق نہیں، اس قوم کی عقل نے یہودیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنی قوم کو یہ باور کرانا شروع کر دیا کہ بچوں کی کثرت معاشی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، جس باپ پر بچوں کا بوجھ ہو، وہ اپنا وقت اور سرمایہ بچا کر ملک اور قوم کی صحیح خدمت نہیں کر سکتا، جس ماں پر بچوں کی کثرت کا بوجھ ہو وہ مردوں کے شانہ بشانہ چل کر ملک اور قوم کی ترقی میں کوئی خاص اہم کردار ادا نہیں کر سکتی۔

زیادہ بچے ماں کی بھرپور توجہ نہ ملنے پر صحیح تربیت نہ ہونے کے باعث چور اور ڈاکو بنیں گے، چنانچہ وحی کے نور سے عاری عقل رکھنے والے ''دانشوروں'' نے اپنی قوم کو ترقی و تربیت کا یہ فلسفہ سمجھا کر اولاد کی اس کثرت میں رغبت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ جس کثرت کو ہر دور میں دینی و دنیوی ترقی کا سبب سمجھا جاتا تھا اور اس کی طرف ہر مرد کی فطری رغبت ہوتی تھی۔

ان کی یہ قوم بھی چونکہ مذہب سے باغی تھی، لہٰذا اس قوم میں بھی یہ نعرہ بہت جلد مقبول ہوا، اور بچوں کی شرحِ پیدائش میں کمی ہونے لگی۔

شرحِ پیدائش میں کمی کے باعث آبادی کی شرح میں جس تیز رفتاری سے کمی ہونے لگی، اس کمی سے تباہی و بربادی کے ظاہر ہونے والے آثار کو دیکھ کر اس قوم کو احساس ہوگیا کہ ان سے سنگین غلطی ہوئی ہے اور اب اگر اس غلطی کا ازالہ کرتے ہوئے قوم میں بچوں کی شرح پیدائش کو غیر معمولی حد تک بڑھایا نہ گیا تو جلد ہی ان ممالک کی آسمان تک پہنچی ہوئی ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی طرح زمین بوس ہونا شروع ہو جائے گی۔

آبادی میں کمی کے باعث اہلِ مغرب خصوصاً امریکا جس بوکھلاہٹ کا شکار ہے، اس کا اندازہ آپ بی بی سی BBC (انٹرنیٹ) میں شائع ہونے والی اس سرخی سے لگائیں جس میں جلی حروف میں یہ خبر شائع ہوئی کہ امریکی ریاست میں جبری زنا کے بعد ٹھہر جانے والے حمل کے اسقاط پر بھی پابندی لگادی گئی۔

اندازہ لگایئے! وہ قوم اپنی آبادی کو بڑھانے پر کتنی حریص ہوگی جو عورت کو اس حمل کے ساقط کرنے سے بھی زبردستی روکنا چاہتی ہو، جس حمل کے بوجھ کو اٹھانے پر وہ زبردستی یعنی جبری زنا کے نتیجے میں مجبور ہوئی...... اور عجیب بات یہ ہے کہ BBC کے اسی صفحے پر اسی خبر کے ساتھ یہ دو خبریں اور بھی چمک رہی تھیں، جن میں سے ایک کا عنوان تھا کہ ''حکومتِ سندھ کا فیصلہ''......کم بچے زیادہ مراعات''......اور دوسری خبر تھی:......''حکومتِ پاکستان کی طرف سے فیملی پلاننگ مہم، علماء کی شرکت'' ......اس عنوان کے تحت جو تفصیلی خبر شائع ہوئی اس ایک جملہ نقل کر رہا ہوں:

''پاکستانی حکومت نے ملک بھر میں خاندانی منصوبہ بندی کی خاطر تمام مکاتبِ فکر کے تیرہ ہزار پیش اماموں کی خدمات حاصل کرلیں۔''

اس خبر کے ساتھ امریکا کے بارے میں جو خبر شائع ہوئی وہ من وعن ملاحظہ ہو:

امریکی ریاست: اسقاطِ حمل ممنوع

''امریکی ریاست جنوبی ڈیکوٹا میں ایسا قانون نافذ کیا گیا ہے جس کے تحت حمل گرانا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

حمل کو ممنوع بنانے والے اس قانون پر گورنر مائیک راؤنڈ نے دستخط کرکے اسے نافذ العمل بنادیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قانون کا مقصد سپریم کورٹ پر دباؤ ڈالنا ہے تاکہ وہ اپنی پہلے کی رولنگ پر نظرِ ثانی کرے۔

اسقاطِ حمل کا یہ قانون یکم جولائی سے نافذ العمل ہوگا، لیکن غالب امکان یہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ اس وقت تک وفاقی جج اسے معطل کردیں گے۔

جنوبی ڈیکوٹا میں پیر کو منظور ہونے والے اس قانون کے تحت حمل کو ساقط کرنے کے عمل کو قانوناً جرم قرار دے دیا گیا ہے، اس کے بعد اسقاطِ حمل کی تقریباً مکمل ممانعت ہوگئی ہے۔

قانون کے تحت اب جبری آبروریزی اور محرم کے ساتھ جنسی عمل کی وجہ سے بھی حمل گرانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

قانون کے مطابق حمل ساقط کرنے والے ڈاکٹر کو پانچ سال قید کی سزا دی جائے گی۔

تاہم بعض صورتوں میں حمل گرانے کی اجازت ہوگی، مثلاً اگر حاملہ کی زندگی خطرے میں ہو تو اسے بچانے کے لئے اس کی اجازت رکھی گئی ہے۔

اس قانون کے حامی کہتے ہیں کہ یہ سپریم کورٹ کے ۱۹۷۳ء والے اس فیصلے سے ٹکر لینے کیلئے منظور کیا گیا ہے جس میں عورتوں کے اسقاطِ حمل کے حق کو تسلیم کیا گیا تھا۔''

www.bbcurdu.com

PST 08:48 GMT 03:48, 2006, March, 07, Tuesday

الغرض یہ قوم جب مختلف طریقوں سے لالچ دے کر اپنی قوم کو بچوں کی شرح پیدائش میں اضافے پر ابھارنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تو انہوں نے اپنی قوت کا سارا زور مسلمانوں اور ایشیا کے خصوصاً غریب ملکوں کی طرف پھیر دیا اور اب اہلِ مغرب مسلمانوں کے ''خیر خواہ'' بن کر انہیں یہ باور کرانے کی کوشش میں لاکھوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں اور بار بار یہ باور کروا رہے ہیں کہ:

'' مسلمانو! یہ زمینی حقائق ہیں کہ بچوں کی کثرت جہالت اور غربت کا سبب ہے، تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ تعلیم کہ زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ بروزِ محشر میں تمہاری کثرت پر فخر کروں...... تمہارے نبی کا یوں ترغیب دینا کہ بچے جننے والی عورت اس حسن وجمال والی عورت سے بدرجہا بہتر ہے جس کے اولاد نہ ہوتی ہو اور اس بارے میں تمہارے نبی کا ایک ایسی عورت جو مال ومنصب کے ساتھ حسن وجمال والی بھی تھی، اس عورت سے محض اس کے بانجھ ہونے کے باعث صحابی کی اس کی طرف بھرپور رغبت ہونے کے باوجود اس سے نکاح سے روکنا اور اس بارے میں پیغمبر کا اتنا حساس ہونا کہ تین مرتبہ اجازت مانگنے پر بھی ان صحابی کو اس سے نکاح کی اجازت نہ دینا اور کثیر الولادۃ عورت سے نکاح پر برانگیختہ کرتے ہوئے تم میں اولاد کی کثرت کا غیر معمولی شوق بھڑکا دینا...... تمہارے نبی کے ساتھیوں کا صرف اولاد کی کثرت کے لئے کثرت سے نکاح کرنا...... تمہاری کتاب کا یہ وعدہ کہ تقویٰ اختیار کرو گے تو میں کثرت سے بیٹے دوں گا اور تمہاری آبادی کو { أَكْثَرَ نَفِيرًا} کہہ کر سب سے زیادہ کردوں گا ...... تمہاری کتاب کا تمہاری بیویوں کو

حرث (کھیتی) سے تعبیر کر کے تمہیں (پیداوار یعنی) اولاد کی کثرت پر برانگیختہ کرنا۔..... یہ سب باتیں پہاڑوں اور پتھروں اور سائنس، ٹیکنالوجی اور ترقی سے عاری دور کے لئے تھیں..... آج زمینی حقائق کہہ رہے ہیں کہ اولاد کی کثرت جہالت، غربت اور ترقی میں رکاوٹ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے..... مشاہدہ ہو رہا ہے کہ کم بچوں والا زیادہ بچوں والے کی نسبت پر سکون زندگی گزار رہا ہے اور جس کے سرے سے اولاد ہی نہیں، اسے تو دنیا میں کسی قسم کی فکر اور پریشانی کے لاحق ہونے کا دور دور تک امکان ہی نہیں۔

یہ دور چودہ سو سال پہلے والے دور کی طرح پتھروں اور پہاڑوں کا زمانہ نہیں، ٹیکنالوجی اور تعلیم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور بڑھ چڑھ کر ترقی کی دوڑ میں حصہ لینے کا زمانہ ہے، آج کا بچہ پتھروں کے زمانے کی طرح صرف دو وقت کی روٹی اور لباس کے لئے ایک گھسی پھٹی چادر کا محتاج ہی نہیں۔

آج کے بچے کو اگر ''مناسب'' وقفوں کے ساتھ ''مناسب'' ٹیکے نہ لگے..... ان کی ''نامناسب'' بیماریوں کے علاج کیلئے جیب میں ''مناسب'' پیسے نہ ہوئے..... اگر ان بچوں کو ''مناسب'' فیسوں والے ''مناسب'' اسکولوں میں ''مناسب'' تعلیم نہ ملی، تو یہ قوم کے دیگر ''مناسب'' افراد کے شانہ بشانہ چل کر ''مناسب'' لوگوں کی فہرست میں ہرگز داخل نہ ہو سکیں گے، جس کے باعث ان انتہائی ''نامناسب'' بچوں کو نہ صرف یہ کہ قوم کے دوسرے ''مناسب'' افراد سے ''مناسبت'' نہ ہو سکے گی بلکہ یہ دوسرے تعلیم یافتہ ''مناسب'' افراد کو دیکھ دیکھ کر شدید احساسِ کمتری کا شکار ہو کر ترقی کی دوڑ میں قوم کے دیگر ''مناسب'' افراد سے انتہائی پیچھے رہ جائیں گے۔''

پھر فطرت (Nature) سے باغی ان اقوام نے اس پروپیگنڈے کو کامیاب کرانے کے لئے یہ بھی بتایا کہ اگر ان بچوں کی تعداد کم کرنے کے لئے والدین نے بچوں کی پیدائش میں نامناسب حد تک ''مناسب'' وقفہ نہ کیا تو نہ صرف یہ کہ بچوں کی ماں کی صحت بلکہ زندگی کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا بلکہ اس قوم کے لوگ اولاد کی کثرت کے باعث غربت بڑھنے سے خوراک کے حصول کے لئے ایک دوسرے کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگیں گے اور ''مناسب'' تعلیم تو در کنار کسی کو ''مناسب'' خوراک بھی با آسانی میسر نہ ہو سکے گی۔

کچھ عرصہ قبل حکومت کی طرف سے منظور شدہ ''منصوبہ بندی اور اسلام'' کے نام سے ایک کتاب بندہ کی نظر سے گزری جس میں بڑے شد و مد سے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ اگر بچوں کی شرح پیدائش پر کنٹرول نہ کیا گیا تو کچھ عرصے کے بعد لوگ غربت اور بھوک کے مارے ایک دوسرے کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگیں گے اور کتاب کے مصنف نے اس بات کا خیال نہ کیا کہ جس خالق نے اپنی کتاب میں ہر جاندار کی روزی کے انتظام کا خود کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے، اس نے محض اس ذمہ

داری کا زبانی دعویٰ ہی نہیں کیا، بلکہ بچے کی پیدائش سے قبل ہی اپنے دستِ قدرت سے ماں کی چھاتیوں میں دودھ پیدا کر کے عقل کے اندھوں اور خدا پر اعتماد اور توکل سے عاری لوگوں کیلئے اس دعوے کو عملاً ثابت بھی کر کے دکھایا ہے۔

اہلِ مغرب کی اس ''خیر خواہی'' پر مشتمل نعرے کا سب سے زیادہ اور پہلا اثر مسلمانوں کے ان ''خیر خواہ'' حکمرانوں پر ہوا، جو کبھی بھی اور کسی بھی شعبے میں مسلمانوں اور ملک کے ''خیر خواہ'' ثابت نہ ہوئے، جن کی غلامانہ سوچ نے انہیں کبھی اس کی اجازت ہی نہ دی کہ مغرب کی طرف سے پیش کردہ نظریات کے بارے میں کبھی سنجیدگی سے غور بھی کر لیں کہ اہلِ مغرب کے اپنے ملکوں میں اس ''تجربے'' کے کیا بھیانک نتائج نکلے؟ مگر ملک کے ان ''خیر خواہ'' اور مغرب زدہ حکام کے دلوں میں مسلمانوں کو ''تباہی و بربادی'' سے بچانے کا ''خیر خواہانہ'' جذبہ اتنی تیزی سے پھوٹنے اور جوش مارنے لگا کہ حکومت نے بھی مغرب کے اس فلسفے کو کامیاب کرانے کی خاطر مدعی سست اور گواہ چست کا مظاہرہ کرتے ہوئے مغرب سے وفاداری کا حق ادا کر دیا۔

غربت کے خوف سے کم بچوں والا فلسفہ مالداروں میں زیادہ کامیاب ہوا

طرفہ تماشا یہ کہ تعلیم و تربیت کے خرچوں کے خوف سے بچوں کی تعداد میں کمی والا فلسفہ، سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ان ہی بے انتہاء مالدار اور دولت مند لوگوں میں کامیاب ہوا جن کے پاس بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بے تحاشا مال و دولت کی کمی نہ تھی۔

بندہ کی جان پہچان والے ایک صاحب نے اپنے کسی کروڑ پتی دوست سے جو کئی فیکٹریوں کے تنہا مالک ہیں، کے بارے میں بتایا کہ شادی کئی سال گزرنے کے باوجود ان سیٹھ صاحب کا صرف ایک ہی بیٹا ہے، کہتے ہیں کہ میں نے ان سے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ ایک بیٹے کی ولادت کے بعد ہی ولادت کا سلسلہ یہ سوچ کر بند کروا دیا کہ جب مجھے اپنی جائیداد کا وارث مل گیا تو اب مزید بچے پیدا کرنے کی کیا ضرورت؟

ہزار ہزار گز کے بنگلوں میں رہنے والے آپ کو ایسے بہت سے والدین بھی نظر آئیں گے جنہوں نے ''غربت'' اور ''تعلیم و تربیت'' میں کمی کے خوف سے دو تین بچوں کے بعد ہی ولادت کا سلسلہ بند کروا دیا اور پھر ساری عمر ان دو تین بچوں کے لاڈ پیار میں لگے رہے، پھر یہ اعتدال سے بڑھا ہوا لاڈ پیار (جس پر ان کے والدین بچوں کی تعداد میں کمی کے باعث کسی حد تک مجبور تھے) ان بچوں کو عموماً جفاکشی و ایثار جیسے محمود اوصاف سے محروم کر ڈالتا ہے اور اعتدال سے متجاوز یہ لاڈ پیار ان بچوں میں خود غرضی اور بزدلی جیسے اوصافِ رذیلہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، نتیجتاً عمر کے آخری حصے میں اتنے بڑے بنگلوں میں رہنے والے ایسے کفایت شعار بوڑھے والدین بڑھاپے میں اکیلے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہوتے ہیں اور ان کے دو بچوں میں سے ''ایک'' امریکا اور ''دوسرا'' برطانیہ میں رہائش اختیار کر کے وہاں سے اپنے والدین کے لئے خرچہ بھیجتے ہوئے اپنے وفادار ہونے کے ''ٹھوس شواہد'' فراہم کر رہا ہوتا ہے، إلا ماشاء اللہ۔

آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ عموماً ملک میں جو جتنا بڑا مالدار ہوگا عام طور پر سب سے زیادہ ''مناسب'' وقفہ بھی اسی کے دو بچوں کے ہاں ہوگا، حالانکہ ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات جن کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے، مالداروں کی طرح غریب لوگ

بھی دیکھتے اور سنتے ہیں، بلکہ غریب آبادیوں میں حکومت کی طرف سے متعین کردہ خواتین باقاعدہ گھروں میں گشت کرتی پھر رہی ہیں اور جس عورت کے ہاں دوسرے سے تیسرا بچہ ہوجائے، اسے مختلف قسم کے سوالات کر کے باقاعدہ تنگ کرتی ہیں اور ندامت اور شرمندگی کا احساس دلاتی ہیں۔

مغرب کا یہ پروپیگنڈہ اتنا زوردار ہے کہ اہل علم کی بھی ایک کثیر تعداد لاشعوری طور پر اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئی ہے، آج بہت سے اہل علم بھی بچوں کی تربیت کے پیش نظر ''بچے کم ہی اچھے'' کے فلسفے کو اچھا سمجھتے ہوئے اس بارے میں فقہ کی بعض ایسی عبارتیں پیش کررہے ہیں کہ جن عبارتوں کی طرف آج سے پہلے کسی نے خصوصی توجہ نہ دی اور نہ ہی ان پر عمل کی خاطر غور وفکر کی طرف کوئی خصوصی توجہ دے کر اس پر باقاعدہ عمل کو لائق اعتبار سمجھا گیا۔

فی الحال صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اولاد کی کثرت کی طرف وہ فطری رغبت جو ایک نارمل مرد کو جلد اور متعدد نکاحوں پر برانگیختہ کرسکتی تھی، اس فطری رغبت کو مصنوعی طریقے سے شور مچا مچا کر ختم کردیا گیا، جس کے باعث لازمی طور پر نکاح کی طرف وہ رغبت ختم ہوگئی جو کسی بھی قوم میں خاندانی نظام کو تباہی وبربادی سے بچانے کے لئے من حیث القوم مطلوب ہے اور مزید بہتر نتائج کی خاطر جس طلب میں مزید اضافے کے لئے شریعت نے پہلے نکاح کی جلد ترغیب کے ساتھ اسے سنتِ مؤکدہ قرار دیا اور پھر متعدد شادیوں کو محض پسندیدہ، مستحسن اور سنت قرار دینا ہی کافی سمجھا، کیونکہ اولاد کی کثرت والی اس فطری رغبت کے ہوتے ہوئے اس معاملے کو فرض قرار دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

پہلے لوگ اس لئے جلد نکاح اور زیادہ شادیاں کرتے تھے کہ اولاد بھی زیادہ ہو اور ان کی پیدائش کا سلسلہ بھی جلد شروع ہوتا کہ ہماری جوانی ہی میں ہمارے سامنے ہماری اولادیں جوان ہوکر ہمارے مختلف کاموں میں ہمارا سہارا بنیں...... ایسا نہ ہو کہ بڑھاپے کی وہ عمر جس میں جب خود اولاد کے ہاتھوں پالے جانے کے محتاج ہوں، اولاد کی نگہداشت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھا رہے ہوں...... جبکہ آج لوگ اس لئے نکاح ثانی سے اجتناب کرتے ہیں کہ کہیں مزید اولاد نہ ہوجائے۔

نکاح سے وابستہ دوسری منفعت...... مردوں کی عورتوں کی طرف غیر معمولی جنسی رغبت

فطری عوامل میں دوسری اہم اور فطری شیء جو مردوں کو عورتوں سے نکاح کی کثرت کی طرف بغیر کسی ترغیب کے ہی برانگیختہ کرتی تھی اور اس فطری عامل کے باعث شریعت نے متعدد شادیوں کو محض مستحب اور پسندیدہ قرار دینا ہی کافی سمجھا، اس رغبت کے ہوتے ہوئے کوئی خاص معیار متعین کر کے زیادہ شادیاں فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی، بلکہ مستحب قرار دینے کی بھی ضرورت نہ تھی، محض مباح اور حلال قرار دینا کافی تھا، چنانچہ وہ فطری عامل مردوں کا عورتوں کی طرف غیر معمولی جنسی میلان اور محبت ہے۔

قال الله تعالیٰ{زین للناس حب الشھوٰت من النساء والبنین والقناطیر القنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والأنعام والحرث... الأیۃ۔

(آل عمران)

ترجمہ: خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت، یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور زراعت......الآیہ (بیان القرآن)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی بڑی بڑی مرغوب اشیاء کا ذکر کیا ہے کہ جن کی طرف غیر معمولی رغبت کے باعث ہر دور کا انسان ان اشیاء میں سے ہر شی ء کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کرنے کی کوشش میں لگا رہا ہے۔

خالقِ کائنات جو مرد کا خالق اور اس کی طبیعت اور فطرت سے پوری طرح آگاہ ہے، اس خالق اور حکیم نے مرد کی طبیعت کی رعایت کرتے ہوئے مرغوب اشیاء کے ذکر میں سب سے پہلے عورت کا ذکر فرمایا، اس طرز میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام تر اشیاء میں مرد کے لئے عورت کو سب سے زیادہ پرکشش اور محبوب بنایا ہے۔

مردوں کی عورتوں کی طرف غیر معمولی رغبت اور جنسی میلان ہی تو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما ترکت بعدی فتنۃ أضر علی الرجال من النساء۔" (بخاری)

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ فتنہ کی کوئی چیز نہیں چھوڑی۔''

دنیا میں سب سے پہلا قتل ایک عورت کے حصول کے لئے ہوا تھا اور فرشتوں کا تخلیق آدم علیہ السلام پر {ویسفک الدماء} (یہ خون بہائے گا) والے اشکال کا سب سے پہلا عملی مظاہرہ اس وقت ہوا جب ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ایک عورت کی محبت میں اسے حاصل کرنے کی خاطر اپنے معصوم بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا۔

پھر جیسا کہ تفصیلاً گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرد میں عورت کی نسبت کئی گنا زائد جنسی قوت و رغبت رکھی ہے جس کی وجہ سے عام حالات میں ایک عورت ایک نارمل صحت والے مرد کی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی ہی نہیں۔

عورت کی طرف مرد کے اس فطری میلان اور جنسی رغبت کو بعض قوموں نے مثلاً عیسائیوں نے دین میں اپنے مزاج کی دخل اندازی کرتے ہوئے ایک حیوانی فعل کا نام دیا اور یوں اس فطری رغبت سے اٹھنے والے جذبات کے کچلنے کو باعثِ ثواب بتایا، مگر اسلام (جو دین فطرت ہے) نے نہ صرف (ایک مہذب طریقے سے) اس خواہش کو پورا کرنے کی اجازت دی بلکہ اس عمل پر جو نتائج مرتب ہوتے ہیں مثلاً میاں بیوی کی محبت میں اضافہ، ہر دو کی صحت میں اضافہ، اولاد کی تکثیر، زنا کی تقلیل وغیرہ جیسے عمدہ نتائج کے باعث اس خواہش کی تکمیل کو باعثِ اجر قرار دیا اور یہ واضح کر دیا کہ جیسے بھوک اور پیاس کا لگنا اور اسے ختم کرنے کے لئے روٹی اور پانی کی خواہش پیدا ہونا ایک فطری خواہش اور صحت مند شخص کے لئے انتہائی ضروری ہے، اسی طرح ہر صحت مند اور سلیم الفطرت مرد عورت میں جنسی قوت وخواہش اور اس بناء پر ایک دوسرے کی طرف میلان بھی انتہائی ضروری ہے۔

مگر جیسے بھوک کی خواہش مٹانے کے لئے روٹی کی طلب میں کسی کی جیب کاٹنا جائز نہیں، اسی طرح مرد کو اپنی مرغوب ترین شی ء کے حصول کے لئے زنا یا کوئی اور غیر فطری طریقہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ عورت کے حقوق کے تحفظ کی

خاطر مرد کو اس طرح اس خواہش کی تکمیل کی اجازت دی گئی کہ اس پر عمل کی صورت میں مرد ساری عمر اس عورت کے لباس، پوشاک ور ہائش وخوراک کے بندوبست کا ذمہ دار ٹھہرتا ہو۔

الغرض اسلام دینِ فطرت نے جائز طریقے سے جنسی خواہش اور مرد کے لئے اس کی مرغوب ترین شیء (عورت) کے حصول کی کوشش کو نا صرف جائز بتایا، بلکہ جائز طریقے سے اس خواہش کی تکمیل کی مختلف طریقوں سے ترغیب دی۔

اسلام حلال طرح سے جنسی خواہش کی تکمیل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لن یر للمتحابین مثل النکاح۔" (سنن ابن ماجه:۱/۵۹۳، وفی مصباح الزجاجه:هذا إسناد صحیح، رجاله ثقات)

ترجمہ: "دو محبت کرنے والے (مرد وعورت میں) نکاح سے بہتر ہرگز کوئی دوسری شیء نہیں۔"

یعنی کسی مرد کو کسی عورت سے عشق ہو جائے (تو اگر نکاح میں کوئی اور مفسدہ نہ ہو) تو ان دونوں کو معاشقہ اور اس فطری میلان کو کسی بھی طرح سے کچلنے کے بجائے اس خواہش کی تکمیل کے لئے ان کے درمیان نکاح کو سب سے بہترین چیز قرار دیا گیا، چنانچہ اس حدیث کی روشنی میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ عشق کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ معشوقہ سے شادی کر لی جائے۔

سببه أخرج أبو علی... عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنه قال جاء رجل إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله عندنا یتیمة قد خطبها رجلان موسر ومعسر وهی تهوی المعسر ونحن نهوی الموسر، فقال رسول الله علیه وسلم: لم یر للمتحابین مثل النکاح۔ (کذا فی البیان والتعرف:۲/۱۶۲)

قال الطیبی تحت: "لم یر" هو من الخطاب العامی ومفعوله الأول محذوف، أی لم تر أیها السامع ماتزید به المحبة مثل النکاح... أی إذا نظر رجل لأجنبیة وأخذت بمجامع قلبه فنکاحها یورثه مزید المحبة، کذا ذکره الطیبی وأفصح منه قول بعض الأکابر: المراد: أن أعظم الأدویة اللتی یعالج بها العشق، النکاح فهو علاجه۔

اسی طرح قرآنِ کریم نے اس (مطلقہ یا) بیوہ عورت کو جو عدت کے بعد سابق شوہر یا کسی اور مرد سے اس کی طرف رغبت کی بناء پر نکاح کرنا چاہتی ہو، اس عورت کے اولیاء کو ان دونوں کے درمیان نکاح میں رکاوٹ بننے سے منع کیا ہے، ارشادِ باری تعالٰی ہے:

{فبلغن اجلهنّ فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن...}الآية۔(البقرة)

ترجمہ:''پس جب وہ (عورتیں) اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں نہ روکو اس بات سے کہ وہ نکاح کریں اپنے (متوقع) شوہروں سے۔''

اور چونکہ مرد میں یہ جنسی قوت ورغبت عورت کی نسبت کئی گنا زائد ہے، اس لئے یہ بہت ظلم ہوتا ہے کہ جس طرح عورت کو صرف ایک مرد پر اکتفاء کی اجازت دی گئی، اس کے مقابلے میں اس کے شوہر (مرد) کو بھی اس معاملے میں اپنی بیوی کے مساوی اور ''اپنی بیوی جیسا'' قرار دیا جاتا اور یوں اسے اس کی مرغوب ترین شے میں انتہائی قناعت سے کام لینے پر مجبور کرتے ہوئے ساری عمر ایک ہی عورت پر گزارا کرنے کی اجازت ہوتی، ایسے مرد کی مثال تو ایسی ہوتی کہ جسے بھوک تو زیادہ روٹیوں کی لگتی ہے مگر اس کے سامنے طباق میں صرف ایک روٹی پیش کی جاتی ہے، تو ہر وقت شدید خطرہ ہے کہ یا تو اسے کمزوری کے باعث بھوک لگنا ہی ختم ہو جائے گی یا کسی دن مسلسل بھوک باقی رہ جانے کے باعث تنگ آ کر دوسروں کی روٹیاں بھی چرانا شروع کر دے یا پھر کسی دن جوش میں روٹیوں کے ساتھ طباق بھی کھا جائے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے مرد میں عورتوں کی نسبت زائد جنسی قوت ورغبت رکھ کر اس کی تسکین کے لئے بیک وقت متعدد بیویاں رکھنے کی نہ صرف اجازت دی، بلکہ مختلف عنوانات سے ترغیب دی تا کہ ایک مرد کے ذریعے زیادہ سے زیادہ عورتوں کی نکاح والی ضرورت پوری ہو اور اس طرح سے زیادہ سے زیادہ عورتوں کی فطری وجنسی خواہش کی تکمیل کا انتظام ہو اور کوئی بھی عورت کسی مناسب مرد سے نکاح کے بغیر زندگی گذارنے پر مجبور نہ ہو اور انہیں حاکم کی صورت میں ایک غیرت مند، حد درجہ محبت کرنے والا، ان عورتوں کو خیراتی اداروں کا محتاج ہونے اور والدین پر بوجھ بننے سے بچانے والا مرد میسر ہو، جو انہیں ساری عمر کما کما کر عزت سے کھلانے اور ان کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی جسمانی اور روحانی تربیت کرنے کا ذمہ دار بھی ہو اور ایک ''اچھے'' مرد پر ایک ہی عورت قبضہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے مختلف حکمتوں کے حصول کی خاطر نہ صرف مرد کے لئے عورت کا حصول بہت آسان بنایا بلکہ متعدد عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی خاطر حلال کی جانے والی عورتوں میں بہت زیادہ عموم بھی رکھا۔

چنانچہ وہ عورتیں کہ جن سے نکاح حرام ہے، مثلاً ماں، بیٹی، بہن، خالہ وغیرہ ان کا ذکر کرنے کے بعد باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

{وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم}(سورة النساء)

ترجمہ: حلال کر دی گئی ہیں ان کے علاوہ تمام عورتیں اس طور پر کہ تم (انہیں نکاح کے لئے) تلاش کرو اپنے مال (یعنی مہر) کے ذریعے۔

اہل علم کی خدمت میں کچھ علمی نکات

اس آیتِ مبارکہ میں:

① ...... "مَنْ" اسم موصول جو ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کے بجائے لفظِ "ما" کا استعمال فرمایا جو کہ اکثر غیر ذوی العقول (بے جاں وحیوانات وغیرہ) کے لئے استعمال ہوتا ہے، چنانچہ یہاں بھی لفظِ "ما" حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم میں مبالغہ کے لئے ہے تاکہ تمام اوصاف کی عورتیں اس میں داخل ہو جائیں اور "محترز عنہ" یعنی وہ محارم عورتیں کہ جن سے نکاح حرام ہے تو نکاح کی حرمت ان مذکورہ محارم عورتوں تک محدود رہے جن کا اس سے پچھلی آیت میں ذکر ہے۔ (گو کہ دوسری آیات میں بعض دوسری مثلاً مشرک عورت سے نکاح بھی حرام کیا گیا)

② ...... "وراء" کی اضافت ضمیر کے بجائے اس اشارہ کی طرف کی گئی، اگر ضمیر کی طرف اضافت ہوتی یعنی "وراء هن" ہوتا تو معنی ہوتا کہ حلال کر دی گئی ہیں "ان عورتوں" کے سوا باقی تمام۔

مگر "هن" (ان عورتوں) کی بجائے "ذلکم" اس اشارہ لایا گیا جو کسی شیء کی طرف "اشارۂ حسیہ" مثلاً ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرتے وقت بولا جاتا ہے۔

"ذلکم" اسم اشارہ سے جس طرف اشارہ کیا جارہا ہے تو اس "مشار إلیه" میں "جمع بين الأختيين" (یعنی دو بہنوں یا ایسی دو محارم کو نکاح میں جمع کرنا جو اس باب میں بہنوں کے قائم مقام ہوں) بھی داخل ہیں۔

لہٰذا ان عورتوں کے سوا بقیہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حلّت بھی اسی اسم اشارہ کے استثناء {وأحل لكم ما وراء ذلكم} سے ثابت ہو رہی ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ ضمیر کے بجائے اسم اشارہ کے ذریعے یعنی گویا ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ جن محارم عورتوں کا اس آیت میں ذکر ہوا جو اِس پچھلی آیت میں بالکل تمہارے سامنے ہیں تو بس "یہ" (اور ان کے سوا کچھ بقیہ جن کا ذکر دوسرے مقام پر فرمایا) تو بس یہ عورتیں ہیں کہ جن سے نکاح حرام ہے...... "یہ" ...... بالکل تمہارے سامنے۔

پس ایک طرف لفظ "ما" کے ذریعے حلال کی جانے والی عورتوں کے عموم میں مبالغہ کرنا...... دوسری طرف ضمیر کے بجائے اسمِ اشارہ کے استعمال کے ذریعے مستثنیٰ منہ خواتین کو بالکلیہ محدود کر دینا...... فصیح وبلیغ کلام میں کسی "پُرحکمت" معنی سے خالی نہیں اور وہ "پُرحکمت" معنی یہ ہے کہ جب أعزو اقارب بغیر کسی شرعی وجہ کے تمہیں نکاح سے باز رکھنے کی کوشش کریں اور اس بارے میں تم تشویش کا شکار ہو جاؤ تو دیکھ لینا کہ جن سے تم نکاح کرنا چاہ رہے ہو، وہ محارم میں تو نہیں، جو کہ اس پچھلی آیت میں...... "یہ" ...... بالکل تمہارے سامنے ہیں، بس...... "یہ" سب ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی...... وغیرہ کے سوا...... {وأحل لكم ما}...... سب کی سب حلال کر دی گئی ہیں، خواہ طلاق یافتہ ہوں یا بیوہ یا کنواری ہوں، اس کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر نکاح کرنا چاہ رہے ہو یا کسی اور مصلحت مثلاً صلہ رحمی یا اولاد وغیرہ کے حصول کے لئے، پہلے سے اس عورت سے محبت کے باعث وہ تمہیں محبوب ہے، اس لئے نکاح کی خواہش ہے یا نفرت کو نکاح کے ذریعہ محبت میں بدلنا چاہتے ہو۔

الغرض ان چند اور ان کے ساتھ بعض دوسری مثلاً مشرک عورتوں کے سوا جتنی عورتیں ہیں، ان میں سے کسی سے بھی نکاح کرنے یا بیک وقت متعدد کو نکاح میں جمع کرنے کے لئے گھبرانے اور اس گھبراہٹ کے باعث ہانپنے اور کانپنے کی بالکل ضرورت نہیں، مختلف مصلحتوں والی سب کی سب عورتیں تمہارے رب اور مالک کی طرف سے تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں، اس طور پر {أن تبتغوا بأموالكم ...} کہ ان میں سے (جس کو چاہو) نکاح کی خاطر تلاش کرو اپنے مال یعنی (مہر) کے ساتھ۔ (خواہ معجّل ہو یا فی الحال اگر جیب خالی ہے تو عورت یا اس کے اولیاء کی رضا سے مؤجل (یعنی مؤخر) رکھ کر۔

قرآن مہر کے ذکر کے ساتھ مہر کی معافی کا ذکر کیوں کرتا ہے......؟

اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ جتنے بھی مالی حقوق ہیں تو ان کے بارے میں مسلمہ اصول ہے کہ وہ صاحبِ حق کے معاف کرنے سے ساقط ہو جاتے ہیں اور اس میں کمی کرنے سے کم ہو جاتے ہیں، لہٰذا کسی کے مالی کو بیان کرنے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ''اگر صاحب حق معاف کر دے تو مال کی صورت میں واجب ہونے والا حق ساقط ہو جائے گا اور جس پر مال واجب ہوا تھا وہ اس مال کو کھا سکتا ہے۔''

مگر مہر کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دونوں جگہ بیوی کی معافی کی صورت میں شوہر کے لئے اس مہر کے خود کھانے کی اجازت کا صراحۃً ذکر فرمایا، چنانچہ فرمایا:

{ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة}

نیز دوسری جگہ مہر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

{فإن طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا}

بیوی کی معافی کی صورت میں میں مہر کو رَج کے کھانے کی اجازت والے حکم کو صراحۃً ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ یہ جو مال یعنی مہر ہم نے تم پر واجب کیا تو مقصد یہ نہیں کہ نکاح کو تمہارے لئے مشکل بنا دیا جائے، نکاح کو تو ہم نے اتنا آسان کر دیا کہ بس کسی مجمع میں عاقلہ بالغہ لڑکی کی اجازت سے اس کا والد یا اس کی طرف سے متعین کردہ کوئی بھی شخص، یا ولی کی اجازت سے وہ لڑکی از خود...... تمہارے ساتھ ایک مرتبہ ایجاب وقبول والے مختصر سے دو جملے کہہ دو تو بس نکاح ہو گیا، یورپ کی طرح عدالتوں کے چکر یا کاغذی کارروائیوں کی بھی ضرورت نہیں، ہندوؤں کی طرح ''جہیز'' کی لعنت، شادی کا کھانا، بَری اور مہندی کی رسموں، نیز آگ کے گرد سات چکر لگانے کی بھی ضرورت نہیں۔

پھر تمہیں اگر کسی ضروری کام سے جانا ہے تو اس کے لئے نکاح کو مؤخر کرنے کی ضرورت نہیں، تم ایک مرتبہ ''قبول ہے'' بولنے کے لئے اپنی جگہ کسی اور مثلاً والد، بھائی یا کسی دوست وغیرہ کو بھی بھیج سکتے ہو، تمہاری طرف سے ''قبول ہے'' تمہارا دوست کہے گا اور عورت تمہارے نکاح میں داخل ہو جائے گی۔

الغرض ہمارا مقصد تو مہر فرض کرنے سے یہ نہیں کہ نکاح تمہارے لئے مشکل بنایا جائے مگر بات یہ ہے کہ اگر مہر بھی نہ ہوتا تو تمہارے دل میں مفت میں ملنے والی بیوی کی قدر نہ ہوتی اور یہ بھی ثابت نہ ہوتا کہ ''طالب'' تم ہو اور عورت ''مطلوب'' ہے

اور طالب مال وغیرہ کی آفر اور لالچ دے کر مطلوب کے نخرے اٹھاتا ہے، نہ کہ مطلوب جہیز دے دے کر اور بزرگوں سے دعائیں کروا کروا کر اور شادی دفتروں میں فارم جمع کروا کے، طالب کو تلاش کرتے ہوئے طالب کے نخرے اٹھاتا ہے۔

لہٰذا ان حکمتوں کے پیشِ نظر کچھ نہ کچھ تمہاری جیب سے نکلنا چاہیے، مگر پھر اس میں یہ آسانی رکھی کہ جیب سے نکلنا بھی لازمی نہیں بلکہ بیوی کی قدر بٹھانے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ بس ایک مرتبہ کچھ نہ کچھ رقم بیوی کے لئے تم پر واجب ضرور ہو، لہٰذا {ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ} یعنی ایک مرتبہ مہر طے ہونے کے بعد بیوی دل کی خوشی کے ساتھ اس مہر میں سے بعض حصہ یا بالکل ہی معاف کردے تو پھر {فکلوہ ھنیئا مّریئا} اس معاف شدہ مہر کو مزے سے کھاؤ، اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ مہر واجب کر کے بیوی کی قدر ومنزلت دل میں بٹھانے والی حکمت اس پر موقوف نہیں کہ تمہاری جیب سے لازماً کچھ نہ کچھ رقم نکلے بھی، بیوی کی معافی کے بعد یہی حکمت بطریق احسن حاصل ہوگئی کہ اس معافی سے بسا اوقات شوہر کے دل میں بیوی کی قدر مزید بڑھ جاتی ہے (کذا فی بیان القرآن) اور اب تمہارے رب کو خواہ مخواہ تمہارا مال خرچ کروا کر تمہارے لئے نکاح کو مشکل بنانے کی کوئی حاجت نہیں، لہٰذا اس مال کو اب {ھنیئا مریئا} رَج کر کھاؤ۔

اسلام ولیمے کی ترغیب دے کر ایک اور متعدد شادیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے

ہاں ایک تھوڑا سا خرچہ اور ہوگا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دنیا کی تمام تر مرغوبات میں سب سے مرغوب ترین نعمت (عورت) کے حصول کو اتنا آسان بنا کر تمہارے حوالے کر دیا، تو جب بھی تمہیں یہ نعمت ملے خواہ پہلی مرتبہ ملے یا پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری یا تیسری یا چوتھی مرتبہ ملے، تو بڑی ناشکری کی بات ہوگی کہ اتنی مرغوب ترین شیء کے ملنے پر تم خوشی کا اظہار نہ کرو اور یہ بتانے کے لئے کہ میں پہلی، دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کر کے نادم نہیں ہوں، نہ ہی میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے بلکہ اتنا خوش ہوں کہ اس خوشی میں لوگوں کو اکٹھا کر کے اپنی استطاعت کے بقدر بہترین کھانا نہ کھلاؤں گا ورنہ بڑی ناشکری کی بات ہوگی۔

چنانچہ اتنی مرغوب ترین چیز کے ملنے پر اور رخصتی کے بعد مکمل قبضہ میں آجانے پر اگر اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے اور اظہارِ نعمت کے طور پر لوگوں کی دعوت کر کے انہیں کھانا نہ کھلایا اور لوگوں کے سامنے اس خوشی کا اظہار نہ کیا تو بڑی ہی ناشکری کی بات ہوگی۔

دولہا نے پہلی یا دوسری شادی کر کے اتنا اچھا کام کیا کہ اس پر لوگوں کی دعوت لازم ہوگئی

چنانچہ باری تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے دولہا کو اس قسم کی "سنگین غلطی" سے بچانے کی خاطر یوں کہلوایا:

"لابد للعروس من ولیمۃ۔" قال الحافظ: وسندہ لا بأس بہ۔

(کذا فی نیل الأوطار: ۶/۳۲۲)

''لابد'' کوئی چارہ نہیں/کوئی بھاگنے کا راستہ نہیں، دولہا کے لئے ولیمہ سے/انتہائی ضروری ہے دولہا کے لئے ولیمہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کے بعد بھی دولہا کو ولیمے کی اسی طرح ترغیب ہے، جس طرح پہلی شادی کے لئے ہے، خود ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی دوسری، تیسری بلکہ گیارہویں شادی پر بھی اظہارِ نعمت وخوشی کی خاطر ولیمے کا خصوصی اہتمام فرمایا، حتیٰ کہ ایک موقع پر آپ نے جہاد سے واپسی کے ایک سفر پر جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گیارہواں نکاح فرمایا تو مشقت وتھکاوٹ والے اس سفر میں بھی ولیمہ کی دعوت کو ترک نہ فرمایا اور کھجور اور ستو سے مسافر صحابہ کو ایک دسترخوان پر جمع فرما کر دعوت فرمائی۔

الغرض اس حالت میں بھی نہ تو ولیمے کی دعوت میں تاخیر فرمائی اور نہ ہی اسے ''قضا'' فرمایا اور ولیمے کا یہ اہتمام اس پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے تھا کہ جس کے دل میں عورتوں اور خوشبو کے سوا دنیا کی کسی بھی چیز سے، (جس میں یہ کھانا پینا بطریق اولیٰ داخل ہے) طبعی رغبت بھی نہ تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ''گیارہویں'' شادی پر بھی اظہارِ خوشی کی خاطر بڑے اہتمام سے ولیمہ فرما رہے ہیں اور آج دوسری شادی کا تصور ہی ''دولہا'' کے لیے مشکل کام ہے، اس پر ''شرمندگی'' مٹانے کے لیے علی الاعلان ولیمہ تو دور کی بات ہے۔

> قال الإمام الشافعي رحمه الله تعالى: "لم أعلم أن النبي صلى الله عليه وسلم ترك الوليمة على عرس ولم أعلمه أولم على غيره وإن النبي صلى الله عليه وسلم أمر عبدالرحمن بن عوف أن يولم ولو بشاة... حتى أولم النبي صلى الله عليه وسلم على صفية؛ لانه كان في سفر، بسويق وتمر۔ (كتاب الأم: ۶/۱۸۱)

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی نکاح پر ولیمہ ترک فرمایا ہو اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ نے نکاح کے موقع علاوہ کسی اور موقع پر کبھی طعام کی دعوت فرمائی ہو اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حکم فرمایا کہ وہ ولیمہ ضرور کریں اگر چہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو...... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور ستو (تک) سے ولیمہ فرمایا کیونکہ آپ اس وقت سفر میں تھے۔''

دولہا کے اس عمل کی حوصلہ افزائی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کی بھی بہت تاکید فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

> إذا دعي أحدكم الوليمة فليأتها۔ (صحيح بخاري، رقم: ۴۸۷۸)

ترجمہ: ''تم میں سے جب کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ اس دعوت کو قبول کرلے۔''

نیز فرمایا:

اجیبو ھذہ الدعوۃ إذادعیتم لھا۔ (صحیح بخاری، رقم:۴۸۸۴)

ترجمہ: ''اے لوگو! اس ولیمے کی طرف جب تمہیں بلایا جائے تو اس دعوت کو قبول کرلیا کرو۔''

نیز فرمایا:

شر الطعام طعام الولیمۃ، یدعٰی لھا الأغنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح بخاری، رقم:۴۸۸۲)

ترجمہ: فرمایا کہ ''بدترین کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں صرف مالداروں کو دعوت دی جائے اور غرباء ومساکین کو نہ بلایا جائے اور جس نے ولیمے کی دعوت کو ٹھکرا دیا تو تحقیق اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دولہا کے لئے ولیمے کو ضروری قرار دے کر اور لوگوں کو اس دعوت میں شرکت کی تاکید کرتے ہوئے، پہلی کے ساتھ ساتھ دوسری، تیسری اور چوتھی شادی والی سنت پر دولہا کی خود بھی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں اور لوگوں کو بھی حوصلہ افزائی کی ترغیب دے رہے ہیں اور یوں ولیمہ کی تاکید کے ذریعے گویا دولہا کو بتایا جا رہا ہے کہ شادی والے اس اقدام کے بعد اظہارِ نعمت وخوشی کی خاطر علی الاعلان کھانے کی دعوت کر کے قوم کو اچھی طرح باور کرا دو کہ میں اس پر نادم نہیں...... بلکہ میں نے اتنا اچھا کام کیا ہے کہ اس اچھے کام پر شکرِ نعمت ومسرت کی خاطر لوگوں کو کھانے کھلانے پر گویا مجبور ہو چکا ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا: "لابد للعروس من ولیمۃ" کوئی چارہ نہیں، کوئی مفر (بھاگنے کا راستہ) نہیں دولہا کے لئے ولیمہ کرنے سے...... یعنی دولہا نے پہلی، دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کر کے اتنا اچھا کام کیا کہ گویا اس نے لوگوں کی دعوت کرنے والے عمل سے بھاگنے کا اپنے لئے کوئی راستہ چھوڑا ہی نہیں۔

آج کوئی ''مناسب'' فرد اوّلاً تو دوسری شادی کرتا ہی نہیں اور اگر کر بھی لے تو علی الاعلان ولیمہ کر کے اپنے اس ''جرم'' پر فوراً ڈھنڈورا پیٹنے کی تو ہرگز ہمت نہ کرے گا، بلکہ اس کی کوشش ہوگی کہ لوگ اس کی اس ''نازیبا'' حرکت پر جتنا دیر سے مطلع ہوں...... اتنا ہی اچھا ہے۔

نکاح کے معاملے میں کسی قوم کا قناعت سے کام لینا اس وقت مباح ہے، جب نکاح کی طرف رغبت کو مصنوعی طریقے سے کم نہ کردیا گیا ہو

الغرض یہ دو حسّی اور واضح منافع یعنی...... ① اولاد کی کثرت اور......، ② عورتوں کی طرف مردوں کا غیر معمولی میلان اور جنسی رغبت...... یہ دونوں منافع ایسے تھے کہ ان کے حصول کی خاطر نکاح کی طرف مطلوبہ تعداد میں ایک مطلوبہ درجہ تک

طلب پیدا کرنے...... یا پیدا شدہ طلب برقرار رکھنے کے لئے نکاح کو فرض وواجب قرار دینے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ جیسے ہم نے عرض کیا کہ مستحب قرار دینے کی بھی ضرورت نہ تھی، تجارت کی طرح محض مباح اور حلال قرار دینے سے ہی نکاح میں مردوں کی ایک خاص درجہ کی طلب اور پھر اس بنا پر بڑے پیمانے پر متعدد شادیوں والا عمل ممکن تھا...... جس کے باعث از خود خاندانی نظام میں ضروری حد تک توازن قائم تھا، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں محض مباح ہونے کے باوجود بھی لوگ کئی کئی بیویاں رکھنے کی کوشش کرتے تھے، اسلام نے اس عمل کو مستحب اس لئے قرار دیا کہ عفت و پاکدامنی اور عورتوں کی کفالت اور توالد وتناسل کے حق میں مسلم قوم میں مزید اچھے نتائج برآمد ہوں اور نیز جیسے دنیا کی بقیہ مرغوبات میں رغبت کے باوجود بعض اوقات کم پر گزارا کرنا ایک پسندیدہ عمل ہے، تو شادیوں کو دنیا کی بقیہ مرغوبات پر قیاس کر کے صوفی مزاج لوگ کہیں اس معاملے میں بھی قناعت پسندی کو ثواب سمجھنا نہ شروع کر دیں۔

مگر یاد رکھیے! جیسے تجارت کے معاملے میں کسی قوم کا بہت زیادہ قناعت سے کام لینا اس وقت حلال ہے جب تجارت کی طرف فطری طلب ورغبت کو کسی مصنوعی طریقے سے ختم نہ کر دیا گیا ہو، اگر ایسا ہو جائے اور اس بناء پر تجارت کی طرف لوگوں کی ضروری طلب میں کیفیت یا کمیت کے کمی ہو جائے تو معیشت کے میدان میں ایسی تباہی وبربادی ہوگی کہ جس کا کچھ تذکرہ پچھلے صفحات میں گزر چکا، اسی طرح کسی قوم میں متعدد شادیوں والی سنت اور رواج میں بھی اگر غیر معمولی کمی ہو جائے کہ جس کمی سے بچنے کے لئے فطرت نے یہ انتظام کیا کہ مرد کی طبیعت میں اولاد کی کثرت کی رغبت رکھ دی اور عورتوں کو مرد کی نظر میں سب سے زیادہ پُرکشش بنا دیا...... اور ان دونوں باتوں سے فطرت (Nature) کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ عورتوں کے حصول کی کوشش کریں...... تو اگر کسی قوم کے مرد من حیث القوم فطرت کے ان جذبات کی دھجیاں اڑاتے ہوئے اس معاملے میں قناعت سے کام لینا شروع کر دیں تو فطرت ان کے ان غیر فطری جذبات سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتی، بلکہ فطرت عورتیں اسی حساب سے پیدا کرتی چلی جائے گی، جس حساب سے اس نے مردوں کے دل میں عورتوں کی طرف میلان رکھا ہے، کیونکہ فطرت انسانوں کے خود ساختہ نظریات اور غیر فطری جذبات سے قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔ نتیجتاً ایسا معاشرہ خاندانہ نظام کی تباہی وبربادی کی طرف اتنی ہی تیزی سے گامزن ہوگا جتنی تیزی سے تجارت سے اجتناب کرنے والی قوم معیشت کی تباہی کی طرف گامزن ہوئی تھی۔

اسلام نے مرد کے دل میں زیادہ شادیوں کی طلب پیدا نہیں کی

یاد رکھئے! اسلام نے مرد کو زیادہ شادیوں کی ترغیب دے کر اس کے دل میں نکاح کی کثرت کی طلب پیدا نہیں کی، بلکہ پہلے سے پیدا شدہ طلب کو جلتی پر تیل کا کام کرتے ہوئے بھڑکایا ہے۔ کثرت نکاح کی طلب تو ایک تکوینی اور تخلیقی چیز ہے، جو ہر مرد کے دل میں فطرۃً موجود ہوتی ہے، جس کا مذہب سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں، لہٰذا کثرتِ نکاح کی طرف طلب میں کسی قوم میں من حیث القوم کمی پیدا ہو جانا درحقیقت فطرت (Nature) کے اصولوں میں...... ''انتہائی خطرناک''...... دخل اندازی کے مترادف ہے، کیونکہ فطرت جب ایک کام کا مطالبہ کر رہی ہو اور کوئی قوم، قومی سطح پر اسے ترک کر دے تو نقصان

بھی پھر اجتماعی اور قومی سطح پر نمودار ہوتا ہے۔

اور جیسے تجارت کی طرف ضروری حد تک رغبت میں کمی کے باعث کچھ عرصہ کے بعد لوگوں کو ملازمتوں سے اور بچے کھچے تاجروں سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں، سوائے ان چند لوگوں کے جو خود اگاؤ اور خود کھاؤ والی پالیسی کی شدید مشقت پر عمل کر کے زندہ بچ رہے ہوں، اسی طرح قوم کے متعدد شادیوں والے رواج میں غیر معمولی کمی کے باعث اجتماعی سطح پر قوم کو ایک شادی والی سنت سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس ایک شادی والے رجحان میں بھی مسلسل اور غیر معمولی طور پر کمی پیدا ہو رہی ہے۔

اور جو بنیاد پرست قسم کے چند فی صد لوگ بچیں گے تو ان کی اولاد اور اولادوں کی اولاد میں ایک کثیر تعداد بھی خاندانی نظام کی اسی تباہی کا شکار ہوگی جس سے بقیہ قوم دوچار ہو رہی ہوگی۔

ایک فرضی قوم کی تباہی کی مثال جس میں دوسری شادی کا عملی رواج نہ ہو

یہ سمجھنے کے لیے ایک بیوی پر اکتفاء والی رسم کے باعث خاندانی نظام میں کیا کچھ تباہیاں پیدا ہوتی ہیں، عورت کی ذات کس طرح ظلم کی بھینٹ چڑھ کر معاشرے میں اپنا مقام کھو دیتی ہے، نیز متعدد شادیوں سے اجتناب کرنے والی قوم کو بتدریج کس طرح اور یقینی طور پر بالآخر بڑے پیمانے پر ایک شادی والی رسم سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں؟

ان تباہ کاریوں کو سمجھنے کے لئے ہم ایک قوم بطورِ مثال فرض کرتے ہیں جس میں مرد و زن کی شرحِ پیدائش برابر تھی اور اس میں متعدد شادیوں والی سنت رائج تھی، جس کے باعث نکاح کی طرف مردوں کی وہ مطلوبہ طلب موجود تھی جس طلب کے باعث خاندانی نظام تباہی سے بچا ہوا تھا اور آبادی کے تناسب میں برابری کے باعث جس مرد کو کسی عورت کا رشتہ میسر نہ ہوتا تو وہ اس کوشش میں رہتا کہ جہاں کوئی عورت بیوہ ہو یا کسی کو طلاق ہو یہ فوراً نکاح کا پیغام بھیج دے، کیونکہ مردوں میں مختلف حوادث کے ذریعے موت کا تناسب خواتین کی نسبت بہت زیادہ ہے۔

مگر یکا یک کسی وجہ سے...... مثلاً یہ سوچ کر کہ مردوں میں اس زمانے میں بجز ایک آدھ فرد کے باقی سب کے سب میں بیویوں میں عدل کی طاقت ختم ہو گئی ہے...... خرچے بڑھ گئے ہیں وغیرہ وغیرہ، چنانچہ اب اس قوم کے مرد سمجھنے لگے کہ بیویاں زیادہ رکھنا گو کہ مستحب عمل ہے مگر اس زمانے میں کسی بھی وجہ سے مناسب نہیں، اس قسم کی باتوں کے باعث اس قوم کے مردوں میں بروقت اور جلد شادی کا رجحان تو ہے مگر ایک بیوی کی موجودگی میں یہ حضرات دوسری شادی کے محض عقیدے کی حد تک قائل ہیں، عملاً کوئی تیار نہیں، پڑھے لکھے لوگوں سے لے کر جہلاء تک، امراء سے لے کر مساکین تک، الغرض ہر طبقہ اس حرکت کو دنیا کا سب سے فضول ترین کام سمجھتا ہے اور اس سے اجتناب میں ہی عافیت محسوس کرتا ہے، نیز اس قوم کے اہلِ علم کے دل میں شرعی دلائل سے واقفیت کے باعث اس کام کی اہمیت تو ہے مگر اس کام کے اختیار کرنے کو کسی بھی حکمت سے...... "فی الحال"...... مناسب نہیں سمجھتے۔

نیز جس معاشرے کی ہم مثال دے رہے ہیں، اس معاشرے میں جلدی شادی کا رواج بھی ہے اور علماء و صلحاء کی ایک

بڑی جماعت بدنظری اور بے حیائی کے خلاف جدوجہد میں مشغول بھی ہے اور بے حیائی کی حکومتی سطح پر ایسی ترویج واشاعت بھی نہیں ہے جیسی ہمارے معاشرے میں ہے۔

چنانچہ فرض کریں کہ ایک قوم ہے جس کی کل آبادی میں 50 فی صد مرد اور 50 فی صد عورتیں ہیں۔

① مرد جس عورت سے چاہے نکاح کر سکے گا مگر عورت کا معاملہ ایسا نہیں

اب ہوگا یوں کہ 50 فی صد مردوں میں سے ہر شخص شرعاً عقلاً آزاد ہوگا کہ وہ جس عورت کو چاہے اپنے نکاح کے لئے منتخب کرے، کیونکہ عورت (بیوی) مرد کے تابع ہوتی ہے، اور تابع خود سے کسی بھی لحاظ سے کمتر ہو، اس کے ساتھ گذارا ممکن ہے۔

الغرض مرد کو خواہش تو بہتر سے بہتر عورت کے انتخاب کی ہوگی مگر وہ اس بارے میں ایسا مجبور نہ ہوگا کہ اگر بہتر نہ ملے تو سرے سے نکاح ہی نہ کرے۔

یوں مرد کو نکاح کی خاطر عورت کے انتخاب (Selection) میں کوئی خاص دشواری نہ ہوگی۔

البتہ ان پچاس فی صد عورتوں میں سے ہر لڑکی کے ولی (مثلاً والد) کے لئے شرعاً وعقلاً ہرگز مناسب نہ ہوگا کہ وہ اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجنے والے مردوں میں سے کسی بھی شخص سے اپنی بچی کا نکاح کر دے۔ عقل بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور شریعت نے بھی اس کی بہت ترغیب دی ہے کہ عورت کے نکاح کی خاطر اس کے لئے جس مرد کا انتخاب کیا جائے وہ مرد اس عورت سے برتر و بہتر ہو، ورنہ کم از کم اس کے ہم پلہ یعنی برابر ہونا چاہیے، کیونکہ عورت نے مرد کے تابع اور ماتحت بننا ہوتا ہے، مرد اگر کمتر ہوگا تو عورت تابع نہیں بن سکے گی اور سخت ذلت محسوس کرے گی۔

کم از کم چھ چیزوں میں شوہر بیوی سے برتر یا اس کے برابر ہونا چاہئے

ہم پلہ (جیسے اصطلاح میں ''کفو'' کہا جاتا ہے) کی تشریح میں حضراتِ فقہاء نے عرف اور بعض دوسری چیزوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے درج ذیل بنیادی اور اہم چیزوں کو ہم پلہ اور برابری (کفاءت) کا معیار قرار دیا ہے، اس کی تشریح میں حضراتِ فقہاء کرام کا کچھ اختلاف ہے مگر کفاءت کی اہمیت پر بہرحال اجماع ہے......فقہ حنفی میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق وہ اہم چیزیں یہ ہیں: اسلام، دینداری، مال، نسب، پیشہ۔

① اسلام

ایک عورت جو کئی نسلوں سے مسلمان ہے اس کا ہم پلہ وہ نومسلم نہیں جو نیا مسلمان ہوا ہو، یعنی اگرچہ ایک نئے مسلمان ہونے والے شخص کا اسلام شریعت میں اسی طرح معتبر ہے اور اس مسلمان کے بھی وہی حقوق ہیں جو کسی دوسرے مسلمان کے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ عام مسلمانوں سے ہٹ کر کوئی امتیازی سلوک کرنا درست نہیں، مگر ان سب باتوں کے باوجود کیونکہ نومسلم میں عموماً باپ دادا سے کفر کی جو رسوم نقل ہوتی چلی آ رہی ہوتی ہیں ان کے اثرات بسا اوقات باقی رہ جاتے ہیں، لہٰذا ایک وہ مسلمان لڑکی جس کے ہاں اسلام خاندانی ہو اور صدیوں سے چلا آ رہا ہو تو یہ نومسلم لڑکا نکاح کے حق میں اس لڑکی کا ہم پلہ نہیں، لہٰذا ایسے مرد میں موجود بغیر کسی ''اضافی خصوصیت'' کے کسی ایسی مسلمان لڑکی کو اس کے حوالے کرنا

مناسب نہیں، کیونکہ اس طرح کرنے میں اس لڑکی کی تذلیل وتوہین کا اندیشہ ہے، جس نے اس کی بیوی بن کر ہمیشہ اس کے تابع رہنا ہے، یعنی چونکہ اس بات کا بھی بہت زیادہ امکان ہے کہ اس نومسلم میں اپنے خاندانی اثرات کے باعث کچھ ایسی برائیاں رہ گئی ہوں جن کے باعث اس کا اس مسلمان لڑکی سے نباہ نہ ہوسکے کہ جس کے خاندان میں اسلام باپ دادا سے نقل در نقل ہونے کی وجہ سے راسخ ہو چکا تھا۔

الغرض اس احتمال ہی کے باعث عورت اور اس کے اولیاء کے حقوق کے تحفظ کی خاطر نکاح کے حق میں ایسے نومسلم لڑکے کو ایسی مسلمان عورت کا ہم پلہ اور کفو نہیں قرار دیا گیا، البتہ نومسلم مرد کو کھلی اجازت ہے کہ وہ جس مسلمان عورت سے چاہے نکاح کرے۔ کذافی الھدایۃ وغیرھا من کتب الفقہ۔

② دیانت

ایک فاسق شخص کے حوالے کسی پرہیزگار اور متقیہ کو نا جائز نہیں، اور ایک فاسق مرد کسی نیک اور پرہیزگار عورت کا کفو (ہم پلہ) نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس میں پرہیزگار عورت کی توہین ہے اور ایک باپردہ، باحیا اور پرہیزگار عورت کسی بے دین، سگریٹ، شراب پینے والے اور ڈاڑھی منڈوانے والے بے نمازی کا تابع اور اس کے بستر کی زینت بننے میں سخت ذلت اور عار محسوس کرے گی، عورت چاہتی ہے کہ اس کا شوہر جس کا اس نے تابع اور ماتحت بننا ہے اور اسے اپنے سر کا تاج بنانا ہے اور پھر اس ''سرتاج'' پر فخر کرنا ہے، تو اس کے سر کا یہ تاج ہر لحاظ سے اس سے بہتر وبرتر...... ورنہ کم از کم برابر تو ہو۔ اس کے برعکس دیندار شخص کے لئے بالکل جائز ہے کہ وہ فاسق لڑکی بلکہ یہودی یا عیسائی لڑکی سے شادی کرلے کیونکہ لڑکی نے اس کے تابع بننا ہے، اس کے سر کا تاج نہیں بننا۔

③ مال

بالکل مفلس محتاج شخص جو کسی خاندان میں پہلی رات جتنا مہر دینے کا دستور ہے، غربت ومحتاجی کے باعث اتنا مہر دینے پر بھی قادر نہ ہو، مالدار عورت کا ہم پلہ اور نکاح کے حق میں اس عورت کے جوڑ کا نہیں، لہٰذا جب تک اس غریب میں کوئی اضافی خوبی نہ ہو، ایک مالدار لڑکی کا اس سے نکاح مناسب نہیں۔ اس کے برعکس مالدار شخص کے لئے جائز بلکہ عین مناسب ہے کہ وہ مالی لحاظ سے خود سے کمتر بلکہ مفلس محتاج لڑکی سے شادی کرے۔

④ نسب

وہ خاندان جو عرف میں عالی نسب سمجھے جاتے ہیں، ایسے خاندان کی لڑکی کا وہ شخص کفو (یعنی ہم پلہ) نہیں ہوسکتا جو نسب اور خاندان کے لحاظ سے لڑکے کے خاندان کی نسبت گھٹیا سمجھا جاتا ہو۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزت وذلت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے اور اس لحاظ سے کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر چونکہ یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کچھ خاندانوں کے عالی نسب کے باعث ان کے افراد میں آباء واجداد سے ایسے بزرگی اور اخلاقی آثار نقل در نقل ہوتے چلے آتے ہیں جو دوسرے خاندانوں میں نہیں ہوتے، اپنے

خاندانوں میں اِنہی خاندانی شرافت کے آثار منتقل ہونے کے باعث عمومی سطح پر ان کے افراد میں کچھ ایسی صلاحیتیں اور خصوصیتیں ہوتی ہیں جو اِن خاندانوں کو دوسرے خاندانوں سے ممتاز کر دیتی ہیں، گو انہیں اچھی قوموں اور خاندانوں میں بعض لوگ ذلیل اور رذیل بھی ہوتے ہیں، اس کے برخلاف بعض خاندان اپنے اندر آباء واجداد سے منتقل ہونے والی نسل در نسل اخلاقی برائیوں کے باعث معاشرے میں ذلیل اور پست سمجھے جاتے ہیں گو کہ ان میں بعض افراد اِن اخلاقی برائیوں سے پاک بھی ہوتے ہیں۔

چنانچہ اصل قاعدہ تو یہی ہے کہ جو جیسا عمل کرے گا ویسا ہی بدلا پائے گا، خواہ اس کا کسی بھی خاندان سے تعلق ہو، مگر نکاح کے حق میں عورت اور اس کے خاندان کو ذلت سے بچانے کی خاطر شریعت نے عورت اور اس کے اولیاء (باپ، دادا وغیرہ) کو نہ صرف اس کی اجازت دی بلکہ بھر پور ترغیب دی کہ وہ اپنی لڑکی کسی ایسے نسب یا خاندان والے شخص کے حوالے نہ کریں جو تفصیل مذکور کے مطابق پست اور رذیل سمجھا جاتا ہو، ایسا کرنے میں عورت کی بھی حق تلفی ہے کہ عالی نسب وحسب سے تعلق رکھنے کے باعث اس میں جو احساسِ برتری ہوگا وہ اسے کسی ایسے شخص کا تابع بننے اور کسی ایسے شخص کو اپنے سر کا تاج بنانے میں رکاوٹ بنے گا جو خاندانی لحاظ سے پست سمجھا جاتا ہو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر خاندان میں شادی نہیں کرنا چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی پست اور گھٹیاں کاموں میں مشہور خاندان کے حوالے اونچے خاندان کی لڑکی نہیں کرنا چاہیے...... البتہ ایسے خاندان میں موجود کسی لڑکے کے علم، تقویٰ یا اس میں موجود اسی جیسی کسی دوسری اضافی خصوصیت کے باعث لڑکی کا باپ اس سے اپنی بچی کے نکاح پر آمادہ ہو جائے تو کچھ حرج نہیں۔

الغرض غیر خاندان میں نکاح ایک الگ چیز ہے اور اخلاقی لحاظ سے پست اور گھٹیا خاندان میں نکاح الگ چیز ہے۔

لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجنے والے لڑکے کے خاندان کی جستجو اور تفتیش ایک ایسا اہم اور ضروری کام سمجھا جاتا ہے کہ عملی طور پر اس کی ضرورت سے کوئی بھی ذی ہوش انکار نہیں کر سکتا۔

آج کے مجدّدِ دین جو فقہاءِ کرام کی طرف سے قرآن وحدیث کی بیان کردہ تشریح پر اعتماد میں عار محسوس کرتے ہیں اور بزعمِ خود مجتہد بنے بیٹھے ہیں اور کفاءت (برابری) کے متعلق فقہاء کی بیان کردہ تفصیلات کو معاذ اللہ، حضراتِ فقہاءِ کرام کی خود ساختہ کارستانیاں قرار دے کر اس بارے میں حضرت فقہاءِ کرام کے بیان کردہ مسائل کو یکسر غلط قرار دیتے ہیں اور ان مسائل پر عمل کو آباد واجداد کی اندھی تقلید ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر جب ایسے لوگ بھی اپنی بچیوں کی شادی کے لئے کسی داماد کے انتخاب کی کوشش کرتے ہیں تو {إن أكرمكم عند الله أتقاكم} والی آیت بار بار دہرانے والے یہی حضرات لڑکے کے خاندان اور حسب ونسب کی تفتیش میں کچھ کم متحرک نظر نہیں آتے۔

الغرض نکاح سے وابستہ مصلحتیں جب پوری طرح اسی وقت حاصل ہوسکتی ہیں کہ جب میاں بیوی آپس میں محبت سے رہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب بیوی شوہر کے تابع اور ماتحت بن کر رہے اور تابع بننے میں عار اور ذلت محسوس نہ کرے، یہ اسی وقت ممکن ہے جب شوہر حسب ونسب کے اعتبار سے عورت سے اچھا یا کم از کم اس کے ہم پلہ ہو، اسی حکمت کے پیشِ نظر عورت کا نکاح اس سے کمتر حسب ونسب والے شخص سے عام حالات میں مناسب نہیں اور شرعاً اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر

عاقلہ بالغہ کوئی عورت اُولیاء کی اجازت کے بغیر ایسا کرے گی تو نکاح سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا۔

کفاءت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ کی تنبیہ

محمد بن طلحہ فرماتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے کہ میں باز رکھوں گا اونچے حسب والی عورت کو اس کے ہم پلہ حسب والے کے سوا کسی اور کے ساتھ نکاح سے۔'' (مصنف بن عبدالرزاق: رقم ۱۵۳۳۱)

حضرات فقہاء کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق ایک عجمی لڑکا، عرب لڑکی کا کفو اور ہم پلہ نہیں اور یہ حقیقت بلکہ مشاہدہ ہے کہ عرب عوام میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم زبان اور بقیہ قوموں کی نسبت نسب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہونے کے باعث ''من حیث القوم'' کچھ ایسی خوبیاں آج بھی موجود ہیں جو ہم عجمیوں میں انفرادی طور پر تو نظر آجائیں گی مگر قومی سطح پر ہم میں وہ خوبیاں تقریباً معدوم ہیں، مثلاً متعدد شادیوں والے رواج ہی کو لے لیجئے، اسلام کی یہ امتیازی سنت، چودہ سو سال کے بعد بھی عربوں میں موجود ہے، جہیز کی لعنت اور ساس بہو کی ''قاتلانہ'' لڑائیوں والے ماحول سے بھی عرب معاشرہ عمومی طور پر پاک ہے، بخل اور کنجوسی کا جو ماحول عجمیوں میں ہے، عرب من حیث القوم اس سے بری ہیں، مگر اہلِ عجم ان میں خصوصاً وہ قومیں جن کے آباء واجداد میں سے ایک دوصدی قبل ایک کثیر تعداد ہندوؤں یا سکھوں سے اسلام میں داخل ہوئی تو ان مسلمان ہونے والی قوموں کے آباء واجداد میں صدیوں سے جو کفریہ رسومات راسخ ہو چکی تھیں، ایک دوصدیوں بعد بھی سے اپنے آباء واجداد کی یہ رسومات پوری طرح نہ نکل سکیں۔

الغرض ایک عجمی جس میں کوئی دوسرا امتیازی اور اچھا وصف نہ ہو، عام حالات میں ایک عرب لڑکی کا کفو نہیں اور عرب میں غیر قریشی، قریشی لڑکی کا کفو نہیں، وغیر ذالک۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر پر روانہ ہوئے جس میں تیرہ دوسرے صحابہ کرام بھی تھے، نماز کے وقت آپ سے کہا گیا کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ علم والے اور معمر ہیں لہٰذا آپ نماز پڑھایئے تو جواباً آپ نے فرمایا کہ اے اہلِ عرب! اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم (عجم) پر فضیلت دی ہے، تم ہماری امامت کرتے ہو، ہم تمہارے امام نہیں بنتے، تم ہماری عورتوں سے نکاح کرتے ہو مگر ہم تمہاری عورتوں سے نکاح نہیں کرتے (اور ایک روایت میں یہ زائد الفاظ بھی ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے تم (عرب) کے ذریعے ہم (اہلِ عجم) کو ہدایت دی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ کے سوا کسی اور نے نماز پڑھائی اور (سفر کی نماز میں دو کے بجائے) چار رکعت پڑھا ڈالیں، نماز ختم ہونے پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم (مسافروں) کو چار رکعت سے کیا واسطہ؟ ہمیں چار کا نصف (یعنی دو رکعتیں) کافی تھیں اور ہم سفر میں رخصت پر عمل کرنے کے زیادہ محتاج ہیں۔
(کتاب السنن: رقم ۵۹۴)

⑤ پیشہ میں برابری

ایسا پیشہ جو اگرچہ آمدن کا حلال ذریعہ ہو مگر عرف میں اسے کسی دوسرے پیشے کی نسبت کمتر سمجھا جاتا ہو تو اس کم درجے والے پیشے سے تعلق رکھنے والا مرد اس عورت کا کفو (ہم پلہ) نہیں ہوسکتا، جس کا خاندان کسی اونچے پیشے سے تعلق رکھتا ہو، چنانچہ کسی بریگیڈیئر یا کرنل کی بیٹی کی شادی کسی قصائی سے کردی جائے تو کوئی بھی یہ نہ کہے گا کہ یہ لڑکا لڑکی کے جوڑ اور برابر کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی لڑکی ایسے لڑکے کے ماتحت رہنے میں سخت عار محسوس کرے گی، حالانکہ قصائی کا کام بجائے خود ناجائز نہیں، حصولِ رزق کا ایک حلال ذریعہ ہے۔ اس کے برعکس کسی کرنل یا بریگیڈیئر کے لئے شرعاً اس بات میں کچھ حرج نہیں کہ وہ کسی قصائی کی بیٹی سے شادی کرے۔

اسی طرح مجنون اور پاگل آدمی، سمجھدار اور ذہین عورت کے ہم پلہ اور اس کے برابر کا نہیں، كذا في كتب الفقه وهذا كله معروف عند أهل الفتيا۔

الغرض مرد تو آزاد ہے کہ وہ خواہ خود سے کمتر لڑکی سے نکاح کرے یا برتر سے، حتیٰ کہ شریعتِ مطہرہ نے مرد کو یہودی، عیسائی عورت سے نکاح کی بھی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عالی نسب اور عالی حسب، دامادِ رسول، خلیفۃ المسلمین نے پہلے سے مسلمان بیویوں کی موجودگی میں مزید ایک عیسائی عورت سے نکاح کیا، سوچئے! حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا ایک عیسائی عورت سے کیا جوڑا؟

عن عثمان رضي الله تعالىٰ عنه: أنه نكح ابنة الفرافصة الكلبية وهي نصرانية علىٰ نسائه، ثم أسلمت علىٰ يديه۔" (إعلاء السنن: ۱۱/۴۰ بحوالۂ بیهقی)

لڑکیوں کی شادی میں مشکلات کی بنیادی وجہ لڑکیوں کے "نخرے" نہیں

ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ آج کل جو لڑکیوں کی شادیوں میں بہت زیادہ مشکلات درپیش ہیں، اس کی اصل وجہ متعدد شادیوں کے رواج کی کمی نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ لڑکیوں اور اس کے والدین نے داماد کے انتخاب میں بہت زیادہ نخروں سے کام لینا شروع کردیا ہے، لڑکیوں والے اگر نخرے ختم کردیں تو جلدی جلدی شادیاں ہوجایا کریں۔

میں نے کہا: ہرگز نہیں......، معاملہ اس کے برعکس ہے، حقیقت یہ ہے کہ تعدّدِ زوجات کی بغاوت کے باعث لڑکے والوں کے نخرے زیادہ ہوگئے ہیں، مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ میں نے ساری عمر ایک ہی لڑکی پر گزارہ کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ اور اس کی ماں، بہنیں اپنے بیٹے کے لئے بہو اور بھائی کے لئے بھابھی کے انتخاب میں کیا کچھ تگ ودو کرتی ہیں اور کس کس طرح قربانی کے جانور کی طرح لڑکیوں کو تلاش کرتی پھرتی ہیں، یہ کسی بھی ہوشمند سے مخفی نہیں، حالانکہ انہیں تو شریعت نے کسی قسم کے بھی نخروں کا مکلف نہیں بنایا تھا، مذہب تک کی قید اٹھادی تھی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص اگر کسی آزاد عورت سے نکاح کرنے کی

استطاعت نہیں رکھتا تو کسی کی باندی (لونڈی) سے نکاح کر لیا کرے۔ (سورۂ نساء) لونڈی عرب معاشرے میں ایک پست ترین عورت شمار ہوتی تھی، اس کی وہ قدر بھی نہ ہوتی تھی جو ہمارے معاشرے میں گھروں میں کام کرنے والی کسی ماسی یا ملازمہ کی ہوتی ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں عورت کے نخرے ہوتے ہیں، مرد اگر نخرے دکھائے تو ساری زندگی اسے کنوارا بیٹھنا پڑے اور مرد بسا اوقات کسی ملازمہ یا ماسی سے نکاح پر بھی مجبور ہوتا ہے۔ الغرض اسلامی معاشرے میں مرد کو نخروں کا مکلف نہیں بنایا گیا۔

اس کے برعکس لڑکی اور اس کے والدین کے لئے کچھ بنیادی اور ضروری ''نخرے'' تو ایسے ہیں کہ ان ''نخروں'' کا شریعت اور عقل نے باقاعدہ سے انہیں مکلف بنایا ہے، وہ یہ کہ لڑکی کے لئے جو مرد بھی نکاح کا پیغام بھیجے اس کے بارے میں اولاً سرسری طور پر کم از کم اتنا تو دیکھا جائے کہ پیغام بھیجنے والا یہ لڑکا، اسلام، دینداری، حسب ونسب، مال، پیشہ وغیرہ کے لحاظ سے لڑکی سے برتر یا کم از کم اس کے ہم پلہ بھی ہے یا نہیں؟ اور یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ ہمارے فقہاءِ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ جو ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے برخلاف بلا اجازتِ ولی عاقلہ بالغہ لڑکی کے نکاح کی صحت کے قائل ہیں، یہ حضرات بھی فرماتے ہیں کہ اگر لڑکی نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح غیرِ کفو میں کیا تو سرے سے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

الغرض کچھ ''نخرے'' تو ایسے ہیں جن کا کتبِ فقہ میں صراحۃً ذکر ہے اور ایک ''نخرا'' یہ بھی ہے کہ ایک لڑکی جو عالمہ (ایسی عالمہ جو علم میں پختہ اور عمل میں بھی بہت مضبوط ہے) اس کا کفو ایک غیر عالم اور جاہل نہیں ہوسکتا، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تفصیلاً بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عالم ہر ایک کا کفو ہے اور ہر ایک سے برتر ہے۔

لڑکیوں کو عالمہ بنا کر غیر عالم سے ان کی شادی کرنا

بندہ کے شیخ ومرشد حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ''اس زمانے میں لڑکیوں کو عالمہ بنانے میں ایک بہت بڑی قباحت یہ ہے کہ ان کے لئے پھر کسی عالم کا رشتہ نہیں ملتا اور ایک عالمہ کے لئے کسی جاہل کے ماتحت بننے میں علم دین کی سخت توہین ہے۔''

لڑکی والوں کے لئے مزید کچھ ''نخروں'' کی اہمیت

الغرض لڑکی والوں کے لئے کچھ ''نخرے'' تو وہ ہیں جن کا شریعت نے انہیں مکلف بنایا ہے اور کچھ ''نخرے'' عرف اور تجارب کے باعث عقلاً ضروری سمجھے جاتے ہیں اور شریعت نے بھی انہیں غلط قرار نہیں دیا، مثلاً ایک لڑکی اگر دنیوی تعلیم کے لحاظ سے بہت پڑھی لکھی مثلاً ڈاکٹر ہے تو آٹھویں پاس لڑکے (جب تک کہ اس میں کوئی دوسری غیر معمولی اضافی خصوصیت نہ ہو) ہرگز اس لڑکی کا شوہر بننے کے لائق نہیں......، ایک لڑکا اگر بالکل دیہاتی اور دینی ودنیوی تعلیم کے لحاظ سے مکمل کورا ہے تو ایسے لڑکے کی اگر کسی بہت پڑھی لکھی یا اونچے پیشے والے خاندان کی کسی لڑکی سے شادی کی جائے مثلاً کسی انجینئر کی بیٹی سے شادی ہوجاتی ہے تو ممکن ہے کہ اس دیہاتی گنوار کی تو خوشی میں نیندیں اڑ جائیں مگر نکاح کے بعد یہ لڑکی اس کی بیوی بن کر اس کی خدمت کرنے اور اسے اپنا شوہر اور سرتاج کہہ کر فخر ہرگز نہ کر سکے گی، عورت کو اسی قسم کے ظلم سے بچانے کے لئے شریعت

نے کفاءت کے احکام مقرر کئے۔

بہت بدصورت لڑکا بہت خوبصورت لڑکی کے لیے مناسب نہیں

نیز بہت بدصورت لڑکا بہت خوبصورت لڑکی کے ہرگز لائق نہیں، اور اس کا بہت امکان ہے کہ ایسی شادی میں یہ انتہائی خوبصورت لڑکی اس انتہائی بدصورت لڑکے سے غیر اختیاری طبعی نفرت کے باعث نباہ نہ کر سکے اور اس کا تابع بننے میں عار محسوس کرے۔

شوہر کی بدصورتی کے باعث دورِ نبوت میں خلع کی ایک مثال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں سب سے پہلے کسی خاتون کو اپنے شوہر سے خلع دلوایا تو وہ ایسی خاتون تھیں جو بہت خوبصورت تھیں مگر ان کے شوہر صورۃً ان کے بالکل مناسب نہ تھے اور یہ اسلام میں سب سے پہلا خلع کا واقعہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا خلع ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ کا ہے، آپ کی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، کہنے لگیں:

> ''اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے شوہر ثابت کی دینداری و اخلاق پر کوئی اعتراض نہیں، لیکن مجھ میں جو کچھ جمال و خوبصورتی ہے وہ آپ جانتے ہیں اور ثابت صورۃً بالکل اچھے نہیں، میں ان کے ساتھ اکٹھی کبھی بھی نہیں رہ سکتی، وہ رنگ کے لحاظ سے بہت زیادہ سیاہ ہیں، قد کے لحاظ سے بہت زیادہ چھوٹے اور صورت کے لحاظ سے ناپسندیدہ ہیں (اور ایک روایت میں ہے) مجھے ان کے دین و اخلاق پر کوئی اعتراض نہیں مگر میں اسلام میں کفر (ناشکری) کو ناپسند سمجھتی ہوں (یعنی ان کی شکل و صورت کی وجہ سے جو مجھے ان سے طبعی نفرت ہے، تو یہ نفرت شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا سبب بن کر شوہر کی ناشکری کا ذریعہ بنے گی اور میں اپنے اسلام میں اس قسم کے کفر کو ناپسند سمجھتی ہوں)۔
>
> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم وہ باغ (جو ثابت بن قیس نے بطور مہر دیا تھا) لوٹانے پر راضی ہو؟ فرمایا ''ہاں'' بلکہ اگر وہ چاہیں تو اس سے بھی زیادہ دینے کو تیار ہوں، ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر راضی ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اپنا باغ واپس لے لو اور اپنی زوجہ کو طلاق دے دو۔'' (صحیح بخاری، رقم: ۴۹۷۳)

ایک حدیث میں ایسی عورت کو منافقات میں شمار کیا گیا ہے جو بغیر کسی شرعی عذر کے اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے، مگر اس موقع پر صحابیہ کی بات سن کر آپ نے ان کے شوہر کو بغیر کسی نکیر کے خلع پر آمادہ فرما لیا، اندازہ لگائیے! جب شوہر کی بہت زیادہ بدصورتی کے باعث ایک بہت خوبصورت عورت کے لئے نکاح ہو جانے کے بعد بھی خلع کا مطالبہ تسلیم کیا گیا ہے، تو کسی خوبصورت لڑکی کے والدین کا شکل و صورت کی وجہ سے ابتداء ہی میں کسی رشتہ سے انکار کرنا اور اس بارے میں لڑکی

والوں کا ''نخرے'' کرنا کیونکر ضروری نہ ہوگا!!!

خوبصورت لڑکا بدصورت لڑکی سے شادی کرسکتا ہے

البتہ مرد اس بارے میں بھی آزاد ہے، بسا اوقات اس کے لئے بدصورت عورت میں کوئی اور ایسی مصلحت ہوتی ہے کہ بدصورتی کے باوجود یہ عورت اس مرد کے لئے مناسب اور ''ماطاب'' کے مفہوم میں داخل ہوتی ہے، جیسے کسی کا مقصد محض اولاد کی طلب ہو، یا کسی خاص خاندان سے رشتہ داری جوڑنا مقصود ہو...... خوبصورتی والی مصلحت مرد دوسری تیسری شادی کر کے بھی حاصل کرسکتا ہے۔

عورت کے اولیاء کے لئے مزید ایک ''نخرا'' یہ بھی کہ اگر کوئی عاقلہ بالغہ لڑکی اولیاء کی اجازت کے بغیر اتنے کم مہر پر نکاح کرے کہ جتنے مہر کا رواج اس کے خاندان کی عورتوں میں نہیں تو اولیاء کو اس بات پر یہ نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ:

لأن الأولياء يتفاخرون بغلاء المهور۔(الهداية)

یعنی عرف میں لوگ اپنی بچیوں کے زیادہ مہر پر فخر کرتے ہیں، تو اس مہر مثل سے کم مہر پر اگر کسی خاندان کی کوئی لڑکی نکاح کرے گی تو اس میں اس کے خاندان کی توہین کا خطرہ ہے، لوگ ایسے خاندان کے بارے میں باتیں بنائیں گے کہ ان کے ہاں عورتوں کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں، چند ٹکوں میں پکڑا دیں، لگتا ہے رشتے ہی نہیں آرہے تھے، بس جس کسی نے تھوڑے سے پیسوں کا لالچ دیا یا لڑکی اس کے حوالے کردی، چنانچہ لڑکی کے خاندان کو اس ذلت سے بچانے کے لئے اس کے ابا دادا کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار رہوگا۔

مرد نامناسب لڑکی سے باآسانی جان چھڑا سکتا ہے، عورت ایسا نہیں کرسکتی

نکاح کو ختم کرنے کی چابی یعنی ''طلاق'' کا اختیار بھی مرد کو ہے، اگر کسی عورت کے ساتھ گزارا نہ ہو تو مرد اس ''عقد'' کو آسانی سے ختم کرسکتا ہے، اس کے برخلاف عورت نے ساری عمر ایک ہی مرد کے ساتھ زندگی گزارنی ہوتی ہے اور شوہر کو راضی کئے بغیر وہ اس سے آسانی سے جان چھڑا کر کہیں اور نکاح بھی نہیں کرسکتی، تو ان حالات میں شوہر کے انتخاب میں لڑکی اور اس کے اولیاء کا ''نخرے'' کرنا اور بہتر سے بہتر رشتہ تلاش کرنا کسی طرح بھی غلط نہیں۔ مزید یہ کہ ہمارے معاشرے میں جہاں تعددِ ازواج کا رواج نہیں، لڑکی اگر خلع کے ذریعے بالفرض جان چھڑا بھی لے تو پھر کہیں اور نکاح اتنی آسانی سے نکاح نہیں ہوتا، ان حالات میں لڑکی کے اولیاء کے لئے داماد کے انتخاب میں ''نخروں'' کی اہمیت پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔

اُلٹا مرد نخرے کرنے لگے ہیں

مگر چار شادیوں کا رواج نہ ہونے کے باعث معاملہ الٹا ہو رہا ہے، مرد ایسے ایسے نخرے کرتے ہیں کہ جن کا شریعت نے لڑکی والوں کو بھی مکلف نہیں بنایا ہے، چنانچہ وہ بنیادی چیزیں، یعنی حسب، نسب، پیشہ اور مالداری وغیرہ جو لڑکی کے باپ

کولڑکے میں دیکھنی چاہئیں، یہ سب چیزیں نہ صرف لڑکا بلکہ اس کے والدین اور بہنیں، الغرض سب کے سب لڑکی میں ان چیزوں کی جستجو کرتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ مزید یہ بھی دیکھا جانے لگا ہے کہ:

① عمر......، یعنی لڑکی نہ تو لڑکے سے عمر میں بہت زیادہ چھوٹی ہو اور نہ ہی برابر ہو...... اور وہ لڑکی جو لڑکے سے عمر میں زیادہ ہو اسے تو آج کا مرد کسی قیمت پر بھی قبول نہیں کرتا۔ الا ماشاء اللہ

② قد......، کہ نہ تو زیادہ لمبی ہو اور نہ ہی ٹھگنی۔ سائز میں شوہر سے اتنی چھوٹی ہو کہ جب دونوں کا گروپ فوٹو لیا جائے تو دیکھنے میں یہ جوڑا ''مناسب'' نظر آئے، بے ڈھنگا نہ لگے۔

③ پڑھی لکھی ہو......، چنانچہ عصری یا دینی تعلیم کی حامل ہو، دینی علوم میں کم از کم عالمہ اور عصری علوم میں ایک متوسط تعلیم والے مرد کیلئے کم از کم انٹر پاس ورنہ MSc یا MA کیا ہوا ہو۔

ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ میرے چچازاد بھائی کی طرف سے میری بہن کے لئے رشتہ آیا اور اس کے والدین نے ہر لحاظ سے بہن کے اس رشتے کو پسند بھی کر لیا مگر بعد میں صرف ایک ''عیب'' کی بنا پر شادی کرنے سے انکار کر دیا کہ لڑکی محض میٹرک پاس ہے، ہمیں کم اَز کم انٹر پاس چاہیے۔

④ رنگت، یعنی رنگ کالا نہ ہو، اگر سانولا رنگ ہو تو ممکن ہے کہ کوئی بہت ہی کالا اس سانولی سے نکاح کرلے ورنہ اس زمانے میں کسی گورے کا اس سانولی کو قبول کر لینا بہت مشکل ہے۔

⑤ نہ بہت موٹی ہو، نہ بہت پتلی۔ {لا فارض و لا بکر، مسلمة لا شية فيها}

⑥ لڑکا اگر اُردو اسپیکنگ ہے تو لڑکی بھی اردو ہی ''سپیکتی'' ہو، پھر اردو سپیکنگ میں یوپی (U.P) والا لڑکی بھی کوئی یوپی والی یا دہلی والی ہی کی تلاش کرے گا، غیر یوپی والی یا غیر دہلی والی سے بمشکل آمادہ ہوگا، اگر ہو بھی گیا تو لڑکے کی ماں یا بہنیں ٹانگ اَڑا دیں گی، بلکہ بندہ کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ آج کل ان معمولی باتوں کو بنیاد بنا کر لڑکوں کے باپ بھی ٹانگ اَڑانے لگے ہیں۔

⑦ خاندان سے باہر ہو، چنانچہ آج کا شہری لڑکا پھوپھی زاد، خالہ زاد وغیرہ کو ''گھر کی مرغی دال برابر'' کا مصداق سمجھ کر اپنے خاندان کی لڑکی سے نکاح پر بمشکل ہی راضی ہوتا ہے۔ وغیر ذلک۔

مدارس میں علم دین حاصل کرنے والے وہ طلبہ جو دیہاتوں سے آئے ہوتے ہیں ان میں بہت سے اپنی دیہی عورتوں کو چھوڑ کر شہر کے مدارس میں پڑھنے والی شہری لڑکیوں سے نکاح کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنی قوم کی عورتوں کو ''جاہل'' اور ''گنوار'' سمجھ کر ان سے نکاح کو پسند نہیں کرتے۔

آپ اگر مشاہدہ کریں گے تو یہ بات آپ کو بالکل واضح نظر آئے گی کہ آج کا مرد اور اس کی مائیں، بہنیں نکاح کے لئے لڑکی کے انتخاب میں جتنے نخرے کرتے دکھائی دیتے ہیں، لڑکی والے اگر ایسے نخرے شروع کر دیں تو جتنی شادیاں منعقد ہوتی نظر آرہی ہیں، یہ بھی نہ ہوں، حقیقت یہ ہے کہ آج کے مرد اور اس کی ماؤں بہنوں کے ''لڑکی'' کے انتخاب میں نخرے اور جستجو وتفتیش کی مثال بالکل بنی اسرائیل کی اس جستجو کی طرح ہے، جو وہ اس گائے کے بارے میں کر رہے تھے جس کے ذبح کا انہیں

حکم دیا گیا تھا:{لا فارض و لا بکر، لا ذلول تثیر الأرض و لا تسقی الحرث، مسلمة لا شیة فیھا} اس تفصیل کے بعداب یہ سمجھیں کہ:

اصل مثال کی طرف رجوع

ہم جس قوم کی مثال دے رہے ہیں، ان میں 50 فی صد مردوں میں سے ہر ایک مرد کیلئے ہر ایک عورت سے نکاح شرعاً وعقلاً درست ہوگا اور کسی نہ کسی درجہ میں مناسب ہوگا، مگر ان پچاس فی صد عورتوں میں سے ہر ایک عورت کے حق میں مناسب نہ ہوگا کہ وہ ان مردوں میں سے کسی سے بھی نکاح کر لے۔

اور اب معاملہ مرد وعورت کی شرح پیدائش میں تناسب کے لحاظ سے چونکہ برابر سر برابر ہوگا، اس لئے عورتوں میں سے ہر عورت کے ولی کے لئے ایسے مرد کا انتخاب ایک اچھا خاصا مشکل کام ہوگا جو خاص اس عورت کا کفو اور ہم پلہ ہو جو عورت نکاح کرنا چاہ رہی ہے، اور اس انتخاب میں عورت کے اولیاء کو ایک اور مزید مشکل اس لئے بھی پیش آئے گی کہ اس قوم کے مردوں کو جب معلوم ہوگا کہ ہم نے ساری عمر ایک ہی بیوی پر گزارا کرنا ہے تو وہ بھی رشتوں کے انتخاب میں ''کم معیار'' پر راضی نہ ہوں گے اور کسی لڑکی کا والد کسی نوجوان کو منتخب کر بھی لے تو عین ممکن ہے کہ وہ نوجوان راضی نہ ہو، کیونکہ وہ بھی کسی اونچے رشتے کی تلاش میں ہوگا، جس کے نتیجے میں لڑکیوں کے اولیاء کے لئے ایسے مردوں کا انتخاب اور زیادہ مشکل ہو جائے گا جو اِن کی بچی سے برتر یا کم از کم ان کے کفو یعنی ہم پلہ ہوں۔

الغرض ان حالات میں مناسب وقت میں ایک محتاط اندازے کے مطابق فرض کریں کہ چالیس فی صد لڑکیوں کی کامیاب (یعنی کفوء میں) شادی ہوجاتی ہے (حالانکہ ایسا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ مرد بھی برتر کی تلاش میں ہوں گے) پانچ فی صد لڑکیاں غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں اور پانچ فی صد لڑکیاں مناسب رشتہ نہ ملنے کے باعث کنواری بیٹھی رہتی ہیں اور ان کے مقابلے میں پانچ فیصد مرد بھی کنوارے بیٹھے رہتے ہیں۔

عورت کا نکاح کے بغیر زندگی گزارنا، مرد کی نسبت زیادہ مشکل اور زیادہ نقصان دہ ہے

یہ 5 فیصد عورتیں جو کنواری بیٹھی ہوں گی، تو یاد رکھیے! مرد ساری عمر نکاح کے بغیر گزار دے، اس کا تصور تو ممکن ہے، دنیا میں عورت کی نسبت اسے کم نقصان ہوگا، کیونکہ مرد کو اللہ تعالیٰ نے کما کر کھانے اور کھلانے والا بنایا ہے اور اس کے جسم میں اسی حساب سے قوت وطاقت اور ذہنی سوچ رکھی، لہٰذا عموماً نوجوان بے روزگاری کی وجہ سے نفسیاتی مریض بنتے ہیں، اس کے برعکس عورت کو اللہ تعالیٰ نے شوہر کا تابع بنا کر گھر داری اور اپنے بچوں سے محبت اور ان کی دیکھ بھال والا بنایا اور اس کی جسمانی اور ذہنی سوچ بھی اسی طرح بنائی ہے، یہی وجہ ہے کہ جس عورت کی ایک مدت تک یہ فطری پیاس نہ بجھ سکے تو بسا اوقات پاگل ہونا شروع ہوجاتی ہے اور روز وشب اس کا مشاہدہ بھی ہو رہا ہے کہ وہ عورتیں کہ جن کی شادی نہیں ہو پا رہی، نفسیاتی مریض بن رہی ہیں، عمر کے ایک حصے کو پہنچنے کے بعد بہکی بہکی باتیں شروع کر دیتی ہیں۔

عورت کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت ونگہداشت اور گھر داری میں خوش رہتی

ہے، سائنس خواہ کتنی ہی ترقی کر لے، فطرت کے اصول نہیں بدلا کرتے، ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کتنی ہی عروج و بلندی کو پہنچ جائے مگر بھوک کو ختم کرنے کے لئے روٹی ہی کھانا پڑے گی اور اسے ہضم کرنے کے بعد بڑے سے بڑے سائنسدان کو بھی بیت الخلاء کا چکر لگانا ہی پڑے گا، روٹی چبانے اور نگلنے کے لئے دانتوں کو اسی طرح گھمانا پڑے گا جس طرح انسان ہزار سال پہلے گھمایا کرتا تھا، پیاس بھی اسی طرح سے لگتی رہے گی، جس طرح ہزاروں سال پہلے پتھروں کے زمانے کے انسان کو لگا کرتی تھی اور پیاس بجھانے کے لئے پانی بھی اسی طرح پینا پڑے گا جس طرح پہلے دور میں پیا جاتا تھا، سائنس نے کتنی ترقی کر لی اور یورپ نے عورتوں کو مردوں کی صفوں میں لا کھڑا کرنے کے لئے پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا، مگر بچہ جننے کے لئے آج بھی عورت ہی کو تکلیف اٹھانا پڑتی ہے اور نہ ہی ولادت کے بعد مرد ان بچوں کو اپنی چھاتیوں سے لگاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کی جسمانی اور ذہنی ساخت ونشوونما کو جس انداز سے اور جس کام کے لئے بنایا، اس میں اپنی عقل کے ذریعے دخل اندازی کرتے ہوئے عورت کو مرد کے شانہ بشانہ لا کھڑا کرنے کی کوشش کرنا، مرد سے زیادہ عورت پر ظلم ہے......عورت کو جو عزت اور سکون بیوی، ماں اور پھر بڑھاپے میں دادی، نانی کے روپ میں ملتا ہے (جو اس کی فطرت کا مقتضیٰ ہے) وہ سکون کسی اور روپ میں ہرگز ہرگز نہیں مل سکتا۔

سید الانبیاء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی اسی فطرت کی رعایت کی خاطر بالغ ہوتے ہی اس کے نکاح کی ترغیب دی ہے، مغرب کی عورت مرد کے شانہ بشانہ چلنے اور بچوں کی ماں بننے کے "طعنے" سے بچنے کے شوق میں ایسے حالت سے گزرنے پر مجبور ہو چکی ہے کہ آج وہاں کی عورت نہ کسی کی بہن یا بیٹی ہے، نہ کسی کی ماں، بلکہ مغرب کی عورت کسی کی بیوی بھی نہیں، وہاں کی عورت کا مردوں سے بس ایک "محبوبہ" والا رشتہ ہے، چنانچہ جب تک مرد کی جنسی ہوس اس کے حسن و جمال کے باعث پوری ہوتی رہے، اس کے اور مرد کے درمیان یہ "محبوبہ" والا رشتہ قائم رہتا ہے اور جب ذرا جوانی ڈھلکنا شروع ہو تو مرد اس عورت کو اس ٹشو پیپر کی طرح نظر انداز کر دیتے ہیں جو گندگی صاف کرنے سے پہلے تو بڑا خوشنما اور عمدہ نظر آتا اور عزت واکرام سے رکھا جاتا ہے، مگر گندگی صاف کرنے کے بعد انتہائی حقارت کے ساتھ کچرے کے ڈبے کی نذر کر دیا جاتا ہے، اس کے برعکس ہمارے ہاں عورت ماں کے روپ میں جیسے جیسے بوڑھی ہونا شروع ہوتی ہے، خاندان و گھر بار میں اس کی بزرگی کے باعث اس کی عزت واکرام میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

الغرض فطرت نے عورت کی ذہنی وجسمانی ساخت کو دیکھتے ہوئے اس کے لئے زندگی گزارنے کا جو طریقہ متعین کیا اسی میں اس کی جسمانی وذہنی نشوونما اور آسودگی ہے۔

آج جدید تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ جو عورت بچے جنتی رہتی ہے، اس کا نسوانی حسن اور جوانی بھی تادیر قائم رہتی ہے اور اس کے حسن و جمال میں اس عمل کے بعد اضافہ ہوتا ہے، گو ولادت کے بعد کچھ دن کے لئے کمزوری کے باعث اس حسن و جمال میں وقتی کمی ہوتی ہے مگر بچے کی ولادت کے باعث اور پھر مسلسل دودھ پلانے کے باعث بہت سے ایسے زہریلے مواد اس کے جسم سے خارج ہوتے رہتے ہیں اور ان کی جگہ بہت تیزی سے صاف اور شفاف خون پیدا ہوتا رہتا ہے جو عورت کی رنگت......جلد کی خوبصورتی......اور اس کے نسوانی حسن کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

خود یورپ کے محققین کی تحقیق کے حوالے سے اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آ رہی ہے، فی الحال اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے مختصراً اتنی دلیل کافی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت نے جسے جس کام کے لئے پیدا کیا، اس کا اسی کام میں مصروف رہنا اس کی ذہنی وجسمانی نشوونما کے لئے بہتر ہوتا ہے، چنانچہ بھوک کے وقت کھانا کھانا ہی صحت کے لئے مفید ہے، اسی طرح کسی نوجوان کے لئے، جس کے جسم میں بلوغت کے باعث زبردست جنسی قوت پیدا ہو چکی ہو تو اس کے لئے فطری طریقے سے بھوک کی طرح اس خواہش کو پورا کرنا ہی ذہنی وجسمانی لحاظ سے بہتر ہوتا ہے اور روز وشب مشاہدہ ہے کہ شادی کے بعد نوجوانوں کی صحت قابلِ رشک طور پر اچھی ہو جاتی ہے، ان کے چہرے پر رونق، تازگی اور نورانیت وسکون کی کیفیت واضح طور پر نظر آنے لگتی ہے، حالانکہ نکاح کے بعد جسم کی توانائی پہلے سے کئی گنا زیادہ خرچ ہونا شروع ہو چکی ہوتی ہے، اس پر قیاس کا تقاضا ہے کہ عورت کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو...... عورت میں بھی بالغ ہوتے ہی لاشعوری طور پر جنسی رغبت اور میلان پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے، اس کی صحت وذہنی سکون بھی نکاح کے ذریعے اس کی اس خواہش کو پورا کرنے اور پھر اس کے لازمی نتیجے یعنی حمل اور اولاد کی ولادت میں ہو...... لہٰذا حمل، ولادت اور بچے کو دودھ پلانا وغیرہا جیسے امور اگر اپنی انتہاء اور نتیجے کے لحاظ سے عورت کیلئے نقصان دہ ہوتے تو یہ فطرت (Nature) کا تقاضا نہ ہوتے، بلکہ خلافِ فطرت ہوتے۔

زِنا سے روکنے کے لیے بدنظری کے خلاف بیانات کافی نہیں

اب ظاہر ہے کہ مجموعہ آبادی کی پانچ فی صد عورتوں اور پانچ فی صد کنوارے مردجن کی شادیاں نہ ہو سکیں، ان میں آپ کتنے ہی بدنظری کے خلاف بیانات کریں، مگر عادۃً ایسا ممکن نہیں کہ ان میں سے ایک کثیر تعداد آپس میں بدکاری یا کسی اور طرح سے بے حیائی کے کاموں میں ملوث نہ ہو، روز وشب مشاہدہ ہے کہ وہ لڑکیاں جن کی شادیاں نہیں ہو رہیں کتنے ہی اچھے ماحول میں پلنے اور بڑے بڑے بزرگوں سے تعلق اور دیندار گھرانے کی بیٹیاں ہونے کے باوجود لڑکوں کے معاشقے میں مبتلا ہو رہی ہیں، مرد وعورت دونوں کی ایک دوسرے کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایسی بھرپور رغبت اور کشش رکھی ہے کہ اگر اس رغبت کی فطری طریقے سے بروقت تسکین نہ کی جائے تو پھر یہ تسکین کسی اور طریقے سے پوری کرنا کسی حد تک مرد وزن دونوں کی مجبوری اور پھر بالآخر عادت بن جاتا ہے۔

مدارس البنات میں پڑھنے والی عالمات جن کا سارا دن کام ہی قال اللہ اور قال الرسول پڑھنا پڑھانا ہے، ان میں سے بھی بعض کا کسی لڑکے سے اور کوئی اور نہ ہو تو بعض مرتبہ تو خود معلمین میں سے کسی سے معاشقہ پیدا ہو جاتا ہے جو بالآخر فسادات کا سبب بنتا ہے، جب مدارس میں بھی ایسا ہو جاتا ہے تو اسکولز وکالجز میں کیا حال ہوگا؟ گھر کی چاردیواری میں مکمل طور پر بند رہنے والی لڑکیاں، جن کی کسی بھی وجہ سے شادی نہیں ہو پا رہی، ان کے بھی لڑکوں سے تعلقات اور روز وشب لڑکوں کے ساتھ فرار ہونے کے واقعات کا ظہور کچھ کم نہیں، پھر مدارس اور دوسرے تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کو اگر معاشقے کے لئے لڑکا نہ ملے تو آپس میں ہی معاشقے بازی شروع ہو جاتی ہے، لڑکوں کے وہ تعلیمی ادارے جہاں لڑکے لڑکیاں اکٹھے نہیں پڑھتے، وہاں لڑکوں کے آپس میں معاشقے اور پھر بالآخر ہم جنس پرستی جیسی لعنت کے واقعات بکثرت رونما ہو رہے ہیں، آخر یہ سب اتنی

تیزی سے کیوں ہو رہا ہے؟

نگاہ کو جھکانے کی سب سے زیادہ طاقت نکاح میں ہے......محاسبوں، مراقبوں میں نہیں

ان سب باتوں کی بنیادی وجہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغاوت ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد از جلد نکاح کا حکم دیا ہے اور نکاح کو "أغض للبصر" قرار دیا "أغض" اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقوں میں سے ایک طریقے یعنی "مِن" مقدر کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے، یعنی نکاح "أغض من كل شيء للبصر" ہے، تو حدیث کا پورا پورا معنی یہ ہوا کہ نگاہ کو جھکانے والی دوسری جتنی چیزیں ہیں، مثلاً بدنظری کے نقصانات پر مشتمل بزرگوں کے بیانات سننا، اللہ تعالیٰ کے خوف و محبت کا مراقبہ کرنا، قوتِ شہوانیہ کو توڑنے کے لئے روزے رکھنا یا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا مثلاً دواؤں سے علاج کرنا......تو نگاہ کو جھکانے والے ان تمام اسباب میں نگاہ کو جھکانے اور شرمگاہ کو حرام کاری سے محفوظ کرنے کی سب سے زیادہ طاقت نکاح میں ہے، ویسے بھی معقول اور سیدھی سی بات ہے کہ بھوک کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ روٹی کھالی جائے، چنانچہ چار روٹیاں کھانے اور اچھی طرح پیٹ بھرنے کے بعد بھی اگر کچھ کھانے کا دل کرے تو یہ ہوس اور دنیا کی محبت کی علامت ہے اور اس ہوس کا علاج محاسبوں، مراقبوں سے ضرور ہو سکتا ہے۔

یاد رکھیے......! معاشرے میں جتنے بھی بڑے بڑے شرابی اور زانی ہیں، یہ پیدائشی ایسے نہیں ہوتے، ابتداء میں نکاح میں تاخیر کے باعث بدنظری کی عادت پڑتی ہے، پھر ان میں بہت تھوڑے لوگ توبہ میں کامیاب ہوتے ہیں، پھر ان توبہ کرنے والوں میں بھی بہت سے نکاح نہ کرنے کے باعث بدنگاہی سے مسلسل توبہ کرتے اور توڑتے بالآخر توبہ بھی چھوڑ دیتے ہیں، پھر ہر گناہ کی یہ خاصیت ہے کہ یہ اپنے سے بڑے گناہ کے ارتکاب کو آسان بنا دیتا ہے، چنانچہ نکاح نہ ہونے کے باعث پہلے تو بدنظری کا مرض پیدا ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ مشت زنی جیسی لعنت کی عادت پڑتی ہے، پھر لڑکیوں سے معاشقہ و زنا کاری اور اگر لڑکیاں میسر نہ ہوں تو لڑکوں ہی سے معاشقہ و بدکاری جیسی وارداتیں رونما ہونے لگی ہیں اور جب اس قسم کی بدفطرت عادات جڑ پکڑ جائیں تو ایسے شخص کو نکاح میں رغبت ہی نہیں رہتی اور فطرت بگڑ جانے کے باعث نکاح کے بعد بھی ایسے لوگوں کی تسکین غیر فطری کاموں میں ہی ہوتی ہے، پھر چار تو کیا چار ہزار شادیاں بھی انہیں گناہوں کی دلدل سے نہیں نکال سکتیں۔ ایسے لوگوں کا وہی حال ہوتا ہے جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا ہوا، جنہیں لوط علیہ السلام اپنی قوم کی بیٹیوں سے نکاح کی ترغیب دے رہے ہیں، مگر قوم جواباً کہہ رہی ہے: "مالنا في بناتك من حق" (ہمیں تیری قوم کی بیٹیوں سے نکاح میں کوئی رغبت نہیں)

جنسی خواہش پیدا ہونا اور بھڑکنا چونکہ انسانی فطرت ہے، اس لئے اس فطرت کو کچلنا اور طویل عرصے تک کچلتے رہنا بہت مشکل ہے اور خود گناہوں کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہے۔

الغرض جس معاشرے کی ہم فرضی مثال دے رہے ہیں تو اس میں آپ بدنظری کے خلاف کتنے ہی بیانات کرلیں، عادۃً ایسا ممکن نہیں کہ غیر شادی شدہ یہ ساری کی ساری عورتیں ساری عمر مکمل عفت اور پاکدامنی سے گزار دیں، محتاط اندازے کے مطابق فرض کریں کہ صرف دو فی صد عورتیں ایسی ہوں جو غیر شرعی طریقے سے مردوں سے دوستیاں لگانے کی کوشش کردیں۔

مردوں کے کنوارے رہنے کی نسبت عورتوں کا کنوارا رہنا، زنا کی بہت تیزی سے ترویج کا سبب بنتا ہے

اب ایک اصول سمجھئے کہ کوئی عورت جس کا بروقت اور مناسب جگہ نکاح ہوگیا ہو، تو شوہر اور بچوں والی ایسی عورت کو کوئی زانی اور بدکار مرد اپنی ہوس کا با آسانی نشانہ نہیں بنا سکتا، کیونکہ عورت کی طبیعت میں مردوں کی طرف جنسی میلان مردوں کی نسبت بہت کم ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت میں مرد کی نسبت حیا بہت زیادہ رکھی ہے، لہٰذا کسی عورت کے ''بے حیا'' بننے سے پہلے پہلے اسے اس کی فطری زندگی، یعنی گھر بار اور بچوں میں مشغول کر دیا جائے تو اس کا مستقبل محفوظ ہو جاتا ہے اور ایسی عورتوں کو وہ مرد با آسانی خراب نہیں کر سکتے اور ان پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے جن مردوں کے لئے خواہش نفسانی کی تکمیل کے لئے حلال راستے کا حصول مشکل تھا۔

اس کے برعکس اگر کسی معاشرے میں چند عورتیں بھی مناسب رشتے کے حصول میں غیر معمولی مشکلات کا شکار ہو کر کنواری بیٹھے رہنے پر مجبور ہوں تو ان میں سے اگر ایک کو بھی خدانخواستہ بدکاری کا چسکا لگ گیا تو ایسی ہر ایک عورت اس معاشرے کے کم از کم سو(100) افراد کو زنا اور بدکاری کا چسکا لگانے کے لئے کافی ہوگی اور اس کی بدعادات سے متاثر ہونے والے صرف کنوارے ہی نہ ہوں گے، شادی شدہ مرد بھی اس میں داخل ہوں گے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ مرد میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی طرف کئی گناہ زیادہ میلان رکھا ہے، چنانچہ جب کوئی فاحشہ عورت از خود کسی مرد کو معاذ اللہ بدکاری کی دعوت دے تو عادۃً اس کا امکان بہت کم ہوتا ہے کہ وہ مرد حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنا دامن بچاتے ہوئے بھاگ کھڑا ہو، یوسف علیہ السلام کا اس موقع پر ایک عورت کے فتنے سے بچ نکلنا ایک بہت بڑا مجاہدہ ہی تو تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے باعث آپ کے اس واقعہ کو قرآن مجید میں بہت اہتمام سے بیان فرمایا......اس کے برعکس کوئی مرد کسی عورت کو زنا کی دعوت دے اور عورت اپنا دامن بچا کر بھاگ کھڑی ہو تو عورت کے اس کارنامے کو کوئی شخص بھی کوئی ''عظیم کارنامہ'' نہیں گردانتا۔

حاصل اس کا یہ ہوا کہ جس معاشرے میں عورتوں کے نکاح میں مشکلات پیش آتی ہوں، ایسے معاشرے میں زنا کی بہت تیزی سے ترویج ہوتی ہے، ایک عورت بھی خدانخواستہ زانیہ بن جائے تو وہ کم از کم سو مردوں کو زنا کا چسکا لگانے کے لئے کافی ہوگی، جسے بھی دعوتِ زنا دے گی وہ اس کی اس دعوت کو قبول کرے گا، سوائے ان چند لوگوں کے جو غیر معمولی تقویٰ کے حامل ہوں گے۔ اس کے برعکس کسی معاشرے میں لڑکیوں کی شادیاں تو بروقت اور مناسب جگہیں ہو جایا کریں اور لڑکوں میں ایک تعداد دیر سے شادیوں پر مجبور ہو تو ایسے معاشرے میں زنا کی ترویج ان سب باتوں کے باوجود بھی آسان نہیں ہوتی، کیونکہ مرد کو بدکاری کے لئے عورت کا حصول ممکن ہی نہیں ہوگا، لہٰذا اس قوم میں اگر بے حیائی پھیلتی بھی ہے تو اس قوم کی عورتیں اس بے حیائی سے متاثر نہیں ہوتیں۔

فرضی مثال کی طرف دوبارہ رجوع

اس تمہید کے بعد اب یہ سمجھیں کہ جس قوم کی ہم فرضی مثال دے رہے ہیں تو ''فرضی قوم'' کا یہ ''فرضی معاشرہ'' چونکہ

خالصۃً اسلامی معاشرہ ہے، شرعی حدود وغیر کا نفاذ ہے، اس لیے فرض کریں کہ ان دو فی صد فاحشہ عورتوں میں سے ہر عورت پانچ فی صد مردوں کو خراب کرنے کا سبب بنتی ہے اور یوں قوم کے پاکدامن مردوں میں سے پانچ فی صد مرد خدانخواستہ خراب عورتوں کے فریب میں مبتلا ہو کر فحاشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بقیہ پانچ فیصد کنوارے زنا سے بچنے کی خاطر تبلیغی جماعت میں نکل کر بیرونِ ملک سال کی جماعت میں اپنی تشکیل کروا لیتے ہیں۔

نکاح کے بغیر عورت کا حصول جتنا آسان ہوتا چلا جائے، نکاح کی رغبت اتنی ہی کم ہوجاتی چلی جائے گی

اب یاد رکھیے کہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی قوم کے مردوں میں جنسی ہوس کو پورا کرنے کے لئے نکاح کے بغیر عورت کا حصول جتنا آسان ہوتا جائے گا، اس قوم کے مردوں میں اسی تناسب سے عورتوں کی طرف نکاح میں رغبت کم ہوتی چلی جائے گی، چنانچہ وہ قوم جس کی ہم فرضی مثال دے رہے ہیں، اس کے مردوں میں جب بے حیائی کا تناسب بڑھے گا تو مردوں کی نکاح کی طرف پہلے جو رغبت تھی، اس رغبت میں یقیناً کمی واقع ہوگی جس کی وجہ سے اس قوم میں کنواری رہ جانے والی عورتوں کے تناسب میں یقیناً کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور ہوگا، نیز وہ پانچ فی صد عورتیں جن کی غیر کفو میں شادیاں ہوئی تھیں، فرض کریں کہ وہ سب کی سب بزرگوں اور اہل اللہ وعلماء کے بیانات سن سن کر صبر وتحمل کے ساتھ کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے میں کامیاب ہو بھی جاتی ہیں تو پھر بھی ایک محتاط اندازے کے مطابق کم از کم ایک فی صد گھرانے دنگا وفساد ولڑائی جھگڑوں میں ضرور مبتلا ہوں گے جس کے باعث یا تو طلاقیں ہوں گی یا ان کے شوہروں کی توجہ اپنی بیویوں سے عدم مناسبت کے باعث کسی ''دوسری'' طرف منتقل ہوگی۔

معاشرے میں طلاق یافتہ عورتوں کے اس اضافے کے باعث بے نکاحی عورتوں میں مزید اضافہ ہوگا اور بہت سے مناسب مرد جو اِن طلاق یافتہ عورتوں کے کفو اور ہم پلہ ہوں، ان سے نکاح کو تیار نہ ہوں گے، کیونکہ شادی جب ایک ہی کرنی ہے تو طلاق یافتہ سے کیوں کی جائے؟ دوسری طرف ان طلاق یافتہ عورتوں کے والدین کا آیندہ کے لیے داماد کے انتخاب میں معیار پہلے سے بھی اونچا ہو جائے گا کیونکہ اب وہ اس کی جستجو کریں گے کہ آیندہ منتخب ہونے والا داماد کہیں پہلے والے کی طرح ہماری بچی کو طلاق دے کر اس کی قدر وقیمت مزید نہ گرا دے......لہٰذا کوئی ایسا داماد تلاش کرو جو بہت ہی اچھا ہو اور ''طلاق'' کا لفظ بھی اس کی لغت میں نہ ہو، یہ بات ان طلاق یافتگان کی دوبارہ شادی میں بذاتِ خود ایک مزید مشکل پیدا کرنے کا سبب بنے گی۔

الغرض اس طرح معاشرے میں بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اضافہ اور اپنی بیویوں سے کسی بھی وجہ سے عدم مناسبت کا شکار ہونے والے مردوں کی توجہ کی کسی ''دوسری طرف'' منتقلی، یہ دونوں باتیں بھی بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافے کا سبب بنیں گی، اور یہ اضافہ پھر بے حیائی میں مزید اضافے کا سبب بنے گا۔

بے حیائی میں مزید اضافے کے باعث مردوں کی نکاح کی طرف رغبت میں مزید کمی ہوگی جس کے نتیجے میں بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا اور پھر ان بے نکاحی عورتوں میں سے ایک محتاط اندازے کے مطابق چند فی صد عورتیں

پھر فحاشی کی طرف مائل ہوں گی اور اسی محتاط تناسب کے مطابق ایک عورت مثلاً صرف پانچ مردوں کی خرابی کا سبب بنے گی، جس کے نتیجے میں آہستہ آہستہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد یوں ہونے لگے گا کہ مرد کیلئے جب کسی عقد اور مہر، نان نفقے وغیرہ کی ذمہ داری کے بغیر عورت کا حصول آسان ہوتا چلا جائے گا تو اس قوم کے مردوں میں نکاح کی طرف رغبت مزید کم ہوگی اور یوں لڑکیوں کے رشتوں میں مزید مشکلات پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔

چنانچہ پہلے تو 80 فیصد مردوں کی شادیاں آرام سے ہو جاتی تھیں، 20 فی صد کو رشتہ نہیں مل رہا تھا، جن میں 10 فی صد تبلیغ میں سال کے لئے چلے گئے تھے اور بقیہ 10 فیصد معاذ اللہ فحاشی اور زنا میں مبتلا ہو گئے تھے، لیکن اب ان 80 فی صد مردوں میں سے بھی بہت سے رشتہ ملنے کے باوجود بروقت نکاح کے لئے تیار ہی نہ ہوں گے جس کے باعث پہلے جو 80 فی صد عورتوں کی کامیاب یا ناکام شادی ہو جایا کرتی تھی، اسی تناسب سے اس میں بھی کمی ہو جائے گی۔

ان سب حالات میں جیسے جیسے اضافہ ہوگا اور ضرور ہوگا، خدا کی قسم یہ ناممکن...... ناممکن...... ناممکن...... ہے کہ ان حالات اور اس بحران میں اضافہ نہ ہو۔

یہاں تھوڑی دیر کے لئے توقف کر کے حضرت مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ملفوظ پر نظر ڈالیے:

ایک بیوی والے نظام نے یورپ کے خاندانی نظام کا بیڑا غرق کر دیا، پادری کا اعتراف

مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یورپ کا نظریہ یک زوجگی (ایک بیوی والا نظریہ) اب علمی طور پر فرسودہ ہو چکا ہے اور وہاں کے عقلاء و مفکرین بھی اب خود اس کے خلاف سوچنے لگے ہیں، کیونکہ وہ تجربہ کر چکے ہیں کہ اس یک زوجگی (ایک بیوی والے) نظام نے ان کے معاشرے میں کس قدر بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔

یورپ و امریکی معاشرے کے بگاڑ کا اندازہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھیے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ نظریہ یک زوجگی (ایک بیوی والے نظریے) نے ان لوگوں کو کس حالت پر پہنچا دیا ہے، اس کا صحیح حل تعدد ازواج ہی ہے، لیکن اس سے بلا وجہ پہلو تہی کی جا رہی ہے، عین ممکن ہے کہ مستقبل میں یورپ و امریکا بھی تعدد ازواج کو اختیار کر لیں...... لندن کے ایک پادری صاحب کہتے ہیں:

''آج کل غلطی سے کسی دوشیزہ کو شادی شدہ سمجھ لیا جائے تو وہ چند لمحوں کے لئے باغ باغ ہو جاتی ہے، اکثر کنواری لڑکیوں نے زندگی کا مقصد ہی شادی سمجھ رکھا ہے، وہ شادی کے لئے ماری ماری پھرتی ہیں اور انہیں جو لڑکا بھی مل جاتا ہے، اسے اپنا ممکنہ شوہر سمجھنا شروع کر دیتی ہیں۔''

پادری صاحب مزید فرماتے ہیں: ''جو دوشیزائیں مسز (شادی شدہ) کہلاتی ہیں، وہ اپنے آپ کو اعلیٰ و ارفع سمجھنا شروع کر دیتی ہیں اور احساس برتری کے مرض کا شکار ہو جاتی ہیں، وہ ان سہیلیوں کو ذرا

نفرت سے دیکھنا شروع کر دیتی ہیں جن کو شوہر نہیں ملتے، عام لڑکیاں جب ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو سب سے پہلے ان کی نگاہیں دوسری کی انگلی میں شادی کی انگوٹھی تلاش کرتی ہیں۔ ان حالات میں لڑکیاں شادی کے خیال ہی سے محبت شروع کر دیتی ہیں۔ یہاں عورت آزاد ہے لیکن اس کی حالت قابل رحم ہے، یہاں عورت کی کوئی عزت کوئی مقام نہیں۔ اگر وہ ''مشرق کی مظلوم عورت'' کی جہل کی زندگی دیکھ لے تو آزادی اور مساوات سے فوراً توبہ کر لے، یہاں ہزاروں عورتیں ساری عمر گھر اور اولاد کو ترستے ہوئے زندگی بسر کر دیتی ہیں اور انہیں اپنی مظلومیت اور کسمپرسی کا پورا احساس ہے۔''

(عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں: ص ۱۷۹، بحوالہ ''عائلی کمیشن رپورٹ پر تبصرہ)

یہ تو بندہ نے درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر ایک حقیقی قوم کا حقیقی واقعہ ذکر کر دیا، اس کے بعد دوبارہ ''فرضی قوم'' کے ''فرضی حالات'' کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

فرضی قوم کی فرضی مثال کی طرف رجوع

چنانچہ جب اس فرضی قوم کے اس طرح کے حالات میں مزید اضافہ ہوگا تو مردوں کی عورتوں کی طرف نکاح کی رغبت میں مزید کمی ہوگی اور تاخیر سے نکاح کے شوق میں اسی تناسب سے اضافہ ہو جائے گا، یوں عورت کی طرف رغبت (Demand) میں کمی کے باعث نکاح کے حق میں عورت کا مقام اور ویلیو (Value) گرتی چلی جائے گی، کیونکہ یہ فطرت کا ایک لگا بندھا اصول ہے کہ جس چیز کی ڈیمانڈ کم ہو مگر سپلائی زیادہ ہو، اس چیز کی مارکیٹ ویلیو کم (Down) ہو جاتی ہے۔

لڑکی کے انتخاب میں مرد کا معیار بلند ہوتا چلا جائے گا

اب ایسے مرد جن کا بزرگوں سے خصوصی اصلاحی تعلق ہوگا یا ان کے تبلیغی جماعت میں چار ماہ لگے ہوئے ہوں گے، چنانچہ اس قسم کے مرد جو اس ''ترقی یافتہ'' دور میں پرانے اور ''دقیانوسی'' طریقے کے مطابق اب بھی نکاح کر کے زندگی گزارنا چاہتے ہوں گے، ان کے پاس رشتوں کے لئے لڑکیوں کی کمی نہ ہوگی جہاں خاندان میں کوئی تعلیم یافتہ اور اچھا لڑکا ہوگا، سب کی نگاہیں اس پر جمی ہوں گی کہ ہم اپنی ''بچی'' اسے دے دیں، لہٰذا رسد وطلب (Supply and Demand) کے قانون کے تحت نکاح کے لئے ان لڑکوں اور ان کے والدین کا معیار بلند ہوتا چلا جائے گا کہ مثلاً لڑکی خوبصورت بھی ہو...... زیادہ موٹی نہ ہو...... قد نہ زیادہ لمبا ہو نہ بہت چھوٹا...... بیوہ یا مطلقہ نہ ہو...... بالکل جاہل کی جاہل نہ ہو...... عالمہ یا کم از کم MSc ہو۔

الغرض جس جس طرح سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا، رسد وطلب (Supply and Demand) کے اصول کے مطابق اسی تناسب سے عورت کی ویلیو گرتی چلی جائے گی۔ مردوں کے معیار میں بلندی کی وجہ سے لڑکی والوں کیلئے مناسب رشتوں کے انتخاب کا عمل اور مشکل ہو جائے گا۔

چنانچہ پہلے اس معاشرے میں رواج یہ تھا کہ لڑکی کا باپ داماد منتخب کرنے میں کفاءت کے مسائل کو سامنے رکھ کر لڑکے

کے حسب ونسب، مالداری، پیشہ، دینداری وغیرہ کے بارے میں دیکھتا تھا کہ داماد کم از کم ان لازمی اور ضروری چیزوں میں میری بیٹی کے معیار سے اونچا یا کم از کم برابر بھی ہے یا نہیں؟ اور لڑکیوں کی طرف پے در پے رشتے آنے کے باعث، اسے اس انتخاب میں زیادہ دشواری نہ ہوتی تھی اور اس کا کام از خود داماد تلاش کرنے کے بجائے مختلف پے در پے متوجہ ہونے والے رشتوں میں سے اچھے داماد کا صرف انتخاب (Selection) ہوتا تھا اور لڑکا بھی یہ سوچ کر نکاح کرلیا کرتا تھا کہ اگر اس فلاں لڑکی سے شادی نہ ہوئی تو یہ بھی ہاتھ سے نکل جائے گی، لہٰذا جیسی تیسی ہے کرلو۔

الغرض پہلے لڑکے کا معیار کم اور لڑکی کا معیار اونچا تھا، مگر اب معاملہ بہت تیزی کے ساتھ برعکس ہونے لگے گا، مردوں کا معیار بڑھنے سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوگا......اور اس اضافے سے مزید بے حیائی پھیلے گی اور بالآخر ایسی خرابیاں پیدا ہونا شروع ہوجائیں گی جو ایک دوسرے سے ضرب ہوتی چلی جائیں گی، مثلاً:

خرابی نمبر ①: عورتوں میں ملازمتوں (Job) کا رجحان بڑھنے لگے گا

پھر جب ان حالات میں مزید اضافہ ہوگا تو مردوں کو تاخیر سے نکاح کی عادت پڑنے لگے گی اور لڑکیوں کے والدین مناسب رشتے نہ ملنے کے باعث اپنی لڑکیوں کو سارا سارا دن گھر میں پڑے بے کار سڑانے اور نفسیاتی مریض بنانے کے بجائے پڑھا لکھا کر ملازمتوں پر مجبور کرنے لگیں گے، اور پھر بعض لوگ تو علم کی روشنی سے متعارف کرانے کے جذبے سے بیٹیوں کی تعلیم پر خرچ کریں گے، لیکن بہت سے وسائل کی قلت کے باعث نہ چاہتے ہوئے بھی محض اس لئے اپنی آمدن کا ایک بڑا حصہ بیٹیوں کی تعلیم پر اس لئے خرچ کریں گے کہ اگر ڈاکٹر، انجینئر نہ بنوایا تو رشتہ ملنے میں اور دشواری ہوگی اور لوگ جاہل سمجھ کر رشتہ ہی نہ بھیجیں گے، چنانچہ جب یہ لڑکیاں اتنا پڑھ لکھ لیں گی اور شادی پھر بھی نہ ہوئی ہوگی تو بڑی حماقت کی بات ہوگی کہ اتنا کچھ پڑھ لکھ لینے کے بعد اس پڑھائی سے استفادہ نہ کیا جائے اور کسی ادارے میں ملازمت (Job) کرے معقول یا نامعقول تنخواہ نہ لی جائے۔

خرابی نمبر ②: خواتین کو ملازمت سے منع کرنے والوں کی بیٹیاں ملازمت تلاش کرنے لگیں گی

اس موقع پر اس قوم کے اہل علم اوّلاً تو پرزور دعوت چلائیں گے اور اخبارات میں مضامین شائع کریں گے کہ عورتیں بلاضرورتِ شرعیہ گھروں سے باہر نہ نکلا کریں، بلاضرورت ملازمتیں نہ کریں......عورت کی اصل ذمہ داری گھر کی چار دیواری ہے......وغیرہ وغیرہ......مگر علماء کی یہ تحریک کچھ زیادہ مؤثر ثابت نہ ہوگی، بلکہ کچھ عرصے کے بعد منع کرنے والوں میں سے بھی ایک کثیر تعداد اپنی بچیوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوانے اور پھر ملازمت کروانے کے لئے گھروں سے نکالنے پر بقیہ قوم کے شانہ بشانہ چلنا شروع کردے گی، کیونکہ بقیہ قوم جن حالات سے گزر رہی ہوگی ان حالات کا سامنا ایک زوجہ پر قناعت کرنے والے ان علماء کو بھی ہوگا اور انہیں بھی اپنی بچیوں کے بارے میں وہی خطرات لاحق ہوں گے جن کا سامنا دوسروں کو ہو رہا ہوگا۔ یوں ایک طرف تو گھروں سے باہر نکلنے والی عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا، دوسری طرف خواتین کو گھر کی چار دیواری میں بند رکھنے کی دعوت بھی کمزور پڑے گی اور اس دعوت میں بھی پہلے جیسا زور نہ رہے گا، عورتوں کا یوں کثرت سے گھروں کی

چار دیواری سے باہر نکلنا، اور مردوں کے شانہ بشانہ ملازمتوں میں حصہ لینے سے بے حیائی میں مزید اضافہ ہوگا اور یہ اضافہ ان کی طرف نکاح کے رجحان کو مزید کم کرے گا، جس سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا، نیز یہ خواتین جن مردوں کے شانہ بشانہ ملازمت کریں گی، ان مردوں میں بہت سوں کی رغبت اپنی بیویوں سے ہٹ کر ان عورتوں کی طرف ہونے لگے گی، جس سے گھروں میں فسادات پیدا ہوں گے، جس کے نتیجے میں طلاقوں کی شرح میں اضافہ ہوگا اور اس اضافے سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا۔

خرابی نمبر ③: مردوں میں بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہونا شروع ہو جائے گا

نیز عورتوں کے اس طرح ملازمتوں (Job) کی ویکینسیاں پُر کرکے ملازمتوں پر قبضے کرنے سے ان مردوں کی بے روزگاری بڑھے گی جو اگر یہ عورتیں نہ ہوتیں تو ان کی جگہ ملازمت کرتے اور یہ ویکینسیز پر کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ روزگار کے مواقع مردوں کے حساب سے پیدا فرماتے ہیں، جنہیں کمانے اور کھانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، فطرت نے نہ تو عورتوں کو کما کما کر کھانے اور کھلانے کی ذمہ داری سونپی اور نہ ہی ان کے لئے اس کام کے بندوبست کی ذمہ داری لی۔

نوجوانوں میں بے روزگاری بڑھنے اور ان کے روزگار کے مواقع پر دھڑا دھڑ عورتوں کے قبضہ کرنے سے مردوں میں نکاح کے رجحان میں مزید کمی ہوگی اور دیر سے شادی کے رجحان میں اضافہ ہوگا اور بہت سے مرد کسی مناسب روزگار کے انتظار میں نکاح سے اجتناب کرنا شروع کریں گے، نیز اس قسم کے نوجوان وجود میں آنا شروع ہو جائیں گے جو رشتے کے انتخاب میں یہ شرط لگا رہے ہوں گے کہ ہم چونکہ بے روزگار ہیں یا ہمیں اپنی شان اور کوالیفکیشن کے مطابق روزگار میسر نہیں، دوسری طرف معاشرے میں پیسہ کمانے والی خواتین کی بھی کمی نہیں، لہٰذا ہمیں ایسی لڑکی سے شادی کرنی ہے جو ''Job'' کرتی ہو۔

اصل مضمون سے کچھ دیر توقف کرکے ایک جملہ معترضہ

ہفت روزہ ''ضربِ مؤمن'' میں قارئین کی نشست'' کے حوالے سے ''شادی سے متعلق سنگین مسائل'' کے عنوان سے مختلف حضرات کے خطوط شائع کئے جاتے ہیں: ایسا ہی ایک خط ملاحظہ ہو:

ضربِ مؤمن میں شائع شدہ مضمون......شادی سے متعلق ایک اور سنگین مسئلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لڑکیوں کی شادی میں رکاوٹوں کے مسئلوں کی طرف گزشتہ کئی ہفتوں سے جس طرح ضربِ مؤمن میں خطوط شائع کئے جارہے ہیں اور اس سنگین مسئلے کا حل نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے، وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ ایک اور مسئلہ جو سنگین صورت اختیار کرتا جارہا ہے، وہ یہ ہے کہ لڑکے کے والدین کا ''ایجوکیٹڈ'' اور ''پروفیشنلی کوالیفائیڈ'' لڑکیاں ڈھونڈنا۔ اس سلسلے میں لڑکے والوں کا نظریہ یہ

ہوتا ہے کہ آج کل مہنگائی کا دور ہے، جب تک میاں بیوی دونوں مل کر نہ کمائیں گزارہ نہیں ہوتا۔ اس مسئلے کی سنگینی میں اضافہ اس لئے ہو رہا ہے کہ اچھی اچھی لڑکیاں محض اس لئے مسترد کر دی جاتی ہیں کہ وہ سادہ بی اے، بی ایس سی پاس ہیں۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں جو لڑکے ہیں، ان کے والدین تو صرف ڈاکٹر یا ایم بی اے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اس غیر فطری رجحان کی وجہ سے لڑکیوں میں اونچے درجے کے پروفیشنل کالجوں میں داخلوں کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ صرف اور صرف بہتر سے بہتر اور اونچے سے اونچے رشتے کے حصول کے لئے۔

خدارا! اس امت کے نوجوانو! اپنے زورِ بازو پر بھروسہ کریں اور شادی کے مشکل مسئلے کو مزید پیچیدہ نہ کریں۔

ایک خاتون، گلشن اقبال، کراچی (ضرب مؤمن: جلد نمبر ۷)

یہ خط درمیان میں موضوع سے ذرا ہٹ کر تھا ''ضرب مؤمن'' والوں نے اس خط کا جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ:...... ''لڑکے والے ایسا نہ کریں''...... مگر اس پر کوئی بحث نہیں کہ اگر لڑکے والے ایسا نہ کریں تو پروفیشنل کوالیفائڈ لڑکیوں سے شادی کون کرے گا......؟؟؟ اس سوال و جواب کے بعد ہم اپنے قصے کی طرف چلتے ہیں۔

الغرض ہم جس قوم کی فرضی مثال دے رہے ہیں، تو اس قوم میں ایسے حالات میں بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوگا اور نکاح کے حق میں عورت کی قدر و قیمت (ویلیو) اور زیادہ گرے گی۔

خرابی نمبر ④: مناسب لڑکوں کو گھیرنے بلکہ ''پھانسنے'' کے لیے ''انعامی اسکیموں'' کا اجراء

پھر کچھ عرصے میں عورت کی مثال دکاندار کے اس سامان کی طرح ہونے لگے گی کہ جس دکاندار کے پاس سامان تو بہت ہے مگر خریدار بہت کم، نیز جو خریدار باقی ہیں، ان کے بھی ''نخرے'' بہت زیادہ ہیں، اور خریداروں کی کمی اور ان کے ''نخروں'' کے باعث دکاندار کو ہر ہر شے نہ صرف یہ کہ سستے داموں بیچنی پڑتی ہے بلکہ گاہکوں کے اچھے خاصے نخرے بھی اٹھانے پڑتے ہیں، اگر پھر بھی گاہکوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہو تو وہ دکاندار مجبور ہوتا ہے کہ اپنی دکان کا مال فروخت کروانے کے لئے ان اشیاء کو نہ صرف یہ کہ سستی قیمت پر فروخت کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انعامی اسکیمیں بھی نکالے اور مختلف قسم کی رعایتیں بھی دے کہ مثلاً یہ صوفہ خریدلو گھر تک میں خود پہنچا کر آؤں گا، جیسے ڈیمانڈ کے مقابلے میں پیپسی کی سپلائی جب زیادہ ہو جاتی ہے تو کمپنی اسکیم جاری کرتی ہے...... ''پیپسی کی پانچ بوتلوں پر چھٹی بوتل ہماری طرف سے بالکل مفت......''

یہ ریفریجریٹر لے لو، خراب ہوا تو ٹھیک کرنے کا خرچہ ہماری طرف سے بالکل مفت...... چنانچہ جب عورت کی قدر و قیمت (ویلیو) روز بروز کم ہوتی چلی جائے گی تو لڑکیوں کے والدین مناسب رشتہ تلاش کرنے کے لئے دامادوں کو مختلف طریقوں سے ''پھانسنے'' کی کوشش شروع کر دیں گے کہ مثلاً تم ہماری بچی سے شادی کر لو، تمہاری بیوی کو سلانے کے بلکہ خود تمہیں بھی سلانے کے لئے (جہیز کی صورت میں) بستر ہماری طرف سے بالکل مفت،...... تم صرف ہماری بچی سے شادی کر لو

اور ہر ماہ سودا خرید کر گھر لے آیا کرو، یعنی فی الحال ہماری بچی کو کھلانے کا خرچہ تمہارے ذمے، البتہ خود تم کو بھی اور تمہاری بیوی کو کھلانے کے لئے ہزاروں روپے کی پلیٹیں (ڈنر سیٹ) ہماری طرف سے بالکل مفت،......تم صرف ہماری بچی سے شادی کرلو، کپڑے دھونے کے لئے صابن کا خرچہ تو تم اٹھاؤ گے، البتہ ہماری بچی کے کپڑے اور خود تمہارے کپڑے بھی دھلوانے کے لئے واشنگ مشین ہماری طرف سے بالکل مفت......تم صرف ہماری بچی سے شادی کر کے مہر بے شک پہلی رات ہی معاف کروالو، یا اسے بیوی کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ میں تقسیم کر دینا، مگر ہماری بچی کو بٹھانے کیلئے بلکہ خود تمہیں اور تمہارے دوستوں اور تمہارے دیگر تمام رشتہ داروں اور متعلقین کو بٹھانے کے لئے صوفے ہماری طرف سے بالکل مفت...... ڈائننگ ٹیبل ہماری طرف سے بالکل مفت......لڑکی کا زیور ہماری طرف سے بالکل مفت......دلہن کے لئے ہزاروں کا جوڑا ہماری طرف سے بالکل مفت......، بری کے نام پر تمہارے اور تمہارے تمام رشتہ داروں میں سے ہر ایک کے کپڑے وغیرہ انعامی اسکیم ہماری طرف سے بالکل مفت......، رخصتی سے پہلے نکاح ہوتے ہی تمہارے تمام رشتہ دار جو نکاح میں شرکت کے لئے آئیں گے، شادی کے کھانے کے نام پر ان کو کھلانا پلانا اور ان کی دعوت ہماری طرف سے بالکل مفت......

اور یہ سب حالات یا ان میں سے اکثر حالات ان لوگوں کو بھی پیش آ رہے ہوں گے جو دیندار یا شریف گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں گے یا دینی و دنیوی مصروفیات میں ہمہ تن مشغولیت کے باعث ایک بیوی پر اکتفاء کو بہت بڑا ثواب سمجھ رہے ہوں گے......مگر اطمینان قلب کے ساتھ دین و دنیا اور ملک و وطن کی خدمت میں مشغول رہنے کا سارا مزہ اس وقت ''کرکرا'' ہونا شروع ہو جائے گا جب اپنی بچیوں کی شادی کے لئے مناسب داماد دریافت کرنے کی فکر کرنا اور پھر اس مناسب داماد کو پھانسنے کے لئے انعامی اسکیموں پر مشتمل مختلف خرچے ان کی کمر توڑنا شروع کر دیں گے۔

خرابی نمبر ⑤: ''انعامی اسکیمیں'' سامان سے ترقی کر کے کیش رقم تک جا پہنچیں گی

ان باتوں میں جب مزید ترقی ہوگی تو بچیوں کے والدین کے لئے اپنی بچیوں کا نکاح مزید مشکل ہو جائے گا، جس کے باعث بے حیائی مزید پھیلے گی اور عورت کی طرف مردوں کی نکاح والی رغبت اور طلب میں مزید کمی ہوگی، چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کی پیدائش کا سلسلہ (یعنی سپلائی) بہر حال برابر جاری رہے گی مگر مردوں کی ان کی طرف طلب میں روز بروز کمی آ رہی ہوگی (Supply) اور (Demand) میں اس بے اعتدالی کے باعث عورت کی قدر و قیمت (ویلیو) مزید گرے گی تو مزید انعامی اسکیمیں نکلیں گی، بس تم شادی کرلو، ٹی وی، کار موٹر سائیکل ہماری طرف سے......مزید ویلیو گرے گی تو اب لڑکے والے بجائے جہیز مانگنے کے بجائے لاکھوں کے چیک وصول کریں گے کہ آپ صرف چیک دے دیں ضرورت اور تعیّشات زندگی کا جو سامان خریدنا ہوگا ہم خود خرید لیں گے (جیسا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ہاں رائج ہے۔)

واضح رہے کہ ہندوؤں میں بھی متعدد شادیوں کا رواج تھا اور اس وقت ہندوؤں کے راجا بیوی بنانے کے لئے عورت کے حصول کی خاطر لڑکی کے والدین کو منہ مانگی قیمت دیا کرتے تھے اور ہندوؤں میں جو زیادہ مالدار ہوتے بسا اوقات بیک وقت سوسو بیویاں رکھتے، مگر اس قوم میں جب یہ رواج ختم ہو گیا تو پھر بتدریج ہندوؤں کے ہاں عورت معاشرے پر جس طرح

بوجھ بنتی چلی جارہی ہے اور جس طرح ہندو قوم اپنے داماداوں کو منہ مانگا جہیز دیتی ہے اور روز بروز اس میں بھی غیر معمولی اضافہ ہورہا ہے، یہ حالات کسی پر مخفی نہیں اور انگریزوں کے ہاں جہیز کا رواج اس لئے نہیں کہ ان کے ہاں ایک بہت بڑے پیمانے پر سرے سے خاندانی نظام ہی تباہ و برباد ہو چکا ہے، ہندوؤں کا خاندانی نظام تباہ و بربادی کے دہانے پر ہے اور ہم کتنی ہی اصلاح کرلیں پوری قوم تو ظاہر ہے خالصۃً اسلامی نظام کے بغیر سدھر نہیں سکتی، مگر اس وقت جس ذی ہوش نے اپنے خاندان میں متعدد شادیوں کا رواج ڈالنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوگیا، اس کی صلبی اولاد سے آئندہ پیدا ہونے والی نسل میں ایک بڑی تعداد اس خاندانی نظام کی تباہی سے ان شاء اللہ تعالیٰ محفوظ ہوجائے گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہمارے ہاں بھی (اللہ تعالیٰ نہ کرے) انگریزوں کی طرح جہیز و ہیز ٹائپ کی سب چیزیں مکمل ختم ہوجائیں گی، پٹھانوں میں تعدد ازواج کا رواج چونکہ سب سے دیر میں ختم ہوا لہٰذا ان کے ہاں ابھی تک لڑکا، لڑکی والوں کے نخرے اٹھاتا ہے، مگر اس قوم کو اگر ہوش نہ آیا تو ان کی عورتیں بھی عنقریب اسی طرح والدین پر بوجھ بننا شروع ہوجائیں گی، جس طرح ایک بڑے پیمانے پر کراچی اور پنجاب میں حالات ہیں اور ان کی عورتوں کا بھی وہی حشر ہوگا جو دوسروں کے ہاں ہے۔

الغرض جس قوم کی ہم فرضی مثال دے رہے ہیں، اس میں نکاح کے حق میں عورت کی ویلیو مزید گرے گی تو اس قوم کے لوگ کار، موٹر سائیکل، واشنگ مشین، امریکا اور برطانیہ کا ویزا، گرین کارڈ، کاروبار کی سیٹنگ وغیرہ جیسی سہولیات کی آفر سے ترقی کرتے کرتے بالآخر چیک بک اور کیش رقم تک جا پہنچیں گے۔

خرابی نمبر ⑥: لڑکی کے والدین دامادوں سے دب کر رہنا شروع کردیں گے

نیز ان سب انعامی اسکیموں کے بعد اگر شادی ہو بھی جائے تو بھی اس قوم کے لوگوں میں لڑکی والے ساری عمر داماد اور لڑکے والوں سے دب کر ہی رہیں گے کہ کہیں ان بن ہوگئی اور طلاق ہوگئی تو جب پہلی شادی اتنی انعامی اسکیموں کے بعد ہوئی تھی، تو طلاق کے بعد ہماری طلاق یافتہ بچی کو کون پوچھے گا؟ لہٰذا ایسی باتیں سوچ کر ساری عمر اس قوم کے لوگ دامادوں کو پالنے اور ان کے نخرے اٹھانے میں لگے رہیں گے، پھر شروع میں تو یہ انعامی اسکیمیں اور لڑکیوں کو ملازمتیں کروانا مجبوری اور نظریۂ ''ضرورت'' کے تحت ہوگا، مگر آہستہ آہستہ ان چیزوں کا اس قوم کو ''چسکا'' لگنا شروع ہوجائے گا اور یہ تمام بے ہودہ حرکات معاشرے کی ضرورت اور وقت کا تقاضا سمجھی جانے لگیں گی۔

خرابی نمبر ⑦: بغیر جہیز کے کوئی رشتہ مل گیا تو لڑکی کا باپ پھر بھی جہیز دینے پر مجبور ہوگا

پھر اگر لڑکی والوں کو کوئی رشتہ جہیز کے بغیر مل بھی گیا تو لڑکی کا باپ اس کے باوجود یہ سوچ کر جہیز تیار کرنے اور سسرال کے حوالے کرنے پر مجبور ہوگا کہ جب باقی بچیوں کو جہیز مل رہا ہے تو میری بچی بعد میں سسرال کے طعنوں کا شکار نہ ہوجائے اور بعد میں کسی موقع پر ساس یا نندیں یہ طعنہ دے کر میری بچی کو احساس کمتری میں مبتلا نہ کردیں کہ ''چند چیتھڑوں کے سوا تو اپنے ساتھ لائی کیا ہے اور باتیں ایسے بھگارتی ہے جیسے تیرے باپ نے تجھے سونے میں تول کر رخصت کیا ہو۔''

الغرض جہیز کی لعنت معاشرے کی ناگزیر ضرورت بن کر قوم سے چمٹ چکی ہوگی۔

خرابی نمبر ⑧: بچیوں والے فرض حج میں سستی کرنا اور اسے ٹالنا شروع کر دیں گے

ان حالات میں اس قوم کے علماء اخبارات میں مسئلہ شائع کریں گے کہ جہیز چونکہ شرعاً لڑکی والوں پر واجب نہیں لہٰذا جس باپ کے پاس جہیز کا پیسہ ہو، اسے جہیز کی فکر کے بجائے یہ پیسہ اس حج پر خرچ کرتے ہوئے حج کرنا چاہیے جو اتنی کثیر رقم کا مالک ہونے کے باعث اس پر فرض ہو چکا ہے، نیز یہ مسئلہ بھی شائع ہوگا کہ جس لڑکی کو باپ نے مثلاً اتنے لاکھ کا جہیز دیا ہے تو اس جہیز کی تملیک کے باعث لڑکی پر حج فرض ہو چکا ہے، مگر لوگ حج کی ذمہ داری سے سبکدوشی کے متعلق علماء کی ان تنبیہات سے ذرا بھی متاثر نہ ہوں گے اور کوئی غریب جس کی پانچ چھ بچیاں ہیں، وہ اپنا ایک زائد پلاٹ بیچ کر اپنی بچیوں کی ویلیو (قدر وقیمت) مزید گراتے ہوئے اپنی بچی کے نکاح کی جو تھوڑی بہت امید تھی، اس امید کو بالکلیہ ختم کر کے حج کرنے پر ہرگز تیار نہ ہوگا اور کچھ عرصے بعد اہل علم کی ایک جماعت جو لوگوں کو اس قسم کے شرعی مسائل سے آگاہ کرتی تھی، ان میں بھی ایک تعداد ان حالات سے متاثر ہو کر بچیوں کی شادی جیسا ''عظیم الشان بوجھ'' سر سے اتارنے والی ذمہ داری کو فرض حج پر مقدم کرنا شروع کر دے گی اور یوں اس قسم کے مسائل ''ھذا مما یعلم و لا یعلم'' یا ''الأحکام تتغیر بتغیر الزمان۔'' کی فہرست میں داخل ہونا شروع ہو جائیں گے۔

خرابی نمبر ⑨: بہت سے نوجوان اپنی بہنوں کی شادیوں کے چکر میں دوسروں کی بہنوں کا بیڑا غرق کرنا شروع کر دیں گے

ان حالات میں اضافے کے باعث جب بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا تو اس قسم کے نوجوان وجود میں آنا شروع ہو جائیں گے کہ جن کے دل میں نکاح کا شوق تو ہوگا مگر چالیس چالیس سال کی عمر تک پہنچنے کے باوجود ازدواجی زندگی کے بغیر گھوم رہے ہوں گے اور جب آپ ان پر اعتراض کریں گے تو اپنی چار پانچ جوان بہنوں کا حوالہ دے کر آپ کو تعجب خیز نگاہوں سے دیکھنے لگیں گے کہ اتنی ساری کنواری بہنیں گھر میں بیٹھی ہیں، ان کی شادی جیسا ''عظیم بوجھ'' سر سے اتارے بغیر اپنی شادی جیسا ''بے شرمی'' والا کام کیسے ممکن ہے......؟

مگر ایسا کہتے وقت ان کا ذہن اس طرف نہ جائے گا کہ ان کی بہنوں کی شادی میں مشکلات کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ مناسب مرد جو ان کی بہنوں سے نکاح کرتے ان میں بھی ایک کثیر تعداد آپ کی طرح صرف اسی لیے نکاح سے اجتناب کیے بیٹھی ہے کہ ان مردوں کی بہنوں کو بھی کوئی مناسب رشتہ نہیں مل رہا، کیونکہ آپ جیسے لوگ اپنی بہنوں کی وجہ سے ان میں سے کسی کی بہن کو نکاح کا پیغام ہی نہیں بھیجتے...... یوں ہر شخص اپنی بہنوں کی شادی والی ''عظیم ذمہ داری'' بلکہ ''عظیم الشان بوجھ'' سر سے اتارنے کے چکر میں لاشعوری اور غیر متعین طور پر کسی دوسرے کی بہن کا بیڑا غرق کرنے کا سبب بن رہا ہوگا...... اور......اور کوئی دوسرا شخص اسی ''چکر'' میں اس کی بہنوں کا بیڑا غرق کر رہا ہوگا......

اس طرح بہت سے لوگ اپنی بہنوں کے چکر میں دوسروں کی ......اور اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے دوسرے اپنی بہنوں کے چکر میں اس کی بہنوں کا بیڑا غرق کرنے کا سبب بن رہے ہوں گے، یہ بات بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں مزید

اضافے کا سبب بنے گی، جس کے باعث ڈیمانڈ کے مقابلے میں کنواری عورتوں کی تعداد مزید بڑھ جائے گی اور معاشرے میں عورت کی قدر و قیمت مزید گرے گی اور دوسری طرف کنواریوں کی تعداد میں اضافے کے باعث رشتے کے انتخاب میں مرد کا معیار مزید اونچا ہو جائے گا......

اور پھر نکاح سے متعلق بہت سے احکام خصوصاً کفاءت، مہر مثل، حرمت مصاہرہ، طلاق ثلاثہ، ایلاء وخلع وغیرہ سے متعلق مسائل جو درحقیقت شریعت نے اس معاشرے کے حساس سے دیئے تھے، جس معاشرے میں متعدد شادیوں کا رواج ہو چنانچہ ایسے بہت سے مسائل میں اہلِ افتاء مذاہب غیر پر فتویٰ دینے پر مجبور ہونا شروع ہو جائیں گے اور بہت سے مسلمان تو ان مسائل میں ائمہ اربعہ کے اجماعی مسائل کو پس پشت ڈال کر لا مذہبیت کو ترجیح دینے لگیں گے، سیأتی تفصیلہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خرابی نمبر ⑩: روحانی علاج کے نام پر ''حرام خوری'' کے دھندے عروج پر پہنچنا شروع ہو جائیں گے

نکاح کے حق میں عورت کی قدر و قیمت (ویلیو) جیسے جیسے گرتی جا رہی ہوگی تو کچھ عرصے تو یہ ''انعامی اسکیمیں'' کامیاب رہیں گی مگر عورت کی قدر و قیمت جس تیزی سے گر رہی ہوگی، ان حالات سے پیدا ہونے والی خرابیاں اور پیچیدگیاں بھی اسی تیزی سے ایک دوسرے سے ''ضرب'' ہوتی چلی جائیں گی اور ان پیچیدگیوں کا جو ''حل'' بھی تجویز کیا جائے گا وہ پس پردہ دوسری اور اس سے بڑی پیچیدگیاں پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہوگا، نتیجتاً یہ انعامی اسکیموں والا حربہ بھی زیادہ عرصہ کامیاب نہ ہوگا اور بہت سے غریب تو اس قسم کی انعامی اسکیمیں نکال ہی نہ سکیں گے، نتیجتاً......تعویذ گنڈے......، سورۂ مزمل کے ورد......، بزرگوں سے خصوصی دعائیں کروانا......اور ان سے مختلف قسم کی جھاڑ پھونکیں کروانا......اور یہ کام سیکھنا جیسے دھندے شروع ہو جائیں گے...... پھر اس کے بعد بھی جب لڑکیوں کی شادیاں نہ ہو پائیں گی تو...... ''روحانی بابوں'' کے ''روحانی علاج'' کے دھندے عروج پر پہنچنا شروع ہو جائیں گے...... ''آپ کی بچیوں پر فلاں نے بندش کروادی ہے''......رشتے آتے ہیں مگر...... ''سونگھ سونگھ'' کر چلے جاتے ہیں...... یقیناً کسی نے ''کچھ'' کر دیا ہے......، جنات کا اثر ہے......اس قسم کے ڈائیلاگ (Dialogue) کا چرچا ہو جائے گا...... اور اس طرح بچیوں کے لئے مناسب لڑکوں کو ''پھانسنے'' کی عظیم مہمات شروع ہو چکی ہوں گے اور عجیب بات یہ ہوگی کہ جن بزرگوں کو بچیوں کی شادیوں کی دعاؤں کے لئے کہا جا رہا ہوگا تو وہ بزرگ خود اپنی بچیوں کے لئے دعا کی خاطر اپنے سے بھی بڑے کسی بزرگ کو تلاش کر رہے ہوں گے۔

غیر شادی شدہ بیٹیوں اور بہنوں کا حوالہ بھیک مانگنے کا بہترین ذریعہ سمجھا جانے لگے گا

اور بہت سوں کی تو لڑکیاں اس کام میں بذاتِ خود بھی شانہ بشانہ شریک ہو چکی ہوں گی اور ایک وقت آئے گا کہ جس شخص کی بیٹیاں زیادہ ہو گئیں، لوگ اسے دنیا کا مسکین اور پریشان ترین آدمی خیال کر کے اس کی مالی مدد کرنا اور اس پر ترس کھانے کو دنیا کی سب سے بڑی عبادت خیال کرنے لگیں گے، بسوں اور چوراہوں پر بھیک مانگنے والے بھکاری اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی عیال داری کے ساتھ اپنی غیر شادی شدہ جوان بیٹیوں اور بہنوں کا تذکرہ بھیک اکٹھی کرنے کا

بہترین ذریعہ سمجھیں گے۔

خرابی نمبر : بیوگان اور یتیم ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں گے

یہ حال تو کنواریوں کا ہوگا، بیوگان اور مطلقات کا تو پوچھنا ہی کیا، انہیں تو ایسے معاشرے نے یتیموں کی فہرست میں لا کھڑا کیا ہوگا اور قرآن نے جس اہتمام سے یتیموں پر خرچ کے فضائل بیان کئے ہوں گے، قوم نے بیوگان کو بھی اس صف میں شامل کر کے اسی اہتمام سے ان پر خرچ کے فضائل سنانے اور ان کے لئے بھی چندوں کا اہتمام شروع کر دیا ہوگا۔

ان کیلئے باقاعدہ قربانی کی کھالیں جمع کی جائیں، زکوٰۃ و فطرانوں پر مشتمل ٹرسٹ بنانے پڑیں گے۔

(بندہ یہ تحریر لکھ رہا تھا کہ اتفاقیہ طور پر اچانک بندہ کی نظر سامنے رکھے ہوئے ''ضرب مؤمن'' کی اس سرخی پر پڑی جس میں جلی حروف میں لکھا تھا: (''بیوہ کا غم ہلکا کیجئے'' معمار ٹرسٹ نے اس سال 32 ہزار بیوگان اور یتیموں میں قربانی کا گوشت تقسیم کیا ہے۔)

علامہ اقبال نے تو محمود و ایاز کو ایک صف میں کھڑے ہوتے دکھایا، ہم نے اپنے عمل سے بیوگان اور یتیموں کو ایک صف میں کھڑا کر دیا......

خرابی نمبر : بذاتِ خود نکاح کا رجحان ہی بہت تیزی سے کم ہونے لگے گا

الغرض آہستہ آہستہ اس قوم میں خاندانی نظام برقرار رکھنے کے لئے نکاح کرنا اور اس بارے میں پریشان ہونا ایک اچھا خاصا بوجھ سمجھا جانے لگے گا، جس کے باعث بالآخر اس قوم میں سرے سے نکاح ہی کا رواج کم ہوتا چلا جائے گا۔ کھانا، پینا، جنسی ہوس کسی بھی طریقے سے پوری کرنا چونکہ آسان کام ہوں گے تو قوم بس انہی کاموں میں محدود ہو کر رہ جائے گی اور یہ قوم چونکہ مسلمان تھی، چنانچہ ''اسلام'' کے باعث اس قوم میں نکاح کا رواج یورپ کی طرح ختم تو نہ ہوگا، البتہ اتنا ضرور ہوگا کہ جیسے نماز وغیرہ کی پابندی اس مسلم قوم میں صرف مذہبی قسم کے لوگ ہی کرتے ہوں گے، اسی طرح نکاح بھی عموماً وہی نوجوان کیا کریں گے، جن کے سر پر پگڑی ہوگی اور چہرے پر داڑھی ہوگی یا کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق کے ساتھ تبلیغی جماعت میں اس کے کم از کم چار ماہ لگے ہوں گے، من حیث القوم جیسے نکاح کا رواج تھا تو دوسری، تیسری شادی کا رواج تو درکنار، بجائے خود نفس نکاح کا رواج ہی ختم ہوتا چلا جائے گا۔

خرابی نمبر : مذہبی خواتین کے نکاح میں مشکلات برقرار رہیں گی

لیکن یہ رجحان بھی اس قوم کے صرف مذہبی مردوں میں باقی رہے گا، ان کی اس رسم سے ان کی بہنوں اور بیٹیوں کو خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ نکاح کرنے والے ان داڑھیوں والے ''بنیاد پرستوں'' کے لئے بھی اپنی اولاد میں پیدا ہونے والی بیٹیوں کا باآسانی نکاح صرف اسی وقت ممکن ہوگا جب ان کے خاندان کے دوسرے ''بنیاد پرست'' زیادہ شادیاں کر کے ان خواتین کی طرف خاندان کے مردوں کی ایک معتد بہ (ضروری) طلب (Demand) پیدا کر دیں، اگر ایسا نہ ہوا تو ان بنیاد پرستوں کی اولاد کو بھی ایک بڑے پیمانے پر بالآخر خاندانی نظام کی اسی تباہی و بربادی کا شکار ہونا پڑے گا جس سے دوسری

قوم دوچار ہو رہی ہوگی۔

اگر اس قوم میں ایک سے زائد نکاح کا رواج ہوتا

یاد رکھیے! ہم نے جس قوم کی فرضی مثال دی، اگر اس قوم متعدد شادیوں کا رواج ہوتا اور جب ایک ایک فرد ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی کوشش کرتا تو بے نکاحی عورتوں کی اتنی کمی ہوجاتی کہ بہت سے اچھے مرد اچھی لڑکی کے ہم پلہ بلکہ ان سے برتر ہونے کے باوجود کنوارے رہنے پر مجبور ہوتے اور یوں وہ اس انتظار میں رہتے کہ کسی کو طلاق ہو یا کوئی عورت بیوہ ہو تو ہم فوراً اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مردوں میں موت کے اسباب خواتین سے زیادہ ہوتے ہیں اور جنگوں اور مختلف حوادث کا شکار ہو کر مرنے کی شرح مردوں میں عورتوں سے زائد ہوتی ہے، اس بنا پر اس قوم میں عورتوں کی (Supply) اور مردوں کی ان کی طرف نکاح والی طلب (Demand) میں فطری توازن قائم رہتا...... مگر اس قوم کے مردوں نے ایک بیوی پر قناعت کر کے فطرت کے وضع کردہ اس توازن کو بگاڑ کر رکھ دیا جس کی وجہ سے یہ قوم تباہی و بربادی کے اس دہانے تک پہنچی، جس کا کچھ تذکرہ ہوا...... کیونکہ فطرت نے مرد کے دل میں جب زیادہ عورتوں کی طلب رکھی تو اس نے عورتیں اسی طلب (Demand) کے حساب سے پیدا کیں، فطرت، طلب کی اس مصنوعی کمی سے عورتوں کی شرح پیدائش (Supply) اور رسد میں کمی پر ہرگز آمادہ نہیں ہوتی۔ جس کے باعث فطرت کا وضع کردہ (Supply) اور (Demand) کا توازن غیر معمولی طور پر بگڑ کر تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔

کیا ہماری یہ باتیں مبالغہ پر مبنی ہیں؟

ممکن ہے کہ اس تحریر کے پڑھنے والے حضرات کو ہماری یہ باتیں مبالغہ آمیز معلوم ہو رہی ہوں اور ہم نے جس قوم کی فرضی مثال دی، آپ اسے محض فرضی ڈرامہ سمجھ کر اپنے اور اپنی قوم کے حالات اس پر منطبق کرنے کو تیار نہ ہوں، لیکن یاد رکھیے! اگر آپ سنجیدگی سے غور کریں گے تو آپ کو ہمارا یہ دعویٰ روز روشن کی طرح واضح اور حقیقت پر نظر آئے گا۔

یاد رکھیے! جیسے تجارت کی طرف تاجروں کی طلب میں غیر معمولی کمی، معیشت کے توازن کے غیر معمولی بگاڑ کا سبب بن کر بالآخر بہت بڑی تباہی کا سبب بنتی ہے، بالکل اسی طرح مردوں میں عورتوں سے کئی گنا زائد جنسی قوت رکھ کر اور کثرتِ اولاد وغیرہ سے متعلق بہت سے حسّی اور واضح منافع ان عورتوں سے وابستہ کر کے...... فطرت کسی بھی قوم کے مردوں میں عورت کی طرف نکاح والی جو طلب پیدا کرنا چاہتی ہے اور شریعت (جو فطرت ہی کا دوسرا نام ہے) متعدد شادیوں کو مستحب یا کم از کم مباح قرار دے کر جس طلب کو فطرت کے تقاضے کے عین مطابق برقرار رکھنا چاہتی ہے بلکہ اس میں اضافہ کرنا چاہتی ہے، تو پوری قوم کا اس فطرت کے برخلاف ایک بیوی پر اکتفاء کرنا اور دوسری شادی کے لئے ایک آدھ کے سوا عملاً کسی کا بھی تیار نہ ہونا، عورت کی طرف نکاح والی اس طلب میں غیر معمولی کمی کا ذریعہ بنتا ہے اور تجارت کی طرح عورتوں کی طرف نکاح والی اس طلب میں غیر معمولی کمی بھی خاندانی نظام کے قائم شدہ اعتدال کو بری طرح متاثر کرتے ہوئے اس اعتدال و توازن میں بہت بڑے بگاڑ کا سبب بنتی ہے اور بالآخر بہت بڑے فساد اور تباہی کا ذریعہ بنتی ہے، جس کا کچھ تذکرہ پچھلی سطور میں ہوا۔

تباہی کی رفتار ابتداءً سست مگر پھر تیز ہوتی چلی جائے گی

کسی بھی قوم میں جس میں صرف ایک شادی کا رواج ہو، ابتداءً تو اس تباہی و بربادی کے آثار اتنے آہستہ آہستہ نمودار ہوتے ہیں کہ ان آثار کا عموماً شعور ہی نہیں ہوتا، مگر جیسے جیسے یہ تباہی اپنے انجام کو پہنچ رہی ہوتی ہے، اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی آنا شروع ہوجاتی ہے اور مثلاً کسی بھی قوم کو اب تک جس تباہی سے دوچار ہونے میں جتنا عرصہ لگا، تو اس سے زیادہ اور اس سے کئی گنا بڑی تباہی و بربادی تک پہنچنے میں صدیوں کی بجائے سال اور پھر مہینے درکار ہوں گے۔

تباہی سے سب سے زیادہ متاثر مذہبی لوگ ہوں گے

یاد رکھیے......! خاندانی نظام (Family System) کی اس تباہی و بربادی کا سب سے زیادہ نقصان اسی دین ومذہب کو پہنچے گا جس دین کی ترویج واشاعت کی خاطر دین کی خدمات میں مصروف رہنے والے حضرات اس عمل کو اپنے کاموں میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے اور اس عمل سے اجتناب میں ہی عافیت محسوس کرتے تھے۔

یادرکھیے! جیسے تجارت کی طرف فطری طلب کی کمی کے باعث معیشت کی تباہی کا واحد علاج صرف اور صرف یہ کہ جس قوم نے تجارت کے معاملے میں غایت درجہ کی قناعت کی قسم اٹھائی ہوئی ہے، اس قوم کو کوڑے مار مار کر قسم توڑنے پر مجبور کیا جائے، اسی طرح پوری قوم نے نکاح کے معاملے میں غایت درجہ کی قناعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورتوں کی رسد (supply) اور ان کی طرف مردوں کی طلب (Demand) کے اعتدال کو جس طرح متاثر کیا ہے اور خاندانی نظام کو جس تباہی و بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے، اس کا بھی صرف اور صرف واحد علاج یہی ہے کہ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے قہر وعذاب سے ڈرا کر اللہ تعالیٰ کے حلال کو عملاً حلال سمجھنے اور اس کے عملی اقدام پر اپنے قول وعمل سے اس وقت تک مجبور کیا جائے جب تک یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حلال کردہ کام کو عملاً حلال سمجھنا نہ شروع کردیں۔

کیا کسی فرد واحد کے عمل سے پوری قوم میں رواج ہوجائے گا؟

اس عملی ترغیب اور ترہیب سے ہم اس خوش فہمی کا تو ہرگز شکار نہیں کہ قوم سدھر جائے گی، لیکن اتنا ضرور ہوگا کہ کسی خاندان کا کوئی بھی فرد اپنے عمل سے صرف اپنی ہی اولاد اور آیندہ نسل میں اس سنت کا رواج ڈالنے میں کامیاب ہوگیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی آیندہ نسل میں وجود میں آنے والے خاندان اس تباہی و بربادی سے محفوظ ہوجائیں گے۔

اگر یہ فرد سادات میں سے تھا، تو اس کی آیندہ آنے والی نسل میں پیدا ہونے والی بچیوں کے اولیاء اپنی قوم کے باصلاحیت لڑکوں کو چھوڑ کر بیٹیاں گھروں میں بٹھائے رکھنے یا غیر کفو میں بیاہنے پر مجبور نہ ہوں گے، اگر کوئی عالم دین اپنی متعدد شادیوں کی وجہ سے آنے والی آزمائشوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر برداشت کرے، اور کم از کم اپنی نرینہ اولاد میں اس رواج کو جاری کرنے میں کامیاب ہوجائے تو اس عالم دین کی پیدا ہونے والی نسلوں میں ظاہر ہونے والے خاندانوں کی بچیاں اپنے ہی خاندان کے علماء اور باصلاحیت نوجوانوں کو چھوڑ کر بے دین، جہلاء، یا غیر خاندان میں بیاہنے پر یا ساری ساری عمر گھروں میں بیٹھنے پر مجبور نہ ہوں گی۔

جس خاندان یا معاشرے میں متعدد شادیوں کا رواج پڑ گیا، اس خاندان میں بچیاں باپ پر بوجھ بننے کے بجائے کس طرح سے واقعی رحمت ثابت ہوتی ہیں؟ اور ان کا اپنے خاندان میں مقام اور قدر و قیمت ہوتی ہے، ایسے معاشرے کے کیا حالات ہوتے ہیں، نیز شریعت نے عائلی قوانین سے متعلق جو احکام دیئے ہیں، ان کی حکمتیں ایسا معاشرہ کیسے حاصل کرتا ہے؟ اس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آ رہی ہے۔

ابھی ہم نے جس معاشرے کی تباہی کی مثال دی کہ جس میں صرف ایک شادی کا رواج تھا، اس مثال کی تکمیل کے لئے اتنا سمجھئے کہ یہ وہ معاشرہ تھا جس میں مرد و زن کی آبادی کا تناسب برابر تھا، جبکہ عملاً ایسا ہوتا نہیں، عورتیں عموماً مردوں سے تعداد میں زیادہ ہوتی ہیں، تو جب عورتیں مردوں سے شرح پیدائش اور بعد دوسری وجوہات کی بناء پر تعداد میں بھی زائد ہوں تو ایسے معاشرے اور ایسے خاندان کے وہ تمام افراد جو ایک نکاح کے بعد مزید کسی بھی نکاح کے لئے تیار نہ ہوں اور اس کام کو اپنے اہم کاموں میں بہت بڑا ''حرج'' گردانتے ہوں گے تو یہ حضرات اپنی اولاد اور اولادوں کی اولاد میں پیدا ہونے والی بیٹیوں کی نکاح کے حق میں کس طرح قدر و قیمت مزید گرانے کا سبب بن رہے ہیں؟ کیا ان کی نسل میں پیدا ہونے والا ایک باصلاحیت لڑکا جو پہلے سے شادی شدہ ہو، انہی کی نسل میں پیدا ہونے والی لڑکی سے یہ سوچ کر نکاح کرلے گا کہ اگر میں نے نہ کی تو میرے خاندان کی یہ لڑکی (جن میں بعض طلاق یافتہ، اور بعض بیوگان بھی ہوں گی) ساری عمر بیٹھی رہے گی یا خاندان و غیر خاندان کے کسی نااہل سے نکاح پر مجبور ہو جائے گی؟ ہرگز وہ اس نکاح پر تیار نہ ہوگا، آپ کی اولاد میں پیدا ہونے والا مرد بھی دوسری شادی والے اس ''مکروہ عمل'' کو اپنے اہم کاموں میں آپ کی طرح بہت بڑا حرج گردانتے ہوئے کبھی اس کام کے قریب بھی نہ پھٹکے گا اور آپ کی طرح یہ سوچے گا کہ: ''لو کان خیرا السبقونا الیه'' (اگر یہ کوئی بہتر کام ہوتا تو ہم سے پہلوں نے ضرور کیا ہوتا)

مظلوم کا تصور ظالم کے تصور کے بغیر ممکن نہیں

آج اگر کوئی فرد کسی بھی وجہ سے اس سنت پر تیار نہیں تو جتنی مشکل آج یہ سنت زندہ کرنے میں ہو رہی ہے ہے...... آنے والی نسلوں میں اس کا تصور مزید مشکل ہو جائے گا......؟ اور اپنے خاندان میں پیدا ہونے والی وہ بیٹیاں جو اس خاندان میں پیدا ہونے والے مردوں سے زائد ہوں گی یا ان کے خاندان میں ہم پلہ اور کفو ان بچیوں کی تعداد کے مقابلے میں کم ہوں گے اور اس بنا پر ان کے لئے اپنے خاندان میں نکاح ناممکن ہوگا تو ایسی بیٹیوں پر اس قسم کے ''ظلم'' کا گناہ کس پر ہوگا؟

کیا اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ ظالم کہا جائے گا کہ اس نے ان عورتوں کو پیدا ہی کیوں کیا؟ یا وہ فرد مجرم ٹھہرے گا جو ان حالات پر مطلع ہونے اور ان کی طرف توجہ جانے کے باوجود بھی اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنے کو تیار نہ ہوا؟ اگر آج عورت مظلوم ہے تو مظلوم کا تصور کیا ظالم کے تصور کے بغیر ممکن ہے؟ لہٰذا جب کوئی نہ کوئی ظالم ضرور ہے تو پھر اس سوال کا جواب آپ بار بار سوچیے کہ وہ ظالم ہے کون......؟؟؟ ممکن ہے کہ کسی کو خیال ہو کہ نسل میں پیدا ہونے والی یہ بچیاں جن کا خاندان میں کوئی کفو نہیں تھا، خاندان سے باہر نکاح کرلیں گی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس خاندان کے لڑکوں سے یہ لڑکیاں نکاح کریں گی تو اس

لڑکے کے خاندان کی لڑکیوں سے نکاح پھر کون کرے گا کہ جن کے لئے پہلے ہی اپنے خاندان کے ”مناسب“ مرد کافی نہ تھے اور یہ حقیقت ہے کہ بہت کم خاندان ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں مردوں کی مجموعی تعداد ان کی عورتوں سے زائد ہو، یا ان میں ہر مرد ہر عورت کا کفو ہو...... اکثر خاندانوں میں عورتیں تعداد میں مردوں سے زائد ہی ہیں، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو بھی ان مردوں میں بھی سارے اس قابل نہیں ہوتے کہ خاندان کی کسی بچی کا نکاح ان سے کر بھی دیا جائے۔ کیونکہ مردوں میں آوارگی، لاپروائی اور شراب، چرس وغیرہ جیسی نشہ آور چیزوں کا رجحان بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ جس کے باعث خاندان کے ایسے نوجوان اس قابل نہیں ہوتے کہ کسی بھی لڑکی کو نکاح کر کے بلا جھجک ان کے حوالے کر دیا جائے۔ اس زمانے میں بعض علماء اپنی بیٹیوں کی شادیاں جو اپنے بعض باصلاحیت تلامذہ (شاگردوں) سے کر دیتے ہیں تو مشاہدہ ہے کہ ان کا یہ عمل عموماً ان تلامذہ کے خاندان کی عورتوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور اس عمل سے ان عورتوں کے لئے مناسب رشتے کے حصول میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے۔

ممکن ہے کہ آپ کو ہماری ان باتوں میں مبالغہ نظر آئے اور آپ یہ محسوس کر رہے ہوں کہ شاید ہم نے تعدد ازواج کی اہمیت اور اس پر آپ کو ابھارنے میں کچھ مبالغے سے کام لیا ہے، مگر آپ کی یہ سوچ ہرگز درست نہیں، اس تباہی و بربادی کو جو کسی بھی خاندان و معاشرے میں ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفاء کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، آگے ان شاء اللہ اس پر مزید وضاحت سے بیان ہوگا، فی الحال ایک اعتراض اور اس کے جواب کے بعد اس پر کچھ دلائل کا بیان ہوگا کہ عورتیں تعداد میں مردوں سے عموماً زیادہ ہوتی ہیں، خصوصاً اس زمانے میں عمومی طور پر ہر خاندان میں عورتوں کی مجموعی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ إلا ماشاء اللہ۔

تعدد زوجات اگر اہم مسئلہ ہے تو وقت کے اکابر کی اس طرف توجہ کیوں نہ گئی؟

ایک مرتبہ ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ مولانا صاحب! اگر اس زمانے میں متعدد شادیوں کی واقعی اتنی ضرورت اور اہمیت ہے تو ماضی قریب کے اکابر اور موجودہ اکابر میں مثلاً فلاں فلاں بزرگ نے یہ ”تجدیدی کام“ کیوں نہ کیا؟

میں نے بطور تمہید جواب سے قبل ایک واقعہ سناتے ہوئے ان سے کہا کہ صدیوں قبل غالباً بغداد کے ایک بڑے مدرسے میں ایک بوڑھی عورت وقت کے کسی بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھنے کے لئے آئی، ان بزرگ مفتی کو اتفاق سے مسئلہ معلوم نہ تھا، لہٰذا انہوں نے صاف طور پر فرمادیا کہ ”لا أدری“ (مجھے معلوم نہیں) وہ بڑھیا یہ جواب سن کر غصے سے کہنے لگی کہ جب تمہیں مسئلہ معلوم نہیں تو مدرسہ سے تنخواہ کس چیز کی لیتے ہو؟

وہ بزرگ مفتی صاحب فرمانے لگے کہ ”اماں جی! میں وظیفہ ان باتوں پر لیتا ہوں جو مجھے معلوم ہیں، اگر مجہولات پر یعنی ان باتوں اور مسائل پر وظیفہ لینا شروع کر دوں جو مجھے معلوم نہیں تو ساری دنیا کی دولت بھی میرے وظیفے کے لئے کافی نہ ہو۔“ اس لئے کہ ہر شخص کو وہ باتیں جو اسے معلوم ہیں، وہ محدود ہیں اور جو باتیں اسے معلوم نہیں ان کی تعداد لامحدود ہے، تو لامحدود باتوں کا وظیفہ بھی لامحدود ہونا چاہیے۔

یہ واقعہ سنا کر سوال کرنے والے صاحب سے میں نے کہا کہ ہمارے اکابر علماء کو جو فضیلت حاصل ہے تو وہ ان تجدیدی کاموں کی بنا پر حاصل ہے جو وہ کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں، چنانچہ آپ اگر اکابر میں سے کسی بھی بزرگ کے بارے میں یہ سوچنا شروع کر دیں گے کہ وہ کون کون سے تجدیدی کام ہیں جو مثلاً فلاں فلاں بزرگ ''نہیں'' کر رہے تو اس بنا پر تو آپ کے دل میں شاید دنیا میں کسی سے بھی عقیدت نہ رہے۔

پھر میں نے ان کے سامنے کچھ مثالیں ذکر کیں اور کہا کہ وقت کے اکابر میں مثلاً حضرت اقدس مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو لے لیجئے، حضرت کا سود جیسی لعنت کے خاتمے کے لئے جدید اسلامک بینکنگ سے دنیا کو متعارف کرانا اور جدید معیشت وتجارت وغیرہ سے متعلق مسائل پر عبور حاصل کرنا اور اس بارے میں پوری دنیا خصوصاً علماء عرب پر اپنے علم کی دھاک بٹھا کر اپنے علم کا لوہا منوانے جیسا تجدیدی کام ہی صرف ایک ایسا کارنامہ ہے جو کسی بھی مسلمان کے دل میں آپ کی غیر معمولی عقیدت پیدا کئے بغیر نہیں رہتا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصوف کو ایسی بے شمار بدعات وخرافات سے پاک کیا کہ جن بدعات میں بہت سے اچھے خاصے سمجھدار مسلمان بلکہ علماء بھی مبتلا ہو چکے تھے، چنانچہ ایسی بدعات سے پاک کرتے ہوئے پیری مریدی کی اصل شرعی حیثیت سے ہند کے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا، نیز خواتین میں پھیلی ہوئی بدعات اور رسومات پر خصوصی وعظ فرمائے اور کتابیں لکھیں، اسی بناء پر تو آپ کو ''حکیم الامت'' کا لقب ملا، تو اب اگر کوئی شخص حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ اور اس جیسے بعض دوسرے تجدیدی کاموں پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ اگر یہ کام واقعی اتنے اہم تھے تو حضرت کے اکابر جو وقت کے بڑے بڑے علماء میں سے تھے، انہوں نے کیوں نہ کئے؟ حالانکہ ان بدعات کے خاتمے کی ضرورت تو حکیم الامت سے پہلے بھی تھی، یا مثلاً اب اگر کوئی حضرت اقدس مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اشکال کرنے لگے کہ سود کے خاتمے کے لئے اسلامی نظامِ معیشت سے دنیا کو متعارف کروانا اور اس سلسلے میں جدید معیشت و تجارت سے متعلق امور پر غیر معمولی مہارت پیدا کرتے ہوئے ان امور پر اپنی صلاحیتوں کا ایک کثیر حصہ خرچ کرنا واقعی اگر کوئی بہت اہم کام ہے تو حضرت کے والد محترم حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یا دوسرے اساتذہ مثلاً حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ تجدیدی کام کیوں نہ کیا......؟

نیز علامہ ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ ابن القیم رحمہا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے وقت میں قوم کو خصوصیت کے ساتھ جہاد پر جمع کرنے اور بعض ایسے منکرات وخرافات کے خلاف غیر معمولی تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے جو آپ دونوں کے اساتذہ نے سرانجام نہیں دیئے...... پھر علامہ ابن تیمیہ وابن القیم رحمہا اللہ تعالیٰ ہی کے شاگردوں میں بہت سے ایسے گزرے ہوں گے، جنہوں نے بعض دوسرے ایسے تجدیدی کام کئے ہوں گے جو خود علامہ ابن تیمیہ وابن القیم رحمہا اللہ تعالیٰ نے ان کاموں کی طرف توجہ نہ ہونے کے باعث یا مثلاً اور کسی عذر سے نہ کئے ہوں۔

الغرض ایسے اعتراضات کرنے والوں کو یہ کہا جائے گا ان اکابر نے جو تجدیدی کام کئے ان تجدیدی کاموں کو بنیاد بنا کر ان اکابر کے اکابر پر اس لئے اشکال نہیں کیا جا سکتا کہ اکابر کے ان اکابر نے کچھ اور دوسرے ایسے تجدیدی کام کئے جو یہ تلامذہ

نہ کرسکے۔

الغرض اکابر یا کسی بھی عالم کے ان تجدیدی کاموں کو دیکھ کران سے عقیدت کی جاتی ہے جو وہ کررہے ہیں اور وہ تجدیدی کام جن کی طرف ان حضرات کی مختلف اہم کاموں میں مشغولیت کے باعث توجہ ہی نہ جاسکی...... یا توجہ تو گئی مگران کے لئے وقت نہ نکال سکے...... یا وقت بھی نکل گیا مگر اس بارے میں شرح صدر نہ ہوسکا تو ایسے کاموں کو دیکھ کر نہ تو ان سے بدگمان ہونا جائز ہے اور نہ ہی یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تجدیدی کام جو یہ حضرات نہیں فرما رہے، غیر اہم اور فضول ہیں۔

چنانچہ وقت کے اکابر یا ان سے عقیدت رکھنے والے اور ان کے علوم سے استفادہ کرنے والے ہمارے جیسے اصاغر (چھوٹوں) میں سے اگر کوئی فرد یا متعدد افراد ایسا تجدیدی کام سرانجام دینے کی کوشش کریں جو "پہلوں" نے نہیں کیا تو یہ ان اکابر ہی کی جوتیاں سیدھی کرنے اور ان سے عقیدت ومحبت ہی کی برکت کا نتیجہ ہوگا، لہٰذا اس بنا پر نہ صرف یہ کہ اکابر سے بدگمانی جائز نہ ہوگی بلکہ بدگمان ہونے والے کا یہ عمل شاید اس کی حماقت کی بھی دلیل ہے۔

ہمارے اکابر نے سو سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد ہندوستان سے انگریز کو مکمل نکال باہر کرنے جیسا عظیم تجدیدی کام سرانجام نہ دیتے تو آج ہم متعدد شادیوں کی عملی ترغیب کی ضرورت پر سوچنے اور لکھنے کے بجائے، پتلون چڑھائے کسی انگریز کے بوٹ پالش کرنے والا "تجدیدی کارنامہ" سرانجام دے رہے ہوتے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب دارالافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر 4، کراچی میں اپنی حفاظت کے پیشِ نظر مسلح پہرے دار (Body Guards) رکھے جو نماز کے وقت میں بھی منبر پر چڑھ کر مسلسل پہرا دیتے تھے، تو حضرت کے اس عمل پر بہت سوں نے اعتراض کیا کہ حضرت کا یہ عمل توکل کے خلاف ہے، کیونکہ اگر اس طرح سے مسلح پہرے داری کی کوئی ایسی ہی ضرورت تھی تو ہمارے ماضی قریب کے اکابر نے اس طرز پر اس طرح سے پہرے داری کا انتظام کیوں نہ کروایا، حالانکہ دشمنیاں تو ان حضرات کے زمانے میں بھی تھیں؟

حضرت والا نے اس پر "مسلح پہرہ اور توکل" کے عنوان سے ایک مفصل مضمون تحریر فرمایا اور مذکورہ بالا اعتراض پر جو جملہ تحریر فرمایا وہ پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں:

> "جب آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، تعامل خلفاء راشدین، اجماع وقیاس سے حفاظتی تدابیر کا حکم خوب واضح ہوگیا تو اب اگر ہمیں سلف صالحین میں سے کسی بزرگ کا عمل بظاہر اس کے خلاف نظر آتا ہے تو اس متفق علیہ حکم شرعی میں شک کرنے کے بجائے اس عمل کی بنیاد تک رسائی حاصل کرکے [ان بزرگ کے قول کی] مناسب وصحیح توجیہہ کرنا لازم ہے۔" (احسن الفتاویٰ، ۶/ ۲۹۹)

عورتوں کی آبادی کا تناسب عمومی طور پر مردوں سے زائد رہتا ہے، اس کے درج ذیل دلائل اور وجوہات ہیں

پہلی وجہ

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے سے پیدا فرمایا:

قال اللہ تعالیٰ: {إِنَّا كُلَّ شَيءٍ خلقناه بقدرٍ} (سورۃ القمر)
ترجمہ: ''ہم نے ہر چیز کو ایک متعین اندازے سے پیدا کیا۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شیء کو حکمت کے ساتھ ایک اندازے سے پیدا کیا ہے، تو جس خالق نے مردوں میں عورتوں سے زائد جنسی رغبت رکھی، اس نے اسی حساب سے مردوں کے مقابلے میں زائد عورتوں کو پیدا بھی کیا ہوگا، تا کہ ایک مرد اپنی اس فطرت کے موافق عورتوں کو، خواہ وہ عورتیں اپنی قوم کی ہوں یا اگر اپنی قوم میں عورتوں کی تعداد کم ہو تو دوسری اقوام کی عورتوں سے نکاح کر کے بیک وقت متعدد کو بسہولت نکاح میں جمع بھی کر سکے۔ بیل، گائے، بکرا، بکری اور مرغا، مرغی وغیرہ میں بھی ''نر'' ذبح ہونے اور گوشت کھانے کے لئے یا کسی اور طرح سے مرنے کے لئے ہوتے ہیں، توالد و تناسل کے لئے صرف ایک نر متعدد مادہ کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانوں میں بھی خواتین کی نسبت مرد اموات کا زیادہ شکار ہوتے ہیں۔

البتہ عجیب بات ہے کہ وہ قوم جس کے مرد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کثرت سے قربان اور شہید ہونے لگیں تو مشاہدہ کہ اس قوم میں اللہ تعالیٰ، لڑکوں کی شرح پیدائش بڑھا دیتے ہیں۔

چنانچہ افغانوں کے ہاں سنا ہے کہ لڑکوں کی شرح پیدائش لڑکیوں سے زیادہ ہے۔

استاذ محترم مفتی ابولبابہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا ایک دلچسپ ملفوظ

بندہ کے استاد محترم اور بیک وقت شاہانہ اور فقیرانہ، دونوں قسم کی متضاد صفات کے حامل ''ومن أسباط سیدنا وحبینا حسن بن فاطمة ابنة سید الأنبیاء محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ونجیب الطرفین'' مشفق استاذ حضرت مفتی طاہر (مفتی ابولبابہ) صاحب مدظلہ العالی نے حسب معمول اپنے نوادرات میں سے ایک مرتبہ سبق کے دوران ایک بڑی عجیب نادر بات پیش فرمائی:

فرمایا کہ فلسطینی مسلمان جو کثرت سے اللہ کے راستے میں جانیں قربان کر رہے ہیں، اللہ ان کے جہاد سے راضی اور خوش ہے اور ان کی کوشش واقعی شرعی جہاد ہے۔ اس دعویٰ کی میرے پاس ایک ایسی دلیل ہے جو نہ تو نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی (حالانکہ دلائل انہی دو قسموں کے ہوتے ہیں)

پھر فرمایا کہ اس دلیل کا نام ''روحانی'' دلیل ہے اور وہ یہ کہ فلسطینیوں کے ہاں مجموعی سطح پر بیٹوں کی شرح پیدائش لڑکیوں

کی نسبت زیادہ ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حملوں میں کثرت سے شہید ہونے والے مردوں کی کمی کو اس قوم میں نرینہ اولاد کی شرح پیدائش بڑھا کر پورا کررہے ہیں، اس کے برعکس ان کے دشمن یہودیوں کے ہاں لڑکیوں کی شرح پیدائش لڑکوں سے زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اگر فلسطینیوں کے حملوں سے ناراض ہوتا تو اس قوم میں نرینہ اولاد کی شرح پیدائش بڑھا کر شہید ہونے والے مجاہدین کی اس ''کمی'' کو کیوں پورا کرتا؟

سبحان اللہ! واقعی جہادِ فلسطین کے شرعی ہونے کے دعویٰ پر یہ دلیل کسی بھی شخص کو تعجب میں ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی مگر اس دلیل کو ''روحانی دلیل'' سے تعبیر کرنا استاذ محترم ہی کا کمال ہے۔

دوسری وجہ: محکوم کی تعداد حاکم سے زائد ہوتی ہے

ارشادِ باری ہے:{ألرّجال قوّامون على النّساء}(سورۃ النساء) (مرد عورتوں پر حکمران ہیں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو اپنی زوجہ کا بہترین دوست ہونے کے ساتھ ساتھ زوجہ کے لئے بمنزلہ حاکم بھی قرار دیا اور محکوم میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے حاکم سے تعداد میں کچھ تو زائد ہو، اور یہ اسی وقت ممکن ہے، جب دنیا میں مجموعی سطح پر عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد ہو، خواہ شرح پیدائش کے لحاظ سے یا عورتوں کی نسبت مردوں میں شرح اموات کا تناسب زیادہ ہونے کی وجہ سے۔

تیسری وجہ: عورتوں کی شرح پیدائش کی کثرت حدیث سے ثابت ہے

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ عورتیں مردوں سے زیادہ جہنم میں جائیں گی اور اس حدیث میں عورتوں اور مردوں سے مراد مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں، کیونکہ اس حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے کثرت سے جہنم میں جانے کے جو اسباب ذکر فرمائے، ان اسباب میں کفر کا ذکر نہیں، چنانچہ فرمایا کہ:

''تکثرن اللعن وتکفرن العشیر...''

دوسری طرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ جنت میں جانے والے ہر مسلمان مرد کو حور کے علاوہ کم از کم دو بیویاں دنیا کی مسلمان عورتوں میں سے ملیں گی۔

سوچیے! جب ادنیٰ جنتی کا یہ حال ہے تو اعلیٰ درجہ کے جنتی کو جنت میں جانے والی دنیا کی عورتوں میں سے کتنی ملیں گی؟ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب مسلمان عورتوں کی مجموعی تعداد مسلمان مردوں کی نسبت غیر معمولی طور پر زائد ہو۔

چوتھی وجہ: فیملی پلاننگ کا رواج لڑکیوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ کا سبب ہے

تفصیل اس کی یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی والوں کا یہ پروپیگنڈا کہ ''بچے کم ہی اچھے'' حکومت کی نگرانی میں مسلسل شور اور اشتہار بازی سے عوام میں بلکہ لاشعوری طور پر بہت سے اہل علم میں بھی غیر معمولی طور پر مؤثر ہو رہا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب اگر کسی کی اولاد میں پہلے نمبر پر لڑکی کی ولادت ہو تو لڑکے کی خواہش میں والدین اگلی ولادت سے زیادہ وقفہ مناسب نہیں سمجھتے اور ولادت کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

چنانچہ اگر ڈیڑھ دو سال کے بعد پھر دوبارہ لڑکی ہی کی ولادت ہو جائے تو یہ سلسلہ مزید چلتا رہتا ہے اور بیٹے کی خواہش میں یہ سلسلہ بسا اوقات چھ سات لڑکیوں تک جا پہنچتا ہے۔

اس کے برعکس کسی کے ہاں پہلے یا دوسرے نمبر پر لڑکے کی ولادت ہو جائے تو دو تین بچوں کے بعد ہی ولادت کا سلسلہ بند کروا دیا جاتا ہے کہ بس اب فیملی مکمل ہو گئی، کیونکہ اس زمانے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ گو کہ ''بچے کم ہی اچھے'' مگر ان ''کم'' بچوں میں زیادہ نہیں تو کم از کم ایک آدھ لڑکا ضرور ہو۔

فیملی پلاننگ والے بھی اپنے اشتہار میں جو تصویر دکھاتے ہیں تو اس میں ان سے ایک بہت بڑی ''اجتہادی غلطی'' یہ ہوتی ہے کہ یہ حضرات اس اشتہار میں لڑکی کے ساتھ ایک عدد ''لڑکا'' (جو لڑکی سے عمر اور سائز میں تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے) لڑکی کے ساتھ کھڑا ضرور دکھاتے ہیں، ان دونوں بچوں کے پیچھے ان کے والدین کھڑے مسکرا رہے ہوتے ہیں اور بزبان حال یہ بتا رہے ہوتے ہیں کہ دیکھو......! ہم ایک بیٹی اور اس کے ساتھ عمر میں اس سے بڑے (اور ذمہ دار) ایک عدد بیٹے کے ساتھ ہلکی، پھلکی اور کیسی خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں اور ہماری یہ فیملی گو کہ ''مختصر'' سہی......مگر بیٹے اور بیٹی کے اس حسین اجتماع سے کتنی جامع اور......''پُر اثر''......سی ہے۔

فیملی پلاننگ والے اس قسم کے اشتہار جگہ جگہ چسپاں تو کر دیتے ہیں مگر جب عوام ان اشتہارات کے موافق عمل شروع کرتے ہیں تو ایک بہت بڑی مصیبت یہ کھڑی ہو جاتی ہے کہ پہلے یا دوسرے نمبر پر بیٹا پیدا کرنا اپنے اختیار میں نہیں ہوتا، کیونکہ خالق کائنات جس نے انسان کی فطرت میں اولاد کی کثرت کی رغبت رکھی۔ انسانوں کے خود ساختہ نظریات اور فیملی پلاننگ والوں کے غیر معمولی جذبات سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتا اور ہر ایک کو مثلاً پہلے دوسرے نمبر پر یہ سوچ کر بیٹے دینا نہیں شروع کر دیتا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو منصوبہ بندی والوں کے نظریات سے ڈسی ہوئی یہ قوم بیٹے کی لالچ میں کنبہ (خاندان) بڑھاتے ہوئے مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد کے غیر معمولی اضافے کا سبب بن جائے گی اور یوں مرد و عورت کی مجموعی آبادی کے فطری توازن میں زبردست بگاڑ پیدا کرتے ہوئے خاندانی منصوبہ بندی کے بجائے ایک بڑے پیمانے پر خاندانی بگاڑ بندی کا سبب بن بیٹھے گی۔

لہٰذا خالق کائنات انسانوں کے خود ساختہ نظریات کے بجائے اپنے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے جسے چاہتا ہے پہلے یا دوسرے نمبر پر بیٹے دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، پہلے یا دوسرے نمبر پر بیٹیاں دے دیتا ہے۔

پھر جس کے بیٹے ہوجائیں وہ مزید ولادت کا سلسلہ روک دیتا ہے اور جس کے ایسا نہ ہو وہ مسلسل لڑکیاں پیدا ہونے دیتا ہے اور ان حالات میں سے اس قوم کو اتنا زیادہ واسطہ پڑ رہا ہے کہ حکومت کو جگہ جگہ بورڈ نصب کرنے پڑ رہے ہیں کہ:

''بیٹی بھی اللہ کی رحمت ہے، لہٰذا بیٹے کی لالچ میں کنبہ نہ بڑھائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے تو واقعی بیٹی کو رحمت بنایا تھا مگر منصوبہ بندی والوں نے لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی مجموعہ شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ کروا کر لڑکیوں کو رحمت کے بجائے واقعی بوجھ اور زحمت بنا دیا۔

آپ خود اندازہ لگائیں کہ کسی قوم میں مثلاً پچاس عدد شادی شدہ جوڑے ہوں اور ان مجموعہ جوڑوں میں جس کے ہاں ابتداء میں بیٹے پیدا ہوجاتے ہوں تو وہ دو تین بیٹوں کے بعد ولادت کا سلسلہ بند کروا دیتا ہو مگر انہیں جوڑوں میں جس کے ہاں ابتداء میں بیٹیاں پیدا ہوجاتی ہیں تو وہ بیٹے کی لالچ میں مسلسل اور کم وقفے کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رکھتا ہو، جس کے باعث بعض خاندانوں میں چھ سات بیٹیوں کی پیدائش تک بچے کی ولادت کا سلسلہ چلتا ہو تو صرف پندرہ، بیس برسوں میں قوم میں مردوں اور عورتوں کی مجموعی آبادی کا تناسب (Ratio) کیا ہوجائے گا......؟

منصوبہ بندی والوں کا خیال تھا کہ لوگوں کو شاید یہ شرعی مسئلہ معلوم نہیں کہ ''بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے'' چنانچہ منصوبہ بندی والوں نے مذکورہ بالا بحران پر قابو پانے کا یہ حل تجویز کیا کہ وہ قرآن وحدیث کی (ادھوری اور ناقص) تعلیم دیتے ہوئے قوم کو اس شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں گے کہ ''بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔''

چنانچہ اس شرعی مسئلہ کی مضحکہ خیز اشاعت کے ذریعے حکومت قوم کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی ہے کہ ''جب بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تو بیٹے کی لالچ میں کنبہ نہ بڑھایا جائے۔'' مذکورہ بالا بحران پر قابو پانے کے لئے حکومت کا یہ اقدام انتہائی احمقانہ ہے۔

وہ اس لئے کہ جس کے بیٹیاں پیدا ہوجائیں تو وہ حکومت کے اس قسم کے اشتہارات سے متاثر ہو کر خصوصاً اس زمانے میں بیٹے کی خواہش ترک نہیں کرسکتا کیونکہ یہ زمینی حقائق ہیں کہ اس زمانے میں جس کے بیٹیاں زیادہ پیدا ہوگئیں تو ایسے شخص کو ان بچیوں کی کفالت اور نکاح وغیرہ سے متعلق خرچوں سے...... نمٹنے...... کے لئے بیٹوں کی ضرورت دوسروں سے زیادہ ہے تاکہ ان لڑکیوں کی کفالت ونکاح وغیرہ کا سارا بوجھ تنہا باپ پر نہ پڑے۔

بندہ کی جان پہچان والے ایک صاحب نے بتایا کہ ''ان کے ہاں یکے بعد دیگر دو لڑکوں اور پھر ایک لڑکی کی ولادت ہوئی، بچی کی ولادت کے بعد خاندان و متعلقین میں بہت سے لوگوں نے اصرار کیا کہ دو عدد لڑکوں اور ایک عدد لڑکی کے ساتھ تمہاری فیملی مکمل ہوگئی، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اسی پر بس کرو اور اب تمہیں مزید بچوں اور پھر ان کے لباس، خوراک اور تربیت کی خاطر اچھے اسکولوں کے خرچے اور فیسوں کا دردِ سر پالنے کی کیا ضرورت ہے؟ نیز ماں کی صحت برقرار رکھنے کے لئے (نامناسب حد تک) مناسب وقفہ بھی ضروری ہے، لہٰذا اگر پھر دو تین سال کے اندر اندر دوبارہ حمل ٹھہر گیا تو ماں کی صحت تو کیا بلکہ زندگی ہی خطرے میں پڑ جائے گی۔''

دوسری طرف عجیب بات یہ کہ جن صاحب کو ان کے متعلقین اس قسم کے مشورے دے رہے تھے تو انہیں کے خاندان میں جس عورت کے مسلسل دو تین لڑکیوں کی ولادت ہوئی تو نہ تو ایسی ماں کو خیال ہوا ہے اور نہ ہی کسی اور کے دماغ میں یہ ''خیر خواہانہ'' جذبہ پھوٹا ہے کہ اگر ایک دو سال میں دوبارہ ولادت ہوگئی تو ماں کی صحت بری طرح متاثر ہوگی اور حیرت اس پر ہے بلکہ بیٹے کی لالچ میں اس کے ''نان اسٹاپ'' تین بیٹیاں پیدا ہوگئیں۔ پھر عجیب بات یہ کہ پھر اس قسم کی ''نازک'' مائیں لڑکے کی خواہش میں کسی قسم کے وقفے کے بغیر مسلسل سال آٹھ لڑکیاں پیدا کرتے ہوئے بھی کمزور یا بیمار نہیں ہوتیں، ہاں اگر اس دوران ایک دولڑکے پیدا ہو جائیں تو پورے خاندان اور خود اس ماں کو بھی اچانک اس خود ساختہ طبی اصول کی طرف غیر معمولی توجہ ہونے لگتی ہے کہ آیندہ ولادت میں اگر پندرہ بیس سال کا وقفہ نہ ہو تو زچہ بچہ دونوں کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا......!

پانچویں وجہ: گناہوں کی کثرت

اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جو قوم یا فرد جس وقتی منفعت کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسی گناہ کو اس منفعت کے سلب (ختم) کرنے کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ جو قوم یہ سوچ کر زکوٰۃ نہ دے کہ مال کہیں کم نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسی گناہ کو ان کے مال کی برکت ختم کرنے کا ذریعہ بنا دیتے ہیں اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی پروا کئے بغیر یہ سوچ کر سود لینا شروع کر دے کہ اس سے مال بڑھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کے اسی عمل کی وجہ سے اس کے خرچے وغیرہ بڑھا کر یا کسی اور طریقے سے اس کے مال کو حسی یا معنوی طور پر کم کر دیتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{یمحق اللہ الرّبا و یربی الصّدقات} (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود (کے ذریعے مال) کو گھٹاتا اور صدقات (کے ذریعے مال) کو بڑھاتا ہے۔

بالکل اسی طرح جب کوئی قوم من حیث القوم شادی شدہ عورتوں پر غیر ضروری ''ترس'' کھا کر اسے اپنی بیوی پر ظلم سمجھنے لگے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی نہ صرف مخالفت کرنے لگے بلکہ اس کے ساتھ نفرت انگیز معاملہ برتنے لگے۔

جب مائیں اپنے بیٹوں اور بہنیں اپنے بھائیوں کے لئے دوسری شادی کو انتہائی نفرت سے دیکھتے ہوئے اس میں بے جا رکاوٹیں ڈالنے لگیں اور اولاد یا بھائی کے اس شرعی اقدام کو بہو یا بھابی پر ''شدید ترین ظلم'' تصور کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اس قسم کی قوم (جو اللہ کے حلال کو حرام سمجھتی ہو) سے انتقام لینے کے لئے اس قوم میں عورتوں کی غیر معمولی طور پر شرح پیدائش بڑھا کر خود اس ''عورت'' ہی کو بہت بڑا بوجھ بنا دیتے ہیں کہ ڈھونڈو......! اب ان کے لئے رشتے، دامادوں کی تلاش میں خاک چھانتے پھرو......!

پہلے تو حقوقِ نسواں والوں کو یہ خوف تھا کہ کہیں کسی "عورت" کی محبت اور باری تقسیم نہ ہو جائے اور شوہر کے دل میں اپنی بیوی کے سوا کسی دوسری عورت کی جگہ نہ ہو، چنانچہ اس خوف سے حقوقِ نسواں والے دوسری شادی کی مخالفت کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبے کو "پایۂ تکمیل" تک پہنچانے کی خاطر عورتوں کی شرح پیدائش اتنی بڑھا دیتے ہیں کہ بہت سی عورتوں کو سرے سے شوہر نام کی کوئی چیز ہی میسر ہی نہیں ہوتی۔ یعنی پہلے تو یہ خوف تھا کہ شوہر کی محبت تقسیم نہ ہو، اب اس سے بڑا مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ تقسیم تو درکنار شوہر نام کی چیز ہی نہیں ملے گی۔

یاد رکھیے! عام حالات میں بجائے خود دوسری تیسری شادی کوئی فرض وواجب نہیں، مگر ہماری قوم میں اکثریت کا اس عمل کے ساتھ نفرت انگیز معاملہ کرنا اور ایسا کرنے والے کی راہ میں بے جا رکاوٹیں ڈالنا، اللہ تعالیٰ کے حلال کو عملاً حرام سمجھنے کے مترادف ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کے اس عمل ہی کو اس قوم میں عورتوں کی شرح پیدائش بڑھا کر خود انہی کی بیٹیوں، بہنوں اور بہوؤں کے اس سے بھی بڑے حق سے محرومی کا سبب بنا دیتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح مال بڑھانے کی نیت سے زکوٰۃ روکنے اور سود کھانے والوں کے لئے ان کے اسی عمل کو ان کے مال میں "کمی" کا ذریعہ بنا دیتے ہیں، حاصل یہ کہ نکاح کو مشکل بنا کر زنا جیسے راستے کو آسان بنا دینا بذاتِ خود عورتوں کی تعداد میں اضافے کا ایک بڑا سبب ہے، کیونکہ کسی بھی قوم میں گناہوں کی کثرت، اس قوم میں مردوں کی نسبت عمومی طور پر عورتوں کی غیر معمولی شرح پیدائش میں اضافے کا سبب ہے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو فرما رہے ہیں کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو {یمددکم بأموالٍ وّبنین} (ترجمہ: اللہ تمہاری مدد کرے گا مال اور بیٹوں کی کثرت کے ساتھ) نیز جیسے پہلے گزر چکا کہ یہودیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے پر ان کی آبادی کو دوسری قوموں کی نسبت غیر معمولی طور پر بڑھانے کا وعدہ فرمایا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بھی "بیٹوں" کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔

ارشادِ باری ہے:

ثمّ رددنا لکم الکرّۃ علیھم و أمددناکم بأموالٍ وبنین وجعلناکم اکثر نفیرا۔

یعنی ہم نے تمہارے دشمن کے خلاف تمہارے مال اور بیٹوں میں اضافہ کر کے تمہاری مدد کی

یاد رکھیے! کسی فردِ واحد کے ہاں زیادہ تعداد میں لڑکیوں کی پیدائش اس کے گناہ گار ہونے کی علامت نہیں۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں زیادہ دی تھیں...... نیز بڑے بڑے اللہ والے ایسے گزرے ہیں جن کے سرے سے نرینہ اولاد تھی ہی نہیں، نیز لڑکیوں کی کفالت پر ایک صحیح حدیث میں جنت کی ضمانت بھی ہے مگر اس کے باوجود کسی قوم میں اجتماعی سطح پر لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ گناہوں کی کثرت کے سبب ہوتا ہے۔

جب قومی سطح پر بیٹے زیادہ ہوتے ہیں تو یہ قوم دینی اور معاشی ہر سطح سے مضبوط وتوانا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کی قیامت کے قریب عورتوں کی شرح پیدائش اتنی بڑھ جائے گی کہ پچاس عورتوں کے مقابلے میں ایک مرد ہوگا۔ (رواہ البخاری)

سوچئے! قربِ قیامت میں کونسا ایسا کام ہوگا کہ جس کی وجہ سے مرد وعورت کی آبادی کے تناسب کا بگاڑ مذکورہ بالا حد تک

جا پہنچے گا؟ ظاہر ہے کہ قرب قیامت میں زنا کاری اور فحاشی عام ہوگی اور عیاشی اور فضولیات پر بے تحاشا خرچ کرنے والے ناشکرے لوگ غربت غربت کا شور مچا کر نکاح سے دور بھاگیں گے، جس کے باعث اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے انتقام لینے کی خاطر عورت کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ فرما کر ایسے لوگوں کو مزید ڈھیل دیں گے، تا کہ گناہوں میں مست یہ قوم (جس نے توبہ نہ کرنے کی قسم اٹھائی ہوئی ہے) مزید فحاشی کا شکار ہو کر بغاوت کی حدود تک جا پہنچے اور آخرت میں ایسے لوگوں کا کوئی حصہ نہ ہو۔

دو پادریوں سے گپ شپ کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ دو پادریوں سے مذہب کے بارے میں گپ شپ کا اتفاق ہوا، بندہ نے ان حضرات سے عیسائیت کے بارے میں کئی سوالات اور اشکالات کئے جن کا یہ حضرات کوئی معقول جواب نہ دے سکے، جب ان سے جواب نہ بن پڑے تو اچانک اسلام پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ اسلام اور مسلمانوں کے ہاں ''عورت'' بہت مظلوم ہے، میں نے پوچھا: کیسے؟ کہنے لگے کہ اسلام نے مرد کو بیک وقت چار شادیوں کی اجازت دے کر عورت پر بڑا ظلم کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اچھا یہ بتایئے کہ میری معلومات کے مطابق امریکا میں ایسی لاکھوں عورتیں ہیں جن کے مقابلے میں شرح پیدائش میں کثرت کے باعث ان سے نکاح کے لئے کوئی مرد پیدا ہی نہیں ہوا، تو عیسائیت یا امریکا کے ''ایک شادی'' والے قانون کے مطابق ان عورتوں کا نکاح کیسے ممکن ہے؟

پادری صاحبان اس جواب کو سن کر تھوڑی سی بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے، پھر ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ نکاح انسان کے لئے کوئی ایسی ضروری چیز نہیں کہ اس کے بغیر گزارا ممکن نہ ہو، لہٰذا ایسی عورتیں نکاح کے بغیر زندگی گزاریں۔

بندہ کی پادری صاحب سے اس ''نامعقول'' جواب پر جب تکرار ہوئی تو ان کے ساتھی دوسرے پادری صاحب جو کچھ دیر سے خاموش کھڑے ہمیں تک رہے تھے، اچانک بول پڑے:

''امریکا میں جو عورتیں اتنی زیادہ پیدا ہو رہی ہیں، اس کی وجہ زنا کی کثرت ہے۔'' (مطلب ان کا یہ تھا کہ یہ اس قوم کا اپنا قصور ہے کہ زنا کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہوئے عورتوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافے کا سبب بن رہے ہیں، لہٰذا ان کے اپنے قصور کے باعث اللہ تعالیٰ کے ''ایک شادی'' والے قانون کو بدلا نہیں جا سکتا)

بندہ کو خیال ہوا کہ ان سے کہوں کہ زنا کی کثرت کی ایک بہت بڑی وجہ بھی تو بہت سی عورتوں کی شادیاں نہ ہونا ہے، (اور اس کا خود اہل مغرب کو اعتراف بھی ہے) تو جو بات بیماری کا بہت بڑا سبب ہے اسی کو علاج قرار دے کر راہ فرار اختیار کرنا کیسی عقلمندی ہے؟ مگر پادری صاحبان پر اس وقت تک غصے کے جو آثار ظاہر ہو چکے تھے، اس کے باعث بندہ نے ان حضرات سے اس موضوع پر مزید بات کرنا مناسب نہ سمجھی اور خاموشی کو ہی بہتر سمجھا۔

اس پورے واقعے سے اصل مقصد یہ سنانا ہے کہ پادریوں کا بھی عقیدہ ہے (ممکن ہے کہ توراۃ، انجیل میں پڑھا ہو) کہ

گناہوں خصوصاً فحاشی کی کثرت عورتوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافے کا سبب بنتی ہے۔ أعاذنا الله منه۔

چھٹی وجہ: مشاہدہ

1998ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق پاکستان میں مجموعی طور پر مردوں کی تعداد عورتوں سے زائد ہے، مگر حکومت کی یہ رپورٹ مشاہدے کے خلاف ہونے کی وجہ قطعاً درست نہیں، بلکہ سنا ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک اپنی قوم میں عورتوں کی پوری تعداد کو بیان کرنے سے کتراتے ہیں اور عموماً مردم شماری میں مرد و عورت کے حقیقی تناسب کے اظہار میں کچھ ''ہیرا پھیری'' سے کام لیا جاتا ہے، مشاہدے سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی؟ آپ جس علاقے میں یا جس ادارے میں کام کرتے ہیں، وہاں موجود افراد کا ایک سرسری جائزہ لیں یا ان سے تفتیش کریں تو آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ عورتوں کی آبادی کا تناسب مردوں سے غیر معمولی طور پر زیادہ ہے۔

چنانچہ ایسا کم سنا جاتا ہے کہ فلاں کے مثلاً چھ بیٹے اور ایک بیٹی، اس کے برعکس ایسا کثرت سے سنا جاتا ہے کہ فلاں کے مثلاً ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں، اسی طرح ''فلاں کے دو بیٹے اور ایک بیٹے اور ایک بیٹی'' کی نسبت ایسا بکثرت سنا جاتا ہے کہ فلاں کے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا۔

اہل یورپ جو دوسری، تیسری شادی کے خلاف سب سے زیادہ چیختے ہیں، ان کے ہاں یہ تناسب اور بھی زیادہ ہے، برازیل کے بارے میں متعلقین میں سے کسی نے بتایا کہ برازیل میں میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ عورتوں کی آبادی کا تناسب مردوں کی نسبت اتنا زیادہ ہے کہ لوگوں کے کسی بھی مجمع میں بعض مرتبہ تو تلاش کئے بغیر مرد نظر ہی نہیں آتا۔ والله اعلم

اس پر اتنی تفصیل سے لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آج جب بھی کسی سے اس تعدد ازواج کا رواج نہ ہونے کے باعث پیدا ہونے والی خرابیوں کا ذکر کیا جائے تو اکثر مشاہدہ ہے کہ مخاطب اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ سب خرابیاں درحقیقت پہلی اور ایک شادی ہی میں تاخیر کے باعث پیدا ہورہی ہیں، لہٰذا عوام کو جلد نکاح کی اور لڑکی والوں کو اس معاملے میں نخرے کم کرنے کی ترغیب دینی چاہیے، اس کا علاج متعدد شادیوں کی قولی وعملی ترغیب دینا نہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بجائے خود نکاح کو مشکل بنا دینا بھی ان حالات کا بہت بڑا سبب ہے، مگر ان حضرات کا یہ دعویٰ کہ ان حالات کا اصل سبب محض نکاح میں تاخیر اور بجائے خود نکاح کو مشکل بنا دینا ہے، درست نہیں، بلکہ اگر آپ غور کریں گے تو آپ پر ظاہر ہوجائے گا کہ ایک شادی میں تاخیر اور نکاح کی غیر ضروری رسومات کا ایک بہت بڑا سبب ہی تعدد زوجات سے بغاوت ہے، اس دعوے کو درج ذیل مثال سے سمجھیں:

رسد وطلب (Supply and Demand) میں عدم توازن کی ایک دوسری مثال

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو قرآن مجید میں ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے، اب فرض کریں کہ لباس کی ایک مارکیٹ میں مختلف قسم کے رنگا رنگ کپڑے تو بہت ہیں مگر مارکیٹ میں موجود کپڑوں کے مقابلے میں خریداروں کی تعداد بہت کم ہے، دوسری جانب دکانوں کے ہر ہر مالک کی نہ صرف یہ شدید خواہش ہے بلکہ کسی بھی وجہ سے ان کی مجبوری ہے کہ دکان میں رکھا

ہوا ان کا کوئی کپڑا خواہ اچھی کوالٹی (Quality) کا ہو یا بری کوالٹی کا..... فروخت ہونے سے رہ نہ جائے، اگر کوئی کپڑا فروخت ہونے سے رہ گیا تو دکاندار کو سخت نقصان کا اندیشہ ہے، نیز اپنا مال فروخت کرنے کے لئے ان کے پاس وقت محدود ہے اور انہیں معلوم ہے کہ فلاں مدت تک یہ کپڑا میری دکان میں رہ گیا تو اسے ''مفت'' میں بھی کوئی نہ لے گا۔

دوسری طرف خریداروں کو بھی کپڑا خریدنے کی بہت سخت ضرورت ہے، مگر ان خریداروں کی تربیت کچھ ایسی ہوئی ہے کہ یہ ایک وقت میں ایک سے زائد کپڑا خریدنے کو فضول خرچی سمجھتے ہیں، نیز ان کا خیال ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زائد لباس سلوا لئے گئے تو:

① دوسرا لباس سلوانے کا درزی کو علیحدہ سے مستقل خرچہ دینا پڑے گا۔

② پھر اسے دھلوانے کی مستقل محنت یا دھوبی کا خرچہ۔

③ دھلوانے کے بعد استری کی محنت، لباس کی حفاظت کی فکر، رکھنے کے لیے جگہ کا مسئلہ وغیرہ۔

الغرض ان کی توجہ بیک وقت متعدد لباس جمع کرنے کی ضرورت کی طرف جاتی بھی ہے تو یہ فضول خرچی، اسراف اور لوگوں کے طعنوں کا خوف یا ان متعدد کپڑوں کی دیکھ بھال وغیرہ کے باعث اپنے دینی یا دنیوی کاموں میں حرج کا خوف انہیں ایک ایسی حرکت (جو ان پر فرض، واجب بھی نہیں) سے باز آنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

اب ہوگا یوں کہ دکانداروں کے پاس خریداروں کے رش میں کمی کے باعث ہر دکاندار اپنی دکان کو خالی کرنے کی نیت سے زیادہ سے زیادہ گاہکوں کو گھیرنے کی کوشش کرے گا، اس کا سب سے پہلا اثر یہ ہوگا کہ کپڑے کی پائیداری، خوبصورتی اور اس سے متعلق منافع کے لحاظ سے ان کپڑوں کی جو اصل قیمت (Market Value) تھی وہ گر جائے گی اور کپڑا، اصل قیمت سے کم قیمت پر فروخت ہونا شروع ہو جائے گا۔

بعض کپڑے فروخت ہو جانے کے بعد ایسے بھی ہوں گے کہ جن کو استعمال کرنے کے بعد خریدار کا دل بھر گیا ہوگا یا وہ لباس ایسے میٹریل کا بنا ہوگا کہ خریدار کو استعمال کے لحاظ سے موافق نہیں آئے گا، مثلاً ریشمی کپڑا ہوگا اور ریشم سے بعض حضرات کو الرجی ہوتی ہے، چنانچہ اس قسم کے خریدار ایسے کپڑوں کو یا تو فوراً ہی واپس کر دیں گے یا ایک عرصہ تک استعمال کے بعد دکاندار کو واپس کر دیں گے، اس صورت میں فرض کریں کہ مارکیٹ کا قانون یہ ہو کہ دکاندار کپڑا واپس لینے پر قانوناً مجبور ہو تو اب جس دکاندار کے پاس فروخت شدہ کپڑا واپس آئے گا، اس سے اس کی دکان میں موجود تمام کپڑوں کی قیمت متاثر ہوگی، کیونکہ اب اس کے لئے ایک محدود وقت تک تمام مال فروخت کرنا مزید مشکل ہو جائے گا۔

اس دوران بہت سے دکاندار ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے اپنی چرب زبانی یا اپنے پاس وسائل کی کثرت یا کچھ اضافی خصوصیات کے باعث ان مجموعہ خریداروں میں سے جو سب سے اچھے اچھے خریدار تھے، ان کے ہاتھوں اپنی دکان میں رکھا ہوا سارا مال فروخت کر دیا ہوگا اور اس کے بعد وہ اپنی دکانیں بند کر کے خیر و عافیت کے ساتھ خوش و خرم اپنے گھروں کو لوٹ چکے ہوں گے، مگر جن دکانداروں کی دکان میں مال باقی رہ گیا ہوگا، ان کے لئے آہستہ آہستہ ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہوتا جا رہا ہوگا، اچھے خریداروں میں سے، بہت سے خریدار فارغ ہو چکے ہوں گے اور اب یا تو متوسط درجے کے خریدار رہ گئے ہوں

گے یا بے کار، کہ جن کے پاس پیسہ تو ہے مگر وہ کپڑے کی قدر و قیمت سے آگاہی نہ ہونے کے باعث نہ تو دکاندار کو مناسب قیمت دینے پر تیار ہیں اور نہ ہی ان سے یہ توقع ہے کہ یہ لباس کی صحیح حفاظت کر سکیں گے اور یہ بھی ڈر ہے کہ قوتِ برداشت کی کمی کے باعث اگر اس لباس سے انہیں ذرا بھی الرجی ہوئی تو یہ فوراً اس لباس کو واپس کر کے دکاندار کی پریشانی میں مزید اضافہ کر دیں گے۔

ان حالات میں نہ صرف اب کپڑوں کی قیمت میں غیر معمولی کمی ہو جائے گی بلکہ دکاندار اب اچھے خریدار کی تلاش میں نا مناسب گاہکوں کو بھگا بھگا کر اپنے کپڑے کی ''مارکیٹ ویلیو'' روز بروز تیزی سے مزید گرانے کا سبب بن رہے ہوں گے۔

مزید ایک بات یہ کہ جس مارکیٹ کی ہم مثال دے رہے ہیں، فرض کریں کہ اس میں موجود کپڑوں میں مثلاً کچھ ایسی حس ہو کہ انہیں خود بھی فروخت ہونے کا بہت شوق ہو،...... اگر بالفرض ان میں ایسی حس ہوئی تو پھر یہ بھی دکانوں میں لٹکے لٹکے تنگ آنے لگیں گے، بسا اوقات ایسا ہوگا کہ اب جب کوئی خریدار دکاندار کے پاس کپڑا دیکھنے کے لئے آئے گا تو ان میں سے بہت سے کپڑے مالک کی اجازت کے بغیر ہی الماریوں سے نکل نکل کر خریداروں کو چپکے چپکے جھانکنے اور پھر کچھ عرصہ بعد خریداری کے کسی ''عقد'' کے بغیر ہی خریداروں کے ساتھ بھاگنے لگیں گے۔

اب وہ خریدار جو کپڑا خرید نہ سکے تھے، ان میں سے بھی جب بہت سوں کو بہت سستے داموں یا بغیر کسی عقد کے مفت میں کپڑا ملنے لگے گا تو اس کے نتیجے میں کپڑے کے خریداروں کی تعداد میں غیر معمولی طور پر مزید کمی ہوگی، کپڑے کی طرف طلب میں اس کمی کے باعث مارکیٹ میں موجود کپڑے کی مارکیٹ ویلیو مزید گرے (Down) گی، اب بہت سے دکانداروں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ ان کپڑوں کا...... ''مناسب قیمت''...... پر...... ''مناسب شخص''...... کے ہاتھوں...... ''مناسب وقت''...... تک فروخت ہونا بہت مشکل ہے تو یہ حضرات ایسے گاہکوں کے انتظار میں مجبور ہونا شروع ہو جائیں گے جو اِن کپڑوں کو بس کسی بھی عقد کے تحت دکانداروں سے وصول کر لیں، خواہ قیمت بالکل ادا نہ کریں، مفت ہی وصول کر لیں مگر بس لباس کی ناقدری نہ کریں۔

اس دوران بہت سے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے اپنا مال فروخت کرنے کے لئے ''انعامی اسکیمیں'' نکالنا اور مناسب گاہکوں کو پھانسنے کے لئے مختلف قسم کی اضافی سہولتیں دینا شروع کر دی ہوں گی اور بہت سے غریب دکانداروں کے لئے تو انعامی اسکیمیں نکالنا بھی ممکن ہی نہ ہوگا۔

الغرض اس قسم کے حالات میں دکان پر لٹکے لٹکے تنگ آ جانے والے کپڑوں میں مالک کی اجازت کے بغیر از خود اچھے گاہکوں کو تلاش کر کے انہیں ''پھانسنے'' اور پھر ان کے ساتھ فرار ہونے کے واقعات میں مزید اضافہ ہوگا۔

ان حالات میں وہ اچھے اور مناسب خریدار جو اس مارکیٹ سے کپڑا خرید کر اسے مناسب طریقے سے استعمال کر رہے تھے، وہ بھی بری طرح متاثر ہوں گے، ان میں بھی ایک کثیر تعداد جو اپنا عرصہ دراز سے خریدا ہوا ایک ہی قسم کا کپڑا دیکھ دیکھ کر تنگ آ چکی ہوگی، جب گاہکوں کے ساتھ بھاگنے اور دکان پر آنے والے خریداروں کا دل لبھانے والے مختلف قسم کے رنگا رنگ ملبوسات کو دیکھے گی اور یہ بھی مشاہدہ کرے گی کہ کتنے عمدہ اور قیمتی لباسوں کا کس طرح با آسانی اور بغیر کسی ''عقد'' و قیمت کے

حصول ممکن ہے تو انہیں اپنا سابقہ خرید اہوا لباس ''بے قیمت'' سا لگنے لگے گا۔

الغرض جب کچھ عرصے کے بعد کثرت کے ساتھ لباس کو مفت میں اور بغیر کسی عقد کے خریدار کے ساتھ بھاگنے......اور خریدار کو مفت میں بغیر کسی عقد کے لباس حاصل کرنے کا رواج زور پکڑنا شروع کرے گا تو اب اس پوری مارکیٹ میں ''نفسِ خریداری'' کا رواج ہی تیزی سے کم ہونے لگے گا اور نوبت یہاں تک جا پہنچے گی کہ اب بہت سے کپڑوں کو مناسب یا غیر مناسب گاہکوں سے دوستیاں لگانے اور ان کے ساتھ بھاگنے کا ایسا ''چسکا'' لگنا شروع ہو جائے گا کہ پھر بہت سے کپڑے مناسب گاہک ملنے پر......اور بہت سے گاہک مناسب کپڑا ملنے کے باوجود بھی باقاعدہ کسی عقد کے تحت خرید و فروخت کے معاملے کیلئے تیار نہ ہوں گے اور اس ''فالتو'' کام کو ''بڑھاپے'' کے لئے مؤخر کر کے رکھ دیں گے۔

ان حالات میں وہ دکاندار جو اَب بھی پرانے اور ''دقیانوسی'' طریقے کے مطابق کسی مناسب خریدار کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے جھک مار رہے ہوں گے اور اپنے کپڑوں کی مارکیٹ ویلیو مزید گرا رہے ہوں گے تو ایسے لوگوں پر کسی کو ترس آ جائے اور وہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس ''ظلم'' کا علاج یہ تجویز کرے کہ......

> ''مارکیٹ میں خریداری کا رواج ہی چونکہ کم ہو گیا ہے، جس کے باعث یہ حالات پیدا ہو رہے ہیں، لہٰذا گاہکوں کو کپڑا جلد خریدنے اور کپڑے کے مالکان کو جیسے ہی کوئی گاہک میسر ہو، کپڑے فوراً فروخت کرنے کے دنیوی واخروی فضائل سنانے چاہئیں اور کپڑوں کو مناسب داموں پر بغیر کسی انعامی اسکیم کے خریدے جانے اور بیچنے پر ابھارا جائے''

......تو یقیناً یقیناً ان خیر خواہوں کا یہ عمل ہرگز ہرگز مؤثر ثابت نہ ہوگا۔

کیونکہ کپڑے کی مارکیٹ میں توازن کا پیدا ہونا اور دکانداروں کے پاس اتنی تعداد میں گاہکوں کا جمع ہونا کہ جس تعداد میں اجتماع کے باعث دکاندار ان گاہکوں میں سے ازخود مناسب گاہک کا انتخاب کر سکیں اور بغیر کسی انعامی اسکیم کے کپڑے کی پائیداری اور خوبصورتی کے عین مطابق اس گاہک سے اس کی قیمت وصول کر سکیں......ان سب باتوں کا مدار لوگوں میں موجود لباس کی ''طلب'' اور اس لباس کی بازار میں موجود ''مقدار'' پر ہے۔

ظالم کون؟

عام حالات میں تو اگر لوگوں کی طلب میں کمی ہوتی ہے تو دکاندار دکان میں کپڑا رکھتے ہی کم ہیں اور جب مخصوص مواقع میں طلب (Demand) زیادہ ہو جاتی ہے تو اسی حساب سے دکاندار کپڑا بھی زیادہ رکھتے ہیں، البتہ اگر معاملہ دکانداروں کے اختیار میں نہ ہو اور کوئی زبردستی ان کی دکان میں ان کی اجازت کے بغیر لوگوں کی طلب سے زیادہ کپڑا ڈال کر چلا جاتا ہو تو یا تو ایسا جبر کرنے والا ظالم ہے کہ ان دکانداروں کو لوگوں کی طلب سے زیادہ مال فروخت کرنے کا مکلف بنا رہا ہے یا سرے سے کوئی ظالم ہے ہی نہیں؟ اور اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے، کیونکہ مظلوم کا تصور ظالم کے بغیر ممکن ہی نہیں......تو بخدا

یقیناوہ لوگ ظالم ہیں جو ان حالات میں ایک ہی لباس پر اکتفاء کر کے کپڑے کی پوری مارکیٹ کا جلد یا بدیر دیوالیہ نکالنے کا سبب بن رہے ہیں اور جب ان پر اعتراض کیا جائے تو جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک وقت میں ایک سے زائد لباس محض مستحب ہے، فرض وواجب نہیں اور ایک مستحب کام کی خاطر سخت جھگڑوں میں پڑنا اور دین ودنیا کے کاموں کا حرج کرنا، ناجائز نہ بھی ہو...... بے وقوفی بہرحال ضرور ہے۔

ان حالات میں جب مناسب خریداروں کو (کہ جن میں بزرگوں کی صحبت کے باعث ابھی تک کپڑے کو باقاعدہ خرید کر پہننے کا شوق باقی تھا) انعامی اسکیموں کے ساتھ مفت میں باقاعدہ دکانداروں کی رضا ورغبت کے ساتھ عمدہ اور بہترین لباس باآسانی میسر ہو رہا ہوگا، تو ایسا خریدار بھلا کیسے تیار ہوگا کہ اس سے کم درجہ کا کپڑا بغیر کسی انعامی اسکیم کے کسی دکاندار پر محض احسان کرنے کی نیت سے لے لے، لباس جو صرف ایک مرتبہ ہی لینا ہے اور اس میں اس کا بھی خیال کرنا ہے کہ وہ اتنا بہترین ہونا چاہیے کہ اس کے ہوتے ہوئے بغیر کسی عقد کے مفت میں بھاگنے والے لباسوں کی طرف دل مائل ہو کر آخرت نہ برباد کر بیٹھے۔

الغرض دینی اور دنیوی، دونوں مصلحتیں گاہک کو مجبور کریں گی کہ وہ لباس کی خریداری کے بارے میں ہر لحاظ سے اپنا معیار اونچا رکھے، چنانچہ وہ اس سلسلے میں محض کسی کی رشتہ داری یا احسان کی نیت سے کسی استعمال شدہ یا پرانے لباس کو خریدنے پر تیار ہو کر اس معاملے میں خود کو کسی پر احسان کی بھینٹ نہ چڑھانا اور اس بارے میں کسی نصیحت پر کان نہ دھرنا عین مناسب بلکہ ضروری سمجھے گا......اور یقینا یقینا اس کا یہ عمل عین مناسب ہی ہوگا۔

ان حالات سے پیدا ہونے والے بحران کا واحد اور اصل حل صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ قوم جو صرف ایک لباس کو اپنی ضرورت سمجھ کر ایک وقت میں ایک سے زائد لباس کو فضول خرچی سمجھتی ہے یا اپنے اہم کاموں میں بہت بڑے حرج کا ذریعہ سمجھتی ہے، ان میں ان لوگوں پر محنت کی جائے کہ جن کے دلوں میں ابھی تک باقاعدہ مالک سے خریدار کا عقد کر کے کپڑا خریدنے کا شوق باقی ہے، بغیر کسی عقد اور معاہدے کے مالک کی اجازت کے بغیر لباس دیکھنے اور پھر اسے اپنے ساتھ بھگانے یا چوری کرنے کی عادت نہیں پڑی...... تو ایسے لوگوں کو خدا کے قہر اور عذاب سے ڈرا کر اپنے قول وعمل سے اس بات پر ابھارا جائے کہ آج اگر انہوں نے کم از کم اپنے خاندانوں میں ایک وقت میں ایک سے زائد لباس جمع کرنے کی عملی طلب پیدا نہ کی تو یہ لوگ اپنی ہی اولاد اور اولادوں کی اولادمیں آیندہ پیدا ہونے والے لباسوں کی ایک بڑی تعداد کی مارکیٹ ویلیو، قدر وقیمت مسلسل گراتے رہنے کے باعث بالآخر اس پوری مارکیٹ کا مکمل دیوالیہ نکالنے کا سبب بنیں گے۔

خدا تعالیٰ دین کی خدمات میں مشغولیت والے جذبے اور مہنگائی سے متاثر ہو کر ہماری نسلوں میں عورتوں کی شرح پیدائش کم نہیں کر دے گا

نکاح ثانی کو بُرا سمجھنے والو!...... اللہ تعالیٰ نے جو متعدد شادیوں کا نظام دیا ہے، اس میں مردوں سے زیادہ تمہاری بیٹیوں اور بہنوں کا تحفظ ہے اور جس حساب سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری فطرت بنا کر اور اپنے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

قرار دے کر تمہارے اندر عورتوں کی طرف نکاح والی طلب رکھی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طلب کے حساب سے تمہارے خاندانوں اور نسلوں میں عورتیں پیدا کرتا رہے گا۔

تم اگر ہندوؤں اور انگریزوں سے متاثر ہو کر اور اپنے گڑھے ہوئے ڈبل روٹی اور برگر کے خرچوں کے خوف سے اور تعلیم کے لئے خود پر مسلط کردہ بچوں کے اسکول کی فیسوں کے خوف سے، یا کسی بھی دینی یا دنیوی خدمت میں مشغولیت کے پیش نظر عورتوں کی طرف نکاح والی اس طلب کو ختم کر ڈالو گے (جو فطرت نے تم میں ودیعت کی ہے) یا اور کسی جذبے سے سب کے سب ایک بیوی پر اکتفاء شروع کردو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اس جذبے سے متاثر ہو کر تمہارے خاندانوں اور قوموں میں عورتوں کی شرح پیدائش کم نہیں کردے گا بلکہ لڑکیاں تو اسی طرح پیدا ہوتی رہیں گی جس طرح مہنگائی کے دور سے پہلے پیدا ہوا کرتی تھیں، بلکہ جب نکاح سے اس عملی نفرت کی وجہ سے بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور بے حیائی بڑھے گی تو اللہ تعالیٰ انتقام لینے کی خاطر اس شرح پیدائش میں مزید اضافہ کردے گا تا کہ جن خرچوں اور مہنگائی کے خوف سے نبی کی سنت سے عملاً نفرت انگیز معاملہ برت رہے تھے اور یوں قوم کے لئے زنا کو آسان اور نکاح کو مشکل سے مشکل اور اس کے لئے غیر ضروری قیدیں بڑھاتے چلے جا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ انتقام لینے کے لئے تمہاری قوموں میں بیٹیوں کی تعداد بڑھا کر تمہارے ایسے خرچے کروائے گا جو تمہاری کمر توڑ کر رکھ دیں گے اور یہ خرچے اس قسم کے ہوں گے جو تمہارے اسلاف اور باپ دادا نے کبھی سنے بھی نہ ہوں گے۔

اپنے لڑکوں کی تعلیم پر تو یہ سوچ کر خرچ کرو گے کہ یہ بڑے ہو کر ہمیں کو کھلائیں گے، لہٰذا یہ خرچ تم پر گراں نہ ہوگا، بلکہ تمہیں مرغوب ہوگا...... مگر جس داماد کے ذمے اللہ تعالیٰ نے تمہاری بچیوں کو عزت سے کھلانے پلانے کی ذمہ داری لی تھی تو ان بچیوں کی اسکول اور تعلیم پر جتنا کرو گے، اس خرچ کا اصل فائدہ تمہاری بچی کا شوہر اور بچی کا سسرال اٹھائے گا...... ساری زندگی بچی کا مستقبل اور اسے ڈاکٹر، انجینئر بنانے میں محنت اور پیسہ تم خرچ کرو گے اور یہ کما کما کر شوہر، سسرال اور اپنی اس اولاد پر خرچ کرے گی جس پر خرچ کی ذمہ داری خالق کائنات نے اس کے شوہر پر ڈالی تھی...... تمہیں اس میں سے صبر کے سوا کچھ نہیں ملے گا...... یوں تمہیں بچیوں کے لئے اسکول اور یونیورسٹیوں کی فیسیں اور پھر ساری عمر کی جمع پونجی سے خریدے گئے پلاٹوں میں سے ہر ایک بچی کی شادی پر ایک ایک پلاٹ بیچ ڈالنا...... یہ سب خرچے تمہارے ایسی کمر توڑ کر رکھ دیں گے کہ خرچے بڑھ جانے کے خوف سے اطمینان قلب کے ساتھ ایک بیوی پر اکتفاء والے فلسفے کا لطف ومزا...... کرکرا...... ہونا شروع ہو جائے گا...... نتیجتاً تم بچیوں کی پیدائش پر ناک منہ چڑھانا شروع کردو گے، نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ تمہاری عورتیں حمل ٹھہرتے ہی الٹرا ساؤنڈ سے یہ تجسس شروع کردیں گی کہ اگر لڑکی ہے تو حمل ضائع کروا دیا جائے، تمہاری قوموں میں ایسے واقعات رونما ہونے لگیں گے اور ایسی خبریں سننا شروع کردو گے کہ دوسری سے تیسری لڑکی کی پیدائش کی خبر سن کر ماں بلا اختیار رو پڑی۔

تمہاری بچی کا شوہر، مہر تو ممکن ہے کہ پہلی رات ہی میں معاف کروالے یا اسے روز کے نان نفقہ سے منہا کرتا رہے مگر بچی کی رخصتی سے پہلے ہی اپنی بچی کو سلانے بلکہ اس کے شوہر کو بھی سلانے کے لئے بستر تمہیں مہیا کرنا پڑے گا...... شوہر پہلی

ہی رات اپنے پیسوں سے خریدے ہوئے بستر کے بجائے اپنی بیوی کے بستر پر سوتے ہوئے ذرا شرم محسوس نہیں کرے گا اور یہ ہرگز ہرگز نہ سوچے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے {ألرجال قوامون علی النساء}(مرد عورتوں پر حکمران ہیں) کا جو پروانہ عطا کیا تھا تو اس کی اصل وجہ تو یہ تھی کہ {بما أنفقوا من أموالهم}(مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں) چنانچہ وہ ہرگز نہ سوچے گا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح سے قبل شادی سے متعلق جتنے خرچے ہیں، مثلاً مہر، ولیمہ، نان نفقہ وغیرہ تمام ضروریات میرے ذمے لگادی ہیں، جس کا تقاضا تھا کہ کم از کم پہلی رات تو بیوی کو بستر، چادر اور تکیہ اپنے پیسوں سے خریدا ہوا دے دیتا...... معاملہ آگے بڑھے گا اور صرف شوہر تو کیا، اس کے دوست احباب اور اعزہ واقارب کو بٹھانے کے لئے صوفوں کا خرچہ بھی تمہیں دینا پڑے گا...... اور تمہاری بچی کا شوہر اپنے دوستوں اور مہمانوں کو اپنی بیوی کے والدین کے پیسوں سے خریدے گئے صوفوں پر بٹھا کر اپنی غیرت اور شرم کا جنازہ نکالتے ہوئے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کر رہا ہوگا۔

تمہارے داماد کے کپڑے تمہاری دی ہوئی واشنگ مشین میں دھلا کریں گے...... یہ مہمانوں کو کھانا تمہاری طرف سے دیئے گئے ڈنر سیٹ کی پلیٹوں میں کھلائے گا...... اور تم میں سے اگر کسی کو بغیر کسی انعامی اسکیم کے کوئی نیک داماد مل بھی گیا جو علماء کی طرف سے جہیز کے خلاف شائع کردہ مضامین مسلسل پڑھ پڑھ کر اور اس بارے میں اہل علم کی پرزور اور مسلسل تقریریں سن سن کر انتہائی تقویٰ اور خشیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہیز کی اس لعنت کے بغیر تمہاری بچی سے نکاح میں آمادہ ہو گیا ہو تو تم اپنی بچی کی قدر و قیمت جو رسد (Supply) میں اضافے اور طلب (Demand) میں کمی کے باعث بری طرح گر چکی ہوگی، اس قدر و قیمت کو اپنی بچی کے سسرال میں مزید گراتے ہوئے اپنے نیک داماد کے ''اچھے جذبے'' کی بھینٹ چڑھانے کے لئے تیار تھوڑا ہی ہو جاؤ گے...... کیونکہ نہیں معلوم ہوگا قارون کا یہ خزانہ اگر بچی کے ساتھ روانہ نہیں ہوا تو بچی کی قدر و قیمت مزید گرے گی اور کسی بھی وقت سسرال کے طعنوں کا شکار ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا کہ:

''إن أحق الذی أکرم به الرجل إبنته أو أخته۔''(رواہ ابو داؤد)

یعنی سب سے زیادہ لائق احترام وہ شخص ہے جس نے اپنی بیٹی یا بہن کسی کو نکاح میں دی، مگر تم صرف اپنے لخت جگر کو تنہا نہیں بلکہ اس کے ساتھ چادر اور تکیوں سمیت بستر، کارپٹ، فریج، واشنگ مشین، الماری، صوفے اور ٹرک میں لدے ہوئے ضروریات زندگی کے سارے ضروری سامان بھی مہیا کرو گے، اس کے بعد بھی تمہارے داماد کا تم پر احسان ہوگا کہ تمہاری بچی کی قدر و قیمت مزید گرنے سے بچاتے ہوئے وہ تمہاری بچی کو دوسری عورتوں پر ترجیح دے کر اس سے نکاح کے لئے آمادہ ہو گیا۔

اگر تمہیں اس پر فخر ہو کہ تمہاری بچی ڈاکٹر ہے تو تمہارے ڈاکٹر داماد کے لئے تمہاری بچی کے سوا دوسری ڈاکٹر لڑکیوں کی کمی نہیں تھی، اگر تمہاری بچی انجینئر ہے تو تمہارے انجینئر داماد کے لئے تمہاری بچی کے سوا دوسری انجینئر لڑکیوں کی کمی نہ تھی، تمہاری بچی اگر عالمہ ہے تو تمہارے عالم داماد کے پاس دوسری عالمہ لڑکیوں کی کمی نہ تھی...... یقین نہ آئے تو تو مشاہدہ کر لیجئے کہ تعلیم کے

ہر ہر شعبے میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زائد ہوتی چلی جارہی ہے، یونیورسٹیوں میں لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ ہیں، میڈیکل کالجوں میں لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ ہیں، مزید طرفہ یہ کہ مدارس البنات میں پڑھنے والی لڑکیاں بھی تعداد میں مدارس میں پڑھنے والے لڑکوں سے زائد ہوتی چلی جارہی ہیں۔

ان حالات میں ایک بیوی پر اکتفاء کے لیے ''جرم'' سے ہلکا کون سا لفظ......؟

تو ان حالات میں تمہارے باصلاحیت داماد کا تم پر کیا یہ ایک عظیم احسان نہیں کہ اس نے اتنی ساری عورتوں میں سے تمہاری بچی کو نکاح کے لئے منتخب (Select) کیا......؟

ان حالات میں جس قوم کے مرد اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کردہ عورت کی طرف نکاح والی ایک مطلوبہ درجہ کی طلب کے مطابق عمل کو عملاً حرام سمجھیں گے اور اس بارے میں انتہائی قناعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ہی قوم اور اولاد اور اولادوں کی اولاد میں پیدا ہونے والی عورتوں کی قدر و قیمت مزید گھٹانے......اور ان میں ایک کثیر تعداد کو نفسیاتی مریض بنانے ......، ساری عمر جہیز جمع کرنے...... بہت سوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی ملازمتوں پر مجبور کرنے......اور بالآخر ملازمتوں کا ''چسکا'' لگانے......اور اس معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا شوق پیدا کرنے...... نیز بہت سی پاکدامنوں کو عفت کی چادر اتار پھینکنے......اور پھر بالآخر اپنی پیدائش پر باپ کی پیشانی پر خوشی کے بجائے ڈھیر ساری شکنیں پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہوں گے تو ایسے مردوں میں سے جو مرد بھی بغیر کسی شرعی عذر کے اس رسم میں قوم کا ساتھ دے گا اور ایک نکاح کے بعد مزید کسی عورت کو بیوی بنانے اور اس کی کفالت سے دور بھاگنے کی کوشش کرے گا تو خدارا......! بتاؤ تو سہی......! کہ ان حالات میں اس کے اس عمل کے لئے ''جرم'' سے ہلکا کون سا لفظ استعمال کیا جائے گا......؟ هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين

عورتوں سے متعلق ہم نے جو حالات ذکر کئے، کراچی اور پنجاب میں یہ حالات بڑے پیمانے پر پیدا ہو چکے ہیں، صوبہ سرحد اور کوئٹہ کے پٹھانوں اور بلوچستان کے بلوچوں اور بروہیوں میں جس تیزی سے اہل پنجاب اور کراچی والوں اور ''ترقی یافتہ'' قوموں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ایک بیوی پر اکتفاء کا رواج بڑھ رہا ہے تو مستقبل میں ان کے ہاں بھی وہی تباہی ہوگی جو کراچی، پنجاب کے بہت سے گھرانوں میں بڑے پیمانے پر پیدا ہو چکی ہے۔

اور یاد رکھیے! کہ جب حکومت کی سرپرستی میں بے حیائی کی ترویج ہوتی ہو، حکومتی سطح پر عورتوں پر گھر کی چار دیواری سے باہر نکال کر انہیں مردوں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا جارہا ہو، نیز اور بھی دوسرے ایسے اسباب ہوں جو جلتی پر تیل کا کام کرتے ہوئے نکاح کی طرف مردوں کی رغبت کم کرنے اور اس بارے میں عورت کی قدر و قیمت مزید گھٹانے کا سبب بن رہے ہوں تو اس قوم میں آخرت کا خوف رکھنے والے اور دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے مردوں کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے اور ایسے لوگوں کے لیے عورتوں کی طرف نکاح والی اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ایک مطلوبہ درجہ طلب کے موافق عمل نہ کرنا اور اس بارے میں اپنے اہم کاموں میں سے (بغیر کسی شرعی عذر کے) اس ''اہم کام'' کے لئے وقت نہ نکال کر ایک ہی بیوی پر قناعت کئے رکھنے والے

''جرم'' کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے۔

لباس کی جس مارکیٹ کے دیوالیے کی ہم نے مثال دی، وہاں نفس خریداری کا رواج تو تھا مگر پھر بھی اس کا دیوالیہ اس لئے ہوا کہ لباس کی طلب کے مطابق لوگ لباس خریدنے کے محض عقیدے اور نظریے کی حد تک قائل تھے، عمل کے لئے تیار نہ تھے، تو جو لوگ متعدد نکاحوں کو محض مستحب سمجھ کر اس سے اجتناب کئے بیٹھے ہیں، ایسے حضرات یاد رکھیں کہ جیسے لباس کی مارکیٹ میں خرید و فروخت مختلف لوگوں کے درمیان پیش آنے والا ایک معاملہ ہے، عبادت نہیں، اسی طرح نکاح بھی اپنی حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے معاملات میں داخل ہے، عبادات میں نہیں۔

ان حالات میں اشراق واوّابین کی نماز میں ساری قوم کمی کردے، کوئی نقصان نہیں مگر......

چنانچہ کوئی قوم اوّابین، اشراق کی نماز جو کہ ہر لحاظ سے عبادت ہے، یہ سوچ کر بالکلیہ ترک کردے کہ اوابین پڑھنا مستحب ہے، فرض و واجب نہیں، تو اس سے اس قوم کا کچھ نقصان نہ ہوگا، لیکن اگر کوئی قوم تجارت کو محض ''حلال'' کہہ کر اس بارے میں غایت درجے کی قناعت کا مظاہرہ شروع کردے تو کچھ ہی عرصے میں ایسی تباہی ہوگی کہ بتدریج تجارت کا قرآنی حکم استحباب سے فرض عین کی طرف منتقل ہوتا چلا جائے گا اور بغیر کسی شرعی عذر کے تجارت سے اجتناب کرکے قوم کی تباہی و بربادی میں شریک ہونے والا فرد بہت بڑا مجرم اور گناہ گار ٹھہرے گا اور لوگ اس وقت تک اس عمل سے اجتناب کرکے گناہ گار رہیں گے جب تک کہ تجارت کی طرف ایک خاص درجہ تک اور اتنی ضروری اور عملی طلب نہ پیدا ہوجائے جس طلب پر لوگوں کی زندگی اور ضروری معاش موقوف ہے اور اس وقت تک تجارت محض حلال نہ رہے گی، اس کا حکم حلال سے بڑھ کر کچھ اور ہوگا۔

اور یاد رکھیے! جیسے مذکورہ مثال میں لباس کی مارکیٹ میں نفس خریداری کے رواج کے باوجود لباسوں کی پوری مارکیٹ کا دیوالیہ نکل گیا تھا اسی طرح کسی قوم کے مردوں میں اگر من حیث القوم ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج ختم ہوجائے تو اس قوم میں بالآخر ایک نکاح کا عمومی رواج بھی ختم ہونے لگتا ہے۔ بجز ان قلیل نمازیوں اور داڑھیوں والوں کے جن کے بزرگوں سے اصلاحی تعلقات ہوں یا ان کے تبلیغ میں کم از کم چار ماہ وغیرہ لگے ہوئے ہوں مگر ایسے ''بنیاد پرستوں'' کی بیٹیاں اگر تہجد گزار بھی ہوں تو ان کی نکاح کے حق میں قدر و قیمت بہرصورت گرتی ہی رہتی ہے اور اپنے باپ، بھائیوں اور خود اپنی دینداری کا ان عورتوں کو پھر بھی دنیوی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور دینی نقصان کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔

رسد وطلب (Supply and Demand) کا اصول سمجھانے کے لئے ہم نے لباس کی مارکیٹ کا انتخاب کیوں کیا؟

ہم نے لباس کی مارکیٹ کی فرضی مثال اس لئے دی کہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو قرآن کریم میں ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر مرد و عورت میں کچھ اعضاء ایسے ہیں جو انسانی جسم کا لازمی جزو ہونے کے باعث بذات خود تو باعث عار نہیں، مگر انسان کے لئے اس قدر لازمی ہونے کے باوجود کوئی بھی ان اعضاء کو کسی کے سامنے ظاہر کرتے ہوئے

شرماتا ہےاوران اعضاء کاکسی کے سامنے ظاہر ہوجانا سخت ذلت ورسوائی سمجھا جاتا ہے۔

اب اس ذلت سے بچنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ان اعضاء کوجسم سے علیحدہ کر کے پھینک دیا جائے (ظاہر ہے کہ ایسا کرنا ہرگز درست نہ ہوگا) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان اعضاء کو باقی رکھتے ہوئے کوئی مزّین کپڑاان پرڈال کران اعضاء کولوگوں کی نگاہوں سے چھپا دیا جائے، اس عمل سے دوہرا فائدہ ہوگا...... ایک تو یہ کہ ان اعضاء کے باقی رہتے ہوئے بھی ذلت ورسوائی سے حفاظت ہوجائے گی، دوسرا یہ کہ یہ مزین کپڑااس شخص کودیکھنے والوں کے سامنے قابل عزت واحترام بناڈالے گا، اس مزین کپڑے کو''لباس'' کہاجاتا ہے۔

اسی طرح جنسی رغبت وجنسی میلان ہر مردوعورت کی فطری خواہش ہے، مگرکسی کے سامنے اس کا اظہار یااس کی ناجائز طرح سے تکمیل انسان کوبری طرح رسوااور ذلیل کردیتی ہے۔

چنانچہ مردخواہ کتنا ہی بڑا پرہیز گارہو،خودکوذلت ورسوائی سے بچانے کے لئے کسی عورت سے نکاح کرکے یاعورت کسی مرد سے نکاح کرکے اس خواہش کی حلال طریقے سے تکمیل نہ کرے تو ایسے مردوعورت دونوں کے بارے میں اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے کہ ان کی جنسی اورفطری خواہش ورغبت ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی کسی ایسے طریقے سے پوری ہوجائے کہ جس کے باعث انہیں معاشرے میں یابروزمحشر بری طرح ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔

چنانچہ نکاح کرنے والا ہرمرداپنی بیوی کی اور بیوی اپنے شوہر کی اس فطری خواہش کی تکمیل کا ذریعہ بنتے ہوئے ایک دوسرے کالباس بنتے ہیں اور یوں ایک دوسرے کے ایسے فطری تقاضوں پر پردہ ڈال لیتے ہیں کہ اگر یہ دونوں میاں بیوی ایسا نہ کرتے تو ان کی یہ فطری خواہش ورغبت کسی دوسرے راستے سے انہیں اس تقاضے کو پورا کرنے پر مجبور کرتی اور یوں بسا اوقات ذلت اور رسوائی کا سبب بنتی...... اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کوایک دوسرے کالباس قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کوصرف ایک ہی مرد سے نکاح کی اجازت دے کراوراس کی طبیعت میں مرد کی نسبت کئی گنا کم جنسی رغبت رکھ کرنیز اسے مرد کامحکوم بنا کر یہ بتا دیا کہ اسے دنیوی واخروی ذلت ورسوائی سے بچانے کے لئے صرف ایک''لباس'' ہی کافی ہے جیسے محکوم کے لئے ایک حاکم ہی مناسب ہوتا ہے، مگر مرد کے لئے ایسا نہیں۔

ایک علمی نکتہ

{هن لباس لكم وأنتم لباس لهن}

میں عورتوں کی تقدیم کی وجہ بھی یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورت میں اپنے شوہر کے لئے لباس بننے کا وصف یعنی اس میں اپنے شوہر کے لئے لباس والامعنی بنسبت شوہر کے زیادہ پایا جاتا ہے، کیونکہ مرد، عورت والے لباس کا عورت کی نسبت زیادہ محتاج ہے، کیونکہ اس میں جنسی قوت عورت کی نسبت زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا اسے اگر عورت کا لباس نہ ملے تو اس کی ''برہنگی'' کا زیادہ امکان ہے، چنانچہ اس کی بیوی اس کے لئے لباس والا کام اپنے شوہر کی نسبت زیادہ کرتی ہے، شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ ''هن'' کا ذکر ''هم'' سے پہلے فرمایا ورنہ قرآن کا قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی خاص حکمت نہ ہو، قرآن مرد کا ذکر ہمیشہ عورت سے پہلے

کرتا ہے۔

کیا مرد کے لئے ایک لباس کافی ہے؟

الغرض کپڑے کا لباس جسے مناسب تعداد میں جمع کرنا ہر شخص ضروری سمجھتا ہے، اگر ایک عام اور نارمل مرد ساری عمر ایک ہی رکھے تو بار بار دھونے کے لئے اسے اتارنا اور پھر دھلنے میں اور اس کے خشک ہونے میں جتنا وقت خرچ ہوا، اتنی دیر تک اس کے استعمال سے عاجز رہنا، نیز مزید دوسرا لباس نہ ہونے کے باعث اس کپڑے کا بار بار دھل کر اس کی چمک کا خراب ہونا اور پھر کثرت استعمال کے باعث بہت جلد بوسیدہ ہو کر جگہ جگہ سے پھٹ جانا اور اگر ان باتوں میں سے کچھ بھی نہ ہو تو بذات خود اس لباس کو متعدد بار دیکھ دیکھ کر اس سے دل بھر جانا اور پھر اس بنا پر کسی بھی وقت اسے اتار پھینکنے کا دل کرنا وغیرہ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی سبب کسی بھی وقت اس لباس رکھنے والے شخص کے اعضاء مستورہ دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کا سبب بن کر اس کی برہنگی اور رسوائی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

تو جیسے کپڑے کا بنا ہوا ایک لباس مرد کے لئے کافی نہیں کہ وہ ہر وقت اس قابل نہیں ہوتا کہ مرد کے اعضاء مستورہ کو چھپا سکے، ایسے شخص کو کسی نہ کسی دوسرے لباس کا سہارا لینا پڑتا ہے، خواہ یہ سہارا وقتی ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح یہ بات بھی بالکل بدیہی طور پر ثابت ہے کہ عورت کو ہر ماہ کچھ ایام ایسے آتے ہیں کہ وہ ان ایام میں مرد کی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتی، مدت حمل اور نفاس کے ایام اور عمر کے ڈھلنے یا خود اس عورت کے حسن و جمال میں پیدائشی یا کسی عارضے کے باعث کمی وغیرہ، ایسے حالات ہیں کہ جو مرد کے دل میں مختلف وجوہات کی بناء پر ایسی عورت کی محبت کے باوجود جنسی رغبت (جس کا پیدا کرنا اور بڑھانا مرد کے اختیار میں نہیں) اور جاذبیت میں کمی کا باعث بنتے ہیں اور یہ تمام حالات ایسے ہیں کہ جن میں سے بعض سے تو یقینی طور پر اور بعض سے عمومی طور پر بہترین سے بہترین عورت کو بھی گزرنا پڑتا ہے...... یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عورت پر بڑھاپا بہت جلد آ جاتا ہے، جبکہ مرد، عورت کی نسبت دیر تک نہ صرف جوان رہتا ہے بلکہ اگر صحت کا بہت خیال رکھے تو اس میں قوت مردانگی ختم ہی نہیں ہوتی، 80 سال کی عمر کو پہنچنے کے باوجود بھی اولاد پیدا کرنے کے قابل رہتا ہے اور اس قسم کے واقعات کچھ کم نہیں، 40 سال کی وہ عمر جس میں مرد اپنی عمر کی بھرپور قوت و طاقت کو پہنچ چکا ہوتا ہے تو اس عمر میں عورت تقریباً بوڑھی ہو چکی ہوتی ہے۔

چنانچہ بعض یقینی اور بعض اکثر و بیشتر پیش آنے والے ان حالات میں عموماً عورت اپنے شوہر کا لباس بن کر اس کے لئے ذلت ورسوائی اور بدکاری سے بچنے کا مکمل ضامن نہیں بن سکتی۔

اور ظاہر ہے بلکہ مشاہدہ ہے کہ جس اللہ نے مرد و عورت کے لئے پوری طرح جسمانی ستر چھپانے اور اسے دنیا کی ذلت سے بچانے کیلئے کپڑے کے بنے ہوئے متعدد لباسوں کی ضرورت اور طلب پیدا کی ہے، اسی طرح سے اس نے ان کے لئے لباس پیدا بھی کئے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کو نہ صرف دنیا بلکہ دنیا کی ذلت سے زیادہ آخرت کی ذلت (کہ جس سے بچنے کی

ہر انسان کو زیادہ ضرورت ہے) سے بچانے کے لئے جب عورت کی صورت میں متعدد لباسوں کی ضرورت رکھی تو اسی حساب سے ان لباسوں (عورتوں) کو پیدا کیا۔ اب خدارا......! یہ بتاؤ کہ جس خدا کا دعویٰ ہے کہ اس نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے سے پیدا کیا تو اس نے دعوے کے مطابق عورتوں والے "لباس" کو بھی ایک خاص اندازے سے پیدا کیا ہوگا یا نہیں......؟ اور جب ایک طرف عورتوں والے "ملبوسات" تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ اسی اندازے کے مطابق پیدا ہوتے چلے جارہے ہوں مگر مردان لباسوں میں سے ایک سے زائد کی "خریداری" کو حرام سمجھتے ہوں تو کیا ایسے مرد لباس کی اس پوری مارکیٹ کی بربادی کا سبب نہیں بن رہے......؟؟؟ ان حالات میں ایسے مرد جو استطاعت کے باوجود صرف ایک ہی لباس پر قناعت کئے رکھیں، ان کے اس عمل کے لیے "جرم" سے ہلکا اور کونسا لفظ مناسب ہوگا......؟؟؟

اللہ تعالیٰ نے اخروی ذلت سے بچانے کے لیے نہ صرف ان لباسوں کی کثرت سے پیدا کیا بلکہ ان کے حلال ذریعہ حصول کو بہت آسان بھی بنایا، کیونکہ ارحم الراحمن کی رحمت سے بہت بعید ہے کہ وہ دنیا کی ذلت سے بچانے کا انتظام تو اتنا آسان کردے کہ ہر غریب سے غریب دھڑا دھڑ لباس خرید اکرا سے بوسیدہ کر رہا ہو مگر عورت کی صورت میں وہ لباس جسے متعدد تعداد میں جمع کرنا پیغمبروں کی سنت بھی بنادیا ہو اور اسے اخروی ذلت سے بچاؤ کا بہت بڑا ذریعہ بھی بنادیا ہو تو اس کے حصول کو ارحم الراحمین بھلا کیسے مشکل بنا سکتا ہے......؟

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اسے آسان بنایا بلکہ اپنی کتاب میں {فانکحوا ما طاب لکم من النّساء مثنیٰ و ثلاث و رباع} کہہ کر عجیب انداز سے اس کی ترغیب بھی دے ڈالی کہ یہ عورتیں ہم نے جس حساب سے پیدا کی ہیں تو اب ان میں جو تمہیں اچھی لگیں، ان سے نکاح کرو (ایک چھوڑ) دو دو سے، تین تین سے چار چار سے، نیز فرمایا: {و أحلّ لکم ما وراء ذلکم . . . الآیۃ}، یعنی یہ ماں، بہنیں، خالائیں اور بہنوں (یا جوان کے قائم مقام ہیں، کو ایک نکاح میں جمع کرنے) کے سوا دنیا بھر کی جتنی عورتیں ہیں، سب کی سب تمہارے لئے حلال ہیں، اللہ تعالیٰ جس انداز سے نکاح کی حوصلہ افزائی اور مسلمان مرد کو اس بارے میں وسعتیں دے رہے ہیں، اپنے معاشرے میں ایک مخصوص قسم کے طبقے کے چند افراد کے سوا ہر طرف سے اس سنت کی حوصلہ شکنی کو دیکھ کر لگتا ہے کہ یا تو معاذ اللہ یہ آیات قرآن میں نہیں یا سارا کا سارا معاشرہ بلا مبالغہ ہندوؤں کے جراثیم سے ایسا متاثر ہوگیا ہے کہ اس بارے میں قرآن کی آیات سے ذرا بھی متاثر ہونے کو تیار نہیں۔

اگر یہ مسلمان ہندوؤں سے سخت متاثر نہ ہوتا تو اس موضوع پر اتنی تحریر لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ اتنی بات ہی اس حکم سے نہ صرف محبت بلکہ اس پر برانگیختہ کرنے کیلئے کافی ہوجاتی کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیوی پر اکتفاء نہیں کیا۔

یاد رکھیے! جس زمانے میں بے حیائی، زنا کی کثرت اور ہر طرف برہنہ اور ننگی عورتوں کی آویزاں تصاویر کے باعث متعدد بیویوں والے لباس کی جتنی ضرورت بڑھتی چلی جائے گی، وہ لوگ جوان لباسوں کو استعمال کر کے حرام کاری کی برہنگی سے بچنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان متعدد لباسوں کے حصول کو اتنا ہی آسان بناتے چلے جاتے ہیں۔

چنانچہ آج کسی بھی پاکدامنی اور عفت سے وقت گزارنے والے نوجوان کے لئے ایک نکاح اور بیک وقت متعدد بیویوں

کا حصول پہلے کی نسبت آسان ہو گیا ہے، ممکن ہے کہ آپ ہماری اس بات کو مزاح سمجھ رہے ہوں، لیکن ہوس کی چادر اتار کر نکاح کی خاطر لڑکی کے انتخاب کے لئے آج کا نوجوان اگر اپنا معیار یہ سوچ کر کچھ کم کر دے کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی نہیں ہوتی، ایک کے بعد تین مواقع مزید ہوتے ہیں، تو اسے ہمارے دعویٰ کی صداقت میں کچھ شک نہ رہے، مگر تعدد ازواج کی بغاوت کا ایک بہت بڑا وبال یہ بھی ہے کہ آج کا مسلمان مرد جسے اللہ تعالیٰ نے یہودی عیسائی عورت سے بھی نکاح کی اجازت دے رکھی تھی، لڑکی کے معیار کے بارے میں اپنے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے نخرے کسی طرح کم کرنے کو تیار نہیں۔

بائیس سالہ نوجوان کا ایک واقعہ

کچھ عرصہ قبل تقریباً بائیس سال کے لگ بھگ ایک نوجوان بندہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اگر نکاح نہ کیا تو مجھے ایک گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، پھر اس نے اپنے کچھ حالات سنائے، میں نے کہا کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگا کہ میری آمدنی صرف ڈھائی ہزار روپے ہے۔

نیز مجھ سے تین (یا چار) بڑے بھائی بھی موجود ہیں، پھر کچھ کنواری بہنیں بھی ہیں، تو جب تک ان سب کی شادی نہیں ہو جاتی، والدین اور یہ سب مجھے ہرگز نکاح نہ کرنے دیں گے۔ مطلب واضح تھا کہ پندرہ بیس سال سے پہلے شادی کا کوئی امکان نہیں۔

میں نے کہا تمہارے پاس علیحدہ رہائش کا انتظام ہے؟ کہنے لگا کہ جس ادارے میں ملازمت کرتا ہوں اس کی طرف سے رہائش کے لئے ایک چھوٹا سا گھر ہے، میں نے کہا کہ پھر دیر کس بات کی؟ والدہ اور بڑے بھائیوں کو محبت سے منانے اور سمجھانے کی کوشش کرو، اگر مان گئے تو ٹھیک ورنہ خود ہی رشتہ تلاش کرو، کہنے لگا کہ اتنی سی آمدن میں جبکہ گھر کا کوئی بھی فرد ساتھ نہیں دے رہا، رشتہ دے گا کون؟ میں نے کہا کہ رشتے کے انتخاب میں اپنا معیار کم کرو اور معیار یہ سوچ کر کم کرو کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی نہیں ہوگی، ایک شادی کے بعد ''تین'' کا مزید اختیار رہے گا، چنانچہ ابھی صرف ''گزارے'' کے لئے کہیں بھی نکاح کر لو، کسی ایسی سے جس کے باپ کی آمدن ڈھائی ہزار سے بھی کم ہو، اور پھر اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نکاح کی برکت سے مال میں برکت فرماتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے:

① مجاہد ② وہ غلام جو خود کو غلامی سے چھڑانا چاہتا ہو

③ وہ شخص جو عفت و پاکدامنی کی خاطر نکاح کرنا چاہتا ہو۔

چنانچہ جب اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری یوں حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں تو پھر کسی کی حوصلہ شکنی کی پرواہ نہ کرو اور ہمت پکڑو اور پھر بعد میں جب کبھی اللہ تعالیٰ مالی فراوانی دیں یا ماہانہ آمدنی میں اضافہ ہو جائے تو کسی ''نخروں'' والی سے بھی شادی کا شوق پورا کر لینا۔

بندہ کے مشورے کے مطابق اس نے رشتہ تلاش کرنا شروع کیا اور اسے ایک پینتیس (35) سالہ خاتون کا رشتہ مل گیا، یہ خاتون بھی ظاہر ہے کہ (Something is better than nothing) کے پیش نظر لڑکے کے خاندانی بائیکاٹ کے باوجود یہ سوچ کر آمادہ ہوگئی ہوں گی کہ گو کہ تنخواہ تو کم ہے مگر لڑکا لڑکی کی نسبت کڑیل جوان اور بائیس (22) سال کی عمر والا ہے اور یہ بات عموماً ایسی عمر والی عورت کے لئے باعث افتخار ہوتی ہے۔

شادی کے بعد لڑکے کی والدہ، بھائی، بہنوں اور محلے کے دوسرے افراد نے اس بات پر بہت باتیں بنائیں کہ اتنی کم عمر کے لڑکے نے اتنی بڑی عمر کی خاتون سے شادی کر کے گویا خاندان کی ناک کٹوادی اور خود بھی ذلیل کر دیا مگر تعدد ازواج کی بغاوت کے باعث آج کسی مسلمان کو اتنی موٹی سی بات سمجھانا بھی بہت مشکل ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی 25 سال کی عمر میں 40 سالہ بیوہ سے شادی کی تھی اور صحابہ بھی تعدد ازواج والے رواج کی برکت سے نہ صرف ایسا با آسانی کرلیا کرتے تھے کہ بلکہ ایسے نکاح کو بھی ''غنیمت'' سمجھتے تھے۔

اس نوجوان پر تو بہت سے لوگوں نے اعتراض ہوا کہ اس پر خواہش نفسانی کا اتنا غلبہ کیوں ہوا؟ لیکن اعتراض کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ اس نوجوان کی اس ''بری خواہش'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی خاتون کا گھر بسا دیا اور اسے اولاد کی ایسی نعمت سے نواز دیا جو اس نعمت کے حصول سے شاید مایوس ہو چکی تھی۔

چوتھا حصہ

مشاہدات پر مبنی وہ واقعات جو ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکات'' کا اثر ہیں

اب ہم مثالوں سے ہٹ کر صاف اور واضح طور پر بتائیں گے کہ آج کے معاشرے میں تعدد ازواج کی بغاوت سے عورت خصوصاً کس ''ظلم'' کا شکار ہورہی ہے، لیکن اس ''ظلم'' کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ایسے معاشرے کی مثال دی جائے جہاں یہ ''ظلم'' نہیں ہوتا، کیونکہ نکاح کے حق میں عورت پر جو ظلم ہورہا ہے، بہت سے لوگ اس ظلم کو ظلم مانتے ہی نہیں اور بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ حالات نارمل ہیں، اگر کسی ہسپتال میں کوئی بچہ معذور پیدا ہوا اور کئی سال معذوری میں اسی ہسپتال میں جوان ہوجائے تو معذوروں کو مسلسل دیکھ دیکھ کر وہ اس معذوری کو نارمل سمجھتا ہے اور اس کا خیال ہوتا ہے کہ بس خدا نے انسان کو لنگڑا لولا ہی پیدا کیا ہے، دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں سلامت ہوں۔

تعدد ازواج کی بغاوت کے نتیجے میں عورت پر ظلم ہورہا ہے، چونکہ اس ظلم کا ہر ایک مشاہدہ کررہا ہے، لہٰذا اب اس ظلم کو قوم نے ظلم سمجھنا ہی چھوڑ دیا ہے، سب سے بڑا ظلم:

طالب، مطلوب اور مطلوب، طالب بن گیا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مردوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{وأحلّ لکم ما وراء ذلکم أن تبتغوا بأموالکم}

فرمایا: ''ان چند قسم کی عورتوں کے سوا سب کی سب تمہارے لئے حلال کردی گئیں، اس طور پر کہ تم انہیں طلب کرو اپنے اموال کے ذریعے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ عورت کے نکاح کا مسئلہ جب بھی پیدا ہوگا تو تلاش اور طلب کا وظیفہ مرد کا ہوگا، مبتغی یعنی تلاش اور طلب کرنے والا مرد ہوگا، کسی بھی مرد کو جب نکاح کا خیال آئے گا تو لڑکی کے اولیاء سے رشتہ مرد طلب کرے گا، شادی دفتروں کے چکر مرد لگائے گا، اس کے لئے اخباروں میں اشتہار مرد دے گا، شادی دفتر جو کھلیں گے تو وہ مردوں کو نکاح میں پیش مشکلات کے حل کے لئے ہوں گے اور یہ دفاتر فیسیں بھی مردوں سے لے کر اور ان کے وکیل بن کر ان کے لئے مناسب رشتوں کی تلاش کا کام کریں گے، عورت مطلوب (مبتغی) ہوگی، وہ گھر کی چاردیواری میں بیٹھی ہوگی،

اس کا باپ اپنی بچی کے لئے پے در پے متوجہ ہونے والے طالبین میں سے صرف انتخاب (Selection) کا کام کرے گا کہ ان اتنے سارے آنے والے مناسب رشتوں میں سے میری بچی کے لئے کونسا سب سے زیادہ مناسب ہے، پھر ان مناسب رشتوں میں سے بھی بہت سوں کی بھگا کر صرف انہیں کو منتخب کرے گا جو زیادہ مہر وغیرہ کی پیشکش کر رہے ہوں۔

الغرض رشتے کی تلاش کے لئے لڑکی کے اولیاء (والدین) کے نخرے اٹھانے کا وظیفہ اور ذمہ داری مردوں پر ہے...... عورتوں پر نہیں ہے۔

لڑکی یا اس کے اولیاء تو صرف مختلف مناسب قسم کے متوجہ ہونے والے رشتوں میں سے انتخاب کا کام کریں گے اور ظاہر ہے جس میں طلب ہوتی ہے، وہ مطلوب کے نخرے اٹھاتا ہے اور مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے خود کو مشکلات میں ڈالتا ہے، لہٰذا اس مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے طالب کو سب سے زیادہ اور نقد مشکل جو در پیش ہوگی وہ مہر کی رقم ہوگی کیونکہ اسے معلوم ہوگا کہ جہاں میں نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے، وہاں میرے علاوہ کئی اور بھی میرے جیسے مناسب رشتے آس لگائے بیٹھے ہیں، اب لڑکی کی شادی مجھ پر موقوف نہیں، لڑکی کے باپ نے اگر مجھے مسترد کر دیا تو لڑکی یا اس کے باپ کی صحت پر ضروری نہیں کہ کوئی خاص اثر پڑے، لہٰذا میں مہر دوسروں سے زیادہ رکھوں گا، اگر میں نے 5 لاکھ مہر کی پیشکش کی تو ہوسکتا ہے کہ لڑکی کا ولی جواب دے کہ تم سے پہلے میں 10 لاکھ والے سے نکاح پر آمادہ نہیں ہوا، میں نے 10 لاکھ مہر کی بات کی تو وہ کہے گا کہ تم سے پہلے 20 لاکھ والے کو مسترد (Reject) کر چکا ہوں، چنانچہ ارشاد باری ہے:

{أن تبتغوا بأموالكم} الخ
ترجمہ: تم اپنے اموال یعنی مہر کی رقوم کے ذریعے رشتوں کی طلب جاری رکھو۔"

اور جب تک تلاش وطلب کے باوجود رشتہ نہ ملے، عفت سے رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے، اتنا بندوبست کرا دے کہ تم سے کوئی مسلمان عورت نکاح کے لئے تیار ہو جائے، ارشاد ہے:

{وليستعفف الّذين لا يجدون نكاحًا حتّٰى يغنيهم الله من فضله} (سورة النور)
ترجمہ: "اور وہ لوگ عفت سے رہیں جو نکاح کا بندوبست نہیں پاتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔"

البتہ ایسا شخص مال کی تلاش جاری تو رکھے تاکہ لڑکی کے اولیاء کو مال وغیرہ کے ذریعے راضی کرنے کی کوشش کرے مگر یہ یاد رہے کہ اس دوران اگر اس کی قسمت جاگ اٹھی اور اسے کوئی ایسا رشتہ مل گیا جو اس مرد کے "کنگلے" ہونے کے باوجود اس میں کسی اضافی خصوصیت یا خود اس رشتہ کے اس سے بھی زیادہ مسکین ہونے کی وجہ سے اس سے نکاح پر آمادہ ہو گیا تو نکاح میں دیر نہ کرے ورنہ "یہ" بھی ہاتھ سے نکل جائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی جن کے پاس ایک تہبند کے سوا کچھ بھی نہ تھا اور مہر ادا کرنے کے لئے لوہے کی انگوٹھی تک کا انتظام نہ کر سکے، ایسے صحابی کا نکاح ایک ایسی

خاتون سے کروایا جو صحابی کی اس غربت کے باوجود بھی ان سے نکاح پر آمادہ تھیں۔ (رواہ البخاری)

بتایئے! کیا آج آپ کو خصوصاً کراچی یا پنجاب میں کوئی ایسا نوجوان نظر آتا ہے جو بے چارہ مہر کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے وہ خود یا اس کے والدین پریشان ہوں اور پریشانی میں لوگوں کو بتاتے پھر رہے ہوں کہ لڑکے بڑے بڑے ہوگئے ہیں مگر لڑکی والوں کے معیار کے مطابق مہر کا (یعنی مہر مثل کا) انتظام نہیں ہو پارہا، لہٰذا کوئی لڑکی دینے کو تیار نہیں...... خدارا ......! کوئی ایک مرد تو ایسا بتاؤ جو مہر کی وجہ سے پریشان ہو، {فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا...} آپ ہمیں ایک بھی ایسا فرد نہیں دکھا سکتے کہ جس کے والدین لڑکی والوں کے معیار کے مطابق مہر کا بندوبست نہ ہونے کے باعث غمگین ہوں اور ہم آپ کو اس کے برعکس لاکھوں ایسی عورتیں دکھا سکتے ہیں جن کے والدین دامادوں کی ہوس کے منہ کو بند کرنے کے لئے ہزاروں اور بعض لاکھوں کے جہیز کا انتظام نہ ہونے کے باعث بے چینی واضطراب میں نفسیاتی مریض بنتے چلے جارہے ہیں۔

الغرض مرد کو شریعت نے اس کا مکلف ہرگز نہیں بنایا کہ اگر وہ غریب یا بالکل مفلس ہے تو نکاح کی کوشش ہی نہ کرے، وہ تو نکاح کی تلاش بہرصورت جاری رکھے اور اس دوران پیسوں کا بندوبست کرکے لڑکی والوں کے نخروں اور معیار کے مطابق خود کو تیار کرنے کی کوشش بھی جاری رکھے مگر لڑکی والوں کے لئے بالکل جائز ہے کہ وہ اپنی جانب مردوں کی طرف سے متوجہ ہونے والے رشتوں کو مہر کی کمی کی وجہ سے مسترد کردیں، جبکہ اس مسترد کرنے کا مقصد نکاح میں بلاوجہ کی تاخیر نہ ہو، بلکہ بہتر سے بہتر کا انتخاب ہو، چنانچہ جیسے ہی کسی اچھے رشتے کا انتخاب ہوجائے تو پھر بلاوجہ تاخیر نہ کی جائے۔

(تنبیہ: یاد رکھیے! اگر کسی لڑکی کا باپ زیادہ سے زیادہ مالدار کی لالچ میں لڑکی کو گھر میں بٹھائے رکھے اور نکاح میں غیر معمولی تاخیر کا سبب بنے تو ہماری تقریر کا مقصد ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں، کیونکہ شریعت کی نظر میں محض مال کی لالچ میں لڑکی کے نکاح میں بہت تاخیر کرنا انتہائی گھناؤنی حرکت ہے۔

الغرض ''تاخیر'' ایک الگ چیز ہے اور متعدد متوجہ ہونے والے رشتوں میں سے کسی رشتے کا زیادہ مہر کی بناء پر ''انتخاب'' اور بقیہ کو کم مہر کی وجہ سے مسترد کرنا الگ چیز ہے، جبکہ یہ رشتے دینی واخلاقی وصف میں برابر یا قریب قریب ہوں)

الغرض مرد طالب ہے اور عورت مطلوب، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ لڑکی کا ولی خود سے اپنی بچی کا رشتہ کسی پر پیش نہیں کرسکتا یا یہ کوئی معیوب حرکت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ اپنی بچی یا ہمشیرہ کا رشتہ از خود کسی پر پیش کیا گیا، مگر یہ کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ جن صحابہ نے ایسا کیا، وہ اگر ایسا نہ کرتے تو انہیں اپنی بیٹیوں کے لئے مناسب داماد یا بہنوئی کو تلاش کرنے میں مشکل پیش آتی، الغرض ہمارا مقصد اس تقریر سے محض یہ ہے کہ شریعت اور فطرت نے جو نظام دیا ہے، اس پر عمل کی صورت میں اس کی نوبت نہیں آتی کہ لڑکی کا باپ کسی مرد پر اپنی بچی کا رشتہ پیش کرنے کے بارے میں ایسا مجبور ہوجائے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسے بچی کی شادی میں مشکلات پیش آتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا يخطب أحدكم على خطبة أخيه۔''

اس حدیث سے بھی ظاہر ہورہا ہے کہ اسلام نے نکاح کے معاملے میں مرد کو طالب بنایا ہے اور صحابہ کے زمانے میں

عمومی طور پر مرد نکاح کا پیغام بھیجا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں تنبیہ فرمائی کہ جب تم میں سے کسی نے کسی عورت کے لئے پیغام نکاح بھیجا ہوتو اس پیغام پر کوئی دوسرا مسلمان بھائی پیغام نہ بھیجے۔ یوں نہیں فرمایا:

"لا تخطب إحداكنّ على خطبة أختها"

یعنی جب لڑکی والے دعاؤں، وظیفوں یا تعویذ گنڈوں کے ذریعے کسی اچھے لڑکے کو "گھیرنے" میں کامیاب ہوکر اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجیں تو کوئی دوسری خاتون اس رشتے میں ٹانگ اڑانے کی کوشش نہ کریں۔"

صحابہ کے زمانے میں مردوں کی عورتوں کی طرف نکاح کی غیر معمولی طلب کی کچھ جھلکیاں، جس سے واضح ہوگا کہ اس زمانے میں مرد طالب تھا اور عورت مطلوب

بیوہ کی عدت کا انتظار صحابہ پر بہت شاق گذرتا تھا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیوہ ہوجانے والی عورت کے بارے میں حکم دے رہے ہیں کہ جب کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو جب تک اس کی عدت نہ گزر جایا کرے، نکاح کا پیغام نہ بھیجا کرو، مگر اس حکم میں ایک استثناء یعنی چھوٹ دے دی کہ تعریض یعنی گول مول بات کے ذریعے اس عورت یا اس کے اولیاء کو اپنے نکاح کے ارادے پر مطلع کرسکتے ہو۔

الغرض اتنی رخصت دے دی کہ اشارۃً کنایۃً پیغام بھیجنے کی اجازت ہے اور اس رخصت کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ

{علم الله أنّكم ستذكرونهنّ} (سورة البقرة)

یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم ان بیوہ ہوجانے والی عورتوں کو نکاح کی خاطر دل میں یا ظاہری طور پر، غرض کسی نہ کسی طرح سے یاد ضرور کروگے اور اس کے باعث تمہارا دل ان کی طرف پیغام نکاح بھیجنے میں ایسا للچائے گا کہ اگر ہم تم پر ہر طرح سے نکاح کا پیغام بھیجنے پر پابندی لگا دیتے تو یہ حکم تم پر بہت شاق گزرتا، تمہارا رب تمہاری اس رغبت وشوق کو دیکھتے ہوئے بالکلیہ پابندی تو نہیں لگا رہا، لہٰذا اشارۃً کنایۃً یعنی گول مول طریقے سے کوئی ایسی بات کرسکتے ہو کہ جس سے لڑکی کے اولیاء کو اندازہ ہوجائے کہ تم بھی نکاح کرنا چاہتے ہو، تاکہ ان کی توجہ کچھ تمہاری طرف بھی رہے، البتہ صراحۃً واضح طور پر پیغام نکاح بھیجنے پر پابندی ہے۔

غور کیجئے! کسی عورت کے شوہر کے مرنے پر چار ماہ دس دن کے بعد تو ہر شخص کو صراحۃً پیغام نکاح بھیجنے کی اجازت ہے، مذکورہ حکم عدت گزرنے سے پہلے پہلے کا ہے، اللہ تعالیٰ کسی عورت کے شوہر کے مرنے کے فوراً بعد کی صورت میں صحابہ کو خطاب کرکے فرما رہے ہیں کہ گویا اصل حکم ہم تمہیں یہ دینا چاہتے تھے کہ بیوہ/ مطلقہ عورت کو عدت گزرنے سے قبل صراحۃً یا اشارۃً کسی بھی طرح نکاح کا پیغام ہی نہ دیا جائے مگر ہمیں معلوم ہے کہ "ستذكرونهن" (تم انہیں اپنی شدید رغبت کے باعث نکاح کی خاطر کسی نہ کسی طرح ضرور یاد کروگے، خواہ دل میں یا زبانی) لہٰذا اس بارے میں تمہیں چار ماہ دس دن تک انتہائی صبر وتحمل کے مظاہرے کا مکلف بنا کر تمہیں کسی بھی طرح پیغامِ نکاح کی اجازت نہ دینا گویا ظلم ہوگا، ارحم الراحمین ایسا

ظالم نہیں، چنانچہ فرمایا:

{ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النّساء أو أكننتم فى أنفسكم}
(سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۵)

ترجمہ: ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارۃً کہو یا (یہ ارادہ) اپنے دلوں میں ہی میں پوشیدہ رکھو (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم ان (عورتوں کو نکاح کے حق میں) ضرور یاد کرو گے۔''

الغرض اللہ تعالیٰ تم پر ایسی پابندی نہیں لگاتے کہ جس پر عمل تمہارے لئے بہت مشکل ہو۔
اس آیت کے ضمن میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ مسائل سلوک کے تحت لکھتے ہیں کہ:

{ولا جناح علیکم فیما عرضتم} الخ

اس میں اس پر دلالت ہے کہ امر بالمجاہدہ میں طالب کے ضعف کی رعایت ضروری ہے۔'' (بیان القرآن، ۱/ ۱۳۹)

صحابہ بیوگان سے نکاح کیوں کرتے تھے......؟

سو چا جائے کہ اس معاشرے میں اور ہمارے ہندوزدہ معاشرے میں کون سا ایسا فرق ہے کہ ہمارے معاشرے میں تو کنواریوں کی شادی کے لیے اچھے خاصے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں مگر صحابہ کو بیوگان سے نکاح کا ایسا شوق کہ اس شوق ورغبت کے باعث اس بارے میں انہیں رخصتیں دی جا رہی ہیں، حالانکہ نبی نے تو صحابہ کو کہیں بھی بیوہ سے نکاح کی ترغیب نہ دی، ترغیب تو کنوری عورت سے نکاح کی دی، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کیا، اللہ تعالیٰ کے نبی نے پوچھا: ''أبكرا أم ثيبا؟'' (کنواری سے کیا ہے یا بیوہ/ مطلقہ سے) حضرت جابر نے فرمایا: ''ثيبة'' سے آپ نے فرمایا: ''هلا بكرا؟ فتلاعبها و تلاعبك۔'' (کنوری سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے دل بستگی کرتے اور وہ تم سے دل بستگی کرتی؟)

[رواہ البخاری]

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں [حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ [حج کے موقع پر] منیٰ میں چلا جا رہا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عثمان، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو [ایک کنارے پر لے جا کر] ان سے گفتگو [اور دل لگی کرتے ہوئے] فرمانے لگے کہ اے ابوعبداللہ! [حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے] کیا ہم آپ کا کسی کنواری اور کم عمر لڑکی سے نکاح نہ کرا دیں، جو آپ کو آپ کی [جوانی کا] گزرا ہوا زمانہ یاد دلا دے......؟''
اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''فيه استحباب نكاح الشابة؛ لأنها المحصلة لمقاصد النكاح؛ فإنها ألذ استمتاعا

وأطيب نكهة وأرغب في الاستمتاع الذي هو مقصود النكاح وأسن عشرة وأفكه محادثة وأجمل منظرا وألين ملمسا وأقرب إلى أن يعودها زوجها الأخلاق التي يرتضيها، وقوله: تذكرك بعض مامضى من زمانك، معناه تتذكربها بعض ما مضى من نشاطك وقوة شبابك؛ فإن ذلك ينعش البدن۔"

(شرح النووي على صحيح مسلم)

فرماتے ہیں کہ "اس روایت میں کنواری سے نکاح کی ترغیب ہے، کیونکہ اس سے نکاح میں نکاح کی مصلحتیں زیادہ حاصل ہوتی ہیں، نیز جسمانی قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔"

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"ويؤخذ أن معاشرة الزوجة الشابة تزيد في القوة والنشاط بخلاف عكسها۔"

فرماتے ہیں کہ "اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کم عمر/کنواری سے نکاح جسمانی قوت میں اضافے کا سبب ہے۔"

عن عاصم قال عمر بن الخطاب: عليكم بالأبكار من النساء؛ فإنهن أعذب أفواها وأصح أرحاما وأرضى باليسير۔ (مصنف ابن أبي شيبة: رقم، ١٧٦٩٤)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "لوگو! کنواری عورتوں سے نکاح کو لازم پکڑو، اس لئے کہ کنواری لڑکیاں بات کے لحاظ سے میٹھی اور بچے زیادہ پیدا کرنے والی ہوتی ہیں، نیز کم خرچے پر راضی ہوجاتی ہیں۔"

عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: "تزوجوا الأبكار؛ فإنهن أقل جدا وأشد ودا،" (مصنف ابن أبي شيبة: رقم، ١٧٦٩٥)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "کنواری لڑکیوں سے نکاح کیا کرو کہ نکاح کے بعد انہیں راضی رکھنا زیادہ آسان ہوتا ہے اور وہ اپنے شوہروں سے محبت بھی زیادہ کرتی ہیں۔

اس لئے حدیث میں ترغیب ہے کہ کنواری کو بیوہ پر ترجیح دینی چاہیے (اِلّا یہ کہ کسی بیوہ سے نکاح میں کوئی خاص مصلحت پیش نظر ہو) عفت پاکدامنی والی مصلحت بھی کنواری سے نکاح کی صورت میں بیوہ کی نسبت بطریق اُتم حاصل ہوتی ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عليكم بالأبكار" (تم کنواری لڑکیوں سے نکاح کو لازم پکڑو) "فانهن أعذب افواها۔" (کہ وہ بات کے لحاظ سے میٹھی اور) "أنتق رتاقا" (بچے بھی زیادہ جنتی ہیں)

الغرض صحابہ کو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب تو کنواری عورتوں سے نکاح کی دی تھی مگر اس کے باوجود بیوہ عورت سے نکاح کی طرف صحابہ کی ایسی رغبت کیوں تھی کہ ان کی عدت گزرنے کا انتظار بھی ان پر شاق تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ

جس معاشرے میں متعدد شادیوں کو عملاً حلال سمجھا جاتا ہو، وہاں جب ہر فرد متعدد بیویاں رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس بارے میں کسی مرد کے لئے رشتے کے انتخاب میں زیادہ نخرے اور اس بارے میں یہ شرط کہ لڑکی کنواری ہی ہو بیوہ نہ ہو، ..... قد اتنے فٹ اتنے انچ..... قوم فلاں فلاں اور مثلاً تعلیم اتنی اتنی ہو، ......

الغرض اس قسم کی {لا فارض و لا بکر} جیسی شرطیں ایسے مرد کو رشتوں کی تلاش میں غیر معمولی مشکلات میں ڈالنے کا سبب بنتی ہیں اور بسا اوقات نکاح کے لئے ساری عمر سڑکیں ناپتے پھرنے پر مجبور کر دیتی ہیں، ایسے معاشرے میں مرد کی طلب اور دھڑا دھڑ نکاح کی طرف لپکنے کے باعث بے نکاحی عورتوں کی اتنی کمی ہو جاتی ہے کہ کنواریوں کا حصول آسان کام نہیں ہوتا، نیز کنواری بچی کے والدین کے اپنی طرف پے در پے متوجہ ہونے والے رشتوں کے باعث نخرے بھی بہت ہوتے ہیں اور اس بارے میں ان کا معیار بھی بہت اونچا ہوتا ہے، بسا اوقات مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ اگر میں نے مثلاً فلاں بیوہ یا فلاں طلاق یافتہ کا رشتہ ہاتھ سے جانے دیا تو بعد میں یہ رشتہ بھی ہاتھ سے نکل جائے گا، اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکت'' سے ماشاء اللہ بے نکاحی عورتوں کی اتنی کثرت ہے کہ مرد کو ہرگز...... ہرگز...... ہرگز...... اس کی فکر نہیں ہوتی کہ اگر فلاں رشتہ ہاتھ سے نکل گیا تو دوبارہ تلاش کرنے میں بہت مشکل ہوگی، مرد کسی خاص عورت سے نکاح کے لئے صرف اسی وقت ''تڑپتا'' ہے جب اسے از خود کہیں عشق ہو جائے ورنہ مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ برساتی مینڈکوں کی طرح عورتیں بہت ہیں، ''اِس'' سے نہ ہوئی تو ''اُس'' سے ہو جائے گی اور اگر کسی سے بھی نہ ہوئی تو یہ تو شاید سب سے زیادہ پرسکون اور اطمینان بخش صورتحال ہو..... تو ان حالات میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کسی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح پر آمادہ ہو جائے، چہ جائیکہ نوجوانوں کی بیوگان کی طرف اتنی رغبت ہو کہ عورت کی عدت گزرنے کا انتظار بھی گوارا نہ ہو، بلکہ آج کنواریوں تک کی طرف نکاح کی اتنی رغبت نہیں جتنی رغبت متعدد شادیوں والے معاشرے میں بیوگان کی طرف ہوتی ہے۔ کنواریوں کی شادیاں، شادی دفتروں اور اہل اللہ کی خصوصی دعاؤں پر موقوف ہو چکی ہیں۔

ہماری شریعت مطہرہ نے ترغیب تو کنواری لڑکی سے نکاح کی دی ہے مگر تعدد ازواج کا قانون ایسا نازل کیا کہ مرد خود بخود بیوگان اور طلاق یافتہ عورتوں کے نکاح کی طرف لپکنے پر مجبور ہو جائیں۔

آج ہمارے معاشرے میں اگر کوئی مولوی صاحب کسی مسجد سے اعلان کریں کہ ''فلاں صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، ان کی بیوی بیوہ ہو گئی ہیں مگر کوئی صاحب ان کی اہلیہ کی عدت گزرنے سے قبل نکاح کا پیغام بھیجنے کی زحمت نہ فرمائیں، کیونکہ قرآن نے اس سے روکا ہے، لہٰذا ذرا صبر سے کام لیں، جلد بازی نہ کریں، صرف چار ماہ دس دن گزرنے دیں، پھر جو بھی چاہے پیغام بھیج سکتا ہے، ہاں کسی ''جوشیلے'' کو بہت ہی جلدی ہے اور معاملہ اس کی برداشت سے باہر ہو گیا ہے تو کچھ گول مول طریقے سے لڑکی والوں کے کان میں بات ڈال سکتا ہے، تاکہ ان کا اس بیوہ کی عدت کے بعد کہیں ''ہاں'' کرنے سے پہلے اس ''جوشیلے'' کی طرف بھی ذرا دھیان رہے۔''

تو بتائیے کہ ہمارے معاشرے میں اس قسم کا اعلان مولوی صاحب کی بہت بڑی حماقت نہیں سمجھا جائے گا.....؟ لوگ مولوی صاحب پر ٹوٹ پڑیں گے کہ مولوی صاحب! آپ کو کس نے کہا کہ کوئی اس بیوہ سے نکاح کے لئے ایسا ''تڑپ'' رہا

ہے کہ عدت کا انتظار بھی نہ کرے گا، اس کا کوئی مناسب رشتہ چار ماہ دس دن تو کیا...... چار سال دس ماہ میں بھی آجائے تو یہ کسی بزرگ کی خصوصی دعا یا اس عورت کے آباو اجداد میں گزرے ہوئے کسی بزرگ کے اعمال صالحہ کی خصوصی برکت کا ہی اثر ہوگا اور یہ چار سال میں کرامتی طور پر نکاح کا امکان بھی اس وقت ہے کہ جب اس بیوہ کے نکاح کے لئے کسی طالب کے انتظار کے بجائے، اس مطلوب ہی کو طالب بناتے ہوئے اس کے لئے اخبارات میں اشتہارات اور ساری دنیا میں شور مچاتے پھریں، ورنہ یہاں تو کنواریوں کی ایک کھیپ بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہے اور آپ ہیں کہ لوگوں کو بیوگان کے نکاح کے پیغام میں جلد بازی سے منع فرما رہے ہیں......؟

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

☆ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے شوہر نے طلاق دے دی تو حضرت معاویہ اور حضرت ابو الجہم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نکاح کا پیغام بھیجا، ایک طلاق یافتہ عورت کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے قریشی سردار ابن سردار اور حضرت ابوالجہم رضی اللہ عنہ بیک وقت دو شخصیات نکاح کا پیغام بھیج رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے اولیاء سے فرمایا کہ: ''أما معاوية، فصعلوك'' یعنی معاویہ انتہائی فقیر و مسکین ہیں۔

لہٰذا ان سے اپنی بچی کا نکاح نہ کرو اور ''أما ابو الجهم'' رہے ابوالجہم، ''فلا یضع عصاه عن عاتكه'' تو وہ ایسی سخت طبیعت کے ہیں کہ ان کی لاٹھی ان کے کندھے سے کبھی نہیں اترتی، لہٰذا (ان دونوں کو چھوڑ کر) اسامہ بن زید سے نکاح کرو۔

لیجئے! پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق یافتہ عورت کے لئے اپنے منہ بولے پوتے کا ایک تیسرا رشتہ درمیان میں ڈال کر بقیہ دونوں صحابی کو اس بارے میں ''شرف محرومیت'' سے نواز دیا۔

ایک طلاق یافتہ عورت کے لئے تین جلیل القدر صحابہ کے رشتے آرہے ہیں، ممکن ہے کہ اور صحابہ نے بھی پیغام نکاح بھیجا ہو جنہیں ابتداء ہی میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے اولیاء نے انکار کر دیا ہو، جس کے باعث ان کا ذکر تاریخ کا حصہ نہ بن سکا ہو، کیونکہ بیوگان و طلاق و خلع یافتہ عورتوں سے نکاح کی طرف صحابہ کرام کی جو رغبت تھی، وہ قرآن سے واضح طور پر معلوم ہو چکی اور کنواریوں کی طرف نکاح والی یہ رغبت، بیوگان کی طرف نکاح والی رغبت سے بہر حال زیادہ تھی، چنانچہ اس رغبت کا تقاضا ہے کہ اور صحابہ نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا ہوگا۔

ملاحظہ:

بندہ نے بعد میں جب اس روایت کی مزید تفتیش کی تو ایسی روایات مل گئیں جن میں اور بھی دوسرے صحابہ کا صراحتاً ذکر ہے جنہوں نے طلاق کے بعد حضرت فاطمہ بنت قیس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا۔

فلله الحمد علی أن أحسنت الظن بالصحابة بأنهم كانوا حريصًا على النكاح خلافًا لنا، لهم أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يقتصر على الواحدة، ولنا...

عن عامر بن شراحيل الشعبي أنه سمع فاطمة بنت قيس... قالت خطبني عبدالرحمن بن عوف في نفر من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وخطبني رسول الله صلى الله عليه وسلم مولاه أسامة بن زيد وقد كنت حدثت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من أحبني فليحب أسامة... السنن الكبرىٰ:۳/۲۷۵)

اس حدیث میں ذکر ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا تھا مگر فرماتی ہیں کہ میں نے سن رکھا تھا کہ اسامہ بن زید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب ہیں۔(اس لئے ان سے نکاح کو ترجیح دی)

عن أبي بكر بن أبي الجهم قال سمعت فاطمة بنت قيس تقول: إن النبي صلى الله عليه وسلم قال لها إذا انقضت عدتک فآذيني، قالت: فخطبني خطاب فيهم معاوية وأبو الجهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن معاوية خفيف الحال أي فقير وأبو الجهم يضرب النساء أو فيه شدة على النساء ولكن عليک بأسامة بن زيد۔"(شرح معاني الآثار:۳/۲۳۰)

اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوران عدت یہ فرمادیا تھا کہ عدت ختم ہو تو مجھے اطلاع دینا (یہ وہی اشارۂ پیغام ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو بیوگان اور طلاق یافتگان کی طرف نکاح کی غیر معمولی رغبت کے باعث اجازت دے رکھی ہے) فرماتی ہیں کہ عدت کے بعد کئی حضرات نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا جن میں حضرت معاویہ اور حضرت ابوالجہم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ عیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ معاویہ بہت ہی فقیر و مسکین ہیں اور ابوالجہم بیویوں کے معاملے میں سخت طبیعت کے ہیں (یوں نہیں فرمایا کہ پہلے سے شادی شدہ ہیں) لہٰذا اسامہ بن زید کو لازم پکڑو (یعنی ان سے ضرور نکاح کرو)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

☆ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو اپنے جوان شوہر (حضرت جعفر طیارؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے غزوۂ موتہ میں شہید ہونے کے بعد بیوہ ہوگئیں، ان کے بارے میں روایات میں ہے:

"ثم لم تنشب أن انقضت عدتها فخطبها أبو بكر، فتزوجها فأولم..."

کہ ابھی عدت گزری ہی تھی کہ حضرت ابوبکر نے نکاح کا پیغام بھیجا، جسے حضرت اسماء نے قبول کرلیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے نکاح فرمایا اور پھر ولیمہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی مگر حضرت اسماء بنت عمیس نے یوں کہہ کر انکار کردیا:

"دعنامنک یاأبا الحسن؛ فإنک امرؤ فیک دعابة"

اے ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت) آپ رہنے دیں، کیونکہ آپ ایک ایسے شخص ہیں کہ جن کی طبیعت میں سنجیدگی نہیں (یعنی مزاح اور لعب کا غلبہ ہے)

(واضح رہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت پکی عمر کے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت بہت چھوٹے بلکہ کم عمر تھے، لہٰذا ممکن ہے کہ کم عمری کو اس عنوان سے تعبیر کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب دے دیا ہو)

"قال فی لسان العرب:"الدعابة: المزاح،... وفی حدیث عمر؛ وذکر له علیٰ للخلافة، فقال: لو لادعابة فیه، والدعابة: اللعب۔"(۱/۳۷۶)

ایک بیوہ کے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو یقینا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے سابق شوہر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں، کا رشتہ آرہا ہے، ممکن ہے حضرت فاطمہ بن قیس رضی اللہ عنہا کی طرح ان کے لئے اور صحابہ نے بھی پیغام بھیجا ہو، جن کا ذکر کتب احادیث وتواریخ میں نہ آسکا ہو یا بندہ اس پر مطلع نہ ہوسکا ہو۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر یہ سوچتے کہ میں تو پہلے ہی دو شادیاں کر چکا ہوں، مزید ایک اور شادی سے کہیں پہلی دو کا ثواب بھی کم نہ ہوجائے یا خواہ مخواہ میں مجھے خود پر اتنے سارے بال، بچوں کی فکر مسلط کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بیویوں میں عدل نہ ہوسکا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا، لہٰذا اطمینان قلب کے ساتھ دین ودنیا کے کاموں میں ہمہ تن مشغول رہنا چاہیے۔

اگر یہ حضرات اس موقع پر ایسی باتیں سوچتے تو ان کے اس ''جذبے'' سے نہ صرف بیوگان وطلاق یافتہ عورتوں کا حشر خراب ہونا شروع ہوجاتا بلکہ ہماری قوم کی طرح کنواریوں کی بھی ایک بہت بڑی کھیپ گھروں میں بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہونا شروع ہوجاتی اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ حضرات بھی اپنی کنواری، طلاق یافتہ اور بیوہ ہوجانے والی بچیوں کے بارے میں اسی کرب اور اذیت سے گزرنے پر مجبور ہوجاتے جس کرب سے قوم کے دوسرے افراد گزر رہے ہوتے اور یوں پُرامن زندگی گزارنے کے لئے ایک بیوی پر قناعت کیے رکھنے کا مزا...... آہستہ آہستہ...... کرکرا...... ہونا شروع ہوجاتا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے نکاح فرمایا اور ان سے آپ کی مزید اولاد بھی ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پیغام بھیجا جو ''اَب'' آپ نے قبول کرلیا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے نکاح کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ چوتھی شادی تھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی ان سے مزید اولاد ہوئی۔

فولدت للصدیق محمد بن أبی بکر... ثم لما توفی الصدیق تزوجها بعده علی ابن أبی طالب وولدت له أولادا رضی الله عنها... (البدایة والنهایة:۴/۲۵۳)

عورت کئی بار طلاق یافتہ بیوہ ہوکر بھی کسی ہم پلہ بلکہ برتر سے نکاح سے محروم نہ رہتی

صحابہ کرام کے زمانے میں آپ کو ایسا بکثرت ملے کہ ایک ایک عورت بسا اوقات تین تین بار بلکہ چار چار مرتبہ بیوہ ہوئی، مگر متعدد بار بیوہ یا طلاق ہونے کے باوجود جس خاتون کا بھی نکاح کا ارادہ ہوا، اچھے رشتے کے انتخاب میں انہیں دشواری نہیں ہوئی اور قرآن کریم کا یہ حکم صحابہ کی طرف بہر حال متوجہ ہوتا رہا کہ {علم الله أنكم ستذكرونهن} (سورۃ البقرہ) کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم انہیں نکاح کے حق میں ضرور یاد کرو گے، لہٰذا عدت گزرنے سے قبل بھی اشارۃً لڑکی کے اولیاء کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی اجازت ہے۔

حضرت خدیجہ کو دو بار بیوہ ہونے کے باوجود رشتے کے حصول میں مشکلات نہ ہوئیں

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بھی کتب تواریخ میں ہے کہ آپ جب دوسری بار بیوہ ہوئیں تو قوم کے عزت دار لوگوں نے آپ کو نکاح کے پیغامات بھیجے، آپ نے اشراف قوم میں امانت و دیانت میں سے زیادہ شہرت کے باعث حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا...... یوں آپ کو دوسری بار بیوہ ہوکر بھی دوبارہ نکاح میں مشکل پیش نہ آئی اور نکاح بھی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے...... نیز اپنی شادی کیلئے قوم کے ''بڑوں'' سے دعائیں کروانے کی یا کسی...... روحانی بابے...... کے پاس جا کر ''عملیات'' لینے کی ضرورت آپ کو بھی پیش نہ آئی......

صحابہ کرام ان خواتین سے صرف اس لئے نکاح نہیں کرتے تھے کہ یہ شہداء کی بیوگان تھیں، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اگر شہید نہ بھی ہوتے، طبعی موت کے ذریعے انتقال فرماتے تو بھی معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا اوپر ذکر ہوا، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام کی نکاح کی طرف یہ رغبت زمانہ جاہلیت میں عرب میں جو متعدد شادیوں کا رواج تھا، اس رواج کی بناء پر نہ تھی بلکہ نکاح پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف عنوانات سے ترغیب اس عمل پر انہیں برانگیختہ کرتی تھی اور صحابہ کرام نے یہ شادیاں اسلام کی ترغیب سے متاثر ہوکر کیں، اس دعویٰ پر ایک بہت واضح اور مضبوط دلیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آ رہی ہے۔

سبیعۃ الأسلمیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عن المسور بن مخزمة أن سبيعة الأسلمية توفى عنها زوجها وهي حبلى، فلم تمكث إلا ليالي حتى وضعت، فلما تنقت خطبت، فاستأذنت رسول الله صلى الله عليه وسلم في النكاح حين وضعت فإذن لها، فنكحت۔ (المعجم الكبير: ج ٢)

ترجمہ: ''مسور بن مخزمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سبیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر کا انتقال ہوا تو آپ حمل سے تھیں، ابھی چند راتیں ہی گزری تھیں کہ ولادت ہوگئی اور آپ کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا گیا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی اجازت مانگی (کیونکہ ابھی چار ماہ دس دن بھی نہ گزرے تھے، صرف چند راتیں ہی گزری تھیں، اس لئے آپ کو اشتباہ ہوا کہ میری عدت پوری ہوئی یا نہیں؟ اس لئے اجازت نکاح صراحۃً طلب کی) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تو

آپ نے نکاح فرمالیا۔"

بچوں والی ایک بیوہ کو شوہر کے مرنے کے بعد عدت (جو چند راتیں تھیں) گزرتے ہی فوراً نکاح کے پیغامات شروع ہو گئے، ہمارے ہاں ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفا کی "برکت" سے بچوں والی بیوہ تو کیا سترہ اٹھارہ سال کی کنواریوں کی شادی کے لئے بھی عموماً لڑکی کے باپ کو خود ہی خاک چھاننا پڑتی ہے، بے چارہ ہر ایک کو بتا تا پھرتا ہے کہ بھائی! کوئی مناسب لڑکا ہو تو بتانا، بچی کی شادی کرنا ہے، اور پھر دامادوں کے ساری عمر نخرے علیحدہ رہے اور سترہ اٹھارہ سال میں اگر کوئی بیوہ ہو جائے تو پھر تو اس کے نکاح کا معاملہ اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ إلّا ماشاء اللہ

صحابہ کے زمانے میں خواتین اور ان کے اولیاء کا کام اچھے رشتے کا صرف انتخاب (Selection) تھا، تلاش نہ تھا، اس کی کچھ جھلکیاں

★قال المدائنی: وكان قد خطب [أی عمر رضی الله تعالى عنه] أم كلثوم ابنة أبی بكر الصديق رضی الله تعالىٰ عنه وهی صغيرة وأرسل فيها عائشة فقالت أم كلثوم: لا حاجة لی فيه، فقالت عائشة: أترغبين عن أمير المؤمنين؟ قالت: نعم إنه خشن العيش۔ (تفسير القرطبی: ۲/۷۳)

"مدائنی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی ہمشیرہ اُم کلثوم کے لئے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا (واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام پانچویں یا چھٹی شادی کے لئے بھیجا تھا) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس وقت کم عمر تھیں۔

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیغام نکاح کو مسترد (Reject) کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ان سے نکاح میں کوئی رغبت نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ امیر المؤمنین کے رشتے کا انکار کر رہی ہو؟ فرمایا: "ہاں" کیونکہ وہ بہت تنگ دست (یعنی غریب) ہیں۔"

امیر المؤمنین نے ایک پیغام اُم اُبان بنت عتبہ بن شیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھی بھیجا، اُم ابان رضی اللہ عنہا نے بھی انکار فرمادیا، یہ کہہ کہ "یخرج عابسا ویدخل عابسا" (البدایۃ: ۸/۴۸) یعنی سخت طبیعت کے ہیں، گھر سے نکلتے ہیں تو پیشانی پر سلوٹیں ہوتی ہیں اور گھر میں داخل ہوتے ہیں تو بھی پیشانی پر سلوٹیں ہوتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو مشورہ دیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اُم کلثوم کے لئے پیغام بھیجیں، امیر المؤمنین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی کے لئے رشتہ مانگا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بائیس (22) لاکھ مربع میل کے حکمران اور مسلمانوں کے واحد خلیفہ، امیر المؤمنین کے سامنے معذرت کرتے ہوئے دو عذر رکھے:

① بچی کی عمر آپ کی نسبت بہت کم ہے۔

④ اس بچی کو میں نے اپنے بھائی جعفر طیار شہید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹے کے لئے بٹھا کر رکھا ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مرتبہ کچھ ''جوش'' میں آ گئے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! نکاح سے میرا ارادہ محض نکاح برائے نکاح نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی بچی (جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہیں) سے نکاح کے ذریعے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے میری قرابت مضبوط ہو جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے امیر اور خلیفۃ المسلمین کے اس ''جذبے'' کی قدر کرتے ہوئے پیغام قبول فرمالیا۔(الأحادیث المختارۃ، رقم:۲۸۱، ۱/۳۹۸)

☆ حضرت موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (امیر المؤمنین) نے اُم ابان بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت اُم اَبان نے انکار کر دیا، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ہر وقت چہرے پر سلوٹیں ہوتی ہیں، کیونکہ انہیں آخرت کی فکر نے دنیا سے یکسر غافل کر دیا ہے اور گویا ہر وقت اپنے رب کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتے ہیں، پھر ام ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف حواریٔ رسول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغام بھیجا اسے بھی آپ نے قبول نہ فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دامادِ رسول نے پیغام بھیجا، اسے بھی قبول نہ فرمایا، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغام بھیجا تو اس مرتبہ آپ نے فرمایا: ''زوجی حقا'' (ہاں یہ واقعی میرے شوہر بننے کے لائق ہیں) ''قالوا: وکیف ذاک'' (پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟) فرمانے لگیں:

''إنی عارفة بخلائقه، إن دخل، دخل ضاحکا، وإن خرج خرج بساما، إن سألت أعطی وإن سکت ابتدا وإن عملت شکر وإن أذنبت غفر...''

''میں ان کے اچھے اخلاق کو پہلے سے جانتی ہوں کہ جب یہ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ہنستے ہوئے اور جب گھر سے نکلتے ہیں تو بھی ان پر مسکراہٹ ہوتی ہے (یعنی خوش مزاج ہیں) اگر ان سے کچھ مانگوں گی؟ تو عطا کریں گے، اگر خاموش رہی تو بغیر مانگے خود ہی دے دیں گے، اگر کوئی اچھا کام کروں گی تو اس کی قدر کریں گے، اگر کبھی مجھ سے غلطی ہو جائے گی تو معاف کریں گے۔''

حضرت طلحہ سے نکاح ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''أما والله لقد تزوجت أحسننا وجها وأبذلنا کفًّا، یعطی هکذا وهکذا۔''

(المستدرک علی الصحیحن: ۵۲۱۴)

فرمایا کہ اے اُم ابان! اللہ کی قسم! آپ نے ہم میں سب سے خوبصورت اور اہل وعیال پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والے مرد سے نکاح کیا ہے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک یتیم بچی کا واقعہ

☆ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہوا تو آپ کی اولاد میں ایک کنواری بچی تھی، جس کے نکاح کا متولی آپ نے اپنے بھائی حضرت قدامة بن مظعون رضی اللہ عنہ کو

بنایا تھا، آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں قدامۃ بن مظعون کی طرف ان کی اس یتیم بھتیجی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا، جسے حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ نے قبول فرما کر میرا اس یتیم بچی سے نکاح کرادیا۔

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے جلیل القدر اور مالدار صحابی تھے، فوراً اس بچی کی والدہ کے پاس پہنچے اور انہیں مال میں رغبت (مہر کی بہت بڑی رقم میں رغبت) دلاتے ہوئے اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ اپنی بچی کا نکاح مجھ سے کرادیں، (میں بہت زیادہ مہر دوں گا) لڑکی کی والدہ اور یہ لڑکی دونوں اس پر آمادہ ہوگئیں، حضرت عبداللہ بن عمر اور مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ معاملہ پیغمبر صلی اللہ اللہ کے پاس لے جایا گیا کہ اس بچی کا ''کون'' زیادہ حق دار ہے؟

حضرت قدامۃ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! یہ یتیم بچی میری بھتیجی ہے جس کا متولی بھی اس کے باپ نے مجھے بنایا تھا، نیز میں نے اس کے رشتے کے انتخاب میں تقویٰ وصلاح اور کفاءت (ہم پلہ و برادری) وغیرہ کی رعایت میں کوتاہی بھی نہیں کی اور ایسے شخص (یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ) سے اس کا نکاح کیا ہے، جس کی فضیلت اور رشتہ داری کو بھی میں خوب جانتا ہوں (کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بچی کے پھوپھی زاد بھائی تھے) مگر یہ ایک لڑکی ہے جو اپنی ماں کے کہنے میں آ کر اس کی خواہش کی طرف مائل ہو رہی ہے۔

بچی کی والدہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! یہ لڑکی عبداللہ بن عمر سے کئے گئے نکاح کو پسند نہیں کرتی اور مغیرہ بن شعبہ سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچی چونکہ یتیم ہے، اس لئے اس کا نکاح اس لڑکی کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ آپ اس سے دستبردار ہوجائیں اور فرمایا کہ یتیم بچیوں کا نکاح ان کی مرضی کے بغیر نہ کیا کرو۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بات کے بعد کہ میں اس کا مالک ہو چکا تھا، مجھ سے یہ چھین لی گئی اور اس کا نکاح مغیرۃ بن شعبہ سے کرادیا گیا۔

(سنن الدار قطنی: ۲/۲۳۰، تفسیر القرطبی: ۵/۱۴)

یتیم بچی کے نکاح سے متعلق ایک فقہی مسئلہ کے استنباط میں اختلاف کی بنا پر حضرت فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس حدیث کی تشریح میں کچھ اختلاف ہے کہ یہ بچی بالغ تھی یا نابالغ؟ (وغیرہ) جو خارج از موضوع ہونے کے باعث بندہ نے ذکر نہیں کیا، مگر اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں یتیم بچیوں کے نکاح کی طرف بھی...... ''کیسے کیسے''......لوگ...... ''کس کس''......طرح راغب ہوا کرتے تھے؟ اور ان واقعات سے یہ بات بھی بدیہی طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ شریعت و فطرت کے اصول کے عین مطابق اس زمانے میں نکاح کے حق میں مرد، طالب اور عورت، مطلوب ہوا کرتی

تھی اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس زمانے میں ایک عورت کی طرف پے درپے (اور ایک سے بڑھ کر ایک) رشتے کے متوجہ ہونے کے باعث لڑکی یا اس کے اولیاء کا کام مختلف اچھے اچھے رشتوں میں سے صرف زیادہ سے زیادہ بہتر کا صرف انتخاب (Selection) ہوا کرتا تھا۔

اختصار کے پیش نظر بندہ نے صرف انہی چند واقعات پر اکتفاء کیا ہے اور ''طالب'' اور ''مطلوب'' کے فلسفے اور {أن تبتغوا بأموالكم} (کہ تم ان عورتوں کو مال یعنی مہر کے ذریعے طلب کرو) کی ایک جھلک دکھانے کے لئے یہ واقعات ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہیں۔

جن معاشروں میں تعدد ازواج کی سنت زندہ ہے، وہاں عمومی طور پر آج بھی لڑکی کے باپ کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ میری کتنی بچیاں ہیں؟ ممکن ہے آپ نے سنا ہو کہ افغانوں کے ہاں بعض مرتبہ اس پر لڑائی ہو جاتی ہے کہ فلاں نے اپنی بچی ہمیں کیوں نہ دی؟ ہمیں چھوڑ کر ''فلاں'' سے نکاح کیوں کروایا؟ اس کے برخلاف ہمارے معاشرے میں مشاہدہ ہے کہ خاندانوں میں اس پر ناراضیاں چلتی ہیں کہ فلاں باصلاحیت بھتیجے یا بھانجے نے ہماری بچی کیوں نہ کی؟

ماں باپ کو یہ فکر ستاتی ہے کہ اگر فلاں باصلاحیت بھتیجے یا بھانجے کے والدین نے اپنے فلاں بیٹے کے لیے ہماری بچی کا رشتہ نہ مانگا تو ہماری بچی کون لے گا؟ اس کے لئے مزید مشکلات کھڑی ہو جائیں گی اور بسا اوقات اس پر لڑائیاں تک ہو جاتی ہیں۔

وٹہ سٹہ الٹا ہو گیا

نکاحِ شغار کی ممانعت فقہ کی کتابوں میں بکثرت ہے، نکاحِ شغار یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو اپنی بچی اس شرط پر نکاح کے لئے دیتا ہے کہ وہ دوسرا بھی اپنی بچی اسے نکاح کے لئے دے گا، نکاح شغار میں تو عورت کا لین دین ہی مہر ہوتا ہے، جسے شریعت نے باطل قرار دیا، مگر افغانوں اور عربوں کے ان خاندانوں میں (جہاں تعدد ازواج کا رواج ہے) اس کی یہ صورت آج بھی باقی ہے کہ مہر کی رقم تو علیحدہ سے باقاعدہ طے ہوتی ہے مگر کوئی شخص جب اپنی بچی کا کسی سے نکاح کرا دے تو اس عظیم احسان کے بدلے میں جس پر احسان کیا گیا ہے، وہ بھی اپنے ہی خاندان کی کسی بچی کا اس محسن یا اس کے خاندان کے کسی فرد سے نکاح کر دیتا ہے، یوں ان معاشروں میں اپنے خاندان کی بچی کسی کو دینا بہت بڑا احسان سمجھا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں بالکل الٹا معاملہ ہے، بندہ کو اس کا کثرت سے مشاہدہ ہے کہ ایک خاندان والے اپنے ہی خاندان میں کسی کی بیٹی یا بہن سے نکاح پر بسا اوقات اس شرط پر آمادہ ہوتے ہیں کہ ہمارے اس احسان کے بدلے میں پھر جس کی بہن یا بیٹی سے ہم نے نکاح کیا تو خاندان کا کوئی مناسب فرد ہماری بھی کسی بہن یا بچی سے نکاح کرے، یعنی پہلے وٹہ سٹہ یوں ہوتا تھا کہ ہم اپنی بچی تمہارے بیٹے کو اس شرط پر دیں گے کہ تم بھی اپنی بچی کا ہمارے بیٹے سے نکاح کرانا، اس کے برعکس ہمارے ہاں یعنی پنجاب اور کراچی میں جہاں دوسری شادی کو کفر بواح سمجھا جاتا ہے، معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ وٹے سٹے کی شادی اس طور پر ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کی شادی کسی کی بیٹی سے اس شرط پر کرتا ہے کہ پھر یہ دوسرا شخص اپنے فلاں لائق فائق بیٹے کا نکاح بھی میری بیٹی سے کرے اور یہ سب کچھ بہت کثرت سے ہو رہا ہے۔

برطانیہ کے ویزے کا لالچ دے کر بہنوئی کو "پھانسنے" کا ایک کامیاب واقعہ

چند سال قبل کی بات ہے کہ بندہ کی جان پہنچان والے ایک صاحب کو ان کے کسی دوست نے اپنی بہن سے نکاح پر یہ جھانسا دے کر آمادہ کیا کہ تم میری بہن (جو کنواری اور لڑکے کے لحاظ سے بالکل مناسب تھی) سے نکاح کرلو، میں تمہیں برطانیہ بھجوادوں گا، ان صاحب نے برطانیہ کی لالچ میں نکاح کرلیا، بعد میں معلوم ہوا کہ برطانیہ بھجوانے کی کہانی ایک ڈرامہ تھا، بہرحال ان صاحب کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ انہوں نے خاتون کو طلاق نہ دی، اگر طلاق دے دیتے تو طلاق یافتہ خاتون کے اس "ذمہ دار" بھائی کو دوبارہ اپنی بہن کی شادی کے لئے برطانیہ کے بجائے امریکا بھجوانے کا ڈرامہ رچانا پڑتا۔

بیوہ سے زبردستی نکاح پر پابندی لگانا پڑی

افغانستان میں بھائی کے مرنے پر وہاں عموماً چھوٹا بھائی اس کی بیوی یعنی اپنی بیوہ بھابھی سے نکاح کرتا ہے اور اس میں بعض جگہوں پر اتنی شدت آگئی تھی کہ افغان طالبان کے دورِ حکومت میں حکومت کو قانون بنانا پڑا کہ بیوہ ہو جانے والی بھابھی سے اس کا دیور اپنی اس بھابھی کی کامل رضا کے بغیر زبردستی نکاح کی کوشش نہ کرے۔

اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں بھائی کے مرجانے کی صورت میں کوئی دوسرا بھائی اس بیوہ بھابھی سے نکاح کا دماغ میں تصور لانا بھی جرم سمجھتا ہے، خواہ اس بڑے بھائی کے بچے در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھریں اور اس کی جوان بیوی ساری عمر ازدواجی زندگی کی نعمت سے محروم رہ کر صبر کے گھونٹ پیتی رہے۔ پورا خاندان و معاشرہ کھلی آنکھوں یہ تماشا دیکھتا ہے مگر مرنے والے بھائی یا خاندان کے کسی قریبی اور مناسب مرد کو اپنے خاندان کی اس بیوہ اور اپنے ہی خاندان کے ان بچوں کو در بدر کی ٹھوکروں سے بچانے کیلئے دوسری شادی کا مشورہ دینا بھی جرم سمجھا جاتا ہے اور وہ ایک عورت جسے ایک مرد کے ذریعے نکاح سے وابستہ مصلحتیں پوری طرح حاصل ہو رہی ہیں، اسے سوکن کی تکلیف سے بچانے کیلئے اپنے ہی خاندانوں کی ایسی عورتیں جو بیوہ ہو چکی ہیں، خود ان بیوگان کے بھی اور بچوں کے دینی اور دنیوی مستقبل کو بھی اس "ترس" اور اطمینانِ قلب کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہوتا ہے۔

سعودی عرب، مصر، سوڈان وغیرہ میں کے وہ علاقے اور قبائل جہاں تعدد ازواج کا بھرپور رواج ہے، وہاں آج بھی معلوم کروایا جا سکتا ہے کہ ان ممالک میں ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ ایک کم عمر نوجوان بسا اوقات خود سے عمر میں کئی گنا بڑی عمر کی عورت سے شادی کرنے میں کچھ عار محسوس نہیں کرتا ہے۔

صحابہ و تابعین میں بعض مرتبہ ایک ایک جنگ میں دس دس ہزار صحابہ و تابعین بھی شہید ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کی شہادت بسا اوقات ایک ہی مرد کی دو دو، تین تین بیویوں کو بیوہ بناتے ہوئے مجموعی طور پر ہزاروں خواتین کو بیک وقت بیوہ بنانے کا سبب بنی، مگر اس کے باوجود بیوگان کے نکاح وغیرہ کا مسئلہ کبھی کھڑا نہ ہوا۔

روس کے خلاف جہاد میں عرب مجاہدین بہت کثرت سے شہید ہوئے اور بسا اوقات ایک عرب مجاہد کے شہید ہونے سے بیک وقت اس کی دو یا تین بیویاں بیوہ ہوئیں، مگر ایسا کہیں نہیں سنا گیا کہ ان عرب بیوگان کو اپنی ہی قوم کے مناسب

مردوں میں سے کسی سے دوبارہ نکاح میں مشکلات درپیش ہوئیں...... جبکہ ہمارے ہاں بہت سے ٹرسٹ ہی بیوگان کے نام پر اپنے وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

تمہیں اپنے شوہر کی شہادت سے ڈر نہیں لگتا......؟

ایک صاحب نے بتایا کہ ان کے گھر میں کسی خاتون نے ایک عرب خاتون سے پوچھا کہ تمہیں یہ سوچ کر ڈر نہیں لگتا کہ اتنی کثرت سے افغانستان میں عرب شہید ہو رہے ہیں تو اگر تمہارے شوہر بھی شہید ہو گئے تو تمہارا اور تمہارے بچوں کا کیا بنے گا؟ عرب خاتون نے فوراً جواب دیا کہ بنے گا کیا؟ کوئی دوسرا مجاہد ہم سے نکاح کر لے گا اور کیا بنے گا......؟

صحابہ کے دور میں جنگ بدر سے لے کر جنگ حنین اور بعد کی جنگوں تک صحابہ کرام مسلسل شہید ہوتے رہے اور ان کی باقی بچ جانے والی بیویوں کی ایک کثیر تعداد بیوہ ہوتی رہی مگر قرآن کا یہ حکم بہر صورت زندہ رہ جانے والے مردوں کی طرف متوجہ ہوتا رہا کہ ''تھوڑا صبر سے کام لو عدت کے اندر پیغام حکام نہ بھیجو۔'' (البقرہ)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بچی کی شادی کی خصوصی دعاء کی کبھی اپیل نہ کی گئی

عورتوں کے مقابلے میں اتنی کثرت سے مردوں کے شہید ہونے کے باوجود کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ کوئی صحابہ اپنی بیوہ یا طلاق یافتہ یا کسی کنواری بچی کے بارے میں رشتے کے سلسلے میں پریشان ہوئے ہوں یا اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی دعا کی درخواست کی ہو، اگر بالفرض کسی روایت میں اس کا تذکرہ ہو، تو بھی کم از کم مجبور اور پریشان ہو کر ایسا اقدام نہ کیا گیا ہوگا، جبکہ آج کسی بھی بزرگ کے پاس بچیوں کی شادی کے سلسلے میں دعا اور تعویذ گنڈوں کی درخواستیں کچھ کم نہیں آتیں، اور دعاؤں اور وظیفوں کی یہ درخواستیں صرف کنواری بچیوں کی شادیوں کے سلسلے میں ہی آتی ہیں، طلاق یافتگان و بیوگان کے نکاح کی کوشش اور جستجو کو دنیا کا لاحاصل اور فضول ترین کام سمجھ کر اس سے کنارہ کشی میں ہی عافیت محسوس کی جا رہی ہے۔

چار بیویاں بیک وقت بیوہ ہوئیں مگر ان کا دوبارہ نکاح مسئلہ نہ بنا

غزوۂ موتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں بطور معجزہ صحابہ کرام کو خبر دی کہ حضرت جعفر طیار شہید ہو چکے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ان کے اہل کو ان کی شہادت کی اطلاع دے آؤ، صحابی گئے اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ (جو آپ صلی اللہ علیہ سلم کے چچازاد بھائی تھے) کی چار بیویوں کو ان کے شوہر کی شہادت کی اطلاع پہنچا کر آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور ایک جلیل القدر بہادر اور نجاشی کے سامنے پرزور تقریر کرنے والے ایک جوان صحابی کی شہادت، بیک وقت چار عورتوں کو بیوہ کرنے کا سبب بن گئی، مگر کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان بیوگان کے رشتے کے سلسلے میں پریشان ہوئے ہوں اور ان کے لئے خصوصی دعائیں مانگی گئی ہوں۔

بخدا! یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ عورتوں کی شادی خواہ وہ کنواری ہوں یا بیوہ یا طلاق یافتہ ہوں، جب تک کہ {لا یرجون نکاحا}(بوڑھی) عورتوں کی فہرست میں داخل نہ ہوئی ہوں، تو ان کے نکاح کے سلسلے میں مناسب رشتے کی تلاش کی غیر معمولی فکر کا، کم از کم مسلم معاشرے میں ہرگز ہرگز کوئی تصور نہیں۔

بیٹی کی شادی کے لئے دعا کی درخواست پر شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کا اظہار تعجب

میرے انتہائی قابل صد احترام اور مشفق استاذ حضرت مفتی محمد صاحب مدظلہم العالی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر سے شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ تعالیٰ پاکستان تشریف لائے، بیان کے بعد کسی شخص نے آپ کو پرچی دی کہ ''بیٹیاں ہیں، مناسب رشتوں کیلئے دعا فرمادیں۔'' اس پر شیخ عبدالفتاح رحمہ اللہ تعالیٰ بہت حیران ہوئے، آپ کا تعلق چونکہ عرب ممالک سے تھا تو آپ نے پہلی مرتبہ اس قسم کی دعا کی درخواست سنی تھی، تعجب سے فرمانے لگے کہ لڑکیوں کے رشتے کے لئے کیسی مشکل......اور اس بارے میں دعا کی کیسی ضرورت......؟

الغرض صحابہ کرام کے ہاں تعدد ازواج کے رواج کی برکت ہی تو تھی کہ ایک ایک وقت میں ہزاروں کی تعداد میں بیوہ ہو جانے والی عورتوں کے نکاح اور ان کی کفالت وغیرہ کا مسئلہ کھڑا نہ ہوا اور ہمارے معاشرے میں قوم کا ہر ایک فرد دین و دنیا کے کاموں میں ترقی کی خاطر......اور اطمینان قلب جیسی عظیم نعمت کو دوسری شادی کی بھینٹ نہ چڑھانے کا جذبہ رکھتے ہوئے اور ''اقنع بما رزقک اللہ، تکن أغنی الناس'' الحدیث (اللہ نے جو نعمت تمہارے لئے مقدر کردی اسی پر اکتفاء کرو، سب سے زیادہ غنی بن جاؤ گے) اس حدیث پر عمل کا اضافی ثواب لینے کی خاطر، ایک بیوی پر اکتفاء والے عمل میں بقیہ قوم کے ساتھ شریک ہو کر اپنی ہی قوم کی عورتوں کو اس مقام پر لے آیا ہے کہ اس قوم کے مردوں کے کسی بڑے پیمانے پر ہلاک یا شہید ہوئے بغیر ہی لاکھوں بیوگان باقاعدہ رشتوں پر پل رہی ہیں۔ آپ اگر تحقیق اور سرسری جستجو کریں گے تو آپ کو ہمارے معاشرے میں ایسی لڑکیاں بکثرت نظر آئیں گی کہ جن کی 16 یا 17 سال کی عمر میں شادی ہوئی، شادی کے چند ماہ یا ایک آدھ سال کے بعد شوہر کسی ایکسیڈنٹ وغیرہ کا شکار ہو کر مرگیا یا اتفاق سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور شوہر نے غصے میں تین طلاقیں دے ڈالیں۔

تو ایسی کوئی لڑکی جو 16 یا 17 سال کی کم عمر میں بیوہ یا طلاق یافتہ ہوئی، تو کئی برس گزر گئے مگر دوبارہ اخباروں میں دھڑا دھڑ اشتہارات دے دے کر اور پوری ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود اسے دوبارہ باعزت رخصتی نصیب نہ ہو سکی (الا ماشاء اللہ) اور اس کا امکان تقریباً ختم ہو گیا کہ اس کا پہلا نکاح جو اتنی ''انعامی اسکیموں'' کے بعد ہوا تھا دوبارہ کسی مناسب جگہ اس سے بھی دگنی انعامی اسکیم کے ساتھ ہو جائے، ایسی لڑکیوں کی بھی کمی نہیں کہ شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی لڑکے کے کسی عیب پر مطلع ہونے کے باعث اس لڑکے سے خلع لے لیا گیا، مگر اس خلع کی بناء پر اس عورت پر جو طلاق یا خلع کا دھبہ لگا (خواہ اس میں اس عورت کا قصور نہ بھی تھا) مگر اس ''دھبہ دار'' خاتون کی طرف کوئی بھی ایسا نوجوان جو اس کا ہم پلہ اور کفو ہو، نکاح کا پیغام بھیجنا اپنی توہین سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں اس نوجوان کا بھی قصور نہیں، اسے معلوم ہے کہ جب نکاح ساری عمر کے لئے ایک ہی کرنا ہے اور ہمیشہ ایک ہی بیوی پر گزارا کرنا ہے تو دینی و دنیوی دونوں قسم کے مفاد کا تقاضا ہے

''دھبہ دار'' خاتون سے نکاح سے اجتناب کیا جائے۔

جس شخص کا دوشادیوں کا ارادہ نہ ہو، ایسے شخص کو بیوہ عورت سے نکاح کی ترغیب دینا احمقانہ حرکت ہے

مزید ایک بات یہ ہے کہ عورتیں جب تعداد میں نکاح کا ارادہ رکھنے والے ذمہ دار اور قابل مردوں سے زیادہ ہیں تو اگر کوئی نوجوان کسی کنواری پر کسی بیوہ یا طلاق یافتہ کو ترجیح دیتا ہے تو قطع نظر دوسرے نقصانات کے، بجائے خود یہ اقدام بھی کوئی خاص اچھا نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر سارے ذمہ دار مرد بھی اپنی قوم کی تمام عورتوں سے نکاح کر لیں تو بھی کچھ نہ کچھ عورتوں کو ''فارغ'' بیٹھنا پڑے گا، ان حالات میں آپ جب کسی بیوہ یا طلاق یافتہ سے نکاح کریں گے تو اس اقدام کے نتیجے میں غیر متعین طور پر ایک کنواری کو ہمیشہ کنواری بیٹھنا پڑے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو اپنے ذریعے کسی بیوہ کو نکاح کا مزہ چکھادیں یا اسے اسی حال میں چھوڑ کر کسی کنواری کو نکاح کا مزہ چکھادیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی ایسی عورت کو جو ایک مرتبہ نکاح کا مزہ چکھ چکی ہو اس کی نسبت ایسی (کنواری) عورت کو نکاح کا مزہ چکھانا زیادہ ثواب معلوم ہوتا ہے کہ جس نے ابھی تک یہ ذائقہ چکھا ہی نہ ہو۔

الغرض تعدد ازدواج کی بغاوت کا پہلا وبال تو یہ پڑا ہے کہ طالب یعنی مرد، مطلوب اور عورت جسے اللہ تعالیٰ نے مطلوب بنایا تھا تو طالب بن گئی ہے۔

ایک اشکال

ممکن ہے کہ کسی کو خیال آئے کہ آج بھی عموماً لڑکے والے ہی نکاح کا پیغام لے کر لڑکی والوں کے ہاں جاتے ہیں.....تو یاد رکھیے......! اگر آپ اپنی قوم کے حالات سے باخبر ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں کہیں ایسا نظر آ رہا ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں کے ہاں نکاح کا پیغام لے کر جا رہے ہیں، تو عام طور پر یہ محض ایک ایسی رسم پوری کرنے کے لئے کیا جاتا ہے جو شرفاء کے ہاں شرافت کی علامت سمجھی جاتی ہے، وگرنہ ایسی جگہوں میں بھی اصل ''پہل'' عموماً لڑکی والوں کی طرف سے ہو چکی ہوتی ہے، لڑکی کا باپ، والدہ یا بھائی یا وہ لڑکی از خود ہی اس معاملے میں پہل کر کے لڑکے یا اس کے والدین سے بات چیت کر چکے ہوتے ہیں، اس کے بعد اگر لڑکا یا اس کے والدین اس نکاح پر آمادہ ہو جائیں تو رسمی طور پر لڑکا اپنے والدین کو لڑکی والوں کے ہاں رشتہ لینے بھیج دیتا ہے اور اس کے خلاف اس وقت ہوتا ہے، جب لڑکے یا اس کے والدین کو خود سے کوئی حسن و جمال یا اور کسی غیر معمولی اضافی خصوصیت والی لڑکی پسند آجائے تو ایسے مواقع پر ''پہل'' لڑکے یا اس کے والدین کی طرف سے ہوتی ہے، ورنہ عام حالات وہی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا۔

ہم نے تو اپنے سامنے جس شخص کو بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹیاں دی ہیں، خواہ وہ شخصیت اونچے خاندان ہی کی کیوں نہ ہو یا کوئی بہت بڑے عالم دین ہی کیوں نہ ہوں۔ جسے بھی اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں دیں وہ خود اپنی لڑکی کا رشتہ مختلف لوگوں پر پیش کرتے ہیں اور مختلف جگہ سے مسترد (Reject) ہوتے ہوتے بعض تو کسی مناسب داماد کی تلاش میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور بعض نامناسب شادیوں پر مجبور ہو کر ساری عمر صبر کے گھونٹ پیتے رہتے ہیں اور بعض اپنی بچیوں کو ساری عمر

گھروں میں بٹھا کر اپنی بچی کو نفسیاتی مریض بنانے پر مجبور کر رہے ہیں اور اس کے برعکس یعنی لڑکے کی طرف سے پہل عموماً کم ہی ہوتی ہے اور جن لوگوں کو اپنی بچیوں کے بارے میں ان حالات سے گزرنا پڑ رہا ہے، ان میں صرف جہلاء ہی نہیں، وہ سمجھدار لوگ بھی ہیں جو ایک وقت میں زائد بیویاں رکھنے کو دنیا کا سب سے فضول ترین کام سمجھ کر کسی قیمت پر بھی اپنے وقار اور مختلف مصروفیات کو اس کام کی بھینٹ چڑھانے کے لئے تیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور تقویٰ والا ہوں، مگر اس کے باوجود ''أتزوج النساء'' (میں عورتوں سے شادیاں کرتا ہوں) ''حبب إلی النساء'' (میری نظر میں عورتیں محبوب بنادی گئی ہیں، جس کی بنا پر کثرت سے نکاح کرتا ہوں)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز میں جس ''اعتدال'' کی ترغیب دی تھی، اس اعتدال والی تعلیم کو نظر انداز کرتے ہوئے اس وقت کہ جب پوری قوم پیغمبر علیہ السلام کی اس سنت کو ترک کر کے انتہائی بے اعتدالی کا شکار ہوگئی ہو تو ایسے حالات میں وہ افراد جو کسی بھی جذبے سے قوم کے اس ''بے اعتدالی'' والے جرم میں شریک ہو کر قوم کا ساتھ دیں گے انہیں خود اپنی بچیوں کے لئے مناسب رشتوں کی تلاش میں وہ مشکلات پیش آئیں گی جو انہیں مسلسل دماغی دباؤ اور تشویش (Tension) میں مبتلا کر کے رکھ دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''أتزوج النساء'' کہہ کر جس اعتدال کی ترغیب دی تھی تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام کو صرف مخصوص قسم کی خدمات یا عبادات ہی کی ضرورت نہیں، اسلام چاہتا ہے کہ عورتوں کی کفالت اور ان کی عفت و پاکدامنی کا بھی مناسب انتظام ہو، تاکہ بے حیائی سے پاک، مضبوط اور صاف ستھرا خاندانی اور عائلی نظام وجود میں آئے، بے حیائی اور گندگی کی طرف وہی لپکے جس کی طبیعت ہی میں ہوس اور مادّہ پرستی غالب ہے، صلحاء اور شرفاء کو اس گندگی اور پلیدی میں ملوث نہ ہونا پڑے۔

کڑوا سوال

عام حالات میں پہلا نکاح سنت مؤکدہ ہے، فرض و واجب نہیں، دوسرا تیسرا نکاح بھی محض مستحسن و پسندیدہ ہے، فرض و واجب نہیں، مگر جو قوم اجتماعی سطح پر متعدد نکاحوں والی سنت کو ترک کر دے تو ایسی قوم یقیناً سخت قسم کی بے اعتدالی کا شکار ہے اور یاد رکھیے اس صورت میں ہر وہ فرد جو ان حالات کی طرف بھرپور توجہ جانے کے بعد بھی استطاعت کے باوجود اور بغیر کسی شرعی عذر کے ایک زوجہ پر اکتفاء کئے رکھے گا تو کیا وہ اس بے اعتدالی میں قوم کا ساتھ دینے والا نہیں کہلائے گا اور کیا ان حالات میں بھی، جن کا ہم نے پچھلے صفحات میں تذکرہ کیا، (اس بے اعتدالی میں قوم کا ساتھ دینے والے اس) شخص کے اس عمل کے لئے جرم سے ہلکا کون سا لفظ استعمال کیا جائے گا......؟؟؟

رشتہ تلاش کرنے میں لڑکے والوں کا بھیانک طرزِ عمل

الغرض اصل پہل لڑکی کے باپ کی طرف سے ہوتی ہے، البتہ اگر مرد اور اس کی مائیں، بہنیں اپنی اولاد یا بھائی کے لئے اگر بہو/ بھابھی خود ہی تلاش کرنا شروع کر دیں تو اس کی صورت بالکل ایسے ہوتی ہے کہ جیسے جانوروں کی منڈی میں کوئی خریدار

قربانی کے لئے گائے یا بکرا تلاش کرتا ہے، بندہ کو بذات خود مشاہدہ ہے کہ ایسا بہت ہونے لگا ہے کہ جب کسی خاندان میں لڑکے کو شادی کا خیال آجائے تو اس کی مائیں بہنیں جتھے کی شکل میں لڑکی والوں کے گھروں میں گھومتے اور مختلف لڑکیوں کو "سونگھتے سونگھتے" بالآخر بڑی مشکل سے کسی لڑکی کو پسند کر کے اس پر قرار کرتے ہیں۔ ایسے نوجوانوں کی بھی کمی نہیں جن کی مائیں، بہنیں کئی کئی سال سے لڑکی تلاش کر رہی ہیں اور مختلف لڑکیوں کو "سونگھتی" پھر رہی ہیں مگر اس طویل عرصے میں ابھی تک انہیں کوئی جچا ہی نہیں اور اپنے معیار کا کوئی رشتہ ملا ہی نہیں۔

بندہ کو ایک قریبی دوست نے بتایا کہ اس نے اپنی بوڑھی والدہ کو اپنی بچی کے ساتھ اس حرکت اور سلوک پر روتے دیکھا کہ جس بچی کو لڑکے کے خاندان کی عورتوں پر مشتمل ایک "تحقیقاتی جتھا" ایک نظر دیکھ کر مسترد کرتے ہوئے فوراً ہی کسی دوسرے گھر کی طرف روانہ ہو ہو گیا۔

یہ بوڑھی ایک شریف خاندان کی شریف عورت تھی، روتے ہوئے اور اپنے بچی پر ترس کھاتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ "کیا میری بچی اتنی ذلیل ہے کہ....."

مسلمانو! کیا تمہارے سینے میں دل نہیں؟ کیا تم ان حالات وواقعات کو ہم سے زیادہ نہیں جانتے؟ سوچتے نہیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اللہ کی قسم مجھ سے یہ واقعہ لکھا نہیں جارہا، قلم میں وہ طاقت نہیں کہ جو دل کے جذبات کی عکاسی کر سکے، آنکھوں سے انسو ٹپک ٹپک کر لکھی ہوئی تحریر پر مسلسل گر رہے ہیں...... لکھنے میں رکاوٹ کا سبب بن رہے ہیں۔ وہ نوجوان کہنے لگا کہ میرے سامنے اس وقت اس غریب بچی کا معصوم لٹکا ہوا چہرہ بھی گردش کر رہا ہے، جسے اس جتھے کے اچانک داخلے کی حکمت اور وجہ معلوم نہ ہو سکی، مگر واپسی کے بعد اسے علم ہوا کہ یہ لوگ اسے "سونگھنے" کے لئے آئے تھے۔

معمولی رسولی نکاح میں رکاوٹ

کچھ دن قبل ایک صاحب ملے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب! میری چار بچیاں ہیں، چاروں گھر میں بیٹھی ہیں، بڑی بچی خوبصورت بھی اور پڑھی لکھی بھی ہے، مگر اس کی گردن پر معمولی رسولی ہے، جس کی وجہ سے جو بھی رشتہ آتا ہے، اس رسولی کو دیکھ کر انکار کر کے چلا جاتا ہے، مجھے کوئی مشورہ دیں، لوگوں میں بیان کریں کہ لڑکے والے نخرے نہ کیا کریں۔ میں نے دل میں سوچا کہ جب "شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی ہوتی ہے" تو کسی لڑکے کا ایسی لڑکی کو (Reject) کرنے میں کیا حرج ہے؟ خود اس لڑکی کے والد نے جب اپنی شادی کی ہوگی تو "شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی ہوتی ہے" والے نظریے کی بناء پر نا معلوم کتنوں کو (Reject) کیا ہوگا......؟

"ضرب مؤمن" میں کچھ عرصہ قبل ایک خاتون کا خط شائع ہوا، خط اور "ضرب مؤمن" کی طرف سے اس کا جواب ملاحظہ ہو:

ضرب مؤمن میں شائع شدہ ایک سوال و جواب

"ایک اور رواج جو جڑ پکڑ گیا ہے اور جس کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، وہ ہے لڑکی دیکھنا اور اسے پسند کرنا۔ آج کل لڑکے کی والدہ، بہنیں اور دوسری رشتہ دار خواتین جس طرح لڑکی دیکھنے کی مہم

پر نکلتی ہیں، وہ نہ صرف تکلیف دہ ہے بلکہ لڑکی اور اس کے گھر والوں کے لئے انتہائی ذلت وشرم کا باعث ہوتا ہے۔ میں خود ذاتی طور پر ایسی خواتین کو جانتی ہوں جو گزشتہ 6 سال سے لڑکی دیکھ رہی ہیں۔ ہر گھر میں جا کر لڑکی کو دیکھ کر مسترد کرنا اپنا حق سمجھتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو زیادہ بیٹے دیئے ہیں پھر تو ان کی اکڑ اور ان کے اطوار دیکھنے والے ہوتے ہیں۔ لڑکے والے جس گھر میں چاہے چلے جاتے ہیں، لڑکی دیکھتے ہیں، بعض دفعہ تو مرد حضرات یعنی لڑکے کے والد وغیرہ لڑکی کو ناپسند کر دیتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی افسوسناک صورت حال ہے، خاص طور پر مسئلہ اس لئے بھی گھمبیر ہو گیا ہے کہ ہر ایک کو ''گوری اور خوبصورت'' لڑکی چاہیے۔ اس ''چاہیے'' کی وجہ سے لڑکیاں شدید احساس کمتری کا شکار ہو گئی ہیں۔ امید ہے کہ مسلمان نوجوان اور ان کے سرپرست اس بے ہودہ طریقے کو مٹانے کے لئے عملی اقدام کریں گے تاکہ شادی آسان اور سنت کے مطابق ہو۔'' (ایک خاتون، گلشن اقبال، کراچی)

الجواب

''واقعتاً آج کل شادی میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک اہم رکاوٹ یہ بھی ہے کہ جس طرف آپ نے توجہ دلائی ہے۔ ہمارے نوجوانوں میں سے ہر ایک نے اپنے لئے مثالی تصور بنا رکھا ہے اور اس سے کم کسی چیز پر راضی نہیں، لیکن خود اپنی طرف نظر ڈالنے پر وہ تیار نہیں کہ ان میں کس حد تک مثالی شوہر کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ لڑکے کے گھر والے اپنے پرورش کردہ ''جوہر قابل'' کو لڑکی والوں کے سامنے پیش کرنے اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کی نوبت آنے سے پہلے ہی ''جائزہ ٹیم'' کے ساتھ لڑکی والوں کے ہاں جا دھمکتے ہیں۔ ان کے گھر کی عورتوں کی تفریح ہو جاتی ہے، شام کی چائے مفت میں الگ سے ہوئی اور ہفتے بھر میں تبصروں اور غیبتوں کا موضوع الگ سے ہاتھ لگ گیا، اگلے ہفتے خواتین کی یہ ''تفتیشی جماعت'' کسی نئے گھر میں بھونچال پیدا کرنے کے لئے جا وارد ہو گی اور یہ مشغلہ پھر سے شروع ہو جائے گا۔ اس میں لڑکی جس عذاب سے گزرتی ہے اور اس کے اہل خانہ جس ذہنی اور روحانی کرب کا شکار ہوتے ہیں وہ انتہائی المناک ہوتا ہے۔ دلہن پسند کرنے کا یہ عمل لڑکے والوں کے لئے تو دلچسپ شغل ہوتا ہے، مگر لڑکی والوں کی اس میں اس قدر سبکی اور دل شکستگی ہوتی ہے کہ کچھ لوگ رفتہ رفتہ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ ہم اس کالم کے ذریعے اہل علم وقلم کو دعوت دیں گے کہ اس سماجی مسئلے کی اصلاح کے لئے قلم اٹھائیں تاکہ ''ضرب مؤمن'' یا ''خواتین کا اسلام'' میں اس موضوع کو اٹھایا جا سکے اور جن کی قسمت میں نیک بختی اور سعادت لکھی ہو وہ اسے پڑھ کر اپنی اصلاح کر لیں۔ لڑکے والوں کو جاننا چاہیے کہ کسی کی دل شکنی اور دکھ پہنچانا سخت گناہ ہے۔ انہیں چاہیے کہ پہلے لڑکی والوں کو موقع دیں کہ وہ صاحبزادہ صاحب کو دیکھ لیا کریں، اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو لڑکے والوں کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیں اور اس میں لڑکی کے سرپرست حتی الامکان کوشش کریں کہ لڑکی کو پتہ نہ چلے کہ یہ خواتین کس

غرض سے تشریف لائی ہیں، تا کہ اس کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔ ہر نوجوان کو یہ ذہن بنانا چاہیے کہ سیرت، صورت پر فوقیت رکھتی ہے۔ محض ظاہری شکل وصورت کو معیار بنانا بلند حوصلگی سے کمتر درجے کی بات ہے، جیسا سلوک وہ لڑکی والوں کے ساتھ کرتے ہیں، اگر ایسا ہی کوئی ان کی بہن یا بیٹی کے ساتھ کرے تو ان پر کیا گزرے گی؟ صاحب رائے حضرات اس بارے میں مزید تجاویز بھیجیں۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان میں سے جو مناسب معلوم ہوں گی انہیں شائع کریں گے۔'' (ضرب مؤمن: ۷/ ۳۳)

ضرب مؤمن والوں کی طرف سے دیئے گئے اس فضول ترین اور فالتو ترین جواب کے ایک بھی حرف سے بندہ مطمئن نہیں۔ درج ذیل وجوہ سے:

① لڑکی والوں کو پہلے سے علم ہوتا ہے کہ ایک ''جائزہ ٹیم'' ان کے گھر میں لڑکی کو ''سونگھنے'' کے لئے آرہی ہے، تو وہ پہلے سے انہیں منع کیوں نہیں کر دیتے؟ کیا کسی کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کے گھر میں پوری ٹیم لے کر داخل ہوسکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ بڑی ذلت سے بچنے کے لئے لڑکی والے اس چھوٹی ذلت کو برداشت کرتے ہیں اور وہ بڑی ذلت یہ کہ اگر اس قسم کی ''جائزہ ٹیموں'' کے گھر میں داخلے پر پابندی لگادی گئی تو لڑکی کی شادی کی رہی سہی امید بھی ختم ہوجائے گی۔

② ہر ایک کو ''گوری اور خوبصورت'' چاہئے، یہ اس لئے کہ کسی بھی ذمہ دار اور برسرروزگار لڑکے کو پتا ہوتا ہے کہ برساتی مینڈکوں کی طرح لڑکیوں کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے، کہ مجھے گوری اور خوبصورت بھی مل جائے گی، تو ان حالات میں اسے یہ کہنا کہ گوری اور خوبصورت کی زیادہ تلاش اور جستجو نہ کرے، تو پھر گوریوں کے نکاح میں وہی مشکلات پیش آنا شروع ہوجائیں گی جو ''سانولیوں'' یا ''کالیوں'' کے نکاح میں پیش آرہی ہے۔

الغرض ہمیں ''ضربِ مؤمن'' کے ایڈیٹر صاحب کی طرف سے دیئے گئے مذکورہ بالا جواب کے اخلاص پر مبنی ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر اس جواب میں ''جواب'' کا عنصر کتنا ہے؟ اس کا اندازہ اس جواب کو پڑھنے والوں نے لگا ہی لیا ہوگا......

شادی دفتروں کے کچھ خفیہ راز

بندہ نے شادی دفتروں سے اس بارے میں تحقیقات کرنا چاہیں کہ ان دفتروں میں اوسطاً کتنی درخواستیں لڑکی کے والدین کی طرف سے جمع کروائی جاتی ہیں، اور کتنی مردوں کی طرف سے؟ مگر اس دوران عجیب بات یہ مشاہدہ میں آئی کہ شادی دفتروں میں چونکہ بے نکاحی عورتوں کی درخواستوں کی بھرمار ہے اور مردوں کے فارم اس تعداد کے مقابلے میں پہلے ہی کم ہیں تو شادی دفتر والے ان فارموں کی تعداد بتانے سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ انہیں خوف ہوتا ہے کہ اگر ہم نے یہ راز افشاء کردیا تو بچیوں کے والدین ہمارے دفاتر کی طرف یہ سوچ کر رجوع سے گریز کریں گے کہ ان کے ہاں تو پہلے ہی لڑکیوں کے فارموں کی بھرمار ہے۔

دوسری عجیب بات یہ ہے کہ آپ اگر کسی لڑکی کے نکاح کے لئے رشتے کے سلسلے میں دفتر جائیں گے تو شادی دفتر والے آپ کے کوائف وغیرہ کا اندراج ایک متعین فیس لئے بغیر کبھی نہ کریں گے، لہٰذا بعد میں یہ حضرات اس لڑکی کا رشتہ اگر نہ بھی

کرواسکیں تو دفتر والوں کو محض فارم داخل دفتر کرنے پر ہی کافی معاوضہ مل چکا ہوتا ہے، اس کے بعد اگر کسی جگہ رشتہ طے ہوجاتا ہے تو لڑکی والوں سے ایک متعین کمیشن لیا جاتا ہے، جس کا مدار عموماً اس پر ہوتا ہے کہ جس مرد سے نکاح کروایا گیا ہے، وہ کس قسم کا ہے، اور جتنا ''تگڑا'' رشتہ ہوتا ہے، کمیشن بھی اتنا ہی ''تگڑا'' ہوتا ہے اور یہ تگڑا کمیشن صرف لڑکی والوں سے وصول کیا جاتا ہے، حالانکہ قرآن کریم نے واضح کردیا ہے کہ نکاح پر مالی خرچہ مرد کا وظیفہ ہے۔

شادی دفتروں میں مرد کے کوائف کا اندراج بغیر فیس کے بھی ہوجاتا ہے

اس کے برعکس آپ اگر ''مرد'' ہیں اور کسی شادی دفتر میں اپنا اندراج کروانا چاہیں تو دفتر والے آپ سے اندراج کی فیس کا مطالبہ تو کریں گے مگر تجربہ کر کے دیکھ لیجئے کہ آپ اگر فیس دینے پر راضی نہ بھی ہوں تو اس کے باوجود بھی آپ کا اندراج کئے بغیر آپ کو دفتر سے جانے نہ دیں، خواہ آپ فیس نہ بھی دیں۔ رشتہ طے ہوجانے پر آپ سے جو کمیشن لیا جائے گا وہ بہت ہی معمولی ہوگا اور بسا اوقات تو لڑکے والوں سے یہ کمیشن وصول ہی نہیں کیا جاتا، بلکہ کسی نے بتایا کہ اب تو بعض شادی دفتروں کی طرف سے اخبار میں اشتہار کے وقت باقاعدہ اس کی تصریح ہونے لگی ہے کہ مرد حضرات سے فارم جمع کروانے پر کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔

مناسب داماد کی ''دریافت'' پر کئی ہزار روپے کمیشن

لڑکی اگر بہت پڑھی لکھی ہو، بہت خوبصورت بھی ہو، اس کا خاندان میں اچھا ہو اور عمر بھی مناسب ہو تو ایسی خوبصورت اور (Qualified) لڑکی کے رشتہ کے لئے شادی دفتر والے اگر کسی اسی کے ہم پلہ مثلاً کسی 17 گریڈ کے افسر یا انجینئر یا ڈاکٹر وغیرہ کی ''دریافت'' میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو بندہ نے باوثوق ذرائع سے سنا ہے کہ ایسے ایک واقعہ میں شادی دفتر والوں نے لڑکی والوں سے اس عظیم کامیابی پر کئی ہزار روپے کمیشن وصول کیا۔

اس قسم کی خوبصورت، خاندانی، پڑھی لکھی اور مناسب عمر والی لڑکی کے والدین اس قسم کے عظیم داماد کی ''دریافت'' پر لاکھوں روپے کے جہیز والے خرچے کے ساتھ، دس بیس ہزار کی رقم ان عظیم لوگوں کے سپرد کرنا خود پر ذرا بھی ظلم نہیں سمجھتے، جنہوں نے اس عظیم کام میں ان کا ہاتھ بٹایا تھا۔

عربوں اور افغانوں کا بیٹیوں کی شادی پر ایک ٹکا بھی خرچ نہیں ہوتا

عربوں اور افغانوں کہ وہ قبائل اور وہ ممالک جہاں تعدد ازدواج کا رواج ہے، ہمارے معاشرے کے برعکس کوئی مرد جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بہترین روزگار کا حامل ہو اپنی پھوپھی زاد، چچا زاد یا ماموں زاد بہنوں سے نکاح کی کوشش کرتا ہے اور یوں وہاں تعلیم سے عاری اور غریب خواتین کے والدین بھی اپنے خاندان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور برسر روزگار مردوں کو چھوڑ کر خاندان سے باہر رشتے تلاش کرنے اور خاک چھاننے پر مجبور نہیں ہوتے۔ لڑکیوں کے والدین کی بچپن سے دیکھے بھالے خاندان کے ان مناسب رشتوں کے انتخاب اور ان سے نکاح پر ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوتی، صرف یہی نہیں کہ انہیں رقم خرچ کرنا نہیں پڑتی یعنی وہ اس بارے میں ہماری قوم کی طرح مجبور نہیں ہوتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عملاً لڑکیوں کے والدین کی

بلا مبالغہ ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوتی۔ شادی کے کھانے کا خرچہ (جو سراسر ہندوانہ رسم ہے) کا ابھی تک اس معاشرے میں کوئی تصور نہیں۔

لڑکی کا زیور، جوڑے، مہر، بستر اور ضروری سامان بلکہ بسا اوقات لڑکی والوں کے مطالبے پر لڑکی کے لئے بالکل علیحدہ گھر، ولیمہ......الغرض ہر قسم کے خرچے کی ذمہ داری مرد حضرات اٹھانے کے باوجود بہت سے مرد پھر بھی مناسب لڑکیوں کی تلاش میں خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ عربوں میں وہ اقوام جن میں تعدد ازواج کا بھرپور رواج ابھی تک پوری طرح باقی ہے، ان میں کسی جوان بیوہ یا طلاق یافتہ کے ساری عمر بغیر نکاح کے بیٹھے رہ جانے کا ابھی بھی عمومی طور پر تصور نہیں۔

عربوں کی جن اقوام میں عورتوں کو نکاح میں مشکلات کا سامنا ہے اگر آپ تحقیق کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ وہ اقوام ہیں جن میں تعدد ازواجات کے رواج میں کمی ہوئی ہے، یا لڑکی کا باپ زیادہ سے زیادہ پیسوں کی لالچ میں خود ہی اپنی بچی پر ظلم کرتے ہوئے اس کے نکاح میں غیر معمولی تاخیر کا سبب بن رہا ہوگا۔

ہمارے معاشرے میں عورت پر ظلم ہوتا ہے، افغانوں کے ہاں ہمارے بالکل برعکس مرد کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لڑکی کے والدین اپنے داماد کی اچھی خاصی کھال کھینچ لیتے ہیں۔ مہر کی رقم کے علاوہ لڑکی کا باپ داماد سے اپنی جیب بھرنے کے لئے بھی اچھی خاصی رقم وصول کرتا ہے اور کئی لاکھ روپے وصول کر کے اپنی بچی کے نکاح پر آمادہ ہوتا ہے، یہ رسم بلا شبہ ناجائز اور حرام ہے اور شریعت اس کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں کرتی، مگر ان سب باتوں کے باوجود اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ اس معاشرے میں نکاح کے حق میں عورت کی کیا قدر و قیمت ہے اور مردوں کو کسی عورت کے حصول کے لئے لڑکی والوں کے کیا کچھ نخرے اٹھانے پڑتے ہیں اور اس کام کے لئے انہیں کیسے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور عورت پر نکاح کے بعد اگر کوئی ظلم کرتا ہے تو اس میں لڑکی کے باپ ہی کا قصور ہوتا ہے کہ اس نے اپنی جیب بھرنے کے لئے داماد سے رقم کیوں لی؟ ......اور اس ''ظلم'' کا سد باب آسان ہے کہ باپ پیسے کی ہوس میں اپنی بچی کو از خود ظلم کا نشانہ نہ بننے دے، نیز اسے محض پیسوں کے لالچ میں کسی ایسے شخص کے حوالے نہ کرے کہ جس سے ظلم کی توقع ہو مگر تعدد ازدواج کی بغاوت کے نتیجے میں والدین اور خود اس عورت کے کسی قصور کے بغیر ہی ہمارے معاشرے میں عورت پر جو ''ظلم'' ہو رہا ہے اور مزید اس میں جو غیر معمولی تیزی آئے گی اور جس طرح تیزی سے شرفاء کے ہاں بے حیائی پھیلے گی اور ایک بڑے پیمانے پر خاندانی نظام مزید تباہی و بربادی کی بھینٹ چڑھے گا تو خدا کی قسم!......اس ظلم کا قطعاً کوئی علاج نہیں، سوائے اس کے کہ مرد بے حسی کی چادر اتار کر تعدد زوجات کا عملی اقدام کر کے کم از کم اپنی اولادوں میں پیدا ہونے والی ایک کثیر امت کو تباہی سے بچا لیں۔

بیٹیوں کی شادی پر باپ مالدار بن گیا

ایک صاحب نے واقعہ سنایا کہ میری ملاقات ایک غریب افغانی سے ہوئی، اگلے سال اس سے دوبارہ ملا تو اس کے پاس بہترین گاڑیاں دیکھ کر حیران ہو گیا کہ صرف ایک سال میں اس کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آ گیا؟ تفتیش پر معلوم ہوا کہ جناب کی بیٹیاں زیادہ تھیں، ان کی شادی کی برکت سے یہ پیسہ آیا ہے۔ ہمارے ہاں اگر کسی کے پاس گاڑی ہو تو بچیوں کی

شادی کی برکت سے ایسا شخص کار سے گدھا گاڑی پر آجاتا ہے، بلکہ بچیوں والے لوگوں کے پاس اگر فالتو پیسہ نہیں تو ابتداء ہی سے کار خریدنے کی حماقت نہیں کرتے۔

ایک اور خاتون کا خط اور ''ضرب مؤمن'' کی طرف سے دیئے گئے اس خط کے جواب کو پڑھیے جو ایک مظلومہ کی پکار کے عنوان سے ضرب مؤمن میں شائع ہوا، ملاحظہ ہو:

ایک مظلومہ کی پکار

ضربِ مؤمن میں شائع شدہ ایک سوال

السلام علیکم

مکرمی (ایڈیٹر صاحب)! ہم کنواری لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اب تک شادی کی نعمت سے محروم ہیں۔ خدا کی قسم! برائی سے بچنا مشکل ہوگیا ہے، مسلمان نوجوانوں کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ ہم کب تک تمہاری عزتیں سنبھال کر بیٹھیں۔ خدارا! اس غفلت سے نکل کر اپنی عزتوں کی حفاظت کرو، اگر جہیز ہی کی بات ہے تو تمہیں شادیوں کے بعد جہیز تو مل جائے گا لیکن کنواری بیویاں نہیں ملیں گی۔ خدا کے لئے اس جہیز کی رسم کو توڑ کر مسلم ہونا ثابت کرو۔

مولوی صاحب! ہمارے لئے دعا کیجئے گا کہ خدا ہمیں ثابت قدمی نصیب فرمائے۔

الجواب

ضربِ مؤمن والوں کی طرف سے اس خط کا جو جواب دیا گیا وہ یہ ہے:

ہم آپ کا خط بغیر کسی تبصرے کے ان مسلم نوجوانوں اور لڑکیوں کے والدین کے لئے شائع کر رہے ہیں، جنہوں نے جہیز اور دیگر رسوم کی لعنت میں پڑ کر اپنی اور مسلمان بچیوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ ان سے ہماری درخواست ہے کہ خدارا! غیر شرعی رسومات اور فضول اخراجات کا منحوس طوق گردن سے اتار پھینکیں اور روز زندہ ہو کر روز مرنے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اس عذاب سے نجات دلائیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس مظلومانہ پکار کے ذریعے کسی کو ہدایت نصیب فرمادے۔ آمین

(ضرب مؤمن: ۷/ ۲۴)

ضربِ مؤمن کے ایڈیٹر صاحب کی طرف سے دیئے گئے اس جواب کے سابق جواب کی طرح اخلاص پر مبنی ہونے میں بھی بندہ کو کوئی شبہ نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ لڑکے اگر ان لڑکیوں سے نکاح چھوڑ کر ان سے نکاح کریں گے جو جہیز دینے پر آمادہ نہیں، تو جہیز والی لڑکیوں سے نکاح کون کرے گا؟ کیونکہ ایسی لڑکیوں کی تعداد بھی کم نہیں، جو جہیز کا انتظام ہونے کے باوجود کسی مناسب رشتے کے انتظار میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو چکی ہیں......

اس طرح کے درجنوں خطوط ''ضرب مؤمن'' سے متعلق عملہ کو وصول ہوتے رہتے ہیں، جن کے پلندوں میں سے بہت کم شائع کرنے کے قابل ہوتے ہیں، اکثر ردی کی نذر کئے جاتے ہیں، ایک مظلومہ کی پکار کے عنوان سے جب یہ خط شائع ہوا تو حضرت اقدس مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وہ نوجوان جو جہیز کے بھوکے ہیں، کو انتہائی دردمندانہ انداز میں تنبیہ فرماتے ہوئے ایک شاندار مضمون تحریر فرمایا، اس مضمون کے کچھ اقتباسات نقل کر رہا ہوں:

ایک مظلومہ کی پکار (از مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ)

''لوگو! سنو اگر تمہارے سینے میں دل ہے تو سنو! اگر کسی بہن کے بھائی اور بیٹی کے باپ ہو تو سنو! اے ہندوانہ رسم ورواج کو شریعت کا درجہ دینے والو! کچھ تو سنو! تمہیں دولت کی جھنکار، سیم وزر کے انبار اور مال ومتاع کی محبت نے کیوں بے بہرہ کر دیا ہے؟ یہ تو ایک بیٹی کی مظلومانہ پکار ہے، کیا تم بیٹی کی پکار پر بھی نہیں سنو گے؟ وہی بیٹی جو لخت جگر بھی ہے، نور نظر بھی......

آپ جانتے ہیں ستر سالہ بوڑھا جس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ اور جس کی بینائی میں دھندلاہٹ ہے، تپتی ہوئی دوپہر میں ٹھیلہ دھکیلتے ہوئے گلی گلی کیوں گھومتا ہے؟ اس لئے تاکہ اپنے ہونے والے داماد کی فرمائشیں پوری کر سکے اور اپنی بیٹی کو ''باعزت'' طریقے سے گھر سے رخصت کر سکے۔

ہم بھی کیسے ظالم ہیں کہ عزت اور ذلت کے پیمانے خود گھڑ لیتے ہیں اور پھر انہیں خدائی قانون کا درجہ دے کر خدا کے کمزور بندوں پر مسلط کر دیتے ہیں۔ نامعلوم ہمارے ان خود ساختہ اور جھوٹے پیمانوں نے کتنی عفیف ماؤں کو ہوس ناک نظروں کا سامنا کرنے اور ''بڑے'' لوگوں کے گھروں میں جھاڑو پونچا لگانے پر مجبور کر دیا۔ کتنے ہی ضعیف العمر باپوں سے دن کا سکون اور رات کی نیند چھین لی۔ کتنی ہی بہنوں اور بیٹیوں کی جوانی کو گہنا دیا۔ ان میں سے کوئی ہاتھ پیلے ہونے کے انتظار میں بڑھاپے کی دہلیز تک جا پہنچی۔ کوئی اپنا جہیز خود فراہم کرنے کی کوشش میں چادر اور چاردیواری سے تو کیا، عفت وناموس سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ کوئی زندگی بھر کسمساتی، تڑپتی، جذبات کا خون کرتی اور بستر میں منہ دے کر روتی رہی...... نتیجہ یہ نکلا کہ ہسٹریہ کے دورے پڑنے لگے، نفسیاتی بیماریوں نے نیم پاگل کر دیا، نام نہاد روحانی معالجوں اور تعویذ فروشوں کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا، اس کے وارے نیارے ہو گئے، کسی نے جنات کا سایہ بتایا، کسی نے قریبی رشتہ داروں کی شرارت کی نشاندہی کی، کسی نے اجڑتے ہوئے قبرستان سے تعویذات نکال کر اپنے کمال اور فنکاری کا ثبوت فراہم کر دیا......

مگر کسی کو اس مظلومہ کے باطنی قبرستان میں ان کھلے جذبات کی قبریں دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی اور کوئی ایسی بھی تھی جو جہیز کے نام پر ہونے والے سماجی ظلم پر سراپا احتجاج بن بن گئی۔ اسی قسم کے ایک احتجاج نے راقم کو یہ کالم لکھنے پر مجبور کیا ہے، یہ احتجاج چند بیٹیوں نے ''ضرب مؤمن'' کے مدیر کے نام

ایک خط میں کیا ہے اور تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اس قسم کے خطوط کثرت سے وصول ہوتے رہتے ہیں۔ یہ خط ''ایک مظلومانہ پکار'' کے عنوان سے 'ضرب مؤمن'' کی جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 24 میں شائع ہوا ہے اور اس میں جہیز کے مطالبے سے ستائی ہوئی چند بیٹیاں لکھتی ہیں:

''مکرمی!

ہم کنواری لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اب تک شادی کی نعمت سے محروم ہیں۔ خدا کی قسم برائی سے بچنا مشکل ہو گیا ہے۔ مسلم نوجوانوں کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ ہم کب تک تمہاری عزتیں سنبھال کر بیٹھیں۔ خدارا! اس غفلت سے نکل کر اپنی عزتوں کی حفاظت کرو، اگر جہیز ہی کی بات ہے تو تمہیں شادیوں کے بعد جہیز تو مل جائے گا لیکن کنواری بیویاں نہیں ملیں گی، خدا کے لئے اس جہیز کی رسم کو توڑ کر اپنا مسلم ہونا ثابت کرو۔ مولوی صاحب ہمارے لئے دعا کیجئے گا کہ خدا ہمیں ثابت قدمی نصیب فرمائے۔''

آپ کیا سمجھتے ہیں، یہ صرف احتجاج اور ایک مظلومہ پکار ہے، نہیں، ہرگز نہیں...... یہ تو ایک طمانچہ ہے، ہوس زر میں ڈوبے ہوئے ان مردوں کے منہ پر جو محبت اور انسانیت، حیا اور وفا، سیرت اور صورت، دینداری اور اخلاق ہر چیز پر مال اور دولت ترجیح دیتے ہیں، جن کی حریصانہ فرمائشوں اور شیطانی مطالبات نے لاکھوں بہنوں اور بیٹیوں کو گھٹ گھٹ کر مرنے پر مجبور کر دیا۔ ان کے مطالبات صرف جہیز تک محدود نہیں رہتے بلکہ شادی کے بعد بھی ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے، بیوی ان کے مطالبات پورے نہیں کر سکتی وہ یا تو ظلم اور تشدد کا نشانہ بنتی ہے یا زندہ لاش بن جاتی ہے یا اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے خودکشی کر لیتی وہ یا تو ظلم اور تشدد کا نشانہ بنتی ہے یا زندہ لاش بن جاتی ہے، یا اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے خودکشی کر لیتی ہیں۔ بے شک خودکشی حرام ہے مگر اس فعل حرام پر اکسانے والا وہ ظالم معاشرہ ہے، جس نے جہیز جیسی ظالمانہ رسم کو ایک قانون اور سسرال سے نت نئے مطالبات کو ازدواجی حق بنا دیا ہے۔

ہم اخبارات میں ہندوستان کے حوالے سے جہیز نہ لانے کی وجہ سے دلہنوں کو جلانے اور ان کی خودسوزی کے واقعات پڑھتے تھے...... مگر اب پاکستان میں بھی ایسے ہی واقعات پیش آنے لگے ہیں، لیکن وہ تو ہندو ہیں، لاکھوں بتوں کے پجاری، شرم وحیا سے عاری، شاستر اور رامائن پر ایمان رکھنے والے جبکہ ہم تو مسلمان ہیں، اس نبی کا دم بھرنے والے جس نے گیارہ عالی النسب خواتین سے شادی کی، مگر آپ کے گھر میں جو بھی آئی تین کپڑوں میں آئی، نہ دسیوں جوڑے، نہ سونے چاندی کے زیورات، نہ بستر، نہ تکئے، نہ پلنگ، نہ چادریں، نہ مکان، نہ سواریاں، نہ فرنیچر، نہ برتن حالانکہ ان میں سے کسی کا والد قبیلے کا سردار تھا اور کوئی بہت بڑا تاجر اور وڈیرا، کوئی لاکھوں میں کھیلتا تھا اور کوئی وسیع و

عریض جائیداد کا مالک۔ دلہن کے گھر سے کھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

......کیا ایثار ہے اس باپ کا جس نے بیٹی کو جنم دینے کے بعد تکلیفیں برداشت کر کے اسے پالا پوسا، اس کی تعلیم وتربیت پر اپنا سب کچھ لٹا دیا، پھر جب وہ خدمت کے قابل ہوئی تو اپنے سینے پر پتھر رکھ کر دوسرے کے حوالے کر دیا......اور کیسے سنگ دل ہیں جن کی نظر نہ صورت پر نہ سیرت پر، نہ تعلیم پر، نہ تربیت کے ایثار پر، نہ باپ کی قربانی پر......ان کی نظر تو بس جاہلی رواج پر ہے۔ کسے سمجھایا جائے کہ جہیز کا مطالبہ ظلم ہے، غیر شرعی فعل ہے، تمدن کے فساد کا ذریعہ ہے، ہندووانہ رسم ہے، جو سمجھانے والے تھے وہ خود اس جاہلی رواج میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے چند مخصوص بندوں کے سوا سب ہی اپنے اس ظلم کی اشاعت اور تائید کر رہے ہیں، دین داری چند عبادات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے، شادی بیاہ اور غمی خوشی کی تقریبات کو دینداری کی فہرست سے خارج کر دیا گیا ہے۔ نجانے کیوں یہ خیال بار بار دل میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب اُن بچیوں سے سوال ہوگا کہ تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا ہے؟ اگر انصاف کے اس دن میں چند مجبور بیٹیوں سے یہ سوال کیا گیا کہ تمہاری جوانیاں کس نے تباہ کیں......؟ تمہیں گناہ کے راستے پر کس نے ڈالا......؟ تمہیں خودسوزی اور خودکشی پر کس نے آمادہ کیا......؟ تمہیں زندگی بھر سسکنے، تڑپنے اور آہیں بھرنے پر کس نے مجبور کیا......؟ تو پھر کہیں ان کی انگلیاں بے دینوں کے ساتھ چند دینداروں کی طرف اٹھ جائیں اور اگر انہوں نے یہ ''مظلومانہ'' پکار خود ہی ''احکم الحاکمین'' کے سامنے پیش کر دی تو پھر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کون سرخرو اور کون ذلیل ورسوا......!!!

(ضربِ مؤمن، ۷/۲۶)

بندہ کا حضرت مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ سے اس موضوع پر ایک مکالمہ

اس ''مظلومانہ پکار'' کے سلسلے میں بندہ کو حضرت اقدس مولانا اسلم شیخوپوری صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، راقم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

''بہت سی بچیوں کے والدین اور خود خواتین کے بہت کثرت سے خطوط موصول ہوتے ہیں جو شادی کے سلسلے میں غیر معمولی پریشان ہیں، اس بارے میں خطوط کی کثرت اور لوگوں کی پریشانی کے باعث میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ لڑکیوں کی شادیوں میں غیر معمولی مشکلات پیش آ رہی ہیں؟ غور کرنے پر جو اصل وجہ سمجھ میں آئی وہ جہیز کی لعنت ہے، کیونکہ بہت سے غریب والدین جہیز بنانے سے قاصر ہیں، لہٰذا میں نے ان لڑکیوں کی شادیوں کا حل یہ سوچا ہے کہ جہیز کے خلاف مہم چلائی جائے، اس بارے میں پہلی کوشش تو یہ کہ میں اپنے درسِ قرآن میں جو ہزاروں افراد شریک ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسری مجالس کے ذریعے، ایسے فرد تیار کرنے کی کوشش کروں گا جو بغیر جہیز کے نکاح پر راضی ہوں، اس طرح ایک طرف ان کثیر لڑکیوں کے والدین سے فارم بھروا کر جمع

کرنے کا انتظام ہو جائے گا، دوسری طرف ان مردوں کی درخواستیں وصول کی جائیں گی جو بغیر جہیز کے نکاح پر راضی ہوں۔

اور یہ کام ربیع الاوّل کے مبارک ماہ میں احیاءِ سنت کے عنوان سے ہوگا۔''

اس کے بندہ کی طرف مزید توجہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ''آپ اس بارے میں بیانات کے ذریعہ عوامی حلقوں میں کچھ ترغیب کی کوشش کریں اور کوئی مشورہ دینا چاہیں تو وہ بھی دیں۔''

بڑوں کے سامنے میرے جیسے نالائق اور علم، عمر اور رتبے میں ایک بہت کمتر کا تقریر جھاڑنا یقیناً بے ادبی ہے، مگر حضرتِ اقدس کا خود سے علم، عمل اور عمر میں کئی گنا کمتر کے ساتھ بندہ نے جب یہ نظرِ عنایت اور خاطر والا معاملہ دیکھا تو اس موقع پر حضرت کی خدمت میں اس بارے میں کچھ باتیں کرنے کی ہمت ہوئی۔

چنانچہ بندہ نے جواباً عرض کیا کہ حضرت جہیز کے خلاف بیانات کر کے یا لڑکوں سے فارم جمع کر کے جو مہم چلانا چاہتے ہیں، اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا۔ (''خاطر خواہ'' کا لفظ محض ادب کی وجہ سے بڑھایا)

وجہ اس کی یہ ہے کہ بے نکاحی عورتوں کو نکاح کے سلسلے میں جو غیر معمولی مشکلات پیش آ رہی ہیں اس کی اصل وجہ جہیز نہیں بلکہ فطرت نے مرد میں متعدد بیویاں رکھنے کی جو خواہش رکھی ہے، اس خواہش کو ہندو معاشرے کی پیروی کرتے ہوئے مصنوعی طرح سے کچلنے کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ تعددِ ازدواج کی بغاوت اور اس سنت سے نفرت بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافے کا سبب ہے اور بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں یہ ''اضافہ'' اور دوسری جانب عورت کی طرف مردوں کی نکاح والی ''طلب'' میں غیر معمولی وہ کمی (جس سے فطرت و شریعت تعددِ ازدواج کا نظام دے کر کسی بھی قوم کو بچانا چاہتی ہے) اس ''طلب'' میں یہ غیر معمولی کمی اس بحران کا سبب ہے۔ جیسے اصطلاحی زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک طرف خواتین کی رسد (Supply) میں تسلسل کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے، مگر اس رسد کے مقابلے میں مردوں کی ان کی طرف اتنی طلب (Demand) نہیں جتنی طلب اس میدان میں فطری توازن قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ بات اس بحران کا اصل سبب ہے۔ جہیز اصل سبب نہیں، جہیز تو خود تعددِ ازدواج کی بغاوت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ایک ایسی ''انعامی اسکیم'' ہے جو ایسے مواقع پر لازمی ضرورت اور معاشرے کا حصہ بن جاتی ہے۔

جہیز کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی کمپنی کے پاس بیچنے کے لئے مصنوعات تو بہت ہیں مگر مطلوب کی طرف خریداروں یعنی طالبین کی اتنی طلب نہیں کہ جس کے باعث اس کی دکان پر اس سامان کے خریداروں کا ایک خاص (اور متعدبہ) مقدار میں رش ہو، خریداروں کی ان مصنوعات کی طرف طلب میں کمی کے باعث کمپنی ایسے مواقع پر متعدد انعامی اسکیمیں نکالتی ہیں کہ مثلاً چار بوتلیں خریدنے پر پانچویں مفت...... وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے مواقع پر کسی بھی کمپنی کا مختلف انعامی اسکیمیں نکالنا جیسے رسد و طلب (Supply and Demand) کے ایک فطری قانون کا ایک عین فطری تقاضا ہے، بالکل اسی طرح جہیز بھی تعددِ ازدواج کی بغاوت کے باعث ایک طرف (عورتوں) کی رسد (Supply) میں اضافے اور اس کے مقابلے میں

دوسری جانب میں طلب (Demand) کی کمی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بحران کا لازمی اور فطری نتیجہ ہے۔

جو جہیز بھی دے رہے ہوں ان کے ہاں نکاح سے انکار زیادہ بڑا ظلم ہے

ایسے مواقع پر اگر نوجوانوں میں ایسی تحریک چلائی جائے کہ وہ بغیر جہیز کے نکاح پر آمادہ ہو جائیں، تو جب ایک نوجوان کے پاس ایسے رشتے بھی ہوں جس کے والدین بخوشی جہیز دینے پر "مجبور" ہوں گے اور دوسرے جہیز نہ دے سکتے ہوں تو یہ بھلا بغیر جہیز کے نکاح پر کیسے راضی ہوگا؟ جب والدین اپنی خوشی سے جہیز دے رہے ہیں تو جہیز لینے میں کون سی رکاوٹ؟ نیز ایسے والدین کے ہاں نکاح سے انکار کرنا کہ جنہوں نے بڑی محنت سے اپنی بچی کے لئے جہیز تیار کیا، زیادہ بڑا ظلم ہے اُن والدین کے ہاں انکار کرنے سے کہ جو جہیز دینے پر تیار نہیں۔

الغرض بندہ نے حضرت سے عرض کیا کہ کسی لڑکے کا کسی اچھے رشتے کا صرف اس وجہ سے انکار کرنا کہ اس کے والدین بعض مجبوریوں کے باعث بخوشی بلکہ زبردستی جہیز دے رہے ہیں، اور ایسے رشتے کو ترک کر کے ایسی لڑکی کا انتخاب جو جہیز پر قادر نہ ہو بلکہ اس انتخاب کے لئے باقاعدہ خود جا کر فارم بھرنا ذرا مشکل کام ہے، یہ تحریک کچھ خاص کارگر ثابت نہ ہوگی، نیز اگر کوئی لڑکا تیار ہو بھی گیا تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس کی مائیں بہنیں بھی اس کے اس عمل پر راضی ہوں گی؟ اگر راضی ہو بھی گئیں تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس کے والدین بعد میں اپنی بہو کو مختلف مواقع پر جہیز نہ لانے پر طعنے دے دے کر پریشان نہیں کریں گی؟ جس کے نتیجے میں یہ غریب بچی اور اس کے والدین ساری عمر اپنے داماد اور سسرال سے "سہمے سہمے" رہیں گے اور یہ فرضی بات ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں کہ جہیز کے بغیر جن والدین نے اپنی بچیوں کو رخصت کیا، تو بعض جگہ تو مختلف طعنوں کے باعث طلاق تک نوبت پہنچی اور بعض جگہ اس لڑکی کو مختلف مواقع پر طعنے دے کر نفسیاتی مریض بنانے کی کوشش کی گئی اور ایسا صرف بے دینوں میں ہی نہیں ہوا بلکہ علماء وصلحاء کے گھرانوں میں بھی اس قسم کے واقعات کی کمی نہیں۔

(مکالمہ کو چند لمحوں کے لئے مؤخر کر کے ہماری اس تحریر کو پڑھنے والے حضرات اس بارے میں ضرب مؤمن میں شائع شدہ ایک اور خط ذرا ملاحظہ فرمائیں)

خواتین کے ہاتھوں خواتین کی بے اکرامی

محترم جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم!

آج کل "ضربِ مؤمن" میں جو تحریک شادی سے متعلق چلی ہوئی ہے اس سلسلہ میں ایک بات عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اگر کوئی بیٹا یا بھائی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ سنا دیتا ہے کہ اس کی شادی سادگی سے اور بغیر جہیز کے ہوگی اور گھر کی خواتین کو لامحالہ یہ فیصلہ اپنے ناجائز ارمانوں کا خون کرتے ہوئے ماننا پڑتا ہے تو وہ اس کا بدلہ آنے والی بہو سے لیتی ہیں اور اسے طعنہ دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں، یہاں تک کہ ہر آنے جانے والی رشتہ دار خاتون کے سامنے اس بے چاری

کو جہیز نہ لانے کی پاداش میں ذلیل کرتی ہیں۔ بعض جگہ تو شوہر کو بھی علم نہیں ہوتا کہ اس کی بیوی کے ساتھ گھر کی خواتین کا ردّعمل کیا ہے، جو خواتین کھل کر طعنہ نہیں دیتیں وہ باتوں میں سنانا نہیں بھولتیں کہ ان کو جہیز میں یہ ملا اور یہ ملا اور یہ سب کچھ دنیادار گھرانوں میں ہی نہیں ہوتا، بظاہر دیندار کہلانے والوں کے ہاں بھی ہوتا ہے، جو کہ نہیں ہونا چاہئے۔ (ایک خاتون، کراچی)

ضربِ مؤمن کی طرف سے دیا گیا جواب

''جہیز وہ مالِ مفت ہے جس پر نوجوانوں کے ساتھ ہماری خواتین بھی فریفتہ ہیں، اس رسم کے خاتمے کے لئے نوجوانوں کے ساتھ خواتین کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تب جا کر ہمارا معاشرہ اس کے سنگین اثرات سے نجات پا سکتا ہے، ہماری ماؤں، بہنوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر دین کا حکم ماننے پر وہ ایک بے قصور عورت کا دل دکھائیں گی اور اسے پریشان کریں گی تو کل کلاں ان کی اپنی بچیوں کے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا جائے گا اور آج اگر وہ ایسی بہو کا جس نے سادگی کی مقدس سنت کو زندہ کیا اور بہت سی بچیوں کو نیکی کی راہ دکھائی، قدر اور اکرام کریں گے تو دنیا و آخرت میں ان کو اس کا بہترین بدلہ ملے گا۔ اس رویے کی اصل وجہ میڈیا کی پھیلائی ہوئی بے دینی کی وہ ذہنیت ہے جس سے متاثر ہو کر ہماری خواتین ایسا سب کچھ کرتی ہیں۔ اس واسطے خواتین میں دینداری کے احیاء کے لئے انتھک کام کرنے کی ضرورت ہے، تب جا کر ان کا ذہن ایسی بچیوں کے اکرام کی طرف مائل ہوگا جنہوں نے یہ عظیم قربانی دی ہے۔ ''خواتین کا اسلام'' اس مقصد کے لئے کی جانے والی مخلصانہ کاوش ہے، اسے خواتین میں زیادہ سے زیادہ پھیلانا چاہئے۔ ان شاء اللہ اس کے بہترین آثار جلد نمودار ہوں گے۔''

(ضربِ مؤمن، ۷/۳۹)

یہ تو ایک خط تھا جو ایک خاتون کے سوال اور ''ضربِ مؤمن'' کے ایڈیٹر مولوی شیر محمد صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے دیئے گئے جواب پر مشتمل تھا، بندہ نے جملہ معترضہ کے طور پر اسے درمیان میں ذکر کیا، اب اصل مکالمہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

حضرت اقدس مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب رحمہ اللہ بندہ کی باتوں کو نہ صرف شوق سے سن رہے تھے بلکہ ساتھ ساتھ بندہ کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مزید تقریر جاری رکھنے کی ہمت بھی بڑھا رہے تھے، آپ کی اس عنایت کو دیکھ کر مزید ہمت ہوئی تو بندہ نے مزید عرض کیا کہ چلئے فرض کر لیتے ہیں کہ پاکستان کے سارے مرد بغیر جہیز کے نکاح کے لئے تیار ہو بھی جاتے ہیں تو وہ عورتیں جن کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زائد ہے ان کی شادی کیسے ہوگی؟ جس عورت کے مقابلے میں مرد موجود ہی نہیں، اس کی شادی کا کیا حل ہے؟ اور ایسی عورتوں کی تعداد بھی کم نہیں۔

حضرت مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ بندہ کی اس تقریر کو سن کر فرمانے لگے کہ ''آپ اگر اس بارے میں کوئی تفصیلی تحریر

مرتب کر رہے ہیں تو میں اسے ان شاء اللہ ضرور ملاحظہ کروں گا۔“

حضرت نے ان خواتین کے فارم جمع کرنا شروع کئے جو جہیز دینے پر قادر نہیں اور دوسری طرف اپنے بیانات میں مردوں کو بھی ترغیب دینا شروع کی کہ جو حضرات ”فی سبیل اللہ“ جہیز لئے بغیر (غریبوں اور فقیروں کی) بچیوں سے نکاح کے خواہش مند ہوں وہ اس بارے میں تعاون فرمائیں۔ حضرت کی یہ تحریک چلتی رہی۔

اس تحریک کے شروع ہونے کے تقریباً تین چار ماہ کے بعد بندہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کی خدمت میں اس تحریک کے اب تک جو نتائج نکلے اس کی معلومات حاصل کرنے کی خواہش اور درخواست کی۔

حضرت نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا! کوئی خاص فائدہ (خاص کا لفظ بھی اپنی طرف سے بڑھا رہا ہوں) نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا: کیوں......؟ فرمانے لگے کہ عورتوں کی درخواستوں کی تو بھرمار ہے اور ان میں لاتعداد وہ عورتیں بھی ہیں جو جہیز دینے پر بھی تیار ہیں، اس کے برخلاف لڑکوں کی درخواستیں ہی بہت کم موصول ہوئی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ دونوں قسم کی درخواستوں کا کیا تناسب ہے؟ فرمانے لگے کہ بمشکل ایک اور ساڑھے تین کا تناسب ہے، یعنی ساڑھے تین لڑکیوں کے مقابلے میں بمشکل ایک لڑکا، یہ تناسب ہے۔ نیز فرمایا کہ ایک تو لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کی درخواستیں ہی بہت کم موصول ہوئیں پھر ان درخواستوں میں بھی جو لڑکے ہیں وہ عموماً بے روزگار اور نالائق قسم کے ہیں، اس کے برعکس لڑکیوں کی درخواستوں میں خاندانی، خوبصورت اور بہت سی اچھی خاصی تعلیم یافتہ (Qualified) لڑکیاں ہیں۔

بندہ نے عرض کیا کہ آپ نے جو یہ فرمایا کہ جن لڑکوں کی طرف سے درخواستیں وصول ہوئیں ان میں اکثر نالائق اور نااہل ہیں، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس زمانے میں لڑکے کا تحریری درخواست جمع کروا کر نکاح کی کوشش کرنا ہی اس کے نااہل اور پرلے درجے کے نالائق ہونے کی علامت ہے کیونکہ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس لڑکے کو خاندان یا محلے پڑوس کا کوئی فرد بھی ”گھاس“ ڈالنے کے لئے تیار نہیں، جبھی تو درخواست دے رہا ہے، اگر اس میں ذرا بھی صلاحیت ہوتی تو خاندان یا جان پہچان والے اسے ”باہر“ جانے ہی نہ دیتے۔ باقی شادی دفتروں میں درخواستوں کے تناسب کو اسی پر قیاس فرمالیں۔

یہ مکالمہ لکھنے کے دوران پیش آمدہ ایک اتفاقی واقعہ

☆ بندہ مولانا اسلم صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ پیش آنے والا یہ مکالمہ جب تحریر کر رہا تھا تو اس دوران عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلا کہ ایک صاحب (جن کی عمر تقریباً 60 سال ہوگی) نے بندہ کو آگھیرا، کہنے لگے کہ مولوی صاحب! آپ سے ایک بہت ضروری مسئلہ پوچھنا ہے۔ میں نے کہا: پوچھئے! کہنے لگے کہ لڑکی والے باراتیوں کو جو کھانا کھلاتے ہیں تو شادی کے اس کھانے کا اسلام میں کوئی تصور ہے؟ میں نے کہا: قطعاً نہیں، یہ سراسر ہندوانہ رسم ہے۔ کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی شادی پر کسی کو کھجور کا ایک دانہ بھی کھلایا ہو، ہاں ولیمہ بہت اہتمام سے فرماتے تھے اور ولیمہ لڑکے والے کرتے ہیں، لڑکی والے نہیں۔

کہنے لگے تو پھر میں کیا کروں؟ میری بچی کی شادی ہے، بری کی رسم اور جہیز اور شادی کا کھانا وغیرہ ملا کر بچی کی شادی پر

کئی لاکھ کا خرچہ آ رہا ہے۔

ان بزرگ کی حالت اور پریشانی سے ایسا لگ رہا تھا کہ یہ رو پڑیں گے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! کیا ضرورت ہے ان خرچوں کی......؟ نہ کریں، کسی کے دباؤ اور خاندانی رسموں کا کیوں شکار ہوتے ہیں......؟ شادی کا کھانا نہ کھلائیں......داماد کو سلانے کے لئے بستر اور اسے اور اس کے مہمانوں کو بٹھانے کے لئے صوفے مہیا کرنا آپ کے ذمے تو نہیں......؟

کہنے لگے کہ اس سے پہلے بڑی بچی کی شادی کے موقع پر میں نے خرچے میں کچھ کمی کی تھی، یعنی لڑکے والوں سے کہا تھا کہ آپ کی طرف سے آنے والی بارات کو شادی کا کھانا بھی کھلاؤں گا، جہیز بھی دوں گا مگر اپنی حیثیت کے مطابق اور بارات میں افراد بھی کچھ کم کر لیں۔ کہتے ہیں: اس کے جواب میں لڑکے والے کہنے لگے کہ اگر آپ نے شادی کا کھانا نہ کھلایا یا انتظام معیاری نہ ہوا تو ہمارے خاندان، دوست احباب جب شادی میں آئیں گے تو یہ غیر معیاری انتظام ان کی نظر میں ہماری بے عزتی کا سبب بنے گا کہ کن گھٹیا لوگوں میں شادی کر لی، نیز جہیز بھی ایسا نہ ہو جسے دیکھ کر لوگ سمجھیں کہ کن ''نیچ'' لوگوں میں شادی کر لی؟

یہ بزرگ کہتے ہیں کہ میری جب اس جواب پر ان سے تکرار ہوئی تو لڑکے والوں نے رشتے سے ہی انکار کر دیا اور یوں بڑی بچی اس وقت سے اب تک گھر میں کنواری ہی بیٹھی ہے، کوئی دوسرا رشتہ اس کے لئے نہ آ سکا اور اب اپنی ہی برادری کے لڑکے سے دوسرے نمبر والی لڑکی کی بات طے ہو چکی ہے اور فلاں تاریخ پر شادی ہے، انہیں بھی میں نے سمجھانے اور خرچہ کم کروانے کی کوشش کی تو یہ بھی رشتہ توڑنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

یہ بزرگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ بیٹا! مجھے اس مصیبت سے نکلنے کا حل بتاؤ، میں بہت پریشان ہوں، رائے ونڈ کا اجتماع آنے والا ہے، میں چاہتا ہوں کہ بیٹی کی شادی کے بوجھ سے ہلکا ہو کر اس اجتماع میں جاؤں۔

مجھے ان بزرگ پر بہت ترس بھی آیا اور ان کے بننے والے بے شرم داماد پر غصہ بھی۔ میں نے بڑے جوش سے کہا کہ حضرت! ایسے بے غیرت داماد جو پہلی رات اپنے پیسوں سے خریدے گئے بستر کے بجائے اپنی بیوی کے بستر پر سوتے ہوئے شرم محسوس نہ کرے......اپنے دوستوں کو اپنی بیوی کے صوفوں پر بٹھا کر اپنی غیرت کا جنازہ نکالنے پر راضی ہو، تو ایسے بے شرم اور مال کی لالچ میں غیرت کا سودا کرنے والے شخص کے حوالے اپنی بچی کو کیوں کر رہے ہیں؟ انکار کریں اس رشتے سے......؟

کہنے لگے کہ ''یہ اپنی برادری والے ہیں، انکار کر دیا تو پھر کہاں کروں؟ نیز ابھی میری چار بیٹیاں مزید بیٹھی ہوئی ہیں، بیٹا کوئی نہیں، ان بیٹیوں کی ذمہ داری بھی اکیلے مجھ پر ہے، اگر ہر ہر داماد کے بارے میں ایسے ہی ''نخرے'' شروع کر دیئے تو بڑی بچی کا تو تجربہ ہو گیا، باقی بچیوں کا کیا بنے گا......؟''

اطمینانِ قلب کے ساتھ دین کی خدمات میں مشغول رہیے......!

ان بزرگ کے حالات کو دیکھتے ہوئے مجھے خیال ہوا کہ ان سے کہوں کہ آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ اب اس ساٹھ سال کی عمر میں بچیوں کی شادیوں کی فکر سے خود کو دستبردار کرتے ہوئے رائیونڈ جا کر دین کی خدماتِ متعدیہ میں ہمہ تن اور

اطمینان قلب کے ساتھ مشغول رہیں اوراس عمر میں اب اپنی بچیوں کی شادیوں کی فکر کے بجائے کسی اسلامی ٹرسٹ سے ان کی ماہانہ کفالت پر زیادہ زور دیں، مگر پھر بندہ کو خیال ہوا کہ ٹرسٹ تو بیوگان کی کفالت کرتے ہیں، کنواریوں کی تو نہیں؟

نیز مجھے یہ بھی خیال ہوا کہ ان بزرگ سے پوچھوں کہ آپ نے حج بھی کیا ہوا ہے؟ کیونکہ ہم نے مسئلہ یہ سنا ہے کہ جس کے پاس بچی کی شادی پر اتنی رقم خرچ کرنے کی گنجائش ہو جس رقم کے ذریعے حج ممکن ہو تو ایسے شخص پر ''حج'' فرض ہو جاتا ہے لہٰذا بچی کی شادی پر لاکھوں روپے خرچ کر کے حج کی سعادت سے محروم رہنا آپ کے لئے تو ویسے بھی جائز نہیں......!!!

بندہ کے پاس محض وہ واقعات جو اتفاقی طور پر اچانک سامنے آ گئے، ایسے واقعات کی بھی ایک فہرست ہے اور یہ حالات ایسے ہیں جو کسی ہوش مند سے مخفی نہیں، کراچی اور پنجاب کے عام رہائشی ان حالات کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں اور بچیوں کی شادی کے لئے ہر باپ کا غیر معمولی طور پر فکر مند رہنا ایک ایسا معاملہ بن چکا ہے جسے اب نارمل سمجھا جانے لگا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ بچہ جو لنگڑے لولوں میں جوان ہو کر یہ سمجھنے لگا تھا کہ دنیا میں ہر ایک لنگڑا لولا ہی پیدا ہوتا ہے، لہٰذا لنگڑا لولا ہونا ایک ''نارمل'' حالت ہے۔

ایک شادی دفتر کا عجیب قصہ

☆ ایک دن میں کراچی کے مشہور بازار جامع کلاتھ کے ایک شادی دفتر میں پہنچا، وہاں ادھیڑ عمر کی ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ذرا یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے دفتر میں لڑکوں اور لڑکیوں کی درخواستوں کا تناسب کیا ہے؟

محترمہ بزرگ خاتون نے معذرت کر لی۔

میں بھی اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور خاتون نے میرے سامنے فون اٹھا کر بات شروع کر دی، فون پر ان کا جو کلام ہوا میں اسے سن کر تعجب کئے بغیر نہ رہ سکا، مجھے ظاہر ہے کہ رسیور سے دوسری جانب کی آواز سنائی نہ دے رہی تھی، دفتر والی ان خاتون ہی کا کلام سن سکا، جو پیش خدمت ہے، یہ خاتون فون پر کچھ یوں گفتگو فرما رہی تھیں:

ارے نہیں نہیں...... دیکھئے، تین لاکھ...... کچھ کم کر لیجئے، ایک لاکھ...... ہیں...... اچھا...... مگر فلیٹ...... مگر...... کم کر لیں ...... اچھا...... ٹھیک ہے...... دیکھیں! اتنی گنجائش نہیں...... میں نے بتایا نا کہ...... اس سے زیادہ......''

بندہ کو چونکہ دوسری جانب کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی لہٰذا پورا کلام سمجھ نہ آیا کہ یہ کیا ''کشتی'' ہو رہی ہے، رسیور رکھنے کے بعد خاتون سے میں نے استفسار کیا تو بڑے اطمینان سے (ان کے اطمینان کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ ان کے لئے یہ آئے دن واقع ہونے والی ایک نارمل سی بات ہے) کہنے لگیں:

بیٹا کوئی ایسی بات نہیں، ایک صاحب کا رشتہ کروا رہی ہوں، ان کا فون تھا۔ میں نے کہا:

تو ایک لاکھ اور فلیٹ کا کیا مطلب؟ کہنے لگیں کہ یہ صاحب لڑکی والوں سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ علیحدہ گھر اور جہیز کے ساتھ ساتھ تین لاکھ رقم کیش بھی لوں گا، چونکہ میں درمیان میں واسطہ (ایجنٹ) ہوں لہٰذا لڑکی والوں کو فلیٹ کی صورت میں گھر

پر تو آمادہ کرلیا ہے ''مناسب'' جہیز بھی دینا ہی ہے مگر لڑکی والے تین لاکھ کیش کے بجائے ایک لاکھ سے زائد دینے پر تیار نہیں، اس پر ''گوٹ'' اٹکی ہوئی ہے اور لڑکی والے میرے ذریعے لڑکے کو کچھ ''کم'' پر راضی ہونے کی درخواست (Request) کر رہے ہیں، کہنے لگیں کہ لڑکی MSc ہے۔

میں نے کہا کہ پھر لڑکا کم از کم بریگیڈیئر یا کرنل تو ہوگا جو اتنے نخرے کر رہا ہے؟ کہنے لگیں کہ.....ٹیلر ماسٹر.....(یعنی درزی) ہے۔

''ہمارے ہاں تھوکے ہوئے مال کو کوئی نہیں چاٹتا.....''

☆ چند ماہ قبل کسی ضروری کام کے سلسلے میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی، یہ صاحب ہزارہ کے رہنے والے اور مالدار آدمی تھے، گپ شپ کے دوران اِن کے بچے کھیلتے ہوئے ان کے گھر سے باہر نکلے تو مجھے بتانے لگے کہ میرے یہ بچے پہلی بیوی سے ہیں، میں نے حیران ہوکر پوچھا کہ آپ نے دو شادیاں کی ہوئی ہیں؟ کہنے لگے پہلی کو طلاق دینے کے بعد دوسری شادی کی۔

میں نے کہا کہ طلاق کیوں دی؟ کہنے لگے کہ طلاق تو اس لئے دی کہ بدزبان تھی یا شاید کہا کہ خدمت نہیں کرتی تھی اور (سزا دینے کے لئے) بچے بھی اس سے چھین لئے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کی پہلی بیوی کی اب کہیں اور شادی کا امکان ہے؟

میرا یہ سوال سن کر فوراً برجستہ بولے:.....''ہمارے ہاں تھوکے ہوئے مال کو کوئی نہیں چاٹتا۔''

سبحان اللہ.....! کیا بہترین جواب دیا اور واقعی موصوف نے اپنے اس جواب میں معاشرے کے ہاں نکاح کے معاملے میں ''طلاق یافتہ عورت'' کی جو قدر ہے اس کا بہترین اور مکمل صحیح صحیح نقشہ کھینچ کر دکھایا۔

یاد رکھئے! ان صاحب نے طلاق یافتہ عورت کے لئے جو الفاظ استعمال کئے، نکاح کے حق میں مسلمان کے دل میں طلاق یافتہ کی حیثیت وحقیقت ایک شادی والے رواج کی ''برکت'' سے بالکل یہی ہے، زبان سے اظہار ہر ایک نہیں کرپاتا۔

مقابلہ کرلیجئے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم بیوگان اور طلاق یافتہ عورتوں کے نکاح میں غیر معمولی رغبت کے باعث انہیں عدت گزرنے سے قبل بھی نکاح کے سلسلے میں کسی نہ کسی طرح ضرور یاد کروگے، لہٰذا اس رغبت وشوق کی رعایت کی خاطر تمہیں اشارۃً اور گول مول طریقے سے عدت ختم ہونے سے پہلے بھی پیغامِ نکاح بھیجنے کی اجازت ہے.....ایک معاشرے میں بیوگان کی یہ قدر کہ عدت کے ختم ہونے کا انتظار دشوار ہے اور دوسری طرف موصوف کا برجستہ اور فوراً جواب کہ.....''ہمارے ہاں تھوکے ہوئے مال کو کوئی نہیں چاٹتا۔''

بندہ کو ان صاحب کا جواب سن کر افسوس تو ہوا مگر حیرت نہیں کیونکہ رسد وطلب (Supply and Demand) کا فطری اصول صرف تجارتی مصنوعات کے ساتھ خاص نہیں، نکاح کے حق میں عورت کی قدر و قیمت اسی رسد وطلب میں توازن پر موقوف ہے اور عورت کی قدر و قیمت بڑھانے کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ کہ ''سپلائی'' کے مقابلے میں ''ڈیمانڈ'' بڑھادی جائے۔

کل آپ کی بیٹیوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوگا

جو حضرات بھی بندہ کی اس تحریر کو پڑھ رہے ہیں، اس موقع پر میں ان سے کہوں گا کہ یاد رکھئے! کل آپ کی بیٹیوں میں سے بھی کسی کو طلاق ہو سکتی ہے، اگر آپ اپنے قول و عمل سے خاندان کا جمود توڑنے کو تیار نہیں...... اگر آپ اپنی دینی یا دنیوی اہم ترین مشغولیات اور اطمینانِ قلب جیسی نعمت کو برقرار رکھنے کے لئے متعدد شادیوں کے لئے تیار نہیں...... تو ممکن ہے کہ آپ کی کسی بچی یا پوتی، نواسی کو طلاق ہو اور وہ بھی ''تھوکے ہوئے مال'' کی فہرست میں اس طرح سے داخل ہو جائے کہ آپ کے خاندان کا کوئی مناسب اور اس بچی کا ہم پلہ اور کفو اس نکاح کو...... ''تھوکے ہوئے مال کو چاٹنا'' سمجھے اور اس سے نکاح پر آمادہ نہ ہو، یا ممکن ہے کہ آپ کی کوئی بچی حسن و جمال والی نہ ہو اور آپ کا متوقع داماد یہ سوچ کر اسے مسترد کر دے کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہوتی ہے، جیسا کہ آپ نے اپنی باری میں بھی یہی سوچا تھا...... بتایئے!...... آپ نے اپنی نسل میں پیدا ہونے والی عورتوں کی عفت و پاکدامنی کے لئے کیا انتظام کیا ہوا ہے۔ کیا آپ سے بروزِ محشر اس بارے میں سوال نہیں ہوگا......؟؟؟

مسلمانو! بتاؤ کیا یہ عورت پر ظلم نہیں اگر ظلم ہے تو ظالم کون......؟؟؟ کیا اب بھی وہ شخص ظالم نہیں جو استطاعت کے باوجود اور ان حالات پر مطلع ہونے کے بعد بھی ایک زوجہ پر قناعت کو سعادت سمجھے......؟

مسلمانو! خدا کی قسم یہ حالات یہاں رکیں گے نہیں، عنقریب نکاح کے سلسلے میں پریشان ہونا اور بیٹیوں کے رشتوں کے انتخاب کے لئے در بدر پھرنا، ایک بڑے پیمانے پر اس قسم کے کاموں کا ''دردِ سر'' قوم میں ختم ہونے والا ہے...... بندہ کے علم میں بعض اس قسم کے واقعات بھی ہیں کہ ایک عزت دار اور شریف آدمی اپنی پردہ دار بیٹی کے نکاح کے سلسلے میں غیر معمولی پریشان ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ اگر اسی طرح ''انتظار'' میں بیٹھا رہا تو بچی کی عمر نکل جائے گی، بالآخر اس نے از خود اپنی بچی کو مجبور ہو کر گھر سے باہر آوارہ گردی پر مجبور کر دیا کہ خود ہی کسی مناسب لڑکے سے دوستی لگا کر اس کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کر، کیونکہ اس کے بغیر اب شاید تیرا نکاح ممکن نہ ہو۔

تعددِ ازدواج کی بغاوت کے نتیجے میں جو تباہی پھیلتی ہے اگر اس میں مزید اضافہ نہ ہوتا بلکہ یہ تباہی یہیں رک جاتی تو بھی غنیمت تھا، لیکن ہم نے جیسے پہلے عرض کیا کہ جس معاشرے میں متعدد شادیوں کا عملی اقدام اجتماعی سطح پر ترک کر دیا جاتا ہے اس سے جو تباہی پھیلتی ہے تو یہ تباہی اپنے منطقی انجام کے جیسے جیسے قریب پہنچ رہی ہوتی ہے اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور ایسے لوگ اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں ؎

ابتداءِ عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ایک عجیب واقعہ...... ''دنیا کی محبت ختم ہو جائے......''

بندہ درجِ ذیل واقعہ جس وقت ان مذکورہ واقعات میں شامل کر رہا ہے تو اسے پیش آئے شاید 24 گھنٹے بھی نہ گزرے ہوں، چنانچہ وقتِ تحریر سے چند گھنٹے پہلے عصر کی نماز کے بعد ایک 70 سالہ بوڑھے اور سفید ریش بزرگ مسجد میں بندہ کے

پاس حاضر ہوئے۔ سخت بے چینی اور اضطراب کی کیفیات میں فرمانے لگے کہ بیٹا میں اپنے بارے میں بہت پریشان ہوں کہ پانچ وقت نماز بھی پڑھتا ہوں، تہجد کا بھی پابند ہوں، گھر کا ماحول بھی درست ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود دنیا کی محبت میرے دل سے ختم نہیں ہوتی، مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں کہ دل سے دنیا کی محبت ختم ہوجائے۔

میں نے پوچھا کہ دنیا کی محبت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ ہروقت پیسہ بڑھانے کی فکر لاحق رہتی ہے یا دنیا سے لمبی لمبی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں......؟

فرمانے لگے کہ بات یہ ہے کہ دنیا کی ایک آزمائش میں اتنا زیادہ پریشان ہوں کہ اس پریشانی کا خیال ہزار کوشش کے باوجود دل سے نہیں نکلتا اور خدا کی تقدیر پر راضی رہ کر اس پریشانی میں صبر نہیں ہو پا رہا۔

میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کو اسی وقت کوئی مفید مشورہ دے سکتا ہوں کہ جب آپ کھل کر بتائیں کہ آپ کو کیا پریشانی ہے؟

اس پر فرمانے لگے کہ میری دو بیٹیاں ہیں، گھر بیٹھی بوڑھی ہورہی ہیں، میں غریب آدمی ہوں اس کے باوجود بیٹیوں کا مستقبل بنانے کے لئے میں نے ان کی دینی و دنیوی تعلیم پر کیا کچھ خرچ نہیں کیا...... میرا ایک مکان ہے، اسے فروخت کرنے کے لئے اس پر ''برائے فروخت'' کی تختی بھی لٹکادی ہے تاکہ جیسے ہی کوئی مناسب رشتہ آئے تو اس مکان کی آمدن بچیوں کے جہیز اور ان کی شادی کے دوسرے مصارف پر خرچ کرسکوں۔ الغرض اپنی طرف سے تو تیاری پوری ہے مگر سال پر سال گزرتے جارہے ہیں، کوئی رشتہ ہی نہیں آتا......

میں نے کہا کہ ممکن ہے کہ رشتے آتے ہوں مگر آپ کو پسند نہ آتے ہوں؟ کہنے لگے کہ: نہیں بیٹا! کئی سال گزر گئے، خاندان وغیر خاندان میں سے کسی ایک کا بھی رشتہ نہیں آیا (نہ کسی مناسب کا اور نہ نامناسب کا)

اس کے بعد فرمانے لگے کہ اس بڑھاپے میں پانچوں نمازوں کے بعد اور رات کو تہجد میں اٹھ کر اپنی بچیوں کے مستقبل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مسلسل دعائیں مانگنے کا معمول ہے، مگر معلوم نہیں مجھے کیا ہوگیا؟ خدا کی تقدیر پر صبر کیوں نہیں آتا؟

میں نے کہا: یہ فکر دنیا کی محبت تو نہیں، بس آپ کی جو ذمہ داری تھی آپ نے پوری کردی، اب خود سے سوچ سوچ کر اور اس پریشانی کا خود پر ہروقت کے لئے مسلط کر کے پریشان نہ ہوں اور پھر بھی جو پریشانی غیر اختیاری طور پر محسوس ہو تو نہ صرف یہ کہ اس پر مواخذہ نہیں بلکہ اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ اجر ملے گا۔

یہ جواب سن کر بزرگ نے جو باتیں کہیں تو بخدا! اس بوڑھے بزرگ کی بے چینی اور اضطراب کی کیفیت سے نکلے ہوئے یہ الفاظ ان لوگوں کے لئے بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں جن کے سینے میں دل نام کی کوئی چیز ہے اور جو قوم کے اجتماعی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں، ان بزرگ نے میرا جواب سن کر فرمایا:

> ''بیٹا یہ فکر دنیا کی محبت ہی تو ہے، کیونکہ ہم نے علماء سے سنا ہے کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد دیتا ہے تو اس کی ضرورتوں کا بندوبست بھی پہلے ہی سے کر دیتا ہے، تو جب اس نے مجھے

بچیاں دیں تو میں سوچتا ہوں کہ اس خدا نے ان کے نکاح کے بندوبست کا بھی تو انتظام کیا ہوگا، اب اگر میری بچیوں کے نکاح کا انتظام نہیں ہو پا رہا تو مجھے اپنے لئے اسے ایک امتحان سمجھنا چاہئے اور یہ سوچ کر صبر کرنا چاہئے کہ اسی میں بہتری ہوگی، لیکن صبر کیوں نہیں آ رہا؟ ڈپریشن کا مریض بن گیا ہوں، مجھے خدا کی آیات پر کامل ایمان کیوں نہیں آتا، صبر وتحمل سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین کر کے اطمینان کی نیند سوتا کیوں نہیں؟

اس کے بعد خود ہی فرمانے لگے کہ معلوم نہیں حالات کیسے بدل گئے؟ ہمارے آباء واجداد میں تو کسی بھی نوجوان سے جب تک اس کے اچھی طرح جوتے نہیں گھسوا لیتے تھے، اسے اپنی لڑکی نہیں دیتے تھے مگر اب جبکہ میری بچیاں دینی ودنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں، جہیز دینے اور شادی کے دوسرے اخراجات پر بھی تیار ہوں مگر ان سب باتوں کے باوجود رشتہ ہی نہیں آتا......

اس موقع پر ان بزرگ کے چہرے پر بڑھاپے کی سلوٹیں اور لڑکھڑاتی ہوئی بوڑھی زبان سے اس اضطراب اور بے چینی کی غیر معمولی کیفیت کا اظہار...... مگر دوسری طرف اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد وتوکل کہ زبان سے ایک حرف بھی ناشکری کا نہیں نکلا......، ان دونوں قسم کی غیر معمولی کیفیات کے اجتماع کو دیکھ کر ان بزرگ کی دینداری پر رشک آ رہا تھا کہ اصل مسئلہ جو میرے سامنے رکھنے کے لئے آئے تھے وہ تو اپنی پریشانی کے بارے میں یہ خوف کہ میرا شمار کہیں ان لوگوں میں نہ ہو جو خدا پر اعتماد وتوکل نہیں کرتے، چنانچہ "دنیا کی محبت والی" اس "بیماری" کے علاج کے لئے مجھے بزعمِ خود عالم سمجھ کر میرے پاس تشریف لائے تھے، بچیوں کا مسئلہ تو میرے استفسار پر سامنے رکھا۔

نکاح مشکل اور زنا کو آسان بنانے والے مسلمانو......! میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ خدا کی قسم صبح وشام جس غربت اور مہنگائی کا رونا رو کر تم نکاح سے دور بھاگ رہے ہو، یاد رکھو! اس جذبے سے نکاح سے دور بھاگنا بروزِ محشر تمہارے گلے پڑ جائے گا۔ تمہیں یہ غربت اور مہنگائی صرف اپنے حق میں دکھائی دیتی ہے، اس بزرگ جیسے نامعلوم کتنے والدین ہیں کہ جنہوں نے بچیوں کی شادی کے بوجھ کو سر سے اتارنے کے لئے اپنے مکان پر "برائے فروخت" جیسی تختیاں لٹکا رکھی ہیں، ان کے حق میں غربت اور مہنگائی کا احساس نہیں، نیز فحاشی کے لئے قوم کے پاس پیسہ کہاں سے آ جاتا ہے......؟

یاد رکھو......! جن خرچوں کے خوف سے تم نکاح سے دور بھاگ کر نکاح کی کسی بھی درجہ حوصلہ شکنی کر رہے ہو اور یوں قوم کے لئے زنا کو آسان بنا رہے ہو، خدا تمہارے اس جذبے کی "قدر" کرتے ہوئے تمہاری قوم میں بیٹیوں کی شرح پیدائش بڑھا رہا ہے اور ان کی شادی جیسی عظیم ذمہ داری کو تمہارے سروں پر مسلط کرتے ہوئے تمہارے ایسے خرچے کروا رہا ہے کہ تمہیں ان میں سے ایک ایک کی شادی پر "مکان برائے فروخت" اور "پلاٹ برائے فروخت" جیسی تختیاں اور اشتہار لگوانے پڑیں گے۔

دوسری شادی کے لئے پیر ومرشد سے اجازت لینا

کراچی میں ایک انتہائی مالدار خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک 30 سالہ شادی شدہ جوان لڑکا ایک دن میرے پاس آیا، کہنے لگا کہ مجھے دوسری شادی کے لئے ایک طلاق یافتہ خاتون کا رشتہ میسر آیا ہے، میں اس خاتون کو با آسانی ایک الگ گھر

بھی دے سکتا ہوں اور اس کے دو بچوں کی کفالت بھی کر سکتا ہوں، مجھے اس خاتون کی طرف نکاح میں طبعی رغبت بھی ہے لیکن میرے شیخ ومرشد مجھے دوسری شادی کی اجازت نہیں دے رہے، کیا کروں......؟

میں نے جواباً کہا کہ اگر آپ کے شیخ ومرشد کی کوئی طلاق یافتہ بیٹی ہوتی، جس کے دو بچے بھی ہوتے اور شیخ ومرشد کو اپنی اس بچی کے لئے آپ جیسے کسی نوجوان اور مالدار رشتے ملنے کی امید نہ ہوتی، ان حالات میں آپ نکاح کا پیغام بھیجتے تو پیرو مرشد کا طرز عمل کیا ہوتا؟ ......اگر ''ہاں'' کرتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی دوسرے مسلمان کی بیٹی ''بیٹی'' نہیں؟ اپنی بیٹیوں کے لئے احکام کچھ اور۔ اور دوسرے کی بیٹیوں کے لئے احکام کچھ اور......اور اگر انکار کر دیتے تو کیا یہ اپنی بیٹی پر ظلم نہ ہوتا؟؟......کیا بیٹی قیامت کے دن اپنے والد سے سوال نہ کرتی کہ ابا! اللہ نے آپ کو میرا ولی اور مربی کیا اس لئے بنایا تھا کہ آپ مجھے شوہر کی نعمت سے محروم کر کے ساری عمر نفسیاتی مریض بنانے کے لئے اپنے گھر میں قید رکھیں......؟؟

وہ نوجوان کہنے لگا کہ مفتی صاحب! آپ کی تقریر بہت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی، اب کسی کا باپ بھی مجھے دوسری شادی سے نہیں روک سکتا۔ میں نے اس کے ''جذبات'' کو دیکھتے ہوئے کہا کہ یاد رکھو! حقوق دونوں زوجات کے ادا کرنے ہیں، اگر دوسری کے بعد پہلی کو نظر انداز کر دیا تو قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔ اس لئے یہ کام بھی ضرور کرو، اور پہلی زوجہ سے بے اعتنائی بھی ہرگز نہیں برتنا۔

اپنے شیخ ومرشد سے بھی بدگمان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ سوچو کہ اللہ نے انہیں جتنا علم اور تجربہ دیا، وہ اس علم اور تجربے کی بنیاد پر آپ کو جو کچھ کہہ رہے ہیں، خیر خواہی کے جذبے ہی سے کہہ رہے ہیں مگر کرنا وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔

خاندان ومعاشرہ دوسری شادی سے کیوں روکتا ہے؟

ایک صاحب جو مالدار بھی تھے، مجھے اپنا واقعہ سنانے لگے کہ دوسری شادی کے لئے ایک بیوہ کا رشتہ آیا، کہتے ہیں کہ میں آمادہ ہو گیا مگر والدین، بیوی، بڑے بھائیوں میں سے نہ صرف یہ کہ کوئی ساتھ دینے پر تیار نہ ہوا بلکہ سب کی طرف سے ایسا شدید ردِّعمل ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ یہ صاحب، صاحبِ علم اور حوصلہ والے تھے، کہتے ہیں کہ میں ان سب حضرات سے احترام ومحبت سے پیش تو آتا رہا مگر اپنے اس ارادے سے باز نہ آیا، کہتے ہیں کہ میرا معاملہ میرے اساتذہ اور پیرو مرشد تک پہنچا اور ان حضرات نے مجھ پر پابندی تو نہ لگائی مگر یہ دلیل دیتے ہوئے میری حوصلہ شکنی کی کہ ایک مباح کام کی خاطر اتنے جھگڑوں میں پڑنا شرعاً بھی پسندیدہ امر نہیں، نیز نکاح صرف خواہشِ نفس پوری کرنے کا نام نہیں، نکاح کے بعد خرچہ دگنا ہو جائے گا، مزید اولاد ہوگی تو مزید فکریں بڑھ جائیں گی، اطمینانِ قلب نہ رہنے کے باعث دین کی جن مختلف خدمات میں ہمہ تن مشغول ہو اس طرح اطمینان سے ایسی مشغولیت نہ رہ سکے گی، وغیرہ وغیرہ۔

کہتے ہیں کہ اس قسم کے دلائل کے ذریعے میری اتنی سخت حوصلہ شکنی کی گئی کہ میں بالآخر ہمت ہار گیا اور میں نے لڑکی کے والد کو اس رشتے سے اس دن انکار کر دیا جس دن نکاح ہونے والا تھا۔

یہ صاحب واقعہ سنا کر خاموش ہو گئے اور ان کے چہرے اور اندازِ بیان سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انہوں نے ''انکار'' کر کے اجتماعی مفاد کے پیش نظر ''انفرادی مفاد'' کو نظر انداز کرنے کا بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور بہت ہی ذمہ دار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

میں نے یہ واقعہ سننے کے بعد ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح سے جو مصلحتیں وابستہ کر رکھی ہیں یہ ساری کی ساری مصلحتیں وہ لوگ پوری طرح حاصل کر چکے ہیں جو آپ کو نکاح سے منع کر رہے ہیں اور سب کے گھر نکاح کی برکت سے الحمدللہ آباد ہو چکے ہیں۔

چنانچہ آپ کے والدِ محترم کو نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی دی اور پھر پوتے نواسے بھی عطا کر دیئے اور یوں نکاح کے باعث ان کا خاندان بھرپور طریقے سے آباد کر دیا، آپ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے کسی کی بیوی بنا کر نکاح سے وابستہ ساری کی ساری مصلحتیں عطا فرما دیں، انہیں شوہر کی محبت بھی مل گئی اور شوہر کا سایہ بھی، عفت و پاکدامنی بھی اور گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے ساری عمر کے لئے عزت کے ساتھ روٹی، کپڑا، مکان وعلاج وغیرہ سے متعلق سارے مالی خرچوں کا شوہر کے ذریعے بندوبست بھی کروا دیا...... اللہ تعالیٰ نے انہیں نکاح کے ذریعے ماں بننے کی اور پھر بڑھاپے میں دادی، نانی بننے کی نعمت سے بھی نوازا...... اور اولاد اور پوتے، نواسوں اور دامادوں کے ذریعے عزت، خدمت اور انسیت والی ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا کہ ان میں سے ایک ایک نعمت بھی ایسی ہے کہ کوئی عورت ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہے تو زبان ان نعمتوں کے شکر سے عاجز آ جائے۔

اور بعض اہل علم جو دوسری شادی کو محض مباح اور حلال قرار دے کر زمانہ 'بدل' جانے کے باعث اس حکم پر عمل کو ''لائقِ ملامت'' قرار دے رہے ہیں اور اس بناء پر آپ کو اس عمل سے باز رکھنے کی کوشش فرما رہے ہیں، تو ان سب حضرات نے نکاح سے وابستہ تمام مصلحتیں پوری طرح یا تو حاصل کر لی ہیں یا عنقریب ان شاء اللہ حاصل کر لیں گے، اس لئے یہ حضرات بھی آپ کو اس سے روک رہے ہیں، کیونکہ ان کی نظر میں بھی یہ کام دنیا کا سب سے فضول ترین کام ہے، بلکہ خود آپ بھی چونکہ شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہیں تو آپ خود بھی نکاح سے وابستہ بہت سی مصلحتیں پوری طرح حاصل کر رہے ہیں، آپ کی بیوی کو فقط اتنا نقصان ہے کہ ایک دوسری مسلمان عورت رات کی باری اور شوہر کی آمدن میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے گی...... صرف شرکت کا نقصان ہوگا ورنہ نکاح سے وابستہ اہم اور بڑی بڑی مصلحتیں بہرحال وہ بھی حاصل کرتی رہے گی۔ الغرض آپ کے دوسری شادی نہ کرنے میں ان تمام حضرات میں سے کسی کا کوئی نقصان نہیں، لہٰذا ان میں سے ہر ایک آپ کو اس سنت سے باز رکھنے کی بھرپور کوشش کرے گا، بعض تو آپ کو روکنے کے لئے خودکشی...... اور بعض ٹانگیں توڑنے اور گھر سے نکل جانے کی دھمکیاں دیں گے...... اور بعض آپ پر شہوت پرستی، بے شرمی اور بے غیرتی کے ایسے طعنوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے برس پڑیں گے کہ آپ کو اس اقدام کے تصور ہی سے دن میں تارے اور رات میں سورج کا مشاہدہ ہونا شروع ہو جائے گا۔

الغرض ان میں سے ہر شخص آپ کو جس طرح ممکن ہو، خواہ ''تلوار'' کی طاقت سے یا قلم وزبان کی طاقت سے اس فعل سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا، بعض تو مفاد پرستی کے باعث اور بعض جہالت کے باعث اور بعض اس مسئلے کے تمام پہلوؤں

پر پوری طرح توجہ نہ ہوتے ہوئے، ایسا کرنے میں معذور ہونے کے باعث۔

البتہ اس انکار سے وہ جوان بیوہ اور اس کے بوڑھے باپ غیر معمولی طور پر متاثر ہوں گے کہ جس بیوہ کا جوان شوہر کسی حادثے یا بیماری میں انتقال کر گیا اور اب اس کا باپ آپ جیسے باصلاحیت، مالدار اور صاحبِ علم متوقع داماد سے مایوس ہو کر اپنی بیٹی کے لئے کہیں اور خاک چھانتا پھرے گا، یہ بیوہ عورت جسے آپ کے ذریعے اپنے گھر کے دوبارہ آباد ہونے کی کچھ امید ہو چلی تھی، کچھ بعید نہیں کہ اس کی ان امیدوں کا گلا گھٹ گیا ہو اور عین ممکن ہے کہ اب یہ عورت اپنے خاندان اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی شادی شدہ خواتین اور ان کی اولاد کو دیکھ دیکھ کر مسلسل احساسِ کمتری کا شکار ہوتی رہے اور جیسے جیسے تیزی سے اس کی عمر گزرتی رہے گی اس کے نکاح کی رہی سہی امیدیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسی تیزی سے ختم ہوتی چلی جائیں گی، لہٰذا اس پر اور اس کے باپ پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پہلے تو ایک ایک سال اور پھر ایک ایک ماہ حتیٰ کہ پھر ایک ایک دن گزارنا مشکل ہوتا چلا جائے گا...... وقت جس رفتار سے گزرے گا اسی رفتار سے گھر میں پڑے پڑے احساسِ تنہائی کا شکار ہونے لگے گی تو نفسیاتی پاگل بننا شروع ہو جائے گی...... بہکی بہکی باتیں شروع کر دے گی، مختلف قسم کی ایسی نفسیاتی بیماریاں پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی کہ جن سے بچنا حلال طریقے سے جنسی تسکین اور توالد و تناسل، اپنے بچوں سے دل لگی اور ان بچوں میں مشغول رہنے والی فطری عادات پر موقوف تھا۔

لہٰذا کچھ وقت گزرنے کے بعد اس کے باپ کو اس کی شادی کے بجائے اس کے نفسیاتی علاج یا تعویذ گنڈوں کی فکر زیادہ لاحق ہو جائے گی اور اگر اس کی ایک دو بہنیں بھی اسی کی طرح نکاح نہ ہونے کے باعث گھر میں پڑی بڑھاپے کا انتظار کر رہی ہوں تو ان بہنوں کے نفسیاتی اضطراب کے باعث ان کی آپس میں ہونے والی لڑائیوں نے اِن نفسیاتی پیچیدگیوں میں مزید اضافہ کر دیا ہوگا، نیز گھر آنے والی شادی شدہ بھابھیوں کو دیکھ دیکھ کر مزید احساسِ کمتری کا شکار ہونے والی ان کی نندوں نے اس گھر کو نندوں اور بھابھیوں کی لڑائیوں کا جہنم کدہ بنا دیا ہوگا۔

غیر شادی شدہ خواتین آنے والی بھابھیوں سے لڑ کر دماغی سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نندوں اور بھابھیوں کی لڑائیوں سے آباد جہنم نما جن گھروں کو دیکھیں گے ان میں بہت سے گھروں میں لڑائیوں کی ایک وجہ غیر شادی شدہ نندوں کا نفسیاتی اضطراب اور ڈپریشن (Depression) بھی ہے، چنانچہ ایسی خواتین کو اور کوئی نہیں ملتا تو بھابھیوں سے لڑ کر ''فطرت'' کی کچھ تسکین کرتی ہیں، بخدا یہ ایک حقیقت ہے کہ ساس، بہو، نندوں اور جٹھانیوں کی روایتی ''قاتلانہ'' لڑائیوں کی ایک بہت بڑی وجہ ایک بیوی پر اکتفاء والا نظام ہے، ہم نے عورت کو ایک سوکن کے جھگڑے سے بچانے کے لئے دس طرح کی عورتوں سے لڑوا دیا ہے۔

الغرض میں نے ان نوجوان مولوی صاحب سے جو کسی مدرسے میں مدرس بھی تھے، کے سامنے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس سلسلے میں آپ کو جن حضرات نے بھی اس سے روکنے کی کوشش کی ہے تو اس عمل سے باز رہنے میں آپ سمیت ان میں سے کسی کا بھی کوئی نقصان نہیں، البتہ جس عورت کا باپ آپ کی دوسری شادی کے باوجود آپ کو اپنی بچی دینے کے

لئے تیار ہو گیا تو ظاہر ہے کہ اسے کوئی تو مجبوری ہوگی......؟ وہ آپ کے فائدے کے لئے اپنی بچی اپ کے حوالے نہیں کر رہا تھا، اس کے پیش نظر اپنا فائدہ ملحوظ تھا، لہٰذا آپ جیسے لوگوں کا ان اجازت ناموں کے حصول نہ ہونے کی بناء پر دوسری شادی سے باز آ جانا، لوگوں کی نظر میں تو پسندیدہ ہے، مگر خدائے تعالیٰ قطعاً خوش نہیں ہوگا۔

میری تقریر سننے کے بعد وہ جوان عالم مجھ سے فرمانے لگے کہ واقعی مجھ سے بڑی غلطی ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے دوسری شادی والے ''پہلو'' پر تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ کو جن اہل علم نے اس ''پہلو'' سے باز رہنے کا مشورہ دیا ان کی نیت بھی یقیناً اچھی ہی ہوگی مگر شاید ان کی توجہ بھی اس ''پہلو'' کی طرف نہ گئی ہو، دوسری شادی سے باز رہنے کے دیگر نقصانات میں سے یہ ''پہلو'' بھی ان کے سامنے مستحضر ہوتا تو آپ کو اس سنت سے باز رہنے کا کم از کم اتنا سخت مشورہ نہ دیتے۔

بیٹی کی ولادت پر ڈاکٹر کے خلاف مقدمہ

یہ تو اسلام کی برکت ہے کہ ابھی ہمارے ہاں وہ حالات پیدا نہیں ہوئے جو ایک بڑے پیمانے پر ہندوستان میں پیدا ہو چکے ہیں، ہندوستان میں بیٹی کو کس قدر عظیم بوجھ سمجھا جانے لگا ہے اس کا اندازہ چند ماہ قبل B.B.C میں زیر تبصرہ اس خبر سے لگا سکتے ہیں کہ جس میں بتایا گیا کہ ہندوستان کی ایک عدالت میں ایک شادی شدہ جوڑے کی طرف سے ایک ڈاکٹر صاحب کے خلاف مقدمہ دائر ہوا، شادی شدہ جوڑے کا کہنا تھا کہ ہمارے ہاں ایک بیٹا ہے، دوسری بار جب حمل ٹھہرا تو ہم نے فلاں ڈاکٹر صاحب کے ذریعے الٹراساؤنڈ کروایا، ڈاکٹر نے ہمیں رپورٹ میں بتایا کہ ''لڑکا'' ہے، لڑکے کا سن کر ہم نے حمل ضائع نہیں کیا مگر ولادت لڑکی کی ہوئی۔

ہمیں لڑکی کی قطعاً خواہش نہ تھی اب چونکہ لڑکی ڈاکٹر صاحب کی غلط رپورٹ کی بناء پر ہوئی ہے اور اس کی ولادت کے ذمہ دار چونکہ ڈاکٹر صاحب ہیں لہٰذا ہمارا عدالت سے مطالبہ ہے کہ اس لڑکی کے لباس وخوراک، تعلیم اور جہیز اور شادی تک کے تمام مصارف انہیں ڈاکٹر صاحب کے ذمہ ڈالے جائیں......

ہندوستان میں الٹراساؤنڈ سے تجسس کے بعد بیٹیوں کو خفیہ درگور کرنے کی خبریں آج کل مختلف اخباروں میں بہت زیادہ شائع ہونے لگی ہیں اور اس معاملے میں اب اتنی تیزی آتی جا رہی ہے کہ ہندوستان کی حکومت اس کو روکنے میں سنجیدگی سے دلچسپی لینے کے باوجود عاجز آ گئی ہے، حکومت کو اس بات کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ ہندوستان میں کچھ وقت کے بعد عورتوں کی پوری نسل ہی کہیں ''الٹراساؤنڈ'' کی بھینٹ نہ چڑھ جائے چنانچہ حکومت نے بیٹی کی ولادت پر قوم کو تیار کرنے کے لئے ایسے والدین کو مختلف قسم کی سہولتیں دینا اور ان کے ساتھ مالی تعاون جیسے اقدامات شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ کچھ وقت قبل ہاریاز (Haryasz) کے بارے میں حکومتِ ہند نے یہ قانون بنایا کہ دوسری بیٹی کی ولادت پر والدین سالانہ پانچ ہزار روپے کے تعاون کے حقدار ہوں گے۔ قانون کے الفاظ یہ ہیں:

Chief Minister Bhupinder Singh Hoda said on the birth of a second girl

child, the government give an incentive of Rs. 5000/- a year for five years to the parents:.... (Indo-Asia News Service)
www.eians.com/stories/2005/05/23girls.shtml#

بعض مرتبہ کسی بیماری کے اسباب مختلف ہوتے ہیں مگر علاج متعین ہوتا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان حالات کا سبب درحقیقت بے حیائی اور زنا کی وہ کثرت ہے جس کا ذمہ دار بے لگام اور شرم و حیاء سے عاری الیکٹرانک میڈیا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ ان حالات کے پیدا کرنے میں میڈیا اور اس بے حیائی اور بے پردگی کے ماحول کا بہت بڑا کردار ہے لیکن اس بات سے تو شاید کوئی اختلاف نہ کر سکے کہ بڑے پیمانے پر ان حالات کا سدِّ باب متعدد شادیوں والے رواج کے فروغ ہی میں ہے۔

چنانچہ ایک شخص اگر بہت تیز ٹھنڈا پانی پینے سے بیمار (مثلاً بخار میں مبتلا) ہوا تو اسے اس بیماری سے شفاء کے لئے اس بیماری کے دوران ٹھنڈے پانی سے پرہیز کرنا ہوگا، اسی طرح اگر بخار کسی اور وجہ سے ہو تو بھی جب معلوم ہوگا کہ اس بیماری میں سخت ٹھنڈے پانی سے اجتناب ضروری ہے تو اس صورت میں بھی مریض پر ٹھنڈے پانی سے پرہیز کرنا لازم ہوگا۔

بالکل اسی طرح خاندانی وعائلی نظام سے متعلق معاشرہ جن ''بیماریوں'' میں مبتلا ہو چکا ہے ان کا اصل سبب بالفرض ایک بیوی پر اکتفا والا رواج نہ بھی ہو، دیگر اسباب ہوں، مگر ان بیماریوں کا بہت بڑے پیمانے پر علاج بہرحال متعدد شادیوں والے رواج کو فروغ دینے ہی پر موقوف ہے، لہٰذا قوم کے وہ مرد جنہیں ابھی تک زنا کا چسکا نہیں لگا، یا زنا کے خوگر ہیں مگر زنا چھوڑنا چاہتے ہیں، انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ قوم کی عورتوں میں سے زیادہ سے زیادہ عورتوں سے نکاح کی کوشش کریں تا کہ پاک دامن عورتیں زنا اور بے حیائی پر مجبور نہ ہوں، لہٰذا بے حیائی کے فروغ کی ان بیماریوں میں قوم نے ایک بیوی پر اکتفاء والی ''بد پرہیزی'' نہ چھوڑی تو کچھ ہی وقت میں یہ بیماریاں کینسر کی صورت اختیار کر کے ایسی خطرناک بن چکی ہوں گی کہ پھر ان کا علاج کسی بھی طرح شاید ممکن نہ رہے......؟

ان حالات میں صاحب استطاعت پر دوسری شادی کہیں واجب تو نہیں......؟

مسلمانو......! کیا ان حالات میں سنجیدہ اور وہ سمجھدار لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ خود میں زیادہ بیویاں رکھنے کا حوصلہ پیدا کر سکتے ہیں کیا ان پر دوسری شادی واجب نہیں......؟ بندہ کا یہ دعویٰ نہیں، صرف ایک سوال ہے، کیا سمجھدار اور سنجیدہ مزاج نوجوانوں پر ایک سے زائد عورتوں کی کفالت کے لئے زیادہ بیویاں رکھنا ضروری نہیں......؟

کیا اس وقت کہ جب لاکھوں مسلمان بیوگان، طلاق یافتگان اور کنواریوں کی عصمتیں داؤ پر لگی ہوں، مغربی این جی اوز ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان کے لئے ملازمتوں کے حصول کو آسان بنا کر انہیں گھر کی چار دیواری سے باہر نکال رہی ہوں......اور اپنے اداروں میں مغربی ماحول میسر کر کے ان کی عصمتوں اور وقار کو ''ترقی'' کی بھینٹ چڑھا رہی ہوں......کیا اس وقت کہ جب لوگ اپنی بچیوں کی شادیوں کے لئے بزرگوں سے وظیفے مانگ رہے ہوں اور جن بزرگوں سے وظائف

مانگنے جارہے ہوں وہ خود اپنی بیٹیوں کے رشتوں کے لئے دعاؤں کی خاطر اپنے سے کسی بڑے بزرگ کو تلاش کررہے ہوں......خدارا! یہ کیا تماشا ہے......؟ اس منحوس رسم کا نقصان ہر ایک ہی تو اٹھا رہا ہے......اس رواج میں نہ تو مرد کا فائدہ ہے اور نہ ہی عورتوں کا فائدہ اور نہ ہی اجتماعی سطح پر قوم کا فائدہ، اس کا فائدہ بظاہر صرف وہ ایک عورت اٹھارہی ہے جس کی کسی مناسب فرد سے شادی ہوچکی ہے اور اب وہ یہ گوارا کرنے کو ہرگز تیار نہیں کہ اس کی باری اور نان نفقے میں کوئی دوسری مسلمان بہن اس کے ساتھ شریک ہو......تو کیا صرف ایک عورت کو شرکت کے اس معمولی ضرر سے بچانے کے لئے دوسری عورت کو نکاح سے وابستہ مصلحتوں سے بالکلیہ محرومیت کی بھینٹ چڑھا دینا کسی بھی طرح عقلمندی کا کام ہوسکتا ہے......؟؟؟

اکابر اہل علم کے غور کے لئے اس ٹوٹے پھوٹے علم کی بنیاد پر، جو انہیں علماء کی جوتیاں سیدھی کرنے سے حاصل ہوا بطورِ طالب علم عرض ہے کہ وہ حالات جو اس وقت پوری دنیا میں ہورہے ہیں سوائے ان چند چیدہ علاقوں کے جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، ان حالات کی طرف بھرپور طرح سے توجہ جانے کے بعد اور اس بارے میں شرح صدر ہوجانے کے بعد بھی اگر کوئی ایسا شخص جو متعدد شادیوں کی وسعت رکھتا ہو، پھر بھی یہ اقدام نہ کرے تو کہیں گناہ گار تو نہ ہوگا......؟ یا ابھی کچھ وقت مزید انتظار کیا جائے کہ ایک بڑے پیمانے پر قوم جب ایک نکاح بھی ترک کردے تو اس وقت شاید اس اقدام کے نہ کرنے میں گناہ کے خطرے کا امکان ہو، نیز اگر قومی سطح پر ایک نکاح کی رسم بھی ترک کردے تو اس وقت ایک نکاح کا شرعی حکم کیا ہوگا؟ واجب ہوجائے گا یا حسب سابق سنت ہی رہے گا......؟

دو صورتوں میں ایک سے زائد بیوی رکھنا واجب ہے، ایک عرب عالم کا فتویٰ

قال عبد الله الفقيه في فتواه: . . . (اختصاراً عربی عبارت حذف کررہا ہوں)

ترجمہ: ''جب کسی مسلمان کو ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو اس کے لئے اس اقدام میں کچھ حرج نہیں...... بلکہ بعض صورتوں میں دوسری شادی واجب ہوجاتی ہے اور یہ اس صورت میں کہ جب کسی (کے لئے ایک بیوی کافی نہ ہو اور یوں اسے) اپنے بارے میں زنا کا خوف ہو یا کسی اور ناجائز اقدام کا خوف ہو یا (خاندان و معاشرے میں) کوئی ایسی (کنواری، طلاق یافتہ یا بیوہ) موجود ہو اور اس کے بارے میں یہ خوف ہو کہ اگر اس کا نکاح نہیں ہوا تو اس کے اخلاق وعادات خراب ہوجائیں گے (اور کسی متعین مرد کے علاوہ کوئی اور اس سے نکاح کے لائق نہ ہو یا کسی اور میں اس عورت سے نکاح کی استطاعت نہ ہو یا استطاعت تو ہو مگر ضد وہٹ دھرمی کے باعث نکاح کو تیار ہی نہ ہو اور) یوں یہ (مسلمان) عورت جب اپنے نکاح کے لئے کسی متعین مرد کی محتاج ہوجائے گی تو اس خاص مرد پر (اس صورت میں بشرطِ استطاعت وعدل) دوسرا نکاح واجب ہوجائے گا اور متعین طور پر اس مرد پر لازم ہوگا کہ وہ (اس عورت سے نکاح کر کے) اس (مسلمان) عورت کی عفت و پاکدامنی کا انتظام کرے، کیونکہ مسلمان کو حکم ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی زندگی کو تباہی سے بچائے، پس دوسرے

مسلمان کے دین کی حفاظت تو بطریق اولیٰ واجب ہے۔'' (رقم الفتوی: ۱۵۵۵٦، ۷ رصفر ۱۴۲۳ھ)
www.islamweb.net

وقال أیضًا: وکذلک رضا الوالدین لا یشترط فی صحة النکاح، بل لا تجوز طاعتهما فی مثال حالة السائل إذا کان یخشی علی نفسه إن لم یعدد۔

(رقم الفتوی: ۲۶۱۴۰)

ترجمہ: دوسری شادی کی صحت کے لئے والدین کی رضا شرط نہیں بلکہ (اگر کسی میں جنسی قوت اتنی زائد ہو کہ ایک بیوی اس کے لئے کافی نہ ہو اور یوں اسے) گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو جیسا کہ سائل نے اپنی حالت بیان کی تو اس صورت میں (والدین اگر دوسری شادی کی اجازت نہ دیں تو) والدین کی اطاعت اس کے لئے جائز ہی نہیں۔''

سعودی عرب کے ایک بزرگ مفتی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن جبرین حفظہ اللہ کا فتویٰ

موقع سماحة الشیخ عبدالله بن عبدالرحمن بن جبرین

رقم الفتوی: ۵۰۸۰

موضوع الفتویٰ: التعدد

السؤال: هناک نساء کثیر فی دولة شیشان، مات ازواجهن فی الجهاد وغیره ولم یتزوجن بعدهم، حیث إن الاعتقاد السائد هناک منع التعدد فلا تتزوج المرأة برجل عنده زوجة غیرها، فما الحکم فی ذلک؟

الإجابة: قد أباح الله تعالیٰ للرجل أن یتزوج زیادة علی واحدة إلی الأربع، بقوله تعالیٰ: {فانکحوا...} وذلک بشرط العدل، لقوله تعالیٰ: {فإن خفتم...} وکان الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم ینکحون العدد من النساء إلی الأربع، وذلک خیر للمرأة من أن تبقی بلازوج، وقد أمر الله تعالیٰ بتزویج النسآء، فقال تعالیٰ: {وأنکحوا الأیامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وإمائکم إن یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله} ولا شک أن المرأة إذا طلقت أو مات زوجها وبقیت بلا زوج أنها تتأذی بالترمل، وتتعرض للفتن والفواحش وتحتاج إلی نفقة وکسوة وسکنیٰ فخیر لها أن تتزوّج ولو برجل معه زوجة قبلها أو زوجتان، لتحصل علی العفاف والکفالة والنفقة والسکنیٰ ورجاء أن یرزقها الله ذریة صالحة، ولا شک أن منعها من التزوج مطلقًا بعد زوجها ظلم وإضرار بها۔

وكذلك منعها أن تتزوج بمن عنده زوجة قبلها أو زوجتان فيه أيضًا ضرر عليها مع أنه مخالف لما شرعه الله من إباحة التعدد إلى الحد الذى قدره الله و سبب فى كثرة الأرامل والعوانس اللاتى لم يتزوجن لأول مرة أو بعد الوفاة أو الطلاق وكثرتهن تسبب انتشار الفواحش والمحرمات كما هو الواقع فى كثير من الدول الّتى تمنع التعدد۔

فعلى المسلمين أن لا يحرموا ما أحل الله ولا يبيحوا ما حرّمه الله حتى يكونوا مسلمين حقّا۔

وحيث إن الواقع فى دولة شيشان قلة الرجال وكثرة النسآء الأرامل وبذلك عبث الكفار والفسقة فى أولئك النسآء، وانتهكوا أعراضهن وكثرت الفواحش وكثر أولاد الزنا، فإنى أرى أنه يجب على الرجال المسلمين إعفاف نساء المسلمين بالحلال فمن كان قادرا على أن يتزوج أربعًا ويقوم بحقوقهن ويعدل بينهن لزمه ذلك، ومن على ثلث أو اثنتين مع القدرة على العدل، لزمه ذلك حتى تصان نساء المؤمنين ويحصل لهن العفاف والتحفظ والبعد عن تناول النساء المسلمين۔

فمن كان قادرا على التعدد ولم يفعل ذلك مع مشاهدته وعلمه بكثرة الأرامل وتعرضهن لمن يهتك أعراضهن من الكفار . . . قاتلهم الله . . . فنرى أنه آثم، وأن عليه مسئولية فى عدم سعيه فى إعفاف نساء المسلمين۔ والله أعلم۔ عبدالله بن عبدالرحمن بن الجبرين۔

www.ibn-jebreen.com/controller?action

ترجمہ:سعودی عرب کے ایک جلیل القدر اور بزرگ حنبلی عالم سے چیچنیا کے کسی فرد نے تعددِ ازواج کے بارے میں سوال کیا، سوال وجواب یہ ہے:

سوال: یہاں چیچنیا میں بہت سی بیوہ خواتین ایسی ہیں کہ جن کے شوہر جہاد میں یا مختلف حادثات میں مر گئے ہیں اور اب تک یہ خواتین نکاح نہ کر سکیں اس لئے کہ یہاں متعدد شادیاں ممنوع ہیں، لہٰذا ایک عورت کسی ایسے مرد سے نکاح نہیں کرتی جس کی پہلی سے بیوی موجود ہو، ان حالات میں (متعدد نکاحوں) کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مرد کو بشرطِ عدل چار شادیوں کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: {فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنىٰ وثلٰث وربع} اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بیک وقت متعدد عورتوں سے نکاح کرلیا کرتے تھے، عورت کے ساری عمر بغیر شوہر کے زندگی گزارنے سے

بہتر ہے (کہ مرد متعدد شادیاں کر کے ان سے نکاح کریں) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عورتوں کے نکاح کے بندوبست کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:{وأنکحوا الایامی...}(اور تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کرادیا کرو...... اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کو جب طلاق ہوجائے یا اس کا شوہر مرجائے اور یوں یہ عورت شوہر کے بغیر رہ جائے تو اسے اس بیوگی کی زندگی پر تکلیف ہوتی ہے اور ایسی عورت کو فتنوں اور فحاشی کا شکار ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، نیز یہ عورت نان نفقہ، لباس اور رہائش کی محتاج ہوتی ہے، لہٰذا اس کے لئے اسی میں بہتری ہے کہ (ان مصلحتوں کے حصول کی خاطر) یہ نکاح کرے اگرچہ کسی ایسے مرد کے ساتھ ہی سہی جس کے پاس پہلے سے ایک یا دو بیویاں موجود ہوں، تا کہ اس نکاح کے ذریعے یہ عورت پاکدامنی، مالی کفالت اور لباس پوشاک (جیسی ضرورتیں) حاصل کرسکے اور اس امید پر بھی کہ شاید اللہ تعالیٰ اسے اس نکاح کے بعد نیک اور صالح اولاد عطا فرمادیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی عورتوں کو (کسی بھی طرح) نکاح سے محروم رکھنا ان عورتوں پر ظلم اور ان کے نقصان کا سبب ہے۔

اسی طرح ایسی عورتوں کو کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کردینا کہ جس کی پہلے سے ایک یا دو بیویاں ہوں تو اس میں بھی ایسی عورتوں کا نقصان ہے جبکہ یہ فعل خدا کی مقرر کردہ اس حد کے بھی خلاف ہے جس حد تک خدا نے مرد کو نکاح کی اجازت دی ہے اور متعدد شادیوں سے روکنے کا یہ عمل معاشرے میں ایسی بیوہ اور (گھروں میں بیٹھے) بوڑھی ہوجانے والی کنواری عورتوں کی کثرت کا سبب ہے کہ جن کی پہلی مرتبہ یا شوہر کے انتقال یا طلاق کے بعد دوبارہ شادی نہ ہوسکی اور یہ بات بے حیائی اور حرام کاریوں کے پھیلنے کا سبب ہے جیسا کہ وہ ممالک جہاں متعدد شادیوں پر پابندی ہے ان میں اس کا مشاہدہ بھی ہورہا ہے۔

پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اسے (عملاً) حرام نہ سمجھیں اور جس (زنا وفحاشی) کو خدا نے حرام قرار دیا اسے حلال قرار نہ دیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر کے سچے مسلمان کہلاسکیں۔

اور جبکہ واقعہ یہ ہے کہ چیچنیا میں مرد کم ہیں اور بیوگان بہت ہیں تو اس سے تو فساق وفجار اور کفار کو ان مسلمان عورتوں سے لہو ولعب اور ان کی عزتوں سے کھیلنے کا موقع ملے گا، نیز بے حیائی پھیلے گی اور ولدالزنا بچوں کی کثرت ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ (چیچنیا کے) مسلمان مردوں پر لازم ہے کہ وہ حلال کے ذریعے مسلمان عورتوں کی عفت وپاکدامنی کا انتظام کریں۔

لہٰذا وہاں جو شخص چار عورتوں کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی اور ان میں عدل کرسکتا ہو اس پر واجب

ہے کہ وہ چار شادیاں کرے اور جو تین یا دو بیویوں میں عدل کرسکتا ہو اس پر تین یا دو شادیاں واجب ہیں تا کہ مسلمان عورتیں (مختلف فتنوں اور شر سے) محفوظ ہوسکیں اور انہیں عفت (پاکدامنی) حاصل ہو اور وہ (خود پر فساق وفجار کی) دسترس سے محفوظ ہوجائیں۔

الغرض جو شخص متعدد شادیوں کی قدرت رکھتا ہو اور پھر بھی متعدد شادیاں نہیں کرتا جبکہ اسے بیوہ عورتوں کی کثرت کا مشاہدہ اور علم بھی ہے اور اس بات کا علم ہے کہ کس طرح یہ عورتیں ان کی عزتوں کو نقصان پہنچانے والے کفار (فساق) کے نشانے پر ہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا شخص (ایک بیوی پر قناعت کرے) گناہ گار ہوگا اور (بروزِ محشر) اس سے سوال ہوگا کہ اس نے (بذریعہ نکاح) ان مسلمان عورتوں کی عفت (پاکدامنی) کا انتظام کیوں نہ کیا؟'' (عبداللہ بن عبدالرحمن بن الجبرین)

بچیوں کی شادی کے لئے وظائف کے حصول کی ایک جھلک

ایک دینی ادارے میں موصول ہونے والے اس خط اور اہل علم کی طرف سے دیئے گئے اس کے جواب کو ملاحظہ کیجئے:

سوال: دوہ صاحبزادیاں حافظہ ہیں اور دنیوی علم میں بھی ایم۔ایس۔سی اور بی۔کام کیا ہوا ہے اور ان علوم میں مہارت رکھتی ہیں بلکہ ایک دینی مدرسہ میں درس وتدریس بھی انجام دے رہی ہیں، عمریں تقریباً ۲۵، ۳۰ سال ہوچکی ہیں، رشتے آتے ہیں مگر واپس چلے جاتے ہیں، ان (بچیوں) کو پڑھانے کے لئے کچھ تحریر فرمادیں تا کہ اس فریضے سے سبکدوش ہوا جاسکے؟ (ایک سائل، حیدرآباد)

جواب: بچیوں کو ہر نماز کے بعد تین بار یہ دعا مانگنی چاہئے:

ربنا هب لنا من أزواجنا وذريتنا قرة أعين واجعلنا للمتقين إماما۔ (سورۃ الفرقان)

خدارا......! کیا یہ بہت بڑا انقلاب اور تغیر نہیں کہ مسلمان بیٹیاں اپنی شادی کے لئے خود ہی وظیفے پڑھنے پر مجبور ہوچکی ہیں کہ یا اللہ! مناسب شوہر نام کی کوئی چیز دے دے، شادی کرادے......

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسلمان کنواری کی شرم وحیا کے پیش نظر یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ نکاح میں ایجاب وقبول کے وقت اسے صراحتاً ''ہاں'' کہنے پر مجبور کیا جائے یا کم از کم گردن ہی کو حرکت دلوا کر اس کی کامل رضا کا یقین کروالیا جائے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ: ''البكر إذنها صماتها'' (کنواری کی خاموشی ہی اس کی رضا کی علامت ہے)

اندازہ لگایئے!...... جو شریعت کسی مسلمان کنواری کی حیا کی اتنی لاج رکھتی ہو کہ زندگی کے اس اہم ترین موقع پر اسے محض ''ہاں'' جیسا مختصر لفظ کہنے کے لئے زبان ہلانے پر بھی مجبور نہ کرتی ہو اور اس کی خاموشی ہی کو اس کی اجازت قرار دے کر اس کی حیا کی بے پناہ حوصلہ افزائی کرتی ہو تو سوچو تو سہی...... کہ ایسی شریعت ایک بیوی والے اس نظام پر بھلا کیسے راضی ہوسکتی ہے جس میں نامعلوم کتنی کنواریاں اپنی شادی کے لئے از خود وظیفے پڑھنے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے از خود دعائیں مانگنے پر مجبور ہوچکی ہوں کہ یا اللہ! شادی کرادے...... بلکہ بہت سی تو ''ترقی'' کی اس دوڑ میں اپنے خیال میں ''دانشمندی'' کا

ثبوت دیتے ہوئے ازخودلڑکوں کو پھانسنے پر مجبور ہوچکی ہیں......؟ ان حالات میں بھی کیا دوسری شادی محض ایک مستحب امر ہے......؟

انگریزنومسلمہ خاتون کاایک عجیب واقعہ

کچھ عرصہ قبل خاندان کے ایک 80 سالہ بزرگ سے کافی طویل عرصے بعد ملاقات ہوئی، باتوں کے دوران پوچھنے لگے کہ بیٹا آپ کی شادی ہوگئی؟ میں نے عرض کیا کہ بندہ تو آج کل تعددِازدواج کی ترغیب چلا رہا ہے، لہٰذا دوسری شادی کے بارے میں پوچھیں کہ دوسری شادی ہوگئی یانہیں؟

میری یہ بات سنتے ہی خوشی سے اور بڑے ہی پرتپاک طریقے سے شاباش دیتے ہوئے فرمانے لگے کہ: ''بیٹا! بہت ہی اچھا کام ہے اس کا رواج ڈالنے کی کوشش کرو۔''

خاندان و معاشرے میں ایسی ''ناپسندیدہ'' بات سن کر ناگواری کے بجائے خوشی کا اظہار کرنے والے یہ پہلے فرد تھے، لہٰذا میں اس قسم کا غیر متوقع جواب سن کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور میں نے اس حیرت کا جب ان کے سامنے اظہار کیا تو ''میری حیرت کو دور کرنے کے لئے) ان بزرگ نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا:

فرمانے لگے کہ کئی سال قبل میں امریکا میں برسرِ روزگار اور ایک اچھے عہدے پر فائز تھا، وہاں امریکا میں رواج ہے کہ آفیسر حضرات کو دفتر میں (استفادہ وافادہ کی غرض سے) اسسٹنٹ کی صورت میں ایک عدد لڑکی ضرور مہیا ہوتی ہے۔

میری بھی ایک ایسی ہی اسسٹنٹ تھی اور دوسری لڑکیوں کی طرح اس کا لباس بھی ادھورا ہی ہوتا تھا، اس لڑکی کو میرے ساتھ ملازمت میں چھ ماہ گزر گئے مگر اس عرصے میں' میں نے اس لڑکی کو بھی ''گھاس'' ڈالنے کی کوشش نہ کی۔

چھ ماہ گزرنے پر میری یہ انگریز اسسٹنٹ ایک دن مجھ سے تعجب کے لہجے میں کہنے لگی کہ: ''تم کہیں نامرد تو نہیں......؟''

میں نے کہا: ''نہیں''

کہنے لگی: ''تو پھر شاید میں خوبصورت نہیں......؟''

میں نے کہا: ''نہیں بلکہ تم ایک خوبصورت لڑکی ہو۔''

کہنے لگی تو پھر کیا بات ہے کہ تم نے مجھ سے کبھی اتنا قریب رہتے ہوئے بھی ''چھیڑ چھاڑ'' کی کوشش نہ کی......؟ یقیناً تم نامرد ہی ہو......

میں نے کہا میں ایک شادی شدہ مرد ہوں اور میرے ماشاءاللہ پانچ بچے ہیں۔

کہنے لگی کہ وہ بچے کسی ''اور'' کے ہوں گے۔

میں نے کہا کہ ہم پٹھان ہیں اور ہماری بیوی کی طرف کوئی نگاہ اٹھا کر بھی دیکھ لے تو ہم اس کی آنکھیں نکال دیتے ہیں، ''بچے'' تو بہت دور کی بات ہے۔

(واضح رہے کہ خاندان کے یہ بزرگ ہندوستان میں سہارنپور سے تعلق رکھتے ہیں اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف

لے آئے تھے، اصلاً پٹھان (خان) ہیں، اس لئے اس موقع پر اپنی ''پٹھانی'' کا حوالہ دینا سعادت سمجھا، کہتے ہیں:)

اس پر وہ کہنے لگی: تو جب میں بدصورت بھی نہیں اور تم نامرد بھی نہیں تو پھر چھ ماہ کے اس طویل عرصے میں ایک بار بھی......؟

میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان اپنی بیوی کے سوا کسی کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

اس پر اس نے فوراً کہا کہ: ''رہنے دو! ہم نے مسلمان بہت دیکھے ہیں۔''

میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ تمہیں جن مسلمان مردوں سے واسطہ پڑا ہے وہ صرف نام کے مسلمان تھے، کردار کے نہیں اور میں الحمدللہ کردار کا مسلمان ہوں، صرف نام کا مسلمان نہیں۔

کہتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر یہ لڑکی اسلام سے بہت متاثر ہوئی اور کہنے لگی کہ جس مذہب اسلام کے تم ماننے والے ہو کیا اس کے بارے میں مجھے مزید معلومات دے سکتے ہو کہ تمہارا مذہب تمہیں مزید کن پاکیزہ باتوں کی تعلیم دیتا ہے؟

کہتے ہیں کہ میں نے اس کی رغبت کو دیکھتے ہوئے انگریزی ترجمے پر مشتمل قرآن مجید کا ایک نسخہ اس کے حوالے کر دیا، یہ لڑکی قرآن مجید کا یہ نسخہ لے کر چلی گئی اور اس کا مطالعہ کے کافی دنوں کے بعد آئی اور کہنے لگی کہ تم نے اب تک ایسی عظیم کتاب کو مجھ سے کیوں چھپا کر رکھا ہوا تھا......؟

اس کی طرف سے مزید کتابیں طلب کرنے پر میں نے پاکستان اپنی زوجہ کو خط لکھ کر ڈاک کے ذریعے مزید کتابیں منگوائیں اور اس کے حوالے کر دیں۔

ان کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک دن یہ امریکن لڑکی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں، مجھے مسلمان بننے کے لئے کیا کرنا پڑے گا؟

کہتے ہیں کہ میں نے اسے کلمہ توحید و رسالت پڑھوا کر مسلمان کر دیا، مسلمان ہونے کے بعد یہ لڑکی پوچھنے لگی کہ اب مجھے بتاؤ کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے وہ کون سے احکام ہیں جن پر مجھے عمل کرنا پڑے گا؟

میں نے کہا کہ سب سے پہلے تو شراب سے توبہ کرو۔

کہنے لگی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جو کتاب (قرآن) مجھے دی تو میں نے جس وقت اس میں پڑھا کہ شراب حرام ہے، اسی وقت سے شراب سے توبہ کر لی۔

میں نے کہا: یہ جو تم نے نیم برہنہ لباس پہنا ہوا ہے تو گھر سے باہر نکلتے ہوئے ایک مسلمان عورت کا لباس سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہوتا ہے، لہٰذا آئندہ تمہارا لباس سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہونا چاہئے۔

کہتے ہیں کہ وہ گئی اور اگلے دن ایسا لباس (برقع) پہن کر آئی کہ واقعی سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ تھا۔

اس کے بعد یہ نومسلمہ خاتون مجھ سے کہنے لگی کہ آپ مجھ سے شادی کر لیں۔

اس پر میں نے اسے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ میں تو پہلے سے شادی شدہ ہوں......؟

یہ جواب سن کر یہ لڑکی تعجب بھرے لہجے میں کہنے لگی کہ آپ نے مجھے اللہ تعالیٰ کی جو کتاب دی، اس میں تو میں نے پڑھا ہے کہ ایک مسلمان بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے...... اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو بیک وقت چار شادیوں کی اجازت دے رکھی ہے......؟

کہتے ہیں کہ اس نومسلمہ لڑکی کا یہ جواب سن کر میں بہت سٹپٹایا، دوسری شادی کے تصور سے مجھے اپنی پاکستانی بیوی اور خاندان و متعلقین کے ردّعمل کے مختلف قسم کے ڈراؤنے ڈراؤنے تصورات دماغ میں تسلسل اور تیزی کے ساتھ گردش کرنے لگے...... اگر میں دوسری شادی کر لیتا ہوں تو جب بیوی اور خاندان کو علم ہوگا تو......؟ اسے اپنے ساتھ پاکستان لے جا کر اپنی بیوی کا سامنا کیسے کروں گا......؟ ایک طرف اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کرنے والی یہ نومسلمہ خاتون، اسے بے یار و مددگار کیسے چھوڑ دیا جائے مگر دوسری طرف پاکستانی بیوی...... کہتے ہیں کہ میں نے بہت سوچا، مگر کیسے......؟ اُف......! کس آزمائش و مصیبت میں پھنس گیا......؟

(واضح رہے کہ یہ بزرگ خاندان بھر میں اپنی بہادری اور وصف شجاعت میں میں مشہور ہیں، ان کی بہادری کے قصے طوالت کے خوف سے نقل کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں، مگر خاندان کے یہ بہادر ترین بزرگ فرماتے ہیں:)

میری ہمت نہ ہوئی اور میں نے اس لڑکی سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے، مگر مجھ میں اس کی ہمت نہیں اور میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

اس پر وہ کہنے لگی: ''تم نے تو کہا تھا...... میں محض نام کا مسلمان نہیں بلکہ کردار کا مسلمان ہوں......؟''

بزرگ فرماتے ہیں کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ یا اللہ......! کیا کروں؟ یہ تو کسی طرح چھوڑنے کو تیار ہی نہیں......؟؟؟

ایک طرف یہ نومسلمہ اور مخلص لڑکی مگر دوسری طرف تیز طرار اور تیز زبان بیوی...... کہتے ہیں کچھ دیر سوچنے کے بعد مجھے ایک جواب سمجھ میں آ گیا اور میں نے اس خاتون سے کہا کہ ہمارے مذہب میں چار شادیوں کی اجازت اس وقت ہے کہ جب ان میں عدل بھی کر سکتا ہو اور بات یہ ہے کہ میں عدل نہیں کر سکتا، لہٰذا شرعاً مجھے متعدد شادیوں کی اجازت نہیں۔ کہتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر یہ لڑکی کہنے لگی کہ تم نے اپنی جان بہت خوبصورت طریقے سے چھڑائی ہے اور مجھ پر جملہ ''کس'' کر چلی گئی اور اس کے دوبارہ کبھی نہ آئی۔

(واضح رہے کہ جن بزرگ کا بندہ نے یہ واقعہ سنایا ان کی زوجہ بدزبانی و بداخلاقی والے وصف میں اہل خانہ میں مشہور تھیں جس کے باعث بعد میں انہوں نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی تھی، طلاق کے بعد یہ عورت اپنے چھوٹے بچوں کو لے کر علیحدہ ہوگئی اور ان بچوں کو باپ کے خلاف اتنا ورغلاتی رہی کہ بڑے ہونے کے بعد بھی ان کے بیٹوں نے اپنے باپ سے نہ صرف یہ کہ کوئی تعلق نہ رکھا بلکہ کسی کے منہ سے اپنے والد کا نام تک سننا بھی گوارا نہیں کرتے، اس بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے کے بعد ان کی ایک اکلوتی بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے باپ پر رحم کی کچھ توفیق عطا فرمائی اور وہ اپنے شوہر سمیت اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہ رہی ہے اور یوں یہ بزرگ جنہوں نے اپنی زوجہ سے ''وفا'' کرتے ہوئے مخلص انگریز نومسلمہ لڑکی کے رشتے کو ٹھکرایا، بیوی اور بیٹوں سے محروم ہو کر اس بڑھاپے میں اپنی اکلوتی بیٹی اور داماد کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں)

یہ بزرگ واقعہ سنا کر اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ فرمانے لگے کہ بیٹا......! چند ماہ قبل مجھے دل کا شدید دورہ پڑھا، گھر میں پڑا تڑپ رہا تھا مگر گھر میں کوئی بھی ایسا فرد موجود نہ تھا جو مجھے اٹھا کر ہسپتال پہنچا دیتا۔

اسی نوعیت کا ایک اور ہندو مسلمہ لڑکی کا واقعہ

جس وقت ان بزرگ نے یہ واقعہ سنایا اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد کا واقعہ ہے کہ ہندوستان سے ایک نوجوان عالم تشریف لائے، بندہ کی ان سے بھی تعددِ ازدواج کے موضوع پر کچھ بات ہوئی، وہ بندہ کی باتوں کو نہ صرف بڑی دلچسپی سے سنتے بلکہ ازخود مجھے تلاش کر کے پھر خود ہی اس موضوع پر بحث چھیڑنے کا کہتے۔

میں نے ایک دن ان سے بھی تعجب سے پوچھا کہ آپ اس موضوع پر جسے لوگ سن کر ''سیخ پا'' ہونے لگتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟ میری حیرت دور کرنے کے لئے انہوں نے مجھے اپنے ساتھ پیش آنے والا یہ واقعہ سنایا۔

فرمانے لگے کہ میں دہلی کی ایک مسجد میں درسِ قرآن دیتا ہوں، ایک مرتبہ درس کے بعد ایک ہندو لڑکی مسجد میں داخل ہوئی اور کہنے لگی میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں، اس کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ اچھی خاصی تعلیم یافتہ اور مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔

کہتے ہیں کہ میرے ساتھ مسجد میں اور بھی دوسرے علماء موجود تھے، ہم نے اس سے کہا کہ اچھی طرح سوچ لو، کیونکہ اگر ابھی تم اسلام قبول نہ کرو تو ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے لیکن ایک مرتبہ اسلام قبول کر لینے کے بعد اگر تم نے کبھی دوبارہ ہندو مذہب اختیار کرنے کی کوشش کی تو ہم تمہیں دوبارہ ہندو نہ ہونے دیں گے۔ کہنے لگی کہ یہ میرا حتمی فیصلہ ہے۔

کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے اس کے حالات اور اسلام قبول کرنے کا سبب دریافت کرنا چاہا تو اپنے بارے میں ہمیں بتاتے ہوئے کہنے لگی کہ میں ایک مالدار ہندو باپ کی ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہوں، ہندو گھرانے میں آنکھ کھولی مگر بچپن ہی سے مجھے مسلمانوں کے طور طریقے اور رسم و رواج پسند آتا تھا، خصوصاً مسلمانوں کے ماہِ مقدس یعنی رمضان المبارک اور ان کے تہوار یعنی عید و بقرعید کے دنوں میں نورانیت، پاکیزگی اور دلکشی ہندوؤں کے طور طریقوں اور تہواروں سے بہت زیادہ محسوس ہوتی تھی، جس کے باعث بچپن ہی سے اسلام کے بارے میں تحقیق و تجسس کا شوق بڑھتا چلا گیا مگر میرا باپ اسلام کے معاملے میں بہت سخت تھا۔

میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا جس کے باعث میں اسلام کے اتنا قریب ہوگئی کہ باپ کے خوف کے سوا مجھے اسلام قبول کرنے سے اور کوئی چیز رکاوٹ نہ تھی، مجھے خیال ہوا کہ اگر کوئی مسلمان مرد مجھ سے نکاح کے لئے آمادہ ہو جائے تو وہ شوہر بن کر مجھے تحفظ دے سکتا ہے، ورنہ باپ سے دشمنی مول لے کر میں اکیلی کہاں جاؤں گا؟ الغرض مجھے کسی مسلمان مرد کا سہارا چاہئے تھا۔

کہنے لگی کہ صرف اسلام قبول کرنے کی غرض سے میں نے یونیورسٹی میں ایک مسلمان نوجوان سے کچھ گپ شپ شروع کر دی تا کہ اسے اپنی طرف مائل کر سکوں، مقصد صرف کسی مسلمان مرد سے نکاح تھا تا کہ اگر وہ مجھ سے نکاح پر آمادہ ہو جائے

تو میں اسلام قبول کر کے فوراً کسی مسلمان شوہر کا تحفظ حاصل کرلوں۔

مگر ایک مسلمان لڑکے کی طرف میری رغبت کا علم میرے باپ کو ہو گیا اور باپ نے اس خوف سے مجھے اس یونیورسٹی سے نکال کر کسی دوسرے شہر بھیج دیا کہ کہیں میں اس سے نکاح کے چکر میں مسلمان نہ ہو جاؤں (حالانکہ میں مسلمان ہونے کے چکر میں اس سے نکاح کرنا چاہ رہی تھی) تعلیم مکمل ہونے سے قبل باپ نے مجھے واپس نہ آنے دیا، چنانچہ میں چار سال کے بعد جب واپس آئی تو وہ نوجوان ملک چھوڑ کر باہر جا چکا تھا۔

کہنے لگی کہ سخت مایوسی کے عالم میں واپس دہلی پہنچی اور کچھ وقت گزرنے کے بعد بالآخر میں نے فیصلہ کیا میں خدا پر اعتماد کرتے ہوئے بہر حال اسلام قبول کروں گی۔

واقعہ سنانے والے عالم کہتے ہیں کہ ہم نے اسے کلمہ پڑھوا کر مسلمان کیا اور اس وقت مجلس میں اور بھی جو دوسرے علماء موجود تھے ان کے مشورے سے اس کی دینی تعلیم کا انتظام کیا، نیز اس پر بھی مشورہ ہوا کہ اس خاتون کے نکاح کا کوئی ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ بعد میں یہ خاتون کسی آزمائش کا شکار نہ ہو۔

کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اگر مجھ سے نکاح پر راضی ہو تو میں تم سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہوں، مگر میں چونکہ پہلے سے شادی شدہ ہوں اور ہمارے ہاں دوسری شادی کا رواج نہیں، لہٰذا کچھ وقت مجھے گھر میں خاندان واہلیہ کی ذہن سازی کرنا پڑے گی، نیز میرے ہاں ولادت بھی ہونے والی ہے، لہٰذا ولادت سے فراغت کا بھی انتظار ہے، اس وقت تک میں یہ شادی نہیں کرسکتا، مگر تم میرے خاندان وزوجہ اور کسی بھی فرد کے سامنے پہلے سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا ورنہ بہت ہنگامہ ہوگا۔

یہ لڑکی اس پر بخوشی راضی ہوگئی اور اس نے مجھ سے اور بعض دوسرے علماء سے پردے میں قرآن مجید، احادیث اور بہشتی زیور وغیرہ کی تعلیم شروع کردی۔

کہتے ہیں کہ اس خاتون کے اخلاص کا پوری طرح اندازہ مجھے اس وقت ہوا کہ جب یہ ایک مالدار گھرانے سے تعلق رکھنے اور اچھی خاصی کوالیفائیڈ ہونے کے باوجود بہت شوق ورغبت سے میرے گھر جاتی اور خادموں کی طرح میری زوجہ کا، میرے گھر کے مختلف کاموں میں نہ صرف یہ کہ ہاتھ بٹاتی بلکہ زوجہ کی خدمت بھی کرتی......مگر جس دن میرے ہاں ولادت ہوئی اس کی زبان سے میری زوجہ کے سامنے اشارتاً کوئی ایسا لفظ نکل گیا کہ جس سے میری بیوی کو شک ہو گیا کہ میرا اس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہے، بس پھر کیا تھا......، زوجہ نے میرے ہاں اور اپنے والدین کے ہاں جا کر ایک ایسا ہنگامہ کھڑا کیا کہ اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا، سارا خاندان دشمن ہو گیا۔

خاندان بھر اور بیوی کی طرف سے ایسا شدید ردِّعمل ہوا کہ میں ان کے آگے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا......حوصلہ ہار گیا اور میں نے اس نومسلمہ لڑکی سے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ میں خاندان وبیوی کے سامنے عاجز آ گیا ہوں (اگر تمہارا گھر بسانے کی فکر کرتا ہوں تو اپنا گھر اجڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ حالانکہ یہ لڑکی کئی ماہ سے میرے گھر کی صفائی ستھرائی اور میری بیوی کی خدمت صرف اس امید پر کر رہی تھی کہ شاید بعد میں میری زوجہ بطورِ سوکن اسے قبول کرلے۔

کہتے ہیں کہ میری اس بات سے اس کا دل ایسا ٹوٹا کہ وہ تعلیم وغیرہ کا سب سلسلہ چھوڑ کر چلی گئی اور بعد میں مجھے علم ہوا کہ وہ ارضِ ہند کو ہمیشہ کے لئے ترک کر کے یورپ چلی گئی ہے۔

یہ واقعہ سنا کر یہ عالم دین فرمانے لگے کہ اسلام کے متعدد شادیوں والے نظام کی خوبیاں اور ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفاء والے نظام کی خرابیوں کو میں نے پہلے کبھی اتنی زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا، نیز مذکورہ بالا واقعہ کو بھی میں ایک جزوی واقعہ سمجھ کر اس سے بہت زیادہ متاثر نہ ہوا اور اس طرف توجہ نہ گئی کہ ایسے واقعات تو ہندوستان میں روز و شب پیش آتے رہتے ہیں مگر آج جب آپ سے اتنے ''پر جوش'' انداز میں اس موضوع پر اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں سن رہا ہوں تو غیر معمولی متاثر ہو رہا ہوں اور آپ کی تقریر کے دوران میرا ذہن لاشعوری طور پر چند سال پہلے اپنے ساتھ پیش آنے والے نومسلمہ لڑکی کے اس واقعے کی طرف مسلسل گردش کر رہا ہے...... اور سوچ رہا ہوں کہ یہ تو ایک نومسلمہ لڑکی تھی جو میری دوسری بیوی بننے پر بھی صرف اس بناء پر آمادہ ہوگئی تھی کہ میں اس کے خیال میں عالم دین ہونے کے باعث اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ہر لحاظ سے تحفظ دے سکتا ہوں اور اس کی دینی تعلیم و تربیت کا بھی بطریق احسن انتظام کر سکتا ہوں، مگر یہ صرف ایک ہندو نومسلمہ کا مسئلہ نہیں بلکہ ہندوستان میں میرے علم میں اور بھی بہت سی ہندو لڑکیاں ہیں جو مسلمان ہونا چاہتی ہیں مگر انہیں کوئی مسلمان مرد خاوند بن کر تحفظ دینے کو تیار نہیں ہوتا۔

پھر کہنے لگے کہ تعددِ ازدواج کی ضرورت و اہمیت پر میں پہلے اگر اتنے پر زور انداز میں باتیں سن لیتا تو ہرگز اس نومسلمہ کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچاتا اور خاندان و معاشرے کی پرواہ کئے بغیر اس سے ہر حال میں نکاح کرتا، خواہ اس اقدام کے لئے مجھے کیسی ہی قربانی دینی پڑتی۔

کیا دوسری شادی سے پہلی بیوی کا گھر اُجڑتا ہے؟

یہاں میں ان حضرات سے سوال پوچھتا ہوں جو یہ دلیل پیش کر کے کسی بھی نوجوان کے لئے متعدد شادیوں کو ناپسند کرتے ہیں کہ دوسری شادی کے نتیجے میں عموماً پہلی زوجہ کا گھر اجڑتا ہے، وہ ناراض ہو کر بچوں سمیت والدین کے ہاں جا بیٹھتی ہے، نہ صرف یہ کہ طلاق کے مطالبے شروع کر دیتی ہے بلکہ بعض مرتبہ تو واقعی طلاق تک نوبت پہنچ بھی جاتی ہے۔

وہ حضرات جو ایسے واقعات سنا کر یہ کہتے ہیں: ''بھلا ایسی شادی کا کیا فائدہ جس میں پہلی زوجہ کا گھر اجڑتا ہو؟'' اور اس بناء پر اس عمل کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، ایسے حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ بات تو درست ہے کہ رواج نہ ہونے کے باعث دوسری شادی کے نتیجے میں بسا اوقات پہلی کا گھر اجڑتا ہے، وہ طلاق تک کا مطالبہ شروع کر دیتی ہے اور بعض مرتبہ ہنگاموں کے باعث طلاق ہو بھی جاتی ہے لیکن سوچا جائے کہ اس میں قصور کیا اس مرد کا ہوتا ہے جس نے دوسری شادی کا فیصلہ کیا یا اس کی اس مسلمان بیوی کا ہوتا ہے کہ اسے جب نکاح سے وابستہ مصلحتیں حاصل ہوگئیں تو وہ اور اس کے والدین قطعاً اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ کوئی دوسری مسلمان عورت بھی ان مصلحتوں میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور اس بات کو برداشت نہ کرتے ہوئے کسی صورت اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر پر راضی رہنے کو تیار نہیں ہوتے......؟

نیز کیا یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ اجتماعی سطح پر رونما ہونے والے اور بڑے نقصانات سے بچنے کے لئے انفرادی اور چھوٹے نقصانات کو برداشت کرنا ضروری ہے، ایک بیوی کا گھر ''بچانے'' کے لئے نوجوانوں کو دوسری شادی سے اجتناب کا مشورہ دیا جانے لگے تو کیا جو تباہی و بربادی ابھی تک ہو چکی اس میں مزید تیزی نہ آئے گی؟ نیز اس پہلو کو بھی تو دیکھا جائے کہ متعدد شادیاں کر کے ایک بیوی کا گھر اجاڑنے والا مزید دو یا تین عورتوں کا گھر بساتا بھی تو ہے...... جبکہ اجاڑتا ایسی عورت کا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی نہ ہونے کے باعث اپنا گھر بسانے پر خود ہی راضی نہیں اور دوسری طرف بساتا ایسی عورتوں کا گھر ہے کہ دوسری شادی سے باز رہنے کی صورت میں ان عورتوں کے کسی جرم اور قصور کے بغیر ہی انہیں ساری عمر اپنے گھر کو آباد کرنے والی نعمت سے محروم رہنے پر مجبور ہونے کی سزا مل رہی ہوتی ہے، بلکہ ان میں سے کثیر عورتیں معاشرے میں ملازمتوں اور بے حیائی کے کاموں میں ملوث ہو کر قوم میں نکاح کے رجحان میں مزید کمی کا سبب بن رہی ہوتی ہیں، فأي الفريقين أحق بالأمن...؟؟؟

پہلے کچھ وقت تک بیوی اور رشتہ داروں کی ذہن سازی بہت ضروری ہے مگر......

یاد رکھئے! کسی بھی نوجوان کو کہ جس کا دوسری شادی کا ارادہ ہو، اسے یہ مشورہ تو ضرور دینا چاہئے کہ اوّلاً کچھ مدت تک بیوی اور گھر والوں کی ذہن سازی کرے، تاکہ اس کے اچانک دوسری شادی کے ارادے کو اس کی زوجہ اور دیگر رشتہ دار غلط زاویے سے نہ دیکھیں، نیز تاکہ آزمائش اور فتنہ کم سے کم ہو، پہلی زوجہ کو تکلیف بھی کم سے کم ہو اور یہ ذہن سازی انتہائی تحمل، بردباری اور محبت سے کی جائے، دھمکی آمیز لہجہ ہرگز نہ ہونا چاہئے، بیوی کو ہرگز یہ احساس نہ ہو کہ دوسری شادی سے میرے شوہر کا مقصد محض مجھے پریشان کرنا ہے یا میری محبت میں کمی اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

بہت حوصلہ اور محبت کے ساتھ بیوی اور دیگر رشتہ داروں کی کچھ وقت تک ذہن سازی کرنے کی ضرورت واہمیت سے کوئی بھی ذی ہوش قطعاً انکار نہیں کر سکتا اور اس بارے میں جلد بازی یقیناً بہت سے ایسے فتنوں کو جنم دے سکتی ہے کہ بعد میں جن کا تحمل پھر یہ شخص نہ کر سکے مگر اس کے لئے ایک مدت (Limit) مقرر کر دینی چاہئے کہ مثلاً ایک ماہ یا ایک سال......

چنانچہ ایک سال تک ذہن سازی کرتا رہے...... مگر اس اقدام کو ذہن سازی پر موقوف کر کے رکھ دینا کسی بھی طرح مناسب نہیں، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل ذہن سازی ہوتی ہی عمل سے ہے، جب تک عمل نہ ہو کوئی ہزار تقریریں کرتا رہے، عموماً ذہن ایسے کام سے مانوس ہوتے ہی نہیں، جس کا رواج ایک بڑے پیمانے پر متروک ہو گیا ہو۔

کیا آج کے مردوں میں دو بیویاں رکھنے کا حوصلہ نہیں؟

اسی طرح کوئی بھی سنجیدہ مزاج آدمی جو دوسری شادی کرنا چاہ رہا ہو اسے اس کے منفی پہلوؤں سے اچھی طرح باخبر کر کے یہ تو ضرور بتایا جائے کہ اس زمانے میں دوسری شادی اچھے خاصے حوصلے والا کام ہے۔ سوکنوں کے جھگڑوں سے بھی نمٹنا پڑے گا، خدا نہ کرے، ہو سکتا ہے کہ ''پہلی'' سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائیں، وغیرہ وغیرہ...... الغرض ان باتوں کی طرف توجہ تو ضرور دلائی جائے تاکہ کوئی بھی شخص اپنی ''سادگی'' کے باعث کسی ''خوش فہمی'' کا شکار نہ ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے لئے

اس عمل کو ''حوصلہ'' والی شرط کے ساتھ مشروط کر کے نہ پیش کیا جائے......یعنی طرزِ مشورہ یہ نہ ہو کہ بھائی اگر حوصلہ ہے تو شادی کرو، ورنہ نہ کرو۔ فی زمانہ نصیحت کا یہ انداز بصیرت کے خلاف ہوگا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ جب معاشرے میں کسی عمل کے رواج کی ضرورت و اہمیت ثابت شدہ اور مسلم ہو جائے تو اس پر ابھارنے کے لئے لوگوں کو یوں مشورہ نہیں دیا جاتا کہ:

''جن جن حضرات میں حوصلہ اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد ہے وہ حضرات یہ کام کریں باقی آرام سے بیٹھے رہیں۔''

اس صورت میں تو ہر شخص اپنے بارے میں یہی سوچے گا کہ مجھ میں نتائج کے برداشت کرنے کا حوصلہ اور طاقت نہیں، لہٰذا مجھے اس سے باز رہنا چاہئے اور ایسی باتیں سوچ کر ہر شخص اس فعل سے دور بھاگے گا (جیسا کہ بھاگ بھی رہا ہے) اور اس بارے میں خود کو معذور سمجھ کر لائق سرزنش بھی نہ سمجھے گا۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے شریعت کا ایک انتہائی اہم حکم جہاد ہے اور یہ ایک ایسا حکم ہے کہ بہادری اور اچھے خاصے حوصلے کے بغیر اس کا تصور بھی ممکن نہیں، چنانچہ کوئی بھی نوجوان جس کا جہاد کا ملک وملّت اور دین و مذہب کے دفاع کے لئے جہاد کا ارادہ ہو وہ ذہنی طور پر ان تمام نتائج کے لئے تیار رہتا ہے جو مجاہدین کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں، مثلاً اسے معلوم ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ گرفتار ہو جاؤں اور پھر ساری عمر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، دشمن ملک کی فوج کی ضرب سے ساری عمر کے لئے ہاتھ پاؤں سے معذور یا خدانخواستہ بینائی کی نعمت سے محروم ہونا پڑے، شہید ہو گیا تو جوان بیوی (ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکت'' سے) بقیہ ساری زندگی بیوگی حالت میں گزارتے ہوئے کسی ٹرسٹ کی خدمت کی محتاج رہے، چھوٹے بچے باپ کے سایے سے محروم ہو سکتے ہیں، نیز ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو دشمن کے روبرو گولیوں کی جھنکار میں جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑنا، برف پوش پہاڑوں میں بنے مورچوں پر دشمن کے عین سامنے کھڑے ہو کر راتیں پہرا دیتے ہوئے گزار دینا......، یہ تمام کام خود اچھا خاصا......''حوصلہ''......مانگتے ہیں۔

مگر ان تمام اور سخت ترین کٹھن نتائج کے امکانات کے باوجود کسی بھی قوم میں جب جہاد کی عملی ضرورت و اہمیت مسلم ہو جائے تو جہاد کی طرف اس قوم کے نوجوانوں کو ترغیب دینے کے لئے طرزِ دعوت یوں اختیار نہیں کیا جاتا:

> ''لوگو! جہاد کی ضرورت و اہمیت تو اپنی جگہ لیکن تم اگر جہاد پر گئے تو عین ممکن ہے کہ ہاتھ پاؤں ''گنوا'' بیٹھو اور جیسے فلاں شخص جہاد پر گیا تو گرفتار ہو گیا، لہٰذا اس کا بھی امکان ہے کہ تم بھی گرفتار ہو کر ساری عمر کے لئے بیوی بچوں اور عزیزوں سے دور کے کسی پنجرے میں بند ہو جاؤ۔ اس کا بھی امکان ہے کہ تمہارے بچے تمہاری موت پر ساری عمر کے لئے باپ کی نعمت سے محروم ہو جائیں اور بیوی بیوہ ہو کر (''برکت'' والے معاشرے میں) بیوگی ہی کی حالت میں بوڑھی ہو جائے، لہٰذا جن جن حضرات میں خدا پر اعتماد و توکل اور ان ممکنہ نتائج کو برداشت کرنے کی طاقت اور......''اچھا خاصا حوصلہ''......ہے تو وہ جہاد پر جائیں، باقیوں کا جانا کسی صورت بھی دانشمندی اور عقل کا تقاضا نہیں۔''

اس طرز پر تقریر کا نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ انتہائی قلیل افراد کے سوا ہر شخص خود کو معذوروں اور کم حوصلے والے لوگوں میں شامل کر کے جہاد سے دور بھاگنے کا ذریعہ بنائے گا اور ایسا کرنے میں خود کو لائق ملامت بھی نہ سمجھے گا۔

عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے موقع پر ان حالات سے نمٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر اعتماد و حوصلہ پیدا کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، نا یہ کہ اس اقدام کو بار بار حوصلوں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد والی شرط کے ساتھ مشروط کر کے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

چنانچہ کسی ملک پر جب جنگ مسلط کر دی جاتی ہے تو اس ملک وملّت کے دفاع کی خاطر لڑنے والے فوجیوں اور اس کے دیگر باسیوں کو ایسے مواقع پر یہ باور کروایا جاتا ہے کہ جن میں لڑائی کا حوصلہ نہیں وہ حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کریں، جن میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل نہیں وہ خود کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل والے اوصاف سے مزین کرنے کی کوشش کریں، جن میں طبعاً بزدلی ہے، انہیں یوں حوصلہ دیا جاتا ہے کہ بزدل کو جہاد میں دگنا اجر ملتا ہے، لہٰذا بزدل حضرات بھی کوشش اور ہمت کر کے بہادر بننے کی کوشش کریں......، شاباش ہمت پکڑیں......، کیونکہ جن فتنوں کے خوف سے آج جہاد سے دور بھاگ رہے ہیں تو اگر اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو آئندہ اس سے کئی گنا بڑے ایسے فتنوں میں مبتلا ہونے کے لئے تیار ہو جائیں کہ جو فتنے مسلط ہونے سے پہلے یہ پوچھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کریں گے کہ آپ حضرات میں ہمیں برداشت کرنے کا حوصلہ وطاقت ہے بھی یا نہیں......؟

یاد رکھئے......! اسلام یہ بات...... ہرگز...... گوارا نہیں کرتا کہ مسلمانوں کی مختلف اقوام میں سے کسی قوم کے تمام کے تمام افراد ہندوؤں، عیسائیوں، پارسیوں، سکھوں، دہریوں، بدھ متوں اور یہودیوں کے رواج کی طرح سب کے سب ایک بیوی پر اکتفاء کر کے بیٹھ جائیں اور ایسی تمام حکمتیں معطل ہونا شروع ہو جاتیں جن سے بچنا تعددِ زوجات والی سنت کو عملاً اختیار کرنے پر موقوف تھا...... ان حالات کی طرف بھرپور طریقے سے توجہ جانے کے بعد بھی کسی ایسے سنجیدہ مزاج شخص کو دوسری شادی سے روکنا جو یہ کرنا چاہتا ہو اور اسے یہ مشورہ دینا کہ...... "اگر حوصلہ ہے تو کرو، ورنہ نہ کرو"...... بصیرت کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ قوم کی عورتوں کی کفالت کی ذمہ داری تو قوم کے مردوں نے ہی اٹھانی ہے، اس کا حوصلہ اگر نہیں تو حوصلہ پیدا کرنا فرض ہے، ورنہ یہ عجیب احمقانہ حرکت ہے کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں کی کفالت کا حوصلہ پیدا نہ کرے...... اور عورتوں کو نکاح کے بغیر زندگی گزارنے کے حوصلے کی تلقین کی جائے......؟؟؟

لہٰذا ایسے مواقع پر ایسے اشخاص کو متعدد بیویوں میں عدل کی شرعی اہمیت وضرورت اور بے عدلی کے بارے میں جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان کے بارے میں اچھی طرح مطلع کرتے ہوئے یوں مشورہ دینا چاہئے کہ آپ جیسے حضرات کے لئے اس زمانے میں ایک بیوی پر قناعت کئے رہنا قطعاً پسندیدہ امر نہیں، البتہ اس زمانے میں ہماری قوم میں چونکہ متعدد شادیوں کا رواج نہیں لہٰذا کسی ایسی "خوش فہمی" کا شکار ہو کر شادی نہ کرو کہ مثلاً ایک خدمت گزار بیوی جو خدمت کے جوش میں شوہر نامدار کے پاؤں دبایا کرتی تھی...... اور سر میں مالش اور سر دبانے کی اس کے پاس فرصت نہ تھی تو اب دوسری کے آنے سے سر دبوانے کا انتظام بھی ہو جائے گا...... گھر کے کام تقسیم ہونے کے باعث ہر ایک کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور یوں سوکنوں میں ایسی مثالی محبت پیدا ہو جائے گی کہ ایک طرف ان دونوں کی آپ سے محبت...... اور دوسری طرف مختلف کاموں میں ایک

دوسرے کا ہاتھ بٹانے کے باعث ان کی آپس میں محبت...... ان دونوں قسم کی محبتوں کو دیکھ دیکھ کر آپ خوشی سے ایسے پھولے نہیں سمانا شروع کر دیں گے...... کہ خطرہ ہے کہ آپ کے خوشی سے روز بروز اس طرح پھولنے کو دیکھ کر وہ لوگ احساسِ کمتری کا شکار ہو کر دبلنے ہونا شروع ہو جائیں جو بے چارے ایک بیوی پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔

الغرض ایسی خوش فہمی کے شکار نوجوانوں کو یہ تو ضرور باور کروایا جائے کہ اس زمانے میں متعدد شادیوں کا چونکہ رواج نہیں لہٰذا اس کا بھی امکان ہے کہ خاندان و معاشرہ ایسا بائیکاٹ کریں اور پہلی بیوی کی طرف سے ایسا ہنگامہ برپا ہو کہ دن میں تارے اور رات کو سورج کا مشاہدہ ہونا شروع ہو جائے...... مگر ہمت و حوصلہ کر کے...... نیز یہ سوچ کر کہ جس نے بھی اس زمانے میں اچھی نیت سے اس کا ارادہ کیا اور اس پر جو آزمائشیں آئیں، انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے برداشت کرنے کی نیت کی اور خود میں ان آزمائشوں پر صبر کرنے کا حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کی...... تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا شخص ایک بہت بڑے اجر کا مستحق ہوگا۔ اس عمل سے دوسرے حضرات کو بھی حوصلہ پیدا ہوگا کہ جب فلاں شخص یہ کر سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں کر سکتے؟ اس کے باعث ان شاء اللہ کسی نہ کسی حد تک قوم کا جمود ٹوٹنا شروع ہوگا اور پوری قوم نہ سہی مگر خاندان و معاشرے کے وہ نوجوان جنہیں زنا کے خطرات لاحق تھے ان میں بہت سوں کو حلال راستے سے خواہش نفس کی تسکین کا راستہ آسان معلوم ہونا شروع ہو جائے گا اور ان کے دل میں نکاح سے محبت اور ان شاء اللہ زنا سے نفرت پیدا ہونے لگے گی، آہستہ آہستہ لوگوں کے اذہان تعددِ ازدواج والے اس ''مکروہ عمل'' سے آشنا ہونا شروع ہو جائیں گے اور یوں پھر ان شاء اللہ کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ اس کے خاندان میں جتنا ردّعمل اس کی شادی پر ہوا تھا...... دوسرا جو بھی شخص یہ عمل کرے گا اتنا ردّعمل اس دوسرے کے اقدام پر نہ ہوگا کیونکہ اس وقت تک خاندان کے افراد اس اقدام سے کچھ نہ کچھ بہر حال مانوس ہو چکے ہوں گے۔

لیکن آج اگر ان فتنوں کے خوف سے اس عمل سے باز رہے تو یاد رکھو کہ اس کا تصور آج جتنا مشکل ہے تمہاری آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں میں یہ اقدام اور بھی مشکل ہو جائے گا اور آج اور آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں میں مسلمان عورتوں کی ایک کثیر تعداد رشتوں کے حصول میں غیر معمولی مشکلات کا شکار ہو کر جس کرب و اذیت سے دوچار ہوگی تو اس کا وبال بروزِ محشر ان لوگوں کی گردن پر بھی پڑے گا جو ان حالات پر مطلع ہونے کے باوجود بھی اپنا جمود توڑنے کے لئے تیار نہ تھے...... اور جن کی حالت یہ تھی کہ وہ ہر سال مسلمان مردوں کے مقابلے میں جو لاکھوں زائد لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں، نکاح سے محروم زندگی پر انہیں مجبور کرتے ہوئے اور انہیں ملازمتوں اور فحاشی اور مغربی این جی اوز کی خدمت کی بھینٹ چڑھانے...... والدین کا چراغ لے کر داماد تلاش کرنے......، بیٹی کی شادی کے لئے مکان پر ''برائے فروخت'' جیسی تختیاں لٹکانے وغیرہ جیسے حالات بچشمِ خود دیکھنے اور ایسی خبریں سننے کا ''حوصلہ'' تو پیدا کئے ہوئے تھے...... مگر دوسری شادی کا ''حوصلہ'' پیدا کرنے کو تیار نہ تھے......

مجذوب ہے، مستانہ ہے، پاگل ہے، دیوانہ ہے

وہ حضرات جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس زمانے میں عمومی طور پر مردوں کے لئے ایک سے زائد بیویاں رکھنا مناسب نہیں، ان سے ایک سوال کرتا ہوں اور وہ یہ کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ جہاں فیملی پلاننگ کا رواج ہوگا، وہاں لڑکیوں کی شرح پیدائش لڑکوں سے زیادہ ہوگی، جیسا کہ مدلّل گزر چکا، ہندوستان اور چین میں لڑکوں کی تعداد اس لئے زیادہ ہے کہ وہاں عموماً

لڑکی کو ولادت سے قبل ہی قتل کر دیا جاتا ہے اور ایک سروے کے مطابق بھارت میں کروڑوں بچیاں ایسی ہیں جنہیں پیدائش سے قبل ہی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا...... اگر ان ممالک میں لڑکیوں کو رحمِ مادر ہی میں درگور کرنے کی روایات نہ ہوتیں تو ان ممالک میں بھی عورتوں کی شرح پیدائش مردوں سے زائد ہوتی......

الغرض فیملی پلاننگ کے باعث عمومی سطح پر لڑکیوں کی شرح پیدائش لڑکوں سے زائد ہے، پھر ادیانِ عالم پر گہری نظر رکھنے والے وقت کے ایک مشہور محقق جناب ڈاکٹر نائیک صاحب کی تحقیق کے مطابق نومولود لڑکوں میں مختلف بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت بچیوں کی نسبت کم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے نومولود لڑکوں میں موت کا تناسب لڑکیوں سے زیادہ ہے۔

یہ بھی مشاہدے سے ثابت شدہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بھی مختلف حوادث کا شکار ہو کر مرد زیادہ ہلاک ہوتے ہیں، خواتین چونکہ مردوں کی نسبت زیادہ تر گھروں میں رہتی ہیں اور جو گھر سے باہر گھومتی ہیں وہ بھی عموماً ایسے پیشے کم ہی اختیار کرتی ہیں جن میں کسی حادثے کا خوف ہو، ڈرائیونگ بھی مردوں کی نسبت کم کرتی ہیں اور جو ڈرائیونگ کرتی ہیں، وہ صنفِ نازک ہونے کے باعث بہت محتاط ڈرائیونگ کرتی ہیں، جس کے باعث حادثے کا تناسب ان میں کم ہوتا ہے، اس لئے خواتین، مردوں کی نسبت مختلف حوادث کا بہت کم شکار ہوتی ہیں۔ چنانچہ آئے دن خبریں سائع ہوتی ہیں کہ: ''ایکسیڈنٹ ہوا، اتنے مرد ہلاک...... بس کی ٹکر سے موٹر سائیکل سوار نوجوان ہلاک...... کار یا موٹر سائیکل چھینتے ہوئے معمولی مزاحمت پر نوجوان ہلاک...... بھری بس میں بم دھماکہ اتنے افراد ہلاک...... طیارہ گر کر تباہ...... بیرونِ ممالک کمانے کے لئے جانے والے اتنے افراد ہلاک...... علماء کی بس میں بم دھماکہ اتنے علماء جاں بحق...... سیاسی اور لسانی تنظیموں کی لڑائی، جلاؤ گھیراؤ، اتنے نوجوان کارکن ہلاک...... جلسے میں بم پھٹا اتنے کارکن ہلاک...... پاک فوج کا القاعدہ کی تلاش میں قبائلیوں پر حملہ، اتنے قبائلی ہلاک...... جوابی کارروائی، اتنے فوجی ہلاک، فیکٹری میں آگ لگی، اتنے مزدور جلنے سے ہلاک...... فیکٹری کی چھت گری، اتنے مزدور دب کر ہلاک...... بجلی بحال کرتے ہوئے کھمبے سے چپک جانے پر الیکٹریشن ہلاک...... سمندر میں کشتی ڈوبنے سے اتنے مچھیرے ہلاک......

پھر اگر اس قوم پر کسی ملک کی طرف سے باقاعدہ دوبدو جنگ مسلط ہو جائے تو اس قوم کے لڑاکا مرد گاجر، مولی کی طرح کٹتے ہوئے اموات کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ الغرض ان جتنے حوادث کا ہم نے ذکر کیا، یہ اور ان جیسے اور بھی بہت سے دوسرے حوادث سے زیادہ تر مرد ہی دوچار ہوتے ہیں، ان حوادث کے باعث ہونے والی اموات سے مردوں کی نسبت عورتیں بہت ہی کم شکار ہوتی ہیں۔

پھر جو مرد ان حوادث سے محفوظ رہتے ہیں ان میں بھی بعض ہیروئن، چرس اور شراب جیسے نشوں کے عادی ہونے کے باعث اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ کسی بھی عورت کو نکاح کے ذریعے ان کے زیرِ کفالت دے دیا جائے، جبکہ خواتین میں ان برائیوں کا تناسب بھی مردوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

پھر جو مرد ان برائیوں سے پاک ہوتے ہیں ان میں بھی بعض احساسِ ذمہ داری اور سنجیدگی والے اوصاف سے مزین نہیں ہوتے، آوارہ مزاج اور غیر معمولی لاپرواہ ہوتے ہیں، جبکہ عورتوں میں آوارہ گردی کا مرض مردوں کی نسبت کم ہے، نیز

عورت نے چونکہ مرد کے تابع بننا ہوتا ہے اور مرد کے زیر کفالت اور ماتحت ہونا ہوتا ہے، اس لئے عورت کے لئے احساس ذمہ داری والی صفت سے خالی ہونا کوئی خاص نقصان دہ بھی نہیں، اس کے برعکس مرد پر بیوی اور بچوں کے نان نفقہ جیسی مالی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اسے دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے اپنے اہل خانہ کا مربی بننا ہوتا ہے، اس لئے اس کی غیر معمولی لاپروائی، غیر ذمہ داری اور آوارگی اس کی بیوی کا بیڑا غرق کرنے کا سبب بن سکتی ہے، اس کے باعث اس قسم کے آوارہ، غیر ذمہ دار اور لاپروا مرد اس قابل نہیں ہوتے کہ کسی بھی عورت کو نکاح کے ذریعے ان کے حوالے کر دیا جائے۔

اور جو مرد ذمہ دار اور برسرِ روزگار ہوتے ہیں، ان میں بھی پھر سب کے سب نکاح کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، بے حیائی اور فحاشی کے اس دور میں ایسے برسرِ روزگار اور ''سمجھدار'' مردوں کی کمی نہیں کہ جن کی عمریں چالیس سال بلکہ بعض کی تو پچاس سال سے بھی متجاوز ہو گئیں، مگر نکاح کے بارے میں ان حضرات کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ابھی تک ''ضرورت'' ہی محسوس نہیں ہوئی۔

پھر ان باقی بچ جانے والے سمجھدار، ذمہ دار اور برسرِ روزگار مردوں میں سے جو مرد نکاح کرتے بھی ہیں تو ان میں سے سب کے سب اپنے ملک اور قوم کی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے، ایک کثیر تعداد یورپ اور امریکا میں بسنے والی انگریز لڑکیوں سے نکاح کو ترجیح دیتی ہے، اس کے برعکس اپنی قوم کی کسی لڑکی کا یورپ میں بسنے والے کسی انگریز مسلمان مرد سے نکاح آسان کام اور خطرے سے خالی نہیں......

الغرض ان تمام باتوں کے پیشِ نظر عورتوں کے مقابلے میں ایسے مردوں کی بہت کم تعداد باقی رہ جاتی ہے جو نکاح کے ذریعے قوم کی ان عورتوں کی مالی کفالت اور عفت و پاکدامنی کے ضامن بنیں، اور ان باقی بچ جانے والے مردوں میں بھی پھر بعض جنسی قوت سے عاری ہوتے ہیں اور اس زمانے میں فحاشی اور بہت سے دوسرے اسباب کے باعث لڑکوں میں ''نامردی'' کا مرض بہت تیزی سے پھیل رہا ہے اور شوہر کی ''نامردی'' کے باعث شوہر سے طلاق کے مطالبے کے واقعات روز و شب سننے میں آ رہے ہیں، اس کے برعکس عورت کے لئے ''نامردی'' کوئی ایسی بیماری نہیں کہ عورت کے حق میں اس کا تصور بھی کیا جاسکے، یوں اس بیماری کے باعث بھی ہر مرد نکاح کے قابل نہیں ہوتا اور جو اس عیب سے محفوظ ہوتے ہیں پھر ان میں ہر مرد تو اس لائق ہوتا ہے کہ وہ جس عورت سے چاہے نکاح کرے، خواہ وہ عورت اس کے خاندان، مال، دینداری، تعلیم، پیشے وغیرہ کے لحاظ سے برتر ہو یا کمتر ہو، کیونکہ عورت نے مرد کے تابع بننا ہوتا ہے، نیز ایک عورت سے نباہ نہ ہو سکے تو مرد اسے طلاق دے کر باآسانی کسی دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے، اس کے برعکس عورت کے لئے آسان اور مناسب نہیں ہوتا کہ ان میں سے جس مرد سے چاہے نکاح کر لے، کیونکہ عورت کے لئے بذریعہ طلاق جان چھڑانا بھی آسان نہیں اور طلاق لے بھی لے تو طلاق کے بعد پھر دوبارہ نکاح بھی اس ''برکت والے'' معاشرے میں آسان نہیں، اس کے باعث لڑکیوں کے والدین کے لئے اپنی بچیوں کے نکاح کی خاطر ان بچیوں کے لائق اور مناسب اور ان کے ہم پلہ مردوں کی تعداد مزید کم ہو جاتی ہے......الغرض ان تمام حالات کے پیشِ نظر یعنی:

① عورتیں مردوں کے مقابلے میں زائد پیدا ہوتی ہیں، یوں سب مرد سب عورتوں سے نکاح کر بھی لیں تو بھی بہت سی

عورتیں نکاح کے بغیر زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گی۔

② پیدائش کے بعد لڑکوں میں ہلاکت کا تناسب لڑکیوں کے مقابلے میں زیادہ ہے، یوں عورتوں سے نکاح کے قابل زندہ رہ جانے والے مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

③ بلوغت کے بعد بڑے بڑے اور مختلف حوادث کا شکار ہو کر ہلاک ہونے والے مردوں کی تعداد بھی ہلاک ہونے والی عورتوں کی تعداد سے کئی گنا زائد ہے، یوں نکاح کے قابل مردوں کی تعداد عورتوں کے مقابلے میں مزید گھٹتی جاتی ہے۔

④ باقی بچ جانے والے مردوں میں سے بعض ہیروئن، چرس جیسے نشوں کے عادی ہوتے ہیں، یوں نکاح کے قابل مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑤ جو نشے کے عادی نہیں ہوتے ان میں بھی سب سنجیدہ مزاج نہیں ہوتے، بہت سے آوارہ اور اوباش مزاج ہوتے ہیں، یوں عورتوں کی آبادی کے مقابلے میں ان سے نکاح کے قابل مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑥ جو ذمہ دار اور سنجیدہ مزاج ہوتے ہیں ان میں بھی سب کے سب روزگار کے قابل نہیں ہوتے، مثلاً معذور ہوتے ہیں، (اور مختلف حوادث کی وجہ سے مردوں میں معذوری کا تناسب خواتین سے زیادہ ہے) یا قابل ہونے کے باوجود برسرِ روزگار نہیں ہوتے، یوں نکاح کے قابل مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑦ جو برسرِ روزگار ہوتے بھی ہیں ان میں بھی بہت سے حضرات سابق وزیر اطلاعات شیخ رشید صاحب کی طرح بازار میں کھلا دودھ دستیاب ہونے کے باعث بھینس پالنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کرتے، لہٰذا نکاح پر آمادہ ہی نہیں ہوتے اور بہت سے بہنوں کے نمٹنے کے چکر میں نکاح سے اجتناب کر رہے ہوتے ہیں...... نکاح کے قابل مردوں کی تعداد عورتوں کی آبادی کے مقابلے میں مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑧ نکاح کے خواہش مندان باقی بچ جانے والے مردوں میں پھر سب کے سب مرد اپنے ملک اور قوم کی عورتوں سے نکاح کرتے بھی نہیں، بیرونِ ملک نکاح کو ترجیح دیتے ہیں، یوں قوم کی عورتوں سے نکاح کے قابل مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑨ باقی بچ جانے والے ان مردوں میں بھی بعض قوتِ مردانگی اور جنسی قوت سے محروم ہونے کے باعث نکاح کے قابل نہیں ہوتے، چنانچہ اس بناء پر بھی قوم کی عورتوں سے نکاح کے قابل مردوں کی تعداد اِن عورتوں کی آبادی کے مقابلے میں مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑩ نکاح میں کفاءت یعنی مرد کا عورت کے ہم پلہ ہونا اور برابری کے شرعی اور عملی احکام کے باعث ان باقی بچ جانے والے مردوں میں بھی ہر مرد ہر عورت کا شوہر بننے کے لائق نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ مختلف اعتبارات سے منکوحہ سے برتر یا کم از کم اس کے ہم پلہ ہو...... یوں عورتوں کے لئے باقی بچ جانے والے ان قلیل مردوں میں سے پھر اپنے ہم پلہ مرد کی تلاش مزید مشکل ہو جاتی ہے اور یوں عورتوں کے حق میں نکاح کے قابل مناسب مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔{تلک عشرة کاملة}

الغرض یہ ایسے حقائق ہیں کہ جن میں سے ممکن ہے ایک آدھ نمبر سے تو کوئی اختلاف کرلے مگر بہر حال ان میں سے اکثر کا تو کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، یہ سب حقائق اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ عورتوں کی آبادی کے مقابلے میں ان سے نکاح کے قابل مردوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی رہتی ہے...... ان حقائق پر مطلع ہونے اور ان حالات کی طرف بھرپور طرح سے توجہ جانے کے بعد جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس زمانے میں دوسری شادی نہیں کرنی چاہئے، خدا کی قسم!...... وہ مجذوب ہے...... مستانہ ہے...... بلکہ پاگل ہے...... دیوانہ ہے۔

یاد رکھئے! ماضی قریب کے بعض جن اکابر سے یا موجودہ اکابر میں جن بعض حضرات سے کسی بھی عنوان سے دوسری شادی کی جو حوصلہ شکنی منقول ہے تو اس حوصلہ شکنی کا سبب یقیناً اس بات کو قرار دینا پڑے گا کہ مختلف اہم علمی مشاغل یا دین کے مختلف شعبوں میں ہمہ تن مشغولیت کے باعث ان حقائق کی طرف ان اکابر کی توجہ ہی نہ جاسکی۔ ان حضرات کی سنتوں پر غیر معمولی حرص اور قوم کے ساتھ خیر خواہی کے غیر معمولی جذبات کی گواہی دینے والے مختلف قسم کی قربانیوں پر مشتمل وہ واقعات (جن سے ان اکابر کی زندگیاں بھری ہوئی ہیں) یہ سب حالات و واقعات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ اگر ان حقائق اور تعدد زوجات کا رواج نہ ہونے سے پیدا ہونے والے ان فسادات کی طرف ان حضرات کی بھرپور توجہ چلی جاتی تو یہ حضرات تعدد زوجات کی کسی بھی عنوان سے ہرگز حوصلہ شکنی نہیں کرتے۔ اب ان اکابر کا دَم بھرنے والے ان کے مریدوں اور شاگردوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ تعدد زوجات کی حوصلہ شکنی پر مشتمل بعض اکابر کے وہ بعض ملفوظات جو انہوں نے محض کسی خاص واقعہ سے متاثر ہو کر اپنی کسی نجی مجلس میں کہہ ڈالے، ان ملفوظات کا سہارا لے کر قرآن، احادیثِ صحیحہ، عملِ صحابہ، وقت کے تقاضوں پر مبنی حقائق جیسے تمام دلائل کو پس پشت ڈالتے ہوئے ضد اور ہٹ دھرمی والی کیفیت پر جمے رہنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ قرآن وحدیث کی واضح نصوص اور حقائق کی طرف بھرپور توجہ جانے کے بعد بھی کسی اجتہادی خطا پر ڈٹ جانا ان اکابر کا ہرگز شیوہ نہیں تھا اور نہ ہی ایسی ضد اور ہٹ دھرمی ان اکابر کا دم بھرنے والوں کو زیب دیتی ہے......

بیوی پر سوکن لانے والے ''ظلم'' کی نسبت دوسری شادی سے اجتناب زیادہ بڑا ظلم ہے

سعودی عرب کے ایک مشہور عالم شیخ مصطفیٰ ابن عدوی فرماتے ہیں:

''جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوسری شادی پہلی بیوی پر ظلم کے مترادف ہے، ان حضرات کا ایسی دلیلیں دے کر مردوں کو اس عمل سے باز رکھنا درست نہیں، کیونکہ جس اللہ نے متعدد نکاحوں کی اجازت دی وہ سب سے بہترین عادل اور حاکم ہے، اس کے تمام فیصلے اور احکام عدل اور حق پر مبنی ہیں لہٰذا وہ سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا اور ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کے ساتھ ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔

اس کے برعکس وہ لوگ جو ایک (شادی شدہ) عورت کو (اپنے زعم کے مطابق) ظلم سے بچانے

کے لئے کسی بھی مرد کے لئے دوسری شادی کو معیوب سمجھتے ہیں تو ایسے لوگ چونکہ بے شمار عورتوں کو نکاح کی نعمت سے محروم کرنے کا سبب بن رہے ہیں، نیز قوم کے مردوں اور عورتوں میں بڑے پیمانے پر بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں لہٰذا حقیقت میں ایسے لوگ مخلوق میں سب سے بڑے ظالم اور گمراہ ہیں۔'' (فقہ تعدد الزوجات، ص ۱۳۱)

بیوی خودکشی کی دھمکی دے تو بھی دوسری شادی جائز ہے (فتاویٰ بزازیہ)

له امراة أو جارية فأراد أن يتزوج أخرى، فقالت: أقتل نفسى، له أن يأخذ ولا يمتنع، لأنه مشروع، قال الله تعالىٰ: {لم تحرم ما أحل الله لك تبتغى مرضاة أزواجك والله غفور رحيم} تدل على أنه ترك الأفضل، وفى التسرى على الزوجة مخالفة دين النصارىٰ وكذا فى التزويج بامرأتين۔ (فتاوىٰ بزازيه: ۱۵۵/۴)

ترجمہ: فتاویٰ بزازیہ (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) میں ہے کہ اگر ایک شخص دوسری شادی کا ارادہ کرے اور اس پر اس کی بیوی نے اسے دھمکی دی کہ اگر تم نے ایسا کیا تو میں خودکشی کرلوں گی، (اس دھمکی کے باوجود) مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسری شادی کرے، کیونکہ دوسری شادی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے) حلال کی گئی ہے، (نیز) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''(اے نبی!) آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردہ اشیاء کو خود پر کیوں حرام کرتے ہیں؟ کیا اپنی بیویوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو خوش کرنے کے لئے جس حلال کو (یعنی شہد کھانے کو قسم کھا کر خود پر) حرام کیا تھا تو ایک افضل کام کو ترک کیا تھا اور دو شادیوں میں عیسائیوں کے دین کی مخالفت بھی ہے۔''

یورپ کے بہت سے مردوں اور خواتین کا اقرار کہ ایک بیوی والے نظام نے ہماری عورتوں کا بیڑا غرق کر دیا

سعودی عرب کے جلیل القدر مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

صاحب منار اپنی تفسیر 360/4 میں لندن کے ایک اخبار 1910/4/20 کی ایک کالم نگار انگریز غیر مسلم خاتون کے حوالے سے لکھتے ہیں: یہ انگریز خاتون اپنے کالم میں لکھتی ہیں:

''تحقیق ہماری قوم کی بیٹیوں میں آوارہ عورتوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور فتنہ پھیلتا چلا جا رہا ہے، اس فساد کا حقیقی سبب کیا ہے، اس کے بارے میں بہت کم غور کیا جاتا ہے، مگر میں ایک عورت ہونے کی حیثیت سے جب اپنی ان بیٹیوں کی طرف نظر کرتی ہوں تو ان کی کسمپرسی والی اس حالت کو دیکھ کر شفقت اور غم کے باعث میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتا ہے۔ اگرچہ اس غم میں ساری دنیا کے انسان ہی کیوں نہ شریک ہو جائیں مگر جب تک قوم کی لڑکیوں کو اس ناپاک حالات سے نکالنے کا عملی

سبب اختیار نہ کیا جائے اس وقت تک میرے اس غم اور پریشانی کا ان لڑکیوں کو کچھ فائدہ نہیں......اور قوم کی عورتیں جس حالت میں مبتلا ہیں وہ یقیناً ختم ہوجائے گی اور ہماری بیٹیاں (نکاح کے ذریعے) گھروں میں قرار حاصل کریں گی، بس بہت بڑی تباہی ہے اس قانون میں کہ یورپ میں مرد کو ایک بیوی پر اکتفاء کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، یہی وہ قانون ہے جس نے ہماری بیٹیوں کو آوارہ بننے پر مجبور کیا اور انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مالی کفالت کے لئے مردوں کے ساتھ کارخانوں میں ملازمتوں پر مجبور ہونے لگیں، اور جب مرد کو ایک بیوی پر قناعت کرنے پر مجبور کیا جائے تو شر اور فساد پھیلنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ولد الزنا بچوں کی کثرت ہونے لگی اور یہ بچے معاشرے پر بوجھ اور معاشرے کے لئے ذلت اور عار کا سبب بن گئے، اگر مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت ہوتی تو قوم میں پیدا ہونے والے بچے اور ان بچوں کی مائیں اس عذاب اور ذلت سے دوچار نہ ہوتیں اور ان ماؤں اور ان کی اولاد دونوں کی عزتیں بھی محفوظ رہتیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فطرت (Nature) نے مرد اور عورت کی جسمانی ساخت میں جو فرق رکھا ہے یہ فرق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دونوں پر ایک ہی قسم کی ذمہ داریاں نہ ڈالی جائیں، چنانچہ ایک سے زائد شادیوں کی اگر مرد کو اجازت دی جائے تو ہر عورت (اپنا گھر بسانے پر قدرت رکھے گی جس کے باعث) اس قابل ہوسکے گی کہ وہ اپنی ذمہ داریاں اپنے گھر تک محدود رکھے اور ایسے بچوں کی ماں بن سکے جو ولد الزنا نہ ہوں۔''

ایک اور انگریز کالم نگار گوستان لوبوف

لکھتا ہے: ''ایک مرد کے لئے متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دینے والا اسلامی قانون ایک عمدہ قانون ہے، جن اقوام نے اس پر عمل کیا انہیں اخلاقی برتری حاصل ہوئی اور اس پر عمل سے ان کے ہاں خاندانی نظام مربوط اور مستحکم ہوا، نیز اس قانون پر عمل کے باعث ایسے معاشروں میں عورت کو وہ عزت واحترام والی اور ایسی عمدہ زندگی میسر ہوئی جس سے یورپ کی عورتیں محروم ہیں۔''

ایک مشہور انگریز مصنف برنارڈ شا

لکھتا ہے: عنقریب بیسویں صدی کے اختتام سے پہلے پہلے (تعدد زوجات کے حکم سے متعلق) یورپ اسلام کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوجائے گا خواہ یورپ اس بات پر دل سے آمادہ ہو یا نہ ہو۔

ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد شیخ بن باز فرماتے ہیں:

هذا بعض ما اطلعت عليه من كلام أعداء الإسلام فی محاسن الإسلام و تعدد زوجات، و فيه عظة لكل ذی لب، والله المستعان۔

فرماتے ہیں: اسلام اور تعدد زوجات کے بارے میں دشمنانِ اسلام کے اقوال میں سے یہ وہ بعض

اقوال ہیں جن پر میں مطلع ہوا اور ان اقوال میں ہر اس شخص کے لئے نصیحت ہے جس میں عقل ہو اور اللہ ہی مددگار ہے۔

ملاحظہ ہو: www.iu.edu.sa/magazine/24/25/html

الیزابتھ جوزف، یہ ایک امریکی غیر مسلم خاتون ہیں

لکھتی ہیں: مرد کے لئے ایک سے زائد بیویاں رکھنا ایک ایسا راستہ ہے جو (امریکی خواتین کو مشکلات سے نکالنے کا) واحد حل ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگرچہ اب تک یہ نظام امریکا میں موجود نہیں مگر امریکی خواتین پر (خود کو مشکلات سے نکالنے کے لئے) یہ بات متعین طور پر لازم ہو جائے گی کہ وہ اس نظام کو اختیار کریں۔

ملاحظہ ہو: رسالہ فضل تعدد زوجات
مؤلفہ خالد الجریسی ریاضی

انی بیزانت (غیر مسلم مغربی خاتون) ان کا ادیان عالم پر گہرا مطالعہ ہے

لکھتی ہیں: (ہمارے ہاں یعنی اہلِ مغرب) اسلام پر صرف اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ کسی دوسرے مذہب کے عیوب کو تلاش کرنا اور اس کا پرچار کرنا ایک بہت آسان کام ہے، لیکن اہل مغرب جن کے ہاں زنا خوب پھیل چکا ہے، ان کے لئے کیسے جائز ہوگا کہ اسلام نے جو محدود (چار) بیویاں رکھنے کی اجازت دی، اس پر اعتراض کریں اور جو بھی قوم کے حالات میں غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقتاً ایک بیوی پر اکتفاء بہت ہی پاک صاف قسم کے لوگ کرتے ہیں جن کی تعداد بہت کم ہے، لہٰذا جب قوم کے مرد قانونی طور پر اگرچہ ایک بیوی رکھتے ہیں مگر پوشیدہ طور پر کئی کئی عورتوں سے دوستیاں لگا کر رکھتے ہیں تو یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یہ لوگ صرف ایک بیوی پر قناعت کرتے ہیں......؟

اگر ہم انصاف کی نظر سے دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اسلام کا ایک سے زائد شادیوں والا نظام عورت کو حفاظت (اور پاکدامنی) کا لباس مہیا کرتا ہے اور یہ نظام یورپ کے اس نظام سے زیادہ وزن رکھتا ہے جو اس بات کو برداشت کر رہا ہے کہ مرد عورتوں سے محض اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے دوستیاں لگاتے رہیں اور جب عورت سے خواہش پوری ہو جائے تو اسے نظر انداز کر کے (حقارت سے) پھینک دیں۔ (حوالہ بالا)

جرمنی کی ایک غیر مسلم خاتون کا اعتراف

لکھتی ہیں: جرمنی کی خواتین جن مشکلات کا شکار ہیں اس کا حل یہ ہے کہ مرد کو زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے (وجہ اس کی یہ ہے کہ) ایک کامیاب آدمی کی دسویں بیوی بننا مجھے اس بات سے

زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک لاپرواہ، غیر ذمہ دار اور فضول شخص کی اکلوتی بیوی بنوں......اور تعدد زوجات سے متعلق یہ صرف میرے رائے نہیں بلکہ جرمنی کی ہر خاتون یہی رائے رکھتی ہے۔

ایک نو مسلمہ فرانسیسی خاتون کا اعتراف

لکھتی ہے: اسلام قبول کرنے سے قبل میں ایک شخص کے نکاح میں تھی جس کی کئی عورتوں سے دوستیاں تھیں، مگر جب اللہ نے مجھ پر احسان کرتے ہوئے مجھے اسلام کی توفیق دی اور مجھے ایک صالح مسلمان مرد سے نکاح میسر ہوا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہوا، اب یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اس بات کو قبول نہ کروں کہ میرے مسلمان شوہر کے نکاح میں (حلال اور پاکیزہ طریقے سے) میرے علاوہ بھی کوئی دوسری میری مسلمان بہن ہو......؟ اور عمر بن خطاب نے صحیح کہا تھا کہ جو زمانہ جاہلیت (کی برائیوں کو) نہیں جانتا وہ اسلام کی خوبیوں کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

ڈاکٹر اتیین دینیہ (لندن)

لکھتی ہیں: عیسائیت سے ماخوذ ایک بیوی پر قناعت والا نظریہ ایک ایسا نظریہ ہے جسے اختیار کرنے سے معاشرے میں بہت سے فسادات نے جنم لیا ہے، جن میں تین فسادات تو ایسے ہیں جو بہت سی خطرناک اور بالکل واضح طور پر ظاہر ہوئے، وہ یہ ہیں:

① طوائف خانوں کا کھلنا

② (نکاح کے انتظار میں) لڑکیوں کی عمریں نکل جانا

③ ولدالزنا بچوں کی پیدائش

ڈاکٹر گوستان لوبوف (لندن)

لکھتے ہیں: ''مجھے معلوم نہیں کہ اہل یورپ تعدد زوجات کو باطل قرار دے کر ایک بیوی پر قناعت والا وہ نظام جس کی بنیاد ہی جھوٹ اور نفاق پر مبنی ہے، کو کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں؟ جبکہ اسباب مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں صرف تعددِ زوجات کو ترجیح دوں اور اہل مشرق (یعنی عرب) جب ہمارے ملک (کے حالات کو دیکھ کر) تعدد زوجات کے معاملے میں ہماری سخت دلی پر تعجب کرتے ہیں تو مجھے ان کے اس تعجب پر ذرا بھی حیرانگی نہیں ہوتی۔

جرمن فلسفی شوپن ہاور کا اعتراف

یورپ میں نکاح سے متعلق قوانین اس اصول پر مبنی ہیں کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے مساوی ہیں، اس قانون نے ہمیں ایک بیوی پر قناعت کرنے پر مجبور کیا۔ مرد اور عورت کو مساوی اور

ایک دوسرے کے برابر اختیارات دینا اس وقت درست تھا جب (فطرت کی طرف سے) دونوں کو عقل بھی برابر ملتی۔ چنانچہ اس ایک زوجہ والے نظام نے ہم (مردوں) کو ہمارے آدھے حقوق سے محروم کردیا......(جبکہ اس میں عورت کا بھی نقصان ہے آپ دیکھیں گے کہ) جن قوموں میں ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا رواج ہے، ان میں کوئی عورت بھی کسی اچھے اور ایسے ذمہ دار مرد سے نکاح سے محروم نہیں ہوتی جو اس کا کفیل بن سکے۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں (آبادی کے تناسب کے لحاظ سے) شادی شدہ خواتین کی تعداد بہت ہی کم ہے اور غیر شادی شدہ عورتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ آپ ان خواتین کو دیکھیں گے کہ کوئی ان کا کفیل اور ذمہ دار نہیں، ان میں مالدار گھرانوں کی وہ لڑکیاں بھی ہیں جو ساری زندگی حسرت اور افسوس کے ساتھ (نکاح کے انتظار میں) بوڑھی ہوگئیں اور غریب گھرانوں کی وہ لڑکیاں بھی ہیں جو مالی کفالت کے لئے محنت کے سخت کاموں پر مجبور ہوئیں اور بہت سی عورتوں نے تو ذلت اور رسوائی کی چادر اوڑھ کر زنا کاری کے ذریعے (مال کے حصول میں) زندگی خرچ کرڈالی......صرف ایک بیوی پر قناعت اور اس بارے میں یورپ کے اونچے گھرانوں کی عورتوں کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے (جو تعددِ زوجات کو پسند نہیں کرتیں) جس نے ایک بیوی پر اکتفاء کے مذبح خانے میں ان (بے نکاحی) عورتوں کی شرافت کا خون بہایا۔

انگریز کالم نگار ٹینڈرل رسل کا اعتراف

ایک بیوی پر اکتفاء والے نظام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ جب یہ فرض کرلیا جائے کہ مردوں اور عورتوں کی آبادی کا تناسب بھی برابر یا قریب قریب ہے، مگر جب معاملہ اس طرح نہیں تو اس ایک بیوی والے نظام کو برقرار رکھنے میں ان عورتوں کے ساتھ انتہائی درجہ کی سخت دلی والا معاملہ ہے جو نکاح سے محروم زندگی پر مجبور ہوکر اسی حال میں جوانی کی عمر سے متجاوز ہوجاتی ہے۔

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، دل اندھے ہوجاتے ہیں

سعودی عرب ریاض کے عرب عالم خالد الجریسی حفظ اللہ یورپ کے ان غیر مسلم مرد اور خواتین مفکرین وفلاسفر کے اقوال اور اس کے علاوہ اور بھی مزید غیر مسلم مفکرین کے اعترافات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اہل مغرب کے ان اقوال پر مطلع ہونے کے بعد کیا امت مسلمہ کے وہ غافل اب غفلت سے بیدار ہوجائیں گے جو ہر معاملے میں مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں......حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں سچ کہا: بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، درحقیقت وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں (چھپے ہوئے) ہیں۔'' (الآیۃ)

کیا اس زمانے میں عدل ممکن نہیں؟

بہت سے حضرات اس بات کو بنیاد بنا کر متعدد شادیوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ اس زمانے میں بیویوں میں عدل کرنا مشکل ہے، پھر مثالیں بھی دی جاتی ہیں کہ دیکھو فلاں نے دوسری شادی کی تو پہلی کو کیسے معلق کر کے چھوڑ دیا؟

اور اس بات کو بنیاد بنا کر تعددِ زوجات کی حوصلہ شکنی کرنے والے صرف عام لوگ ہی نہیں اچھے خاصے اصحابِ علم کی زبانوں پر یہ عذر بہت کثرت سے وردِ زبان ہے۔

بندہ کے ایک قریبی اور بے تکلف ساتھی جو علم وعمل میں مجھ سے کئی گنا بڑھ کر تھے اور وقت کے ایک مشہور بزرگ سے بہت گہرا اصلاحی تعلق رکھتے تھے، نیز ان کی دین پر استقامت حلقۂ احباب میں کافی مشہور بھی تھی اور ان سب باتوں پر مستزاد یہ ہے کہ اچھے خاصے مالدار، خوش شکل اور صحت مند جوان بھی تھے، الغرض عمومی طور پر ان تمام اوصاف کے حامل تھے جو کسی بھی نوجوان میں پسندیدہ ومحمود سمجھے جاتے ہیں۔

میں نے استفادہ وافادہ کی غرض سے ان سے تعددِ ازدواج کے موضوع پر مختلف عنوانات سے بات کی اور مختلف طریقوں سے انہیں یہ باور کروانے کی اپنی سی کوشش کی کہ آپ جیسے آدمی کے لئے جو بیک وقت چار عورتوں کے بہترین کفیل ہو سکتے ہیں ایک بیوی پر اکتفاء کر لینا شرعاً ہرگز پسندیدہ امر نہیں اور مجھے آپ کے اس عمل پر اچھے خاصے "تحفظات" ہیں......، بے تکلف، حوصلے والے اور متواضع انسان تھے، لہٰذا بندہ کی اس طرح کی باتوں سے ناراض نہ ہوتے تھے۔

ان کے اس موقع پر ایک ایک اشکال کا اپنی بساط کے مطابق جواب بھی دیتا رہا۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، بڑی عاجزی اور مسکنت سے فرمانے لگے کہ بھائی مجھ میں متعدد بیویوں میں عدل کی طاقت نہیں، (یعنی بظاہر آپ کی باتوں سے فی الحال تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اس زمانے میں اس کی واقعی اہمیت ہے مگر) یہ کام میرے جیسوں کا نہیں، کیونکہ میں عدل نہیں کر سکتا۔

ان کے اس جواب پر میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ ماشاء اللہ عالم بھی ہیں، لہٰذا عدل کے احکام سے بھی بخوبی واقف ہیں اور گو کہ تواضعاً آپ تسلیم نہ کریں لیکن کم از کم ہماری نظر میں تو آپ تقویٰ و پرہیزگاری کے وصف میں حلقۂ احباب میں مشہور بھی ہیں، لہٰذا کم از کم ہماری معلومات کی حد تک آپ میں خوفِ خدا بھی ہے جس کی بناء پر امید ہے کہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کرنے پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان وعیدوں کا خوف آپ کو عدل پر ان شاء اللہ مجبور بھی کرے گا، نیز ہم نے آپ کے دین پر استقامت اور دین کے معاملے میں مختلف مواقع پر خاندان بھر کے سامنے ڈٹ جانے کے جو واقعات سن رکھے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصائب کو برداشت کرنے کا آپ میں ماشاء اللہ اچھا خاصا حوصلہ بھی ہے۔

اور متعدد بیویوں میں عدل کی طاقت ہونے کے لئے بنیادی طور پر یہی تین اوصاف درکار ہوتے ہیں، یعنی: علم، خوفِ خدا اور حوصلہ۔

اس کے علاوہ مزید بات یہ کہ آپ ماشاء اللہ صحت مند اور مالدار بھی ہیں جس کی بناء پر آپ کے لئے رشتوں کا حصول بھی آسان ہے اور ہر زوجہ کو دوسری سے علیحدہ مستقل رہائش بھی دے سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں سوکنوں کے اکٹھے رہنے میں جس فتنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس کا بھی کافی حد تک سد باب ہو جائے گا......اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے وقت کے ایک بہت بڑے اللہ والے بزرگ کی ایسی صحبت اٹھائی اور ان کا ایسا قرب حاصل کیا ہے کہ جس نعمت سے دوسرے بہت سے اہلِ علم اور پرہیز گار لوگ محروم ہیں......تو ان سب باتوں کے باوجود اگر آپ میں بھی "عدل" کی طاقت نہیں......تو پھر تو ملک بھر میں شاید کسی میں بھی عدل کی طاقت نہیں......لہٰذا آپ کو چاہئے کہ آپ ایک فتویٰ یوں تحریر فرمائیں کہ اسلام میں جو متعدد شادیوں کا حکم تھا تو اس زمانے میں عملی طور پر قیامت تک کے لئے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، لہٰذا ایمان بچانے کے لئے صرف اتنا اجمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ کسی زمانے میں اسلام میں چار شادیوں کی بھی اجازت رہی ہے، مگر اب چونکہ مردوں میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس میں متعدد بیویوں میں عدل کی طاقت اور قدرت ہو......لہٰذا اب کسی کو بھی پہلی بیوی کی موجودگی میں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ دماغ میں دوسری شادی کا تصور بھی لائے، کیونکہ گناہ کا جان کر تصور کرنا بھی حرام ہے۔

اور اب مردوں کے مقابلے میں جو زائد عورتیں ہیں وہ ساری ساری عمر گھروں میں پڑے پڑے یا تو نفسیاتی مریض بننے کے لئے ہیں یا معاشی کفالت کے لئے ملازمتوں یا "اور" کسی طریقے سے معاشرے میں فحاشی پھیلانے کا ذریعہ بننے کے لئے ہیں......اور اس طرح قوم کے مردوں میں نفسِ نکاح کے رجحان میں مزید کمی پیدا کرنے کے لئے ہیں، نیز کفاءت سے متعلق کتبِ حدیث وفقہ میں جو احکام لکھے ہیں کہ عورت کے کسی مرد سے نکاح کے معاملے میں فلاں فلاں اوصاف کو پیشِ نظر رکھ کر مرد کا انتخاب (Selection) کیا جائے......تو یہ سب احکام عملاً اس زمانے میں منسوخ ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، میری ان "جوشیلی" باتوں کو بڑے حوصلے سے سنتے رہے، بے تکلف اور واقعی متواضع اور......"حوصلے والے"......تھے لہٰذا میری ان باتوں پر برا ماننے کے بجائے مسکرانے لگے اور......"مسکرا کر چل دیئے"

اگلے دن میری ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے کہ میں نے آپ کے تقریباً تمام ملفوظات سرسری طور پر اپنی اہلیہ کے سامنے ذکر کر دیئے ہیں اور دوسری شادی کا ارادہ ظاہر کیا تو زوجہ نے مجھ سمیت آپ پر بھی غضبناک ہوتے ہوئے بالواسطہ آپ کو نصیحت کروائی ہے کہ آپ میرے شوہر کو "خراب" کرنے کی کوشش نہ کریں۔

مجھے ان کی زوجہ کے اس جواب پر تعجب نہ ہوا کیونکہ ظاہر ہے کہ آدھا گھنٹہ کی پرزور تقریر کے باوجود بھی جب خود ان جیسے اہلِ علم کو شرحِ صدر نہ ہو سکا تو ان کی زوجہ اتنی آسانی سے اس اقدام کو قبول کرنے پر کیسے تیار ہو جاتیں......؟

بہر حال اپنی زوجہ پر رحم کھانے اور اپنی نرم طبیعت کے باعث ان میں اس اقدام کی ہمت نہ ہوئی، میں نے اس موقع پر ان سے عرض کرنا چاہا کہ آپ اپنی زوجہ کے بارے میں یوں کیوں نہیں سوچتے کہ آج اگر میں کسی بیماری یا حادثے کا شکار ہو کر خدانخواستہ مر گیا تو پھر بھی تو زوجہ کو صبر آ ہی جائے گا......؟ اور پھر زوجہ کو اسی حالت سے گزرنا پڑے گا جن حالات سے دوسری نوعمر بیوگان گزر رہی ہیں......؟؟

لہٰذا اس موقع پر بیوی پر ترس آنا تو محبت کی علامت اور ایک اچھی بات ہے مگر آپ جیسے لوگوں کا اس ترس کے باعث

ایک بیوی پر قناعت کرتے ہوئے بہت سی عورتوں کو نکاح سے محروم زندگی گزارنے پر مجبور کرنا اوران کی مالی کفالت اور عفت و پاکدامنی کو اس ''ترس'' کی بھینٹ چڑھا دینا...... ہرگز حوصلے اور مردانگی کا کام نہیں......اور نہ ہی فی الوقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ کوئی پسندیدہ حرکت ہے اور سب سے بڑھ کر تو یہ کہ جس دین کی خدمت کے جذبے کے پیش نظر ایک بیوی پر اکتفاء کو سعادت سمجھ رہے ہیں اس دین نے عائلی اور خاندانی نظام میں توازن برقرار رکھنے اور عورتوں کی مناسب کفالت اور بے حیائی وفحاشی سے معاشرے کی حفاظت کے لئے متعدد شادیوں والا نظام دیا ہے یا ساری قوم کے لئے ایک بیوی پر قناعت کرنے والا نظام......؟

بندہ کے دماغ میں یہ سب باتیں گردش تو کر رہی تھیں مگر میں ان سے اس موقع پر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ کہہ سکا کہ کہیں میرے بارے میں یہ نہ سوچنا شروع کر دیں کہ تعددِ ازواج والے فلسفے کے جوش میں مجھے ''وطن'' بھجوانے پر ہی تُل گیا ہے۔

بات آئی گئی ہوگئی، تقریباً ایک ماہ بعد کسی خاص واقعہ کے باعث اس موضوع پر دوبارہ ان سے بات چھڑ گئی، فرمانے لگے کہ آپ کی باتیں تو درست ہیں مگر اس زمانے میں خصوصاً بیوی اور سسرال کی طرف سے دوسری شادی کرنے پر اتنا ہنگامہ اور فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے کہ الامان والحفیظ......! اور فتنہ تو قتل سے بھی بدتر ہے۔

میں نے کہا کہ واقعی فتنہ قتل سے بھی بری چیز ہے مگر فتنوں کو کچلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد جیسے ایسے ''فتنے'' کو مشروع قرار دیا ہے کہ جو اوّل تا آخر بظاہر فتنہ ہی فتنہ ہے...... جہاد میں کیا کچھ قتل وغارت کا میدان گرم ہوتا ہے، کتنے لوگ قید و بند کے پنجروں کی نذر ہو جاتے ہیں، کتنوں کے سہاگ اجڑتے ہیں، بستیوں کی بستیاں ویران ہو جاتی ہیں، الغرض جہاد بظاہر تو فتنہ ہی فتنہ ہے اور ایسا ناپسندیدہ ''فتنہ'' ہے کہ جس کے ''ناپسندیدہ'' ہونے کی طرف {وھو کرہ لکم} (اور یہ تمہیں ناپسند ہے) کہہ کر قرآن نے خود تصریح کی ہے۔

مگر اتنے بڑے اس ''فتنے'' کو حسن لغیرہ ہونے کی وجہ سے تمام عبادتوں سے بڑھ کر نہ صرف یہ کہ بڑی عبادت قرار دیا گیا بلکہ اس شخص کو منافق گردانا گیا کہ جس کے دل میں کبھی جہاد کا خیال تک نہ گزرا ہو اور اس مسلمان کو ''ناقص'' بتایا گیا کہ جس پر جہاد کا کوئی نشان یا اثر نہ ہو۔

بالکل اسی طرح آپ جیسے وہ حضرات جن کے عمل سے لوگ استدلال بھی کرتے ہیں تو آپ جیسے ان اوصاف کے حامل حضرات کے اس زمانے میں ایک بیوی پر اکتفاء کے نتیجے میں پوری قوم جن فتنوں میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس میں روز بروز مزید ترقی آئے گی یہ فتنے ان فتنوں کی نسبت کئی گنا بڑھ کر ہیں جن کے خوف سے آپ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری لانا ''کفر'' سمجھتے ہیں۔

لہٰذا اس فعل سے قبل محبت کے ساتھ زوجہ کی ایک وقت تک ذہن سازی تو ضرور کرنا چاہئے مگر زوجہ کے ردّعمل (جو ایک فطری چیز ہے) کو دیکھ کر اس عمل ہی سے باز آ جانا کم از کم آپ جیسے حضرات کی شان کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، علم وعمل اور عمر میں مجھ سے بڑے ہونے کے باوجود میری ان باتوں کو بہت اطمینان اور حوصلے سے سن رہے تھے اور وقتاً فوقتاً مختلف اشکالات کر کے مسئلے کی اچھی طرح تنقیح کا موقع بھی عنایت فرما رہے تھے اور میرا

لہجہ تو گو کہ بعض مرتبہ کچھ جذباتی سا اور تیز بھی ہو جاتا مگر مجھ سے برتر ہونے کے باوجود ذرا بھی مجھ سے ناراضی یا میری باتوں سے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔

اس دوران عصر کی نماز کا وقت ہو گیا اور یوں مجلس برخاست ہو گئی۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ میری ان سے زندگی کی آخری مجلس تھی اور میں اب اس دنیا میں ایک ایسے ساتھی بلکہ استاذ کی زیارت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤں گا کہ جن کے ساتھ بیٹھ کر بے تکلفی کے باعث ان سے "راز و نیاز" کی کچھ ایسی علمی باتیں کر لیا کرتے تھے جو اپنے مقام و مرتبے میں کمی کے باعث اصحابِ علم میں سے کسی اور کے ساتھ شاید اس طرح سے ممکن نہیں......اور راز و نیاز کی ایسی کچھ باتیں ان کے ذریعے ان بڑوں تک بھی پہنچا دیا کرتے تھے کہ جن تک براہِ راست ہماری رسائی ممکن نہیں۔

اس مجلس کو 24 گھنٹے بھی نہ گزرے تھے کہ تقریباً دوپہر ایک بجے کسی کا فون آیا اور مجھے اطلاع ملی کہ وہ ایک ایکسیڈنٹ میں اچانک انتقال فرما گئے ہیں۔

ان کی خلافِ توقع موت کی یہ خبر ہر اس شخص پر بجلی بن کر گری جن کا ان سے کچھ وقت کے لئے بھی تعلق رہا ہو۔

ان کے دوسرے متعلقین کی طرح مجھے بھی یقین نہ آ رہا تھا کہ اچانک یہ کیا ہو گیا؟ کیا ایسے نیک اور کار آمد لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ یوں اور اچانک اپنے پاس بلا لیتے ہیں......؟

گزشتہ شام ان سے جو مجلس ہوئی اس کا بھی بندہ کے ذہن میں تصور نہ تھا کیونکہ ان کے انتقال کی خبر نے ان سے تعلق رکھنے والے ہر شخص ہی کو تو غیر معمولی صدمے سے دوچار کر کے ہر بات سے غافل کر دیا تھا۔

تقریباً تین چار روز گزرنے کے بعد بندہ کی ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ مرحوم کی اہلیہ کا فون آیا تھا اور انہوں نے بتایا کہ

"میرے شوہر آپ کے بھائی کے پاس سے اٹھ کر عصر کے بعد جب گھر تشریف لائے تو کہنے لگے کہ میرا ابھی دوسری شادی کا ارادہ ہو رہا ہے، ویسے بھی میرے لئے کیا مشکل ہے؟ ایک زوجہ کو فلاں جگہ رکھوں گا اور دوسری کو فلاں جگہ......

میں نے ان سے اس بات پر کچھ جھگڑنا شروع کر دیا، صبح گھر سے نکلنے سے قبل انہوں نے مجھے تسلی دی کہ ٹھیک ہے، پریشان نہ ہو......نہیں کروں گا دوسری شادی، یہ تسلی دے کر اور بچوں کو پیار کر کے صبح گھر سے روانہ ہوئے، تقریباً ۱۲ ربجے اطلاع آئی کہ ایک ایکسیڈنٹ میں ان کا انتقال ہو گیا ہے، شام کو ان کے بجائے گھر پر ان کی میت پہنچی۔"

بندہ کی ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ یہ بات سنا کر ان کی زوجہ نے کہا:

"میں نے اپنے شوہر کو دوسری شادی سے منع کیا تو اس پر دنیا کی عورتوں سے تو انہوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی مگر مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر بڑے آرام سے جنت کی حوروں سے نکاح کر لیا، وہ خواتین جن کے شوہر دوسری شادی کر لیتے ہیں انہیں میرے واقعے سے تسلی ہو جانی چاہئے کہ انہیں پہنچنے والا غم

میرے غم سے بہت ہلکا ہے، ان کے بچے نہ تو باپ سے محروم ہوئے اور نہ ہی یہ خواتین شوہر کی نعمت سے محروم ہوئیں، ان کی تو صرف رات کی باری تقسیم ہوئی ہے، مگر میرے شوہر تو مجھے چھوڑ کر اور میرے بچوں کو باپ کی شفقت سے محروم کرتے ہوئے ہمیشہ کے اس لئے اس دنیا سے چلے گئے۔''

خواتین کے لئے ایک سبق

وہ خواتین جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلوں پر کسی بھی طرح راضی ہونے کو تیار نہیں اور اپنے شوہر کے لئے دوسری شادی کے اقدام میں زبردستی رکاوٹ بنتی ہیں، انہیں یہ سوچنا چاہئے کہ جس اللہ نے مرد کو چار شادیوں کا اختیار دیا ہے اسے اس بات کی بھی تو قدرت وطاقت ہے کہ وہ آپ کے شوہر کو موت دے کر آپ کو شوہر اور آپ کے بچوں کو ہمیشہ کے لئے باپ کی نعمت سے محروم کردے اور پھر آپ بقیہ ساری عمر نکاح سے محروم اسی بیوگی کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوجائیں جس حالت سے نامعلوم کتنی خواتین گزر رہی ہیں، جیسی محبت اور جس قسم کا تحفظ اپنی زوجہ کو شوہر دے سکتا ہے اس کا متبادل کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

الغرض اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے شوہر کو موت دے کر بھی تو ساری عمر کے لئے آپ کو تنہائیوں کی ایسی وحشتوں میں ڈال سکتا ہے کہ جن وحشتوں سے ہندوزدہ اس معاشرے میں کسی طلاق یافتہ یا بیوہ عورت کے لئے آسانی سے نکلنا ممکن نہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے شوہر کو اگر ایک سے زائد نکاح کا اختیار دیا ہے تو شریعت کا آپ سے یہ مطالبہ تو نہیں کہ آپ خود سے اپنے شوہر کو دوسری شادی پر آمادہ کریں، شریعت آپ سے یہ مطالبہ ہرگز نہیں کرتی کہ آپ اپنے شوہر کو از خود دوسری شادی پر تیار کریں اور نہ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ شوہر اگر دوسری شادی کرنا چاہ رہا ہو تو آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ ہو اور نہ ہی کسی تکلیف کا اظہار کریں، یہ سب باتیں عموماً عورت کی طاقت و وسعت سے بالاتر ہیں اور شریعت کسی ایسے کام کا عورت کو مکلّف نہیں بنا سکتی کہ جس پر عمل اس کے لئے بہت ہی مشکل ہو۔

مگر شریعت آپ سے صرف یہ مطالبہ کرتی ہے کہ شوہر کی دوسری شادی کے ارادے کا سنتے ہی طلاق کے مطالبے کے لئے دھمکیاں، والدین کے گھر جا بیٹھے رہنے کی دھمکیاں اور ایسے ہنگامے اور فتنے برپا کرنا کہ شوہر آپ کی طرف سے پیدا کردہ ان فتنوں کے باعث ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوجائے، ایسے فتنے برپا کرنا اور سوکن کو کسی بھی طرح قبول نہ کرتے ہوئے گھر کو لڑائیوں سے معمور جہنم کدہ بنا کر اپنے شوہر کو معاشرے میں عبرت کا ایسا نشان بنا کر رکھ دینا کہ مزید کسی شریف آدمی کا اگر دوسری شادی کا ارادہ ہو تو وہ ایسے شخص کے حالات سن کر اور دیکھ کر دوسری شادی کے نام سے بھی ہانپنا اور کانپنا شروع کردے، ایسا عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نا صرف یہ کہ بہت بڑی نافرمانی ہے بلکہ اپنی ان مسلمان بہنوں کی بھی بہت بڑی حق تلفی ہے اور ان پر بھی بہت بڑے ظلم کے مترادف ہے کہ جن خواتین کو ان ہنگاموں کے باعث ساری عمر ازدواجی زندگی سے محروم زندگی گزارنا پڑتی ہے۔

تھوڑا بہت ردِّعمل عورت کی فطرت کا ایک حصہ ہے اور اس میں تو وہ کسی حد تک معذور بھی ہے، اور یہ ردِّعمل ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے، مگر جیسا ردِّعمل عموماً آج کی عورت کی طرف سے ہوتا ہے تو ایسا ردِّعمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

بہت بڑی نافرمانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی نہ ہونے کے بھی مترادف ہے۔

عورت، عورت کی دشمن نہ بنے......

اللہ تعالیٰ جب کوئی قانون بناتا ہے تو سب بندوں کی مصلحتیں سامنے رکھ کر بناتا ہے، لہٰذا آپ اگر صرف اپنی ذاتی انا اور ذاتی مفاد کی خاطر شوہر کو دوسری شادی سے روکیں گی تو آئندہ آنے والی کل آپ خود اپنی بچیوں کے معاملے میں بھی اسی کرب واذیت میں مبتلا ہو سکتی ہیں جس کرب واذیت سے ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکت'' سے نہ معلوم کتنے والدین دو چار ہیں...... اگر آپ نے اس بارے میں اپنی روش نہ بدلی تو ہندوستان میں جس طرح بیٹی کو معاشرے پر بوجھ سمجھا جاتا ہے اور وہاں الٹراساؤنڈ سے تجسس کر کے ایک بڑے پیمانے پر بیٹی کو ولادت سے قبل ہی خفیہ طریقے سے ''زندہ درگور'' کرنے کی جو روایات بہت تیزی سے جڑ پکڑتی جارہی ہیں بلکہ جڑ پکڑ چکی ہیں، عنقریب ہمارے معاشرے میں بھی بیٹی کو ایسا ہی بوجھ سمجھا جانے لگے گا...... کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج کی عورت خود اپنے ہاں بیٹی کی ولادت کی خبر سن کر پریشان ہوتی ہے......! تو کیا خود عورت ہو کر اپنی جنس یعنی عورت پر اس قسم کے ظلم کو روا رکھنا اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت دینے کے مترادف نہیں......؟؟؟

اصل مضمون یعنی ''کیا عدل اس زمانے میں ممکن نہیں؟'' کی طرف رجوع

الغرض بہت سے اہل علم کی زبان پر بھی عموماً یہ جملہ ورد زبان رہتا ہے کہ اس زمانے میں چونکہ عدل ممکن ہی نہیں اور بعض اکابر کے حوالے بھی دیے جاتے ہیں کہ ''عدل چونکہ بہت مشکل ہے اس لئے اس زمانے میں دوسری شادی سے اجتناب ہی بہتر ہے'' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مثلاً حضرت فلاں دامت برکاتہم جب عدل نہ کر سکے تو دوسرا کیا خاک عدل کرے گا؟

ایسے حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ دو باتیں علیحدہ علیحدہ ہیں:

① اس زمانے میں مردوں میں عدل کی طاقت نہیں۔

② اس زمانے میں مرد عدل کرتے نہیں۔

اور ان دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، لوگوں میں چونکہ بے دینی بڑھ گئی ہے اس کے باعث یہ دعویٰ تو کیا جاسکتا ہے کہ لوگ متعدد بیویوں میں عدل نہیں کرتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں چونکہ خشیت وتقویٰ تھا جس کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسلاف متعدد ازواج میں غیر معمولی عدل کیا کرتے تھے۔

البتہ یہ دعویٰ کہ فسادِ زمان کے باعث لوگوں میں متعدد ازواج کے حقوق کی ادائیگی کی اہلیت اور ان میں عدل کی طاقت ہی ختم ہوگئی ہے، محتاجِ دلیل ہے...... کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ پر اعتراض کے مترادف ہے کہ خالق کائنات کثیر تعداد میں عورتیں پیدا کرتا چلا جارہا ہے مگر نکاح کے ذریعے ان کی عفت و پاکدامنی اور مالی کفالت وغیرہ کو ''عدل'' کی جس شرط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے تو اس عدل کی طاقت کو لوگوں سے سلب اور ختم کر دیا ہے......!!

ہمارے علم میں بعض ایسے بدبختوں کی خبریں بھی ہیں کہ جن کی بیویوں نے خود انہیں کھلے دل سے دوسری شادی کی

اجازت دی، بلکہ رشتے کی تلاش میں ان کی معاونت و مدد بھی کی، مگر ان کے کم ظرف اور خدا کے خوف سے عاری اور بدبخت شوہروں نے جو خدا کے سامنے جوابدہی کی پرواتو کیا کرتے، اپنی پہلی بیوی کے حوصلے اور اخلاص کی بھی قدر نہ کی، دوسری زوجہ کی طرف اتنا زیادہ مائل ہو گئے کہ پہلی کو بالکل معلق کر کے رکھ دیا اور یوں ان کی پہلی زوجہ شوہر کی طرف سے غیر معمولی عدمِ توجہی کے باعث شدید احساسِ کمتری کا شکار ہو کر کسمپرسی اور بے بسی میں لاغر اور کمزور ہو کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی...... مگر ان حالات پر مطلع ہونے کے باوجود بھی ان کے نامراد شوہروں کے دل میں خدا کے قہر و عذاب کا ادنیٰ سا خوف تک پیدا نہ ہوا۔

مشاہدہ پر مبنی واقعی یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے حضرات اس زمانے میں دوسری شادی کے بعد واقعی عدل نہیں کرتے...... لیکن یاد رکھئے...... اس سے بھی بڑھ کر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان حضرات کے اس ''ظلم'' کے باعث متعدد شادیوں کی ضرورت اور اہمیت کم نہیں ہو جاتی اور نہ ہی اس ظلم کا یہ کوئی معقول علاج ہے کہ نوجوانوں کو دوسری شادی سے اجتناب ہی کا مشورہ دیا جانے لگے۔

کتنے لوگ ایسے بھی تو ہیں جو ایک بیوی کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے، ایک شادی کی اجازت بھی تو اس وقت ہے کہ جب بیوی کے حقوقِ واجبہ ادا کرنے کا اہل بھی ہو اور اس کے حقوق کی ادائیگی کا پختہ عزم و ارادہ بھی ہو، کیا ایسے واقعات کی تعداد کچھ کم ہے کہ عورت شوہر کی بے توجہی اور ظلم کے باعث نفسیاتی پاگل ہو گئی اور بعض تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں؟ تو کیا شوہروں کی بے دینی کے باعث ایسے لوگوں کی بیویوں پر نکاح کے بعد جو کچھ ظلم ہوتا ہے...... اس ظلم کو دیکھ کر یہ کہنا درست ہو گا کہ اس زمانے میں سرے سے نکاح کی عمومی ترغیب ہی مناسب نہیں......؟

ظاہر ہے کہ اگر نکاح ہی ترک کر دیا جائے تو اس قسم کی جس ظلم کا شکار ہو رہی ہیں اس سے زیادہ اور بڑے پیمانے پر ظلم کا شکار ہونا شروع ہو جائیں گی۔

متعدد شادیوں والے رواج کی عمومی سطح پر ترویج کی صورت میں بے عدلی والے جس ظلم کی توقع ہے تو یاد رکھئے کہ ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکت'' سے عمومی سطح پر لاکھوں بیوگان، لاکھوں طلاق و خلع یافتہ اور لاکھوں کنواریاں جس طرح سے نکاح سے محروم زندگی پر مجبور ہیں، جس کے نتیجے میں وہ خود بھی...... اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے والدین بھی جس ''ظلم'' کا شکار ہو رہے ہیں یہ ظلم...... اس ظلم سے کئی گنا بڑھ کر ہے جو متعدد ازواج میں بے عدلی کے نتیجے میں واقع ہوتا ہے...... بلکہ اس ایک بیوی والے نظام سے جو تباہی پھیل رہی ہے اس کا ازالہ اور تدارک بھی مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے اور مسلسل مزید مشکل ہوتا چلا جائے گا۔

بندہ کے علم میں بعض ایسے بے روزگار حضرات بھی ہیں جو اپنی بے مثال سستی، کاہلی اور لازوال بے شرمی کے باعث سارا سارا دن گھر میں T.V کے سامنے بستر پر پڑے سگریٹ کے کش لیتے رہتے ہیں، مگر روزگار تلاش کرنا یا سنجیدگی کے ساتھ بیوی بچوں کے نان نفقے وغیرہ کی فکر اس لئے نہیں کرتے کہ اس فکر سے ان کی بیویوں نے انہیں آزاد کر دیا ہوتا ہے اور ان کی بیویاں سارا سارا دن از خود ملازمتیں کرتی پھرتی ہیں اور اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہیں اور ساتھ ساتھ اس خوف سے اپنے شرم اور غیرت سے عاری شوہروں کو بھی کھلا پلا رہی ہیں کہ شوہر نامدار نے اگر ''خفگی'' کے باعث طلاق دے ڈالی تو پھر پہلی

مرتبہ شادی جو بزرگوں کی اتنی دعاؤں اور ''انعامی اسکیموں'' کے بعد ہوئی تھی تو بچوں والی اس طلاق یافتہ یا خلع یافتہ سے دوبارہ کون نکاح کرے گا......؟

یاد رکھئے! ہم نے جیسے پچھلے صفحات میں عرض کیا کہ نکاح بھی حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے تجارت کی طرح معاملات میں داخل ہے، چنانچہ جیسے تاجر بننا صرف اس وقت جائز ہے جب سچ بول کر تجارت کر سکتا ہو، اور سچ بولنے کا التزام بھی کرے اور اگر کہیں بے دینی کے باعث لوگ تجارت کے دوران سچ بولنا بند کر دیں تو اس کا یہ علاج ہرگز درست نہیں کہ لوگوں کو عمومی سطح پر تجارت ہی سے اجتناب کا مشورہ دیا جانے لگے، اگر ایسا ہوا تو پھر تاجروں کے جھوٹ بول کر تجارت کرنے میں لوگوں کا جتنا نقصان تھا، لوگ مختلف ضروری اشیاء کے حصول میں غیر معمولی مشکلات کے باعث اس سے بھی بڑے حرج اور نقصان میں مبتلا ہونا شروع ہو جائیں گے......لہٰذا اس کا صحیح حل یہ ہوگا کہ جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت کرنے پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان پر مطلع کر کے اور ڈرا کر قوم کو سچ بولنے کی ترغیبیں دی جائیں۔

بالکل اسی طرح اس خوف سے کہ لوگ بے دینی کے باعث متعدد بیویوں میں پوری طرح عدل کا اہتمام نہیں کرتے تو اس کا بھی یہ حل ہرگز درست نہیں کہ عمومی سطح پر متعدد شادیوں کی ترغیب ہی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اس سے تو اور زیادہ بے حیائی پھیلے گی جس کے نتیجے میں بے دینی اور مردوں میں غیر ذمہ داری، لا پروائی اور زیادہ بڑھے گی اور عورتیں مزید ظلم کا شکار ہوں گی، لہٰذا اس کا صحیح حل یہ ہے کہ متعدد شادیوں کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اس مسئلے سے بھی لوگوں کو اچھی طرح آگاہ کیا جاتا رہے کہ جس شخص کا سنجیدگی کے ساتھ متعدد بیویوں میں عدل کا سرے سے پختہ عزم اور مضبوط ارادہ ہی نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے اسلام کے تعددِ زوجات والے مبارک فلسفے کا سہارا لے کر معصوم زوجہ کا گھر اجاڑنا، اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے احکام کے ساتھ بدترین استہزاء کے مترادف ہے اور ایسے لوگ نہ صرف یہ کہ بے عدلی کے جرم کی وعید کے مستحق ہوں گے بلکہ ان حضرات کے اس عمل کے نتیجے میں اس نظریے کی جو بدنامی ہوگی تو اس کا وبال بھی بروزِ محشر ان کی گردن پر ہوگا۔

الغرض لوگوں کے بے عدلی والے ان حالات و واقعات کی بناء پر عمومی سطح پر بجائے خود اس عمل ہی کو ناپسندیدہ سمجھنا یا کسی بھی درجہ میں اس زمانے میں اس کی حوصلہ شکنی کرنا قوم کے ساتھ...... ہرگز...... ہرگز......خیر خواہی کے مترادف نہیں اور اگر کسی صاحبِ علم اور پرہیزگار بزرگ سے اس قسم کی حوصلہ شکنی منقول ہے کہ انہوں نے بعض مفاسد کے پیشِ نظر دوسری شادی والے اس فعل کو اس زمانے میں عمومی سطح پر روا رکھنا مناسب نہ سمجھا ہو تو یا تو ایسے اکابر کے یہ اقوال واجب التاویل ہیں یا اپنے اہم اور دوسرے دینی کاموں میں غیر معمولی مشغولیت کے باعث مختلف پہلوؤں سے اس کے مختلف نقصانات کی طرف پوری طرح توجہ نہ ہونے کے باعث ''اجتہادی خطا'' پر محمول ہیں:

فإنه لا عصمة إلا للأنبياء، وقد مضى بالتفصيل أن النبي صلى الله عليه وسلم حرّض عليه بعمله وأقواله بعناوين شتى، وهذا التحريض ثابت بل هو مؤكد أشد تاكيداً في هذا الزمان إلى يوم القيمة۔

عرب کے ایک مشہور عالم دکتور عبداللہ الفقیہ سے کسی نے استفتاء کیا کہ اس زمانے میں دوسری شادی مناسب ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا:

> عورتوں کی کثرت اس زمانے میں پہلے سے زیادہ ہے، نیز فسق وفجور اور فحاشی میں اضافے کی وجہ سے عورت اس بات کی اس زمانے میں زیادہ محتاج ہے کہ نکاح کے ذریعے اس کی عفت و پاکدامنی کا انتظام کیا جائے، نیز جیسے مرد کو پہلے زمانے میں اولاد کی حاجت تھی بالکل اسی طرح آج بھی حاجت ہے، یہ سب باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ متعدد شادیوں والے حکم پر عمل اس زمانے میں بھی اسی طرح مناسب ہے جس طرح پچھلے زمانے میں تھا، بلکہ آج اس حکم پر عمل پچھلے زمانے کی نسبت زیادہ مؤکد (ضروری) ہے، پس تعددِ زوجات ایک ایسا حکم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ اس کے بندوں کی مصلحت کس بات میں ہے......''
>
> ملاحظہ ہو (رقم الفتوی: ۳۲۲۴۸)

www.islamweb.net

ہمارے یہ اکابر اگر تعدد ازدواج کا عمومی رواج نہ ہونے کی بناء پر پیدا ہونے والی ان خرابیوں پر پوری طرح مطلع ہو جاتے جو ہمارے زمانے میں ظاہر ہو چکی ہیں اور اس بارے میں پوری طرح غور کرنے کا ان حضرات کو موقع مل جاتا تو ہرگز ہرگز اس کی کسی بھی درجے میں حوصلہ شکنی نہ کرتے جیسا کہ ان حضرات کے قوم کے کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی کی بناء پر ان کے مختلف تجدیدی کارنامے اور واقعات اس پر پوری طرح شاہد بھی ہیں۔

فاغتم هذا التحرير ولا تعدل عن الزواج: بقولك: لا يمكن أن يعدل بين الأزواج۔

سوکنوں کے جھگڑوں کے خوف سے دوسری شادی سے اجتناب

بعض حضرات اس بات کو بنیاد بنا کر دوسری شادی کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ سوکنوں کی آپس میں بغض وعداوت اور لڑائیاں مرد کا سکون برباد کر دیتی ہیں، لہٰذا اطمینانِ قلب کے ساتھ پرسکون زندگی گزارنے والوں کے لئے یہ عمل ''آ بیل مجھے مار'' کے مترادف ہے۔

ایسے نیک لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک کام کی ضرورت واہمیت جب مسلّم اور ناقابل انکار ہو تو اس کام کے نتیجے میں جو فسادات متوقع ہوتے ہیں، ان فسادات کے ازالے یا ان میں امکان کی حد تک کمی کی کوشش کی جاتی ہے، ان فسادات کے خطرات کے باعث بجائے خود کام ہی سے اجتناب کرنا، ان سے بڑے فسادات کے جنم کا سبب ہے، کیا مردوں کے اپنے اکلوتی بیویوں سے جھگڑوں اور مار دھاڑ کے واقعات کچھ کم ہیں؟ اور کیا ان واقعات کو دیکھ کر یہ کہنا درست ہوگا کہ اس زمانے میں نکاح کرنا ہی نہیں چاہئے اور بیوی بچوں کی فکر سے آزاد ہو کر اطمینانِ قلب کے ساتھ زندگی گزارنا ہی بہتر ہے، تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری......؟ ظاہر ہے کہ جب یہ سوچ درست نہیں تو سوکنوں کی محض عداوت کے باعث متوقع لڑائیوں اور جھگڑوں کو بنیاد بنا کر تعددِ زوجات کے بارے میں جمود اختیار کئے رکھنا بھی قطعاً درست نہیں......اگر آپ غور

کریں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ہمارے معاشرے میں ساس، بہو، نندوں، جٹھانیوں وغیرہ کی ''قاتلانہ'' لڑائیوں کا بہت بڑا سبب ہی ایک بیوی پر قناعت والا نظام ہے، عورت کے پاس اگر لڑنے کے لئے ''سوکن'' ہو تو ساس، دیورانیاں وغیرہ لڑائی سے محفوظ رہیں گی...... اور حقیقت ہے کہ جن معاشروں میں تعددِ زوجات کا رواج ہے، وہاں ساس بہو کی ''قاتلانہ'' لڑائیوں کا ایسا رواج نہیں جیسا ہمارے معاشرے میں ہیں۔

الغرض عمومی طور پر عورتوں نے آپس میں کسی نہ کسی سے جھگڑنا تو ہوتا ہی ہے، خواہ سوکن سے جھگڑیں یا ساس، نند وغیرہ سے، ایسی خواتین کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے جو شوہر کے رشتہ داروں میں سب سے محبت کرے، لہٰذا ''لڑائی'' کے خوف سے نکاح سے اجتناب تو درست نہیں، ہاں طریقہ کار ضرور ایسا اختیار کیا جائے جس میں فساد کا کم سے کم اندیشہ ہو۔ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک ایک نکاح بھی نہیں کیا ان کے لئے متعدد بیویاں جمع کرنا بہت ہی آسان ہے...... وہ اس طرح کہ ایسے لوگ پہلی شادی کسی طلاق یافتہ یا بیوہ سے کریں اور جب نفس ورغلانے کی کوشش کرے تو نفس کو سمجھائیں کہ...... ''شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی نہیں ہوتی''...... تین کا مزید اختیار رہے گا، یوں ایک شادی کے بعد بہت ہی جلد ان کے لئے ممکن ہوگا کہ وہ دوسری شادی کر سکیں اور ان کی پہلی زوجہ اس لئے زیادہ رکاوٹ نہیں ڈال سکے گی کہ اسے معلوم ہوگا کہ ایک سے ایک کنواری اور خوبصورت لڑکی موجود ہونے کے باوجود میرے شوہر نے عمر میں مجھ سے کم ہونے اور مالی، خاندانی اور تعلیمی لحاظ سے مجھ سے برتر ہونے کے باوجود مجھ سے نکاح صرف اس بناء پر کیا کہ...... ''شادی زندگی میں صرف ایک بار نہیں ہوتی......''

اور جو لوگ ایک نکاح کر چکے ہیں، انہیں چاہئے کہ دوسری شادی سے قبل کچھ وقت تک پہلی زوجہ کی انتہائی صبر و تحمل اور محبت کے ساتھ ذہن سازی کی کوشش کریں، کیونکہ اگر پہلی زوجہ کو اعتماد میں لے کر یہ کام کیا جائے تو فسادات کا امکان کم ہو جاتا ہے، اور اس دوران اس بات کا بہت اہتمام بھی ہو کہ بیوی کی طرف سے ردّعمل اور مختلف قسم کی دھمکیوں کو عورت کی فطرت اور معاشرے کی جہالت کا حصہ سمجھ کر ٹھنڈے دل سے برداشت کیا جائے۔ اس دوران بیوی پر غضب کا بالکل اظہار نہ کرے، ہمارے معاشرے میں چونکہ اس سنّت کا بالکل رواج نہیں اس لئے پہلی بیوی کو اس پر واقعی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ یوں اگر کوئی مرد بیوی کے ردّعمل کو محبت سے برداشت کرنے کے بجائے الٹا اس پر برسنا اور گرجنا شروع کر دے گا یا خدانخواستہ اسے بلیک میلنگ کے طور پر طلاق کی دھمکیاں دینا شروع کر دے گا تو یہ اقدام اس کی زوجہ کی غیرت کو مزید بھڑکائے گا اور ان حرکتوں سے اس کے دل میں شوہر کے دوسری شادی کی نفرت کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ جائے گی۔

لہٰذا یہ ایک بہت ضروری امر ہے کہ دوسری شادی کے لئے دھمکی آمیز لہجہ قطعاً اختیار نہ کیا جائے اور معصوم بیوی کو بلا وجہ اذیت دینے کی یا خاندان والوں کے سامنے اس کی برائیاں بیان کر کے اسے ذلیل کرنے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے بلکہ انتہائی محبت و الفت، حوصلے اور برداشت کے ساتھ اس کی ذہن سازی کی کچھ وقت تک کوشش کی جائے اور محبت سے زوجہ کے دماغ میں یہ بات اتارنے کی کوشش کی جائے کہ دوسری شادی سے آپ کا مقصد اسے ذلیل یا رسوا کرنا نہیں...... اور نہ ہی آپ کے دل میں زوجہ سے محبت میں کمی آپ کو اس شادی پر ''ورغلا'' رہی ہے...... اور نہ ہی ان شاء اللہ اس کے بعد آپ زوجہ کو محبت کی کمی کا احساس ہونے دیں گے، پھر دوسری شادی کے بعد بھی خصوصاً ابتدائی دنوں میں پہلی زوجہ کے ساتھ ایسا معاملہ

نہ برتا جائے کہ جس سے اس کو ادنیٰ سا بھی شائبہ ہو کہ آپ کے دل میں اس کی محبت میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ان سب باتوں پر آپ کو جس صبر اور حوصلے کا مظاہرہ کرنا پڑے گا اس کے سبب ان شاء اللہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے اجر کے مستحق ٹھہریں گے، البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ذہن سازی کے لئے وقت کی ایک حد مقرر کر لی جائے، مثلاً دو ماہ، چھ ماہ، سال وغیرہ اور اس انتظار میں نہ رہا جائے کہ جب تک مکمل ذہن سازی نہیں ہوتی یہ شادی نہیں کروں گا کیونکہ اصل ذہن سازی ہوتی ہی عمل سے ہے، ورنہ عین ممکن ہے کہ ساری عمر ذہن سازی ہی کرتا رہے گا اور جب بیوی کا ذہن تیار ہو تو خود نکاح کے قابل نہ رہے......لہٰذا عملی اقدام کی طرف توجہ سے غافل نہ ہوا جائے۔

تیسری بات یہ کہ اس کا بھی اہتمام رکھا جائے کہ دوسری زوجہ کو پہلی سے الگ اور علیحدہ رہائش دی جائے، سوکنوں کے جھگڑوں سے محفوظ رہنے کا اس سے بہتر حل کوئی نہیں۔اگر مالی فراوانی نہ ہو اور اس بناء پر نئی زوجہ کے لئے کسی درمیانے درجے کی الگ رہائش کا بندوبست ممکن نہ ہو مثلاً الگ مکان کا کرایہ ادا کرنا مشکل ہو تو پھر اس کی کوشش کرے کہ دوسری شادی کے لئے کوئی اتنی غریب لڑکی تلاش کرے جو کم درجہ کے گھر یعنی بہت ہی کم کرائے والے مکان میں رہنے پر راضی ہو جائے۔نکاح کے بعد اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرما کر آسانی پیدا فرما دیں گے اور کسی مناسب درجہ کی الگ رہائش کے لئے جیب میں گنجائش پیدا فرما دیں گے......اگر آپ کا کوئی قریبی رشتہ دار یا دوست بھی دوسری شادی کے لئے تیار ہو تو...... دو تین افراد مل کر ایک درمیانے درجے کا گھر یا فلیٹ کرائے پر لے سکتے ہیں، جس سے گیس، بجلی کا بل اور ماہانہ راشن مشترک ہو کر تقسیم ہو جائے گا اور شخص واحد کی جیب پر زیادہ بوجھ بھی نہ پڑے گا اور دوسری زوجہ کے لئے پہلی زوجہ سے الگ رہائش کا انتظام بھی ہو جائے گا......الغرض یہ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقے ہیں جن پر عمل کر کے تعدد زوجات سے پیدا ہونے والی مشکلات کو کم کیا جا سکتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب انسان اخلاص اور سنجیدگی کے ساتھ کسی کام کا پختہ عزم کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ کھولتے چلے جاتے ہیں، چنانچہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو نوجوان تعدد زوجات پر عمل کے بارے میں اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اخلاص اور سنجیدگی کے ساتھ عملی کوشش کرے گا، اس کے سامنے بہت سی ایسی تدبیریں اور راستے کھلتے چلے جائیں گے جنہیں اختیار کر کے اس کے لئے اس سنت پر عمل آسان ہو جائے گا اور اگر عزم و ارادہ ہی نہ ہو تو بنی اسرائیل کی طرح مختلف قسم کی شقیں اور اشکالات نکال نکال کر ساری عمر معاملے کو ٹہلانے کی کوشش ہی میں لگا رہے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کی مدد اللہ تعالیٰ نے خود پر واجب کر لی ہے:

① وہ نکاح کا ارادہ کرنے والا جس کا مقصد نکاح کے ذریعے خود کو بے حیائی سے بچانا ہو۔

② اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔

③ وہ غلام جو خود کو آزاد کرانے کی کوشش میں لگا رہے۔''

سعودی عرب کے ایک مشہور عالم محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بعض ملحد اور دشمنانِ دین کا دعویٰ ہے کہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کے نتیجے میں بیویوں میں

جو کچھ جھگڑا فساد ہوتا ہے اس سے زندگی کی رونق (اور مزا) کرکرا ہوجاتا ہے کیونکہ مرد جب کسی ایک زوجہ کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے تو دوسری ناراض ہوجاتی ہے۔ دوسری کو خوش کرنا چاہتا ہے تو پہلی ناراض ہوجاتی ہے، یوں وہ ہمیشہ دو ناراضیوں میں سے ایک کا بہر حال شکار رہتا ہے، اور خود کو ایسی پریشانی میں مبتلا کرنا حکمت و مصلحت کا کام نہیں...... جو لوگ اس بنیاد پر تعدد زوجات کی مخالفت کرتے ہیں ان کا کلام ایسا ساقط اور کمزور ہے کہ جس کا لغو اور بے کار ہونا کسی عقلمند پر مخفی نہیں، کیونکہ ایک گھر میں آپس میں نوک جھوک اور جھگڑے ایک ایسا کام ہے جس سے فرار کا کوئی راستہ ہی نہیں، بعض مرتبہ (نکاح کے بعد) مرد کے اپنی والدہ سے اختلافات شروع ہوجاتے ہیں (اور والدہ کو شکایت ہونے لگتی ہے کہ بیوی کو زیادہ وقت کیوں دے رہا ہے یا بیوی ساس کی خدمت کیوں نہیں کرتی) بعض مرتبہ والد اور بیٹے میں نوک جھوک شروع ہوجاتی ہے، بعض مرتبہ مرد کے اپنی اکلوتی بیوی سے اختلافات اور لڑائی جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں، الغرض گھر کے مختلف افراد کی آپس میں نوک جھوک اور جھگڑے معاشرے میں ایک معمول کی سی بات سمجھا جاتا ہے اور ان اختلافات کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی چنانچہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے میں جو کچھ فسادات و اختلاف ہوتے ہیں، ان فسادات و اختلافات کی اُن مصلحتوں کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں جو مصلحتیں اس سنت پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہیں، مثلاً متعدد عورتوں کو عفت و پاکدامنی کی زندگی میسر ہوتی ہے، قوم کی تمام عورتوں میں سے ہر ایک عورت کے لئے ایک اچھے مرد سے نکاح کا حصول باآسانی ممکن ہوجاتا ہے، بچوں کی شرح پیدائش میں اضافہ ہوتا ہے، تا کہ امت اپنی کثرت کے باعث (مختلف شعبوں میں) دشمنانِ اسلام کے سامنے ٹھہر سکے، الغرض (یہ اور اس جیسی اور بھی) بڑی بڑی مصلحتوں اور فوائد کے مقابلے میں، سوکنوں کے آپس کے جھگڑوں جیسے فسادات کچھ معنی نہیں رکھتے، لہٰذا ہم یہ فرض بھی کرلیں سوکنوں کے جھگڑے فساد کا سبب ہیں یا دوسری شادی کے نتیجے میں پہلی بیوی کو جو کچھ تکلیف ہوتی ہے، تو بیوی کو ایسی تکلیف پہنچانا بھی فساد کا سبب ہے تو شریعت کی نظر میں ترجیح اس بات کو ہے کہ بڑی بڑی مصلحتوں کی خاطر ان چھوٹے فسادات کو برداشت کیا جائے...... اس کی مثال یہ ہے کہ انگور سے شراب نچوڑی جاتی ہے، جو تمام برائیوں کی جڑ ہے، مگر انگور سے جو بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کے پیش نظر انگور کے وجود کو برقرار رکھنا ہی مناسب سمجھا جاتا ہے اور شراب کے نقصانات کو دیکھ کر انگور کے وجود ہی کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی...... پس قرآن نے مرد کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کو حلال قرار دیا، عورتوں کی مصلحت کی خاطر تا کہ کوئی بھی عورت کسی مرد سے نکاح سے محروم نہ رہ سکے اور مرد کی مصلحت کی خاطر تا کہ کوئی مرد ایک بیوی پر اکتفا کر کے نکاح سے وابستہ بہت سی مصلحتوں سے محروم نہ رہ سکے اور اجتماعی سطح پر امت کی مصلحت کی خاطر تا کہ شرح پیدائش میں اضافہ کے باعث امت کی تعداد

میں اضافہ ہو اور امت کے لئے اللہ کے کلمہ کو پوری دنیا میں بلند کرنا ممکن ہو۔ پس تعدد زوجات ایک ایسے باخبر کی طرف سے نازل کردہ حکم ہے جو حکمت والا ہے، اس حکم پر اعتراض وہی کر سکتا ہے جس کی بصیرت کو اللہ نے کفر کی گمراہیوں سے اندھا کر دیا ہو، اور بیویوں کی تعداد کو چار کے عدد میں منحصر کر دینا بھی ایک حکمت والے اور باخبر کی طرف سے مقرر کردہ حد ہے، کیونکہ اس سے کم بیویاں رکھنے میں مرد نکاح سے وابستہ بعض فوائد سے محروم ہو سکتا ہے اور اس سے زائد بیویاں رکھنے میں اس کا زیادہ امکان ہے کہ عدل اور بیویوں کے حقوق ادا نہ ہو سکیں گے۔'' (والعلم عند اللہ تعالیٰ)

محمد الأمين الشنقيطي

(فقہ تعدد الزوجات بحوالہ اضواء البیان: ۳/۳۷۷)

ایک اور عرب عالم عبداللہ الفقیہ لکھتے ہیں:

''اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان عورتوں کے خلاف بہت غیرت آتی تھی جو خود کو نکاح کے لئے از خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتی تھیں۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج دو جماعتوں میں منقسم تھیں، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زوجہ کے گھر تشریف فرما تھے، اسی دوران دوسری زوجہ نے ایک پیالے میں خادم کے ہاتھ کھانا بھجوایا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جس زوجہ کے گھر تھے، ان زوجہ کو (اپنی باری میں سوکن کی اس مداخلت پر اتنی غیرت آئی کہ) انہوں نے اس پیالے کو لے کر زمین پر دے مارا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی اس کے بعد آپ نے زمین پر جھک کر اس پیالے کو جوڑا اور اس میں کھانا (دوبارہ) ڈالا اور (اس وقت موجود افراد کو) کھانا تناول کرنے کا حکم دیا۔ مگر یہ مشکلات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد بیویاں رکھنے سے باز نہیں رکھ سکیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ مرد جب پہلی زوجہ کو اعتماد میں لئے بغیر اور اسے راضی کئے بغیر دوسری شادی کرے تو مشکلات زیادہ ہوتی ہیں اور اسے راضی کر کے یہ اقدام کرے تو مشکلات کم ہو جاتی ہیں، لیکن اگر وہ بیوی کو راضی کرنے کی کوشش کرے اور پھر بھی بیوی راضی نہ ہو تو بھی مرد کے لئے یہ اقدام جائز ہے، کیونکہ مرد کو دوسری شادی سے (زبردستی) روکنے کا نہ تو بیوی کو حق ہے اور نہ ہی بیوی کے ولی (یعنی والد، چچا، بھائی وغیرہ) کو حق ہے۔ لہٰذا عورت کو چاہیئے کہ اس کا شوہر جب کسی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہو تو اس کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے کیونکہ اس کا یہ (زبردستی) رکاوٹ ڈالنا بسا اوقات طلاق کا یا شوہر کے دل میں زوجہ کی نفرت کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کے احوال کو درست فرمائے۔''

عبداللہ الفقیہ

رقم الفتوی: ۲۰۰۳۳

www.islamweb.net

نکاح سے متعلق بہت سے شرعی احکام ایک بیوی والے رواج پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتے

یاد رکھئے! اسلام نے عائلی قوانین سے متعلق جو قوانین پیش کئے ہیں، وہ اس قوم کو ملحوظ رکھ کر پیش کئے جس قوم میں ایک سے زائد شادیوں کا عملی رواج ہو...... جس قوم میں من حیث القوم ایک بیوی پر اکتفا کا رواج ہو، اس قوم پر اسلام کے یہ احکام پوری طرح منطبق (Adjust) ہی نہیں ہوتے...... جیسے:

تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا مقصد مرد کو سزا دینا تھا

زمانہ جاہلیت میں کوئی مرد جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو اس کے لئے کوئی حد مقرر نہ تھی، طلاقیں دیتا رہتا اور جب عورت کی عدت ختم ہونے کا وقت قریب ہوتا تو رجوع کر لیتا، یوں نہ تو اسے بیوی بنا کر رکھتا اور نہ ہی اس قابل چھوڑتا کہ یہ عورت عدت گزار کر کہیں اور نکاح کر سکے، کیونکہ عدت گزارنے ہی نہیں دیتا تھا۔ شریعت نے طلاق سے متعلق مرد کے اختیارات محدود کئے اور طلاق دینے کے لئے اوقات کے لحاظ سے بھی کچھ اصول وضوابط مقرر کئے اور اسے یہ باور کرایا کہ طلاق سے متعلق ان احکام کی اس نے خلاف ورزی کی تو اسے ''سزا'' ملے گی۔ مگر اس سزا کا تحقق ایک بیوی والے نظام میں پوری طرح ممکن ہی نہیں...... طلاق سے متعلق ان احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ:

① طلاق حالتِ حیض میں نہ دی جائے۔ (صحیح مسلم) کیونکہ حالتِ حیض میں طلاق کے دو نقصانات ہیں:

(الف)...... عورت کی عدت تین حیض (تقریباً تین ماہ) سے کچھ زائد ہو جائے گی اور عدت کے لمبے ہونے سے عورت کو یہ نقصان ہوگا کہ یہ جلد اپنا نکاح کہیں اور نہ کر سکے گی، بلکہ اسے تین ماہ سے بھی زائد ...... ''کچھ وقت''...... انتظار کرنا پڑے گا۔

(ب)...... حالتِ حیض میں مرد کی اپنی زوجہ کی طرف بھرپور رغبت نہیں ہوتی، یوں طبعی نفرت کے باعث اس کا بہت امکان ہوتا ہے کہ مرد طلاق کے اس قبیح فعل میں جلد بازی سے کام لے اور بعد میں پشیمانی ہو۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ طلاق اس وقت دی جائے جب بیوی کی طرف جماع کی بھرپور رغبت ہو۔

② طہر (پاکی کے ایام) میں بھی طلاق اس وقت جائز ہے جب زوجہ سے ہمبستری نہ کی ہو ورنہ حمل ٹھہر گیا تو عورت کی عدت کی مدت لمبی ہو جائے گی، جس سے اس کے لئے دوبارہ نکاح میں تاخیر لازم آئے گی...... نیز ایک مرتبہ ہمبستری کر لینے کے بعد زوجہ کی طرف طبعی رغبت میں بھی کچھ کمی پیدا ہو جاتی ہے اور عین ممکن ہے کہ مرد کی طرف سے طلاق کا اقدام رغبت کی اس کمی کے باعث صادر ہوا ہو، یوں جلد بازی میں واقع ہونے والی اس طلاق پر بعد میں پشیمان ہو...... لہٰذا مرد کو پشیمانی سے بچانے کے لئے اس طہر میں طلاق کو ناجائز قرار دیا گیا، جس طہر میں ایک مرتبہ ہمبستری کر لی گئی ہو اور جب تک ہمبستری نہ کی ہو تو بیوی کی طرف بھرپور رغبت کے باعث مرد طلاق کے بارے میں کئی بار سوچے گا کہ طلاق دینا مناسب ہے یا نہیں؟ اور اس

دورانِ عورت کے لئے اس بات کو حرام قرار دیا گیا کہ وہ بلاضرورت شدید عدت (تین ماہواریاں) گزرنے سے قبل شوہر کے گھر سے نکلے......اور نہ ہی شوہر کو اجازت دی گئی کہ وہ زوجہ کو طلاق کے بعد گھر سے نکالے۔ چنانچہ عدت گزرنے کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا اور اب معاملہ مرد کے ہاتھ سے نکل کر عورت اور اس کے اولیاء کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ وہ اگر چاہیں تو دوبارہ اس مرد کے نکاح میں اس عورت کو دے سکتے ہیں، نہ چاہیں تو مرد اب طلاق سے رجوع کا اعلان کر کے زبردستی اس عورت کو چھین نہیں سکتا۔

③ ایک طہر (دو ماہواریوں (Periods) کے درمیان کا وقت) میں ایک سے زائد طلاق پر پابندی لگائی، لہٰذا دوسری طلاق دینی ہو تو مرد کو اب اگلی ماہواری کا انتظار کرنے پڑے گا اور پھر جب عورت حیض سے پاک ہوگی اور یوں مرد کی اپنی اس زوجہ کی طرف رغبت کامل طور پر بڑھ چکی ہوگی تو جماع (ہمبستری) سے قبل دوسری طلاق دی جائے۔ اسی تفصیل کے مطابق تیسری طلاق کے لئے تیسرے طہر کا انتظار کیا جائے۔

الغرض اس تیسرے طہر میں ہمبستری سے قبل مرد کی اپنی زوجہ کی طرف بھرپور رغبت کے باوجود بھی طلاق دینا اس بات کی علامت ہوگا کہ یہ مرد واقعی اس بیوی سے جان چھڑانا چاہتا ہے کہ اتنی بھرپور رغبت کے باوجود بھی طلاق دے رہا ہے، ایسا نہیں کہ جماع کے ذریعے اپنی خواہشِ نفس تو پوری کر لی اور اب جب عورت سے دل بھر گیا تو طلاق دے کر اسے ''ٹہلانے'' کی کوشش کر رہا ہے...... نیز اس بات کا بھی امکان ہے کہ اگر طلاق سے متعلق ان احکام کی رعایت رکھی تو تیسری طلاق کے بعد مرد کو اس پر پشیمانی نہیں ہوگی، نیز اس تیسری طلاق سے پہلے پہلے اس بات کا بھی بہت زیادہ امکان رہے گا کہ اللہ تعالیٰ زوجین میں صلح صفائی کا کوئی راستہ پیدا فرما دیں...... لہٰذا اتنا وقت بیوی سے دور رہنے پر مرد کو اگر ندامت اور پشیمانی ہوئی تو اس تیسری طلاق سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے مرد کو رجوع کا اختیار دے کر اسے اس مصیبت سے نکلنے کا اختیار دے رکھا ہے، جس مصیبت میں اس نے خود کو گرفتار کیا تھا۔

سورۂ طلاق میں اللہ تعالیٰ ان احکام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{یأیها النبی إذا طلقتم النساء...} (الآیة) (سورۂ طلاق: ۱/۲)

ترجمہ: اے نبی! (لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے اوقات میں طلاق دو (یعنی حالتِ حیض میں اور ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق نہ دو بلکہ طلاق کو عدت کے اوقات یعنی تین طہروں میں تقسیم کر دو) اور عدت کو شمار کرتے رہو (تاکہ عدت کے حساب میں گڑبڑ نہ ہونے پائے) اور (طلاق اور عدت سے متعلق) یہ اللہ کی متعین کردہ حدود ہیں اور جو کوئی اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا تو تحقیق اس نے...... ''خود پر''...... ظلم کیا، تمہیں علم نہیں کہ شاید اللہ اس (طلاق) کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرما دے۔ پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت کے اختتام کو پہنچنے لگیں تو انہیں یا تو بھلے طریقے سے روک لو یا عمدہ طریقے سے رخصت کرو...... اس مضمون سے اس شخص کو

نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے (یعنی طلاق وعدت سے متعلق ان احکام میں شریعت کے بیان کردہ طریقے کی رعایت کرتا ہے تو) اللہ اس کے لئے (مصیبت سے) نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔ (سورۃ طلاق)

اسلام نے طلاق سے متعلق ان احکام کو بیان کر کے یہ واضح کر دیا کہ اسلام کے دنیا میں آنے کے بعد طلاق کے معاملے میں اب مرد زمانۂ جاہلیت کی طرح آزاد نہیں کہ جب چاہے بیوی سے خواہشِ نفس پوری کرتا رہے اور جب چاہے، جیسے چاہے اور جتنی چاہے طلاقیں بھی دیتا پھرے...... اور جب عدت پوری ہونے لگے اور عورت کو یہ اُمید ہو چلے کہ اس ظالم کے چنگل سے آزاد ہو کر کہیں اور نکاح کے قابل ہو جاؤں گی تو یہ ظالم دوبارہ رجوع کر کے اسے اپنے چنگل سے نکلنے کا موقع ہی نہ دے ...... بلکہ شریعت نے قانون بنایا کہ طلاق سے متعلق اگر اس نے جلد بازی سے کام لیا یعنی شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق نہ دی تو اب اسے سزا ملے گی اور وہ سزا یہ ہے کہ:

① ایسے مرد کو اللہ کی حدود کو توڑنے والا اور اللہ سے نہ ڈرنے والا قرار دیا جائے گا۔

② اسے اپنی ہی جان پر ظلم کرنے والا (فقد ظلم نفسه) قرار دیا جائے گا...... جس کی صورت یہ ہوگی کہ اس کی طلاق کو بہر صورت نافذ قرار دیا جائے گا تا کہ محدود طلاق کا شریعت نے اسے جو اختیار دیا ہے وہ محدود ہی رہے اور یوں جب بھی یہ طلاق واقع کرے گا خواہ ہنسی مذاق میں ہی کیوں نہ ہو یا شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اس کا اختیار محدود ہوتا چلا جائے اور جیسے جیسے یہ طلاق کا لفظ استعمال کرے...... طلاق کا عدد اس کے حق میں کم ہوتا چلا جائے اور اسی کے بقدر عورت اس کی قید سے آزاد ہوتی چلی جائے گی...... لہٰذا اگر اس نے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے کسی بھی طرح دو مرتبہ طلاق دے دی تو آئندہ صرف ایک مرتبہ رجوع کا حق رہے گا...... خواہ ان طلاقوں کے بعد عملاً رجوع کرے یا نہ کرے، اگر رجوع نہیں کیا اور عدت کے بعد جب نکاح ختم ہوا تو اگرچہ اس کی تو اجازت ہے کہ زوجہ کو بہلا پھسلا کر اس کی رضا سے دوبارہ نکاح کرے...... مگر یہ نقصان بہر حال ہوگا کہ اب دوبارہ نکاح کے بعد بھی اگر طلاق دی تو اب رجوع کا اختیار نہیں رہے گا...... لہٰذا اب یہ مرد اس زوجہ سے دوبارہ نکاح بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دوبارہ نکاح کی اجازت دینا اس مرد کو تین طلاقوں پر دوبارہ قدرت دینے کے مترادف ہے۔ یوں شریعت نے یہ واضح کر دیا کہ ہم نے زمانۂ جاہلیت کے برعکس مرد کے اختیارات کو جو تین طلاقوں میں محدود کیا تھا تو اس کا مطلب واقعی صرف اور صرف ''تین'' ہی تھا...... چار، پانچ...... یا...... چھ...... نہ تھا۔

الغرض اس معاملہ میں شریعت نے مرد کے اختیارات کو ایسا محدود کیا کہ ساری زندگی کے لئے اسے طلاق کے تین اعداد دے کر اچھی طرح باور کرا دیا کہ کوئی بھی شخص زمانۂ جاہلیت کی طرح اب طلاق کو کھیل تماشے کی چیز بنا ہی نہیں سکتا...... لہٰذا اگر کھیلنا ہو تو ساری زندگی اتنے محدود اعداد سے ہی کھیل سکتے ہو اور عورت کو یرغمال بنا کر رکھنا اب ممکن ہی نہیں...... لہٰذا اب اگر کسی مرد نے تین طلاقیں دے ڈالیں تو اگر شریعت کے متعین کردہ طریقے کے مطابق دی تھیں تو اسے اس پر ندامت ہوگی ہی

نہیں...... کیونکہ اس نے بہت سمجھ بوجھ اور بصیرت کے ساتھ عورت کو اپنے نکاح سے مکمل طور پر خارج کیا ہوگا اور اگر جذبات سے مغلوب ہو کر عجلت سے کام لیتے ہوئے حدود اللہ کو توڑ ڈالا اور اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالیں تو اب مرد کے لئے اس عورت کو بہلا پھسلا کر اور ورغلا کر اس سے دوبارہ نکاح بھی ممکن نہیں کیونکہ ''سونے کی چڑیا'' اس کے ہاتھ سے اُڑ کر کئی درختوں میں سے اپنے ''منتخب کردہ'' سب سے زیادہ خوشنما درخت پر اس طور پر جا بیٹھی ہے...... کہ جب تک اس دوسرے درخت کا مالک سونے کی اس چڑیا کو اپنے اختیار سے آزاد نہ کردے...... اس وقت تک پہلا مرد اس بات پر کفِ افسوس ہی ملتا رہے گا کہ اس نے چڑیا کو اڑانے کے لئے یکدم پوری مٹھی کیوں کھول دی تھی......؟

اسی عمل کو ''شرعی حلالہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے...... یعنی عورت کی طبیعت میں چونکہ لچک اور نرمی ہوتی ہے اس لئے اس بات کا بھرپور امکان تھا کہ جس شوہر کے ساتھ عورت نے طویل زندگی گزاری، تین طلاقیں دینے والا وہ شوہر اپنی اس طولِ مصاحبت کا فائدہ اُٹھا کر عورت کو دوبارہ بہلا پھسلا کر اسی سے نکاح کر لے اور یوں از سرِ نو اسے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہو جائے، مگر شریعت نے اس درجے میں شوہر کو دوبارہ اختیار دینا پسند نہ کیا اور یہ شرط لگا دی کہ عورت اب جب تک کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے گی اور وہ اپنی مکمل رضا اور رغبت سے اسے طلاق نہ دے گا...... پہلا مرد اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا...... یوں اس عورت کا معاملہ پہلے مرد کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے زوج کے ہاتھ میں چلا گیا اور پہلا شوہر اس معاملے میں اب مکمل ''بے اختیار'' اور ''بے بس'' ہو گیا......

مگر یہ بات واضح رہے کہ طلاق سے متعلق شریعت نے یہ احکام جس معاشرے کے لئے نازل کئے، یہ وہ معاشرہ ہے جس میں ہر مرد ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا غیر معمولی شوق رکھتا ہے...... جس کے باعث معاشرے میں غیر شادی شدہ خواتین کی تعداد اتنی کم ہے کہ طلاق دینے والے مرد کو دوبارہ کسی عورت کی تلاش کے لئے عموماً اس انتظار میں رہنا پڑتا ہے کہ کسی کو طلاق ہو یا کوئی بیوہ ہو...... تو میں نکاح کا فوراً پیغام بھیجوں اور پہلی بیوی جو مہر کی اتنی بھاری بھرکم رقم کے ذریعے حاصل کی تھی...... نہ صرف یہ کہ وہ ہاتھ سے نکل گئی بلکہ اب نئے نکاح کے لئے تین مزید مشکلات اس کے سامنے ہوں گی۔

① جہاں یہ پیغام نکاح بھیجے گا وہاں اس جیسے اور بھی بہت سے بھیج رہے ہوں گے اور لڑکی کا والد صرف Selection یعنی انتخاب کا کام کر رہا ہوگا...... لہٰذا طلاق دینے والے مرد کے لئے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد دوبارہ اس کے متبادل رشتہ تلاش کرنا آسان کام نہیں، جہاں پیغام بھیجے گا وہاں Supply کے مقابلے میں طلب (Demand) کی زیادتی کے باعث اوروں نے بھی پیغام بھیجا ہوا ہوگا۔

② اسے معلوم ہوگا کہ دینداری، خاندان، مال، پیشہ اور نسب وغیرہ کے اعتبار سے جو لڑکیاں مجھ سے برتر ہیں، ان کے اولیاء تو پیغامِ نکاح قبول ہی نہیں کریں گے لہٰذا ان چیزوں میں خود سے کمتر لڑکیوں کے والدین کی طرف نکاح کا پیغام بھیجے گا، یوں اس کے حق میں نکاح کے قابل لڑکیوں کی تعداد مزید کم ہو جائے گی۔

③ Supply کے مقابلے میں Demand کی زیادتی کے باعث نکاح سے متعلق عورتوں کی مہر کی رقم کی تعداد بہت زیادہ ہوگی...... لہٰذا پہلی بیوی کو کئی لاکھ جو مہر دیا تھا وہ تو ختم...... اب کسی مناسب لڑکی سے دوبارہ شادی کے لئے نئے سرے

سے مہر کی اتنی بڑی رقم کا دوبارہ انتظام کرنا پڑے گا۔

④ طلاق اس نے اگر شریعت کے مخالف طریقے کے مطابق دی ہوگی تو عین ممکن ہے کہ معاشرے میں یہ بات بھی اس کے نااہل ہونے کی علامت سمجھی جائے اور عین ممکن ہے کہ دوبارہ جس لڑکی کو یہ پیغام نکاح بھیجے اس کا والد اسی بات کو بنیاد بنا کر لڑکے کو نااہل سمجھے اور جذبات سے مغلوب ہونے والے ایسے شخص کا رشتہ قبول کرنے سے انکار کردے، کیونکہ لڑکی کے باپ کے پاس اپنی بچی کے رشتوں کی کمی نہ ہوگی اس نے تو محض پے در پے مختلف قسم کے متوجہ ہونے والے رشتوں میں صرف Selection کا کام کرنا ہے اور ظاہر ہے اچھے رشتوں کا انتخاب اسی قسم کی باتوں کو ملحوظ رکھ کر کیا جاتا ہے۔

دوسری طرف اس کی طلاق یافتہ زوجہ کے بارے میں مسلمانوں کو جب علم ہوگا کہ کسی مسلمان عورت کو طلاق ہوئی ہے تو اس عورت کی طرف دھڑا دھڑ نکاح کے پیغامات شروع ہو جائیں گے...... اور یہ پیغامات حلالہ کرنے والوں کے نہیں ہوں گے، عزت کے ساتھ بیوی بنا کر رکھنے والوں کے ہوں گے...... اور ان پیغام کی اتنی کثرت ہوگی کہ قرآن کو پابندی لگانا پڑے گی کہ مسلمان حضرات نکاح کے پیغام کے لئے عدت گزرنے کا انتظام کریں، مگر پھر قرآن مسلمانوں کی رغبت کو دیکھتے ہوئے اس حکم میں تبدیلی کرے گا اور مسلمان مردوں کو اتنی اجازت دے دی جائے گی کہ پیغام نکاح تو عدت گزرنے کے بعد ہی بھیجا جائے ابھی گول مول طریقے سے عورت کو اپنے پیغامِ نکاح کے ارادے پر مطلع کر سکتے ہو...... تاکہ عورت اور اس کے اولیاء کی کچھ نہ کچھ توجہ تمہاری طرف بھی رہے۔

چنانچہ فاطمہ بنت قیس کی طلاق ہوگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے زید بن حارث، عبدالرحمن بن عوف، معاویہ بن ابی سفیان، ابوالجہم اور ان جیسے دوسرے قریشی سرداروں کے رشتے متوجہ ہوں گے...... جعفر طیار کی بیوی بیوہ ہوگی تو انہیں سمجھ نہ آتا ہوگا کہ دوبارہ نکاح کے لئے ابوبکر جیسے صاحب فضیلت کو ترجیح دوں یا علی المرتضیٰ جیسے بہادر جوان کو...... سبیعہ اسلمیہ بیوہ ہوں گی تو وضع حمل ہوتے ہی اور چند راتیں گزرتے ہی پیغامات نکاح موصول ہونا شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی نوبت آئے گی کہ بیوہ عورت کے لئے چند ہی راتیں گزارنے کے بعد فوراً نکاح جائز بھی ہے یا نہیں؟...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی خاتون دوسری مرتبہ بیوہ ہو کر بھی اشرافِ قوم کے پیغامات موصول ہونے پر ان مختلف قریشی سرداروں میں سے بھی سب سے بہتر اور خود سے 15 سال عمر میں کم، شریف اور انتہائی معزز محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر رہی ہوں گی، اپنی شادی کے لئے نہ تو وظائف پڑھنے پر مجبور ہوں گی اور نہ ہی بزرگوں سے دعائیں کرواتی پھر رہی ہوں گی......

الغرض عورت کو کوئی خاطر خواہ نقصان نہ ہوگا، کیونکہ اس کے لئے دوبارہ رشتہ کا حصول کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔ حقیقی نقصان اس مرد کا ہوگا جس نے جلد بازی میں جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے، ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں نکال دی ہوں گی، اور اس کی اس طلاق کو نافذ قرار دینے سے شریعت کا مقصد اس مرد کو خود اسی کی ذات کے حق میں ظالم قرار دے کر خود اسی کو نقصان پہنچانا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا جس نے ایک ہی وقت میں اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے

ڈالی تھیں اس نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ کیا میرے لئے اب رجوع کی کوئی گنجائش ہے؟ حضرت ابن عباس نے سورۃ طلاق کی مذکورہ آیات کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''تو (طلاق سے متعلق احکام میں) اللہ سے نہیں ڈرا، لہٰذا اللہ نے اب تیرے لئے (اس) مصیبت (جس میں تو نے خود کو گرفتار کیا ہے) سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا، تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی (لہٰذا) تیری بیوی تیرے نکاح سے خارج ہوگئی۔''

اس کے بعد آپ نے سورۂ طلاق کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

و من یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا۔ (الآیۃ)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے (مصیبت سے نکلنے کے لئے) راستے پیدا کردیتا ہے۔

(رواہ ابوداؤد بسند صحیح)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اکٹھی تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ کوڑا لے کر اس پر چڑھ دوڑتے، اس کے بعد اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کرڈالتے۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

طلاق سے متعلق ان احکام میں شریعت کی یہ بہت بڑی مصلحت (کہ مرد کو نقصان ہو) تعددِ زوجات کی بغاوت کے باعث ہمارے معاشرے میں معطل ہوچکی ہے، اب کسی مرد نے اگر تین طلاقیں دی ہوں تو مرد کو تو کوئی ایسا خاص نقصان نہیں ہوتا جسے کوئی قابلِ تذکرہ نقصان کہا جاسکے اور وہ بہت آرام سے اس عورت کے متبادل بلکہ اس سے اچھی عورت تلاش کرسکتا ہے، بالغرض تلاش نہ بھی کرے تو بازار میں جب کھلا دودھ بہت ہے تو بھینس پالنے کی اسے ضرورت بھی نہیں......!!!، مگر عورت کا بیڑا غرق ہوجاتا ہے اور اس کی پہلی مرتبہ شادی جو اتنی اسکیموں اور بزرگوں کی خصوصی دعاؤں کے بعد ہوئی تھی اس کے شوہر کے اس ناجائز اقدام کی اس عورت کو اس کے کسی قصور کے بغیر ہی ایسی عبرتناک سزا ملتی ہے کہ طلاق کے متعلق موصول ہونے والے ایسے سوالات پڑھ کر دل کرتا ہے کہ کاش اس کے ''طلاقی شوہر'' کو زمانۂ جاہلیت کی طرح چوتھی، پانچویں اور چھٹی طلاق کا اختیار بھی ہوتا اور یوں جلد بازی میں تین طلاقیں دے کر اس نے اپنی بیوی کو معاشرے میں جو ایک ایسا ''تھوکا ہوا مال'' بناڈالا کہ جسے کوئی اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں اور آئندہ کے لئے بھی کسی اچھے مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی سے محروم کر ڈالا، تو مرد کو چوتھی طلاق کا اختیار دے کر نقصانات کا کاش کچھ تو ازالہ ممکن ہوتا......؟ شریعت نے تو تین طلاقوں کو اس لئے نافذ کیا تھا تاکہ مرد کو جرم کی سزا ملے......مگر آج مرد کے جرم کی سزا عورت کیسے کاٹتی ہے......اس کا اندازہ ایک خاتون کے ساتھ پیش آنے والے اس خط سے لگایئے جو اس خاتون کے قلم سے ''آپ کے مسائل کا حل'' والے کالم میں ضربِ مؤمن میں شائع ہوا۔ استاذِ محترم حضرت مفتی محمد صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے دیے گئے اس کے جواب کو خارج از موضوع ہونے کے باعث حذف کرکے صرف سوال نقل کررہا ہوں:

''میری والدہ کا میرے خاوند کے ساتھ جھگڑا ہوا اور میرا خاوند غصے والا ہے، وہ بے قصور تھا،

خوامخواہ میری والدہ نے جھگڑا بنا دیا جس سے میرے خاوند نے کہا: ''بند کر لے اپنی زبان کو ورنہ میں تیری بیٹی کو طلاق دے دوں گا۔''

مزید بات بڑھ گئی جس پر میرے خاوند نے کہا کہ ''تیری بیٹی میرے اوپر تین شرطیں طلاق ہے''

......مفتی صاحب! میرے غریب باپ نے مشکل سے میرا بوجھ ہلکا کیا تھا، جبکہ میں پھر ساری عمر کا بوجھ بن کر اپنے بوڑھے باپ کے کندھوں پر بیٹھ گئی ہوں، جناب میرا شوہر مجھے رکھنا چاہتا ہے اور میں بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ آپ حلالہ کرائیں، تو جناب میرا کوئی گناہ نہیں ہے، میں ساری عمر کے لئے اپنے پرائے میں بے غیرتی کی زندگی کیوں گزاروں؟ مرد کا کرنا دھرنا عورت کے گلے کا پھندا کیوں بنے؟ جبکہ یہ عورت ہی ہے جو ماں ہے تو اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور اگر بہن بیٹی ہے تو باپ اور بھائی کی پگڑی ہے، لیکن بیوی ہے تو خاوند کے پاؤں کی جوتی کیوں ہے؟ کیا اسے دنیا میں جینے کا حق نہیں ہے کہ بے گناہ ہونے کے باوجود ساری عمر لوگوں کے طعنے سنے اور پھر جو خاندان اس سے جنم دے وہ بھی لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو کہ تیری ماں نے حلالہ کرایا تھا اور تیری دادی نے فلاں کے ساتھ حلالہ کرایا تھا؟ یہ کتنی بے غیرتی کی بات ہے کہ تین نسلوں تک وہ اس لقب سے یاد ہوتی رہے؟ اسلام تو ایک ایسا وسیع مذہب ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے تو وہ قدرت والا معاف کرنے والا ہے۔ میرا خاوند اپنی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں پر شرمندہ ہے، کیا وہ اپنا قصور اللہ کے ہاں معافی مانگ کر یا کوئی صدقہ وغیرہ دے کر اپنے گناہ کا کفارہ ادا نہیں کر سکتا جس سے مجھے زندگی کی لعنت سے بچایا جائے؟ مفتی صاحب! خدا کے لئے میرے لئے اس کا کوئی حل نکالیں، اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں بھلائی دے گا، اس دور میں بھی عورت کے ساتھ وہی ہو رہا ہے جو جہالت میں کیا جاتا تھا اس لئے کہ یہ بے بس اور دلدل کی چکی میں پھنسی ہوئی ہے اور وہاں پڑھے لکھے انسان سے یہ الفاظ نکل جائیں تو پھر بھی......مگر ان پڑھ کے کہنے سے اتنی بڑا سزا عورت کے لئے کیوں ہے......؟'' (ن-ش-اٹک)

تین طلاقوں سے متعلق ایک اہم تنبیہ

واضح رہے کہ اس موقع پر بعض لوگ عورت پر ترس کھا کر ''مسلک اہل حدیث'' کے علماء سے فتویٰ لے لیتے ہیں کہ اکٹھی دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔ بندہ کا اس موضوع پر ایک رسالہ کمپوزنگ کے مراحل سے گذر رہا ہے اور ان شاء اللہ عنقریب شائع ہو جائے گا۔ اس رسالے میں بندہ نے مسلک اہلِ حدیث کے علماء کی طرف سے اس موقع پر دیئے جانے والے تمام کے تمام دلائل پر انتہائی شافی و کافی بحث کی ہے، اور بہت ہی پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہونے پر ایک بھی صحیح حدیث موجود نہیں، اور کسی ایک صحابی یا کسی ایک تابعی سے اس بارے میں صحیح سند سے

ثابت شدہ تو دور کی بات، کوئی ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی موجود نہیں، جس میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو کسی صحابی یا تابعی نے ایک قرار دیا ہو۔ اس کے خلاف قرآن وصحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں موجود صحیح سند سے ثابت شدہ احادیث اور صحابہ وتابعین کے کثیر فتاویٰ سے روزِ روشن کی طرح یہ بات ثابت ہے کہ سب حضرات رخصتی کے بعد ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے تھے۔ نیز تین طلاقوں کو تین قرار دینے کے اس حکم کو کوئی ''سیاسی'' حکم کے بجائے قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ایک مسلم حکم قرار دیتے تھے...... لہٰذا آنِ واحد کی تین طلاقیں قرآن، حدیث، اجماعِ صحابہ واجماعِ تابعین سے ثابت شدہ اسلام کا ایک قطعی اور یقینی حکم ہے اور اس بارے میں مسلک اہلِ حدیث کے کسی عالم سے فتویٰ لے کر اس پر عمل کرنا' ناجائز اور حرام ہے، اور اس فتوے کی بنا پر تین طلاقیں دے ڈالنے والے کی بیوی اس کے لئے ہرگز حلال نہ ہوگی۔

ایلاء کی بناء پر طلاق کے حکم کی حکمت معطل ہو چکی ہے

اگر کوئی شخص قسم اٹھالے کہ وہ اپنی زوجہ کے پاس کم از کم چار ماہ یا اس سے زائد مدت تک قریب نہیں جائے گا اور اس قسم پر قائم رہے تو چار ماہ کے بعد اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور وہ اس مرد کے نکاح سے آزاد ہو جائے گی۔ اس طرح سے قسم اٹھانے کو ایلاء کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی چار ماہ کے بعد طلاق واقع کرنے سے شریعت کا مقصد عورت کو اس مرد کے ظلم سے آزاد کرنا ہے، تاکہ نکاح کی قید سے آزاد ہونے کے بعد یہ عورت کہیں اور نکاح کر کے جنسی تسکین حاصل کر سکے اور اس کی عفت و پاکدامنی اس کے شوہر کی قسم کی بھینٹ چڑھنے کا خطرہ نہ رہے۔

قال فی الهداية: ''وإن لم يقربها حتى مضت أربعة أشهر بانت منه بتطليقة وقال الشافعی تبين بتفريق القاضی، لأنه مانع حقها فی الجماع فينوب القاضی منابه فی التشريح كما فی الجب والعنة ولنا أنه ظلمها بمنع حقها فجازاه الشرع بزوال نعمة النكاح، عند مضی هذه المدة وهو المأثور عن عثمان وعلی والعبادلة الثلاثة وزيد بن ثابت رضی الله تعالى عنهم وكفى بهم قدوة۔'' (كتاب الطلاق)

ترجمہ: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: ''ایسا شخص اگر چاہ ماہ تک زوجہ سے جماع نہ کرے تو عورت ایک طلاق کے ساتھ بائن (آزاد) ہو جائے گی، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نکاح از خود ختم نہ ہوگا بلکہ قاضی (عدالت) اس نکاح کو ختم کرے گا، کیونکہ مرد نے جب عورت کو جماع کا حق نہیں دیا (اور نہ ہی اسے طلاق دے کر راحت پہنچا رہا ہے) تو طلاق کے حق میں قاضی اس کے شوہر کے قائم مقام بن کر اس عورت پر طلاق واقع کرے گا، جیسا کہ نامرد اگر بیوی کو خود طلاق نہ دے تو قاضی طلاق دیتا ہے۔ ہماری (حنفیہ) کی دلیل یہ ہے کہ جب اس شخص نے اپنی زوجہ سے جماع کا حق چھین کر اس پر ظلم کیا تو (چار ماہ کی) اس (طویل) مدت کے گزرنے پر شریعت نے اس مرد سے نکاح کی نعمت کو (ناقدری کی بناء پر) چھین کر سزا دی ہے (یعنی نکاح از خود ختم ہو جائے گا) اور ایلاء کے بارے میں

یہی قول عثمان، علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور بطورِ (دلیل) واقتداء صحابہ کی یہ جماعت ہمارے لئے کافی ہے۔"

(الجزء الثانی من الہدایۃ، صفحہ ۴۱۱)

مگر اس زمانے میں چار ماہ کے بعد طلاق واقع کرنے سے مرد کے بجائے عورت کو زیادہ نقصان ہوگا، کیونکہ پہلے کم از کم اس کا امکان تو تھا کہ شوہر بعد میں تائب ہو کر ایلاء سے رجوع کرتے ہوئے "زندگی کے کسی موڑ" پر جماع پر آمادہ ہو جائے ورنہ اس کی بیوی کو نان نفقہ، رہائش وغیرہ تو بہرحال میسر ہوتی رہتی...... مگر آج اگر کوئی دو چار ماہ تک بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم اٹھالے تو چار ماہ کے بعد جب بیوی کا نکاح ختم ہو جائے گا تو اس منکوحہ کو اب چار ماہ تو کیا چار سال میں بھی کسی ہم پلہ مرد سے نکاح کر کے اس جنسی تسکین کو حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا...... جو فطرت نے اس میں ودیعت رکھی ہے...... پہلے تو جنسی تسکین اور عفت و پاکدامنی کا مسئلہ تھا، اب نان نفقے سے بھی گئی...... سبحان اللہ!!!...... اس موقع پر ملحد لوگ کیا کہیں گے کہ (معاذ اللہ) یہ کیسا مذہب ہے جس میں مرد کے کسی جرم کی بنا پر عنوان تو یہ قائم کیا جا رہا ہے کہ ہمارا مقصد مرد کو سزا دینا ہے مگر اس "سزا" کا سارا ملبہ عورت پر گر رہا ہے، جسے ظلم سے بچانے کے لئے یہ قانون بنایا گیا تھا۔

بہت آسانی سے سمجھ آنے والے ہم نے بطورِ مثال صرف یہ دو احکام ذکر کئے ہیں ورنہ نکاح، طلاق اور زوجین کے حقوق وغیرہ سے متعلق اور بھی ایسے اہم احکام ہیں جو شریعت نے دراصل دیئے ہی اس معاشرے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہیں جہاں تعدد زوجات کا بھرپور رواج ہو اور ان احکام کا پوری طرح انطباق یعنی Adjustment اس معاشرے پر ہو ہی نہیں سکتی جہاں ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا عملاً رواج ہی نہ ہو...... اختصار کے پیش نظر ہم نے انہی دو احکام پر اکتفا کیا......۔

اب تین طلاقوں کے بعد عورت جس ظلم کا شکار ہوتی ہے اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ شریعت کے ان احکام میں کچھ "تبدیلی" کر دی جائے اور انہیں "کانٹ چھانٹ" کر اس طرح سے ماحول اور معاشرے کے مطابق کر دیا جائے کہ یہ معاشرے پر پوری طرح منطبق ہو سکیں...... ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں کیونکہ شریعت کے احکام کا مدار حکمتوں پر نہیں ہوتا بلکہ علت پر ہوتا ہے، لہٰذا جب شریعت کے ان مضبوط اور محکم قوانین میں تبدیلی ممکن نہیں تو ایک ہی راستہ متعین ہو جاتا ہے کہ ہم نکاح کے بارے میں طلاق، ایلاء وغیرہ جیسے احکام، جس شریعت سے وصول کر رہے ہیں، نکاح سے متعلق تعدد زوجات والا حکم بھی اس شریعت کا قبول کریں ورنہ جو خاندان بھی نکاح سے متعلق آدھے قوانین میں شریعت کو معیار بنائے اور آدھے قوانین میں ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں، عیسائیوں، بدھ متوں اور یہودیوں کو...... تو ایسا...... خاندان "آدھا تیتر اور آدھا بٹیر" ...... والی مثال کا مصداق بن کر اپنی عورتوں کا بیڑا غرق کرنے کا سبب تو بنے گا ہی، ساتھ ساتھ قوم کے دلوں میں طلاق وغیرہ سے متعلق شرعی احکام کی توہین اور ان احکام سے بیزاری پیدا کرنے کا بھی سبب بنے گا جیسے کہ عملاً ہو بھی رہا ہے...... اور پھر لوگ نکاح و طلاق کے متعلق احکام میں اسلام ہی سے بیزار ہونا شروع ہو جائیں گے......

{فاعتبروا یا أولی الابصار...}

اہل علم کا بدنامی کے خوف سے چار شادیوں سے پرہیز

عرب میں دستور تھا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کو حقیقی بہو کی طرح سمجھ کر اس سے نکاح کو باعث عار اور غیرت کے خلاف سمجھتے تھے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی منہ بولی بہو یعنی حضرت زینت رضی اللہ عنہا سے نکاح کو واجب قرار دے دیا۔جس آیت میں اس حکم کا ذکر ہے اس آیت میں اس حکم کی دو حکمتیں بیان کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ:

منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کی پہلی حکمت

منہ بولی بہو جب حقیقی بہو نہیں تو شرعاً اس سے نکاح جائز ہے اور ایک کام جب شرعاً جائز ہوتا ہے، تو اسے باعث عار سمجھ کر اس پر اعتراضات کرنا ایک ایسا گناہ ہے کہ قوم کے رہبر اور مقتدیٰ پر اس کی اصلاح ضروری ہے لہٰذا قوم کے رہبر اور رہنما کو حکم ہوا کہ آپ اس رسمِ بد کے خلاف عمل کر کے اس کا خاتمہ کریں تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردہ ایک کام کو عملاً ''حلال'' ہی سمجھیں اور اس معاملے میں ......''لوگوں کے بگڑے ہوئے مزاج''......کی اصلاح ہو، کیونکہ ایک حلال کام کو باعثِ عار اور باعثِ عیب سمجھنا......مزاج کے بگڑنے کی علامت ہے، اس سے تین سبق حاصل ہوئے:

واقعہ سے ملنے والا پہلا سبق

بعض حضرات کہتے ہیں کہ دوسری شادی محض ایک مباح کام ہے اور اس پر عمل کر کے اہل علم اور دیگر نیک لوگ قوم کی طرف سے ''عیش پرستی''، ''شہوت پرستی'' کے جن طعنوں اور جس ''قیل وقال'' کا شکار ہو کر بدنام ہوتے ہیں اس ''بدنامی'' سے بچنا فرض ہے اور دیندار لوگ پہلے ہی ''بہت بدنام'' ہیں لہٰذا ایک ایسے عمل کے لئے خود کو تیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جس کی خود ان کی ذات کو بھی کوئی ضرورت نہیں، اور معاشرے کو اس کی بھی ''ضرورت'' نہیں۔ نیز یہ عمل فرض و واجب بھی نہیں، الغرض جب فرض و واجب بھی نہیں اور ضروری بھی نہیں تو محض ایک مباح کام کر کے اپنی بدنامی میں مزید اضافے کی ''چنداں'' ضرورت نہیں۔

آیت میں اس نظریے پر یوں ردّ ہے کہ اگر اپنی ذات، قوم یا معاشرے کو حلال کردہ اس فعل کی ضرورت نہ بھی ہو تو بھی ایک ایسے کام جسے اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں حلال قرار دے دیا ہو، اس سے اجتناب کر کے خود کو بدنامی سے بچانا اتنا اہم نہیں بلکہ اس سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ اس کام کو کر کے لوگوں کے ایسے بگڑے ہوئے مزاج کی اصلاح کی کوشش کی جائے کہ جس بگڑے ہوئے مزاج کے باعث وہ اللہ کی طرف سے واضح لفظوں میں حلال کردہ ایک عمل کو بدنامی کا سبب اور باعثِ عار سمجھ رہے ہیں۔

دوسرا سبق

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین اور یہود ونصاریٰ کے جن طعنوں کے خوف سے حضرت زینب رضی اللہ عنہ سے نکاح میں ہچکچاہٹ محسوس فرمارہے تھے، اس ہچکچاہٹ کا سبب مقصودی طور پر اپنی ذات کا دفاع نہ تھا، یعنی خود کو عربوں کے طعنوں سے بچانا مقصود نہ تھا، بلکہ بنیادی مقصد اسلام کا دفاع تھا، یعنی مقصد یہ تھا کہ اگر آپ عرب کی طرف سے ان طعنوں کا شکار ہوتے ہیں تو آپ کی ذات کے واسطے سے درحقیقت اسلام بدنام ہوگا۔ لوگ اسلام کے بارے میں بتائیں گے کہ...... یہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جو بہوؤں سے نکاح کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تو اسے فرض بھی قرار دے دیتا ہے......اور یہ ہیں اس دین کے بانی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو شادیوں پر ایسے حریص ہیں کہ (معاذ اللہ نقل کفر، کفر نباشد) اپنی بہو کو بھی پیغام دے ڈالا اور وہ بھی اس وقت کہ جب پہلے سے کئی شادیاں کر چکے ہیں...... یہ تو قوم کے مقتدیٰ اور رہبر ہیں...... انہیں تو شادیوں وادیوں جیسے کاموں سے ویسے ہی دور رہنا چاہئے تھا......مگر یہ ہیں کہ شادیوں پر شادیاں ہی کرتے چلے جارہے ہیں...... بڑا ترس آرہا ہے اپنی پھوپھی زاد پر...... بڑا شوق پیدا ہورہا ہے ان کا گھر بسانے کا......اصل شوق تو شادیوں کا ہے اور نام...... گھر بسانے...... زخموں کا مداوا کرنے...... بگڑے ہوئے مزاجوں کی اصلاح کرنے......اور (معاذ اللہ) شریعت کے مرے ہوئے حکم کو زندہ کرنے کا استعمال کیا جارہا ہے......گھر بسانے اور زخموں کے مداوے کے لئے دنیا میں دوسری عورتیں کیا کم پڑ گئیں تھیں...... جو ساری ہمدردیاں زینب جیسی حسن و جمال والی ''بہو'' پر ہی نازل ہو رہی ہیں (العیاذ باللہ)......وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اللہ کے نبی کو یہ خوف لاحق ہوا، جس کا قران نے {اتخشی الناس} (ترجمہ: کیا آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں؟) کے الفاظ سے اظہار کیا، کہ میری بدنامی دین کی اشاعت وتبلیغ میں خلل اور رکاوٹ بنے گی......مگر اللہ رب العزت نے جو تنبیہ فرمائی، اس کا حاصل یہ کہ اسلام کے دفاع سے مقصد جب اسلام کے نام کا دفاع نہیں بلکہ اسلام کے احکام کا دفاع ہے تو اسلام کے احکام میں ایک حکم یہ بھی تو ہے کہ منہ بولا بیٹا جب شریعت سے متعلق دیگر عام احکام میں حقیقی بیٹے کی طرح نہیں تو اس کی بیوی بھی حقیقی بہو نہیں، لہٰذا لوگوں کے دماغوں میں ایسی بہو سے نکاح کے عمل کی ناپاکی کو نکال کر اس کا حکم دفاع کرنا بھی درحقیقت اسلام ہی کا دفاع ہے، لہٰذا اسلام کے دفاع کا یہ طریقہ درست نہیں کہ خود اسلام کے احکام ہی اس سے متاثر ہونے لگیں لہٰذا جس شخص پر بھی اسلام کا دفاع جس درجہ واجب ہوگا، اسلام کے بقیہ احکام سمیت اس حکم کا دفاع بھی اس پر اسی درجہ واجب ہوگا......اور جو شخص قوم کا جتنا بڑا مقتدیٰ اور رہبر ہوگا، اسلام کے بقیہ احکام کے دفاع سمیت حسبِ استطاعت اس حکم کا دفاع بھی اس پر اسی درجہ واجب ہوگا۔

تیسرا سبق

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب نیت اچھی ہو یعنی اسلام کو بدنامی سے بچانا مقصود ہو تو اس وقت بھی نکاح کے معاملے میں بخل سے کام لینا شرعاً پسندیدہ نہیں تو نیت جب اسلام کا دفاع بھی نہ ہو بلکہ محض خود اپنی ذات کو بدنامی سے بچانا مقصود ہو، اس وقت

توبطریق اولیٰ شریعت کے چار شادیوں کے ایک ایسے حکم کی اہمیت بڑھ جائے گی جسے اللہ نے واضح لفظوں میں نہ صرف حلال قرار دیا ہو بلکہ پسندیدہ عمل قرار دے دیا ہو...... نبی کے عمل سے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہوں...... خلفائے راشدین اور صحابہ کی سنت بھی بنا دیا ہو...... لاکھوں عورتوں کی عصمت کی حفاظت کا واحد ذریعہ بنا دیا ہو...... امت کی تعداد میں اضافے اور اس اضافے کے ذریعے امت کو جہاد، زراعت، صناعت، تبلیغ اور تعلیم وغیرہ جیسے شعبوں میں قوت بخشنے کا وسیلہ بھی بنا دیا ہو...... بے حیائی اور بے ہودگی کے خاتمے یا اس میں کمی کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا کر باقاعدہ اس عمل کو عبادت قرار دے دیا ہو ...... اور یوں اس کے تقدس پر مہر ثبت کر دی ہو...... تو محض اپنی ذات کو بدنامی سے بچانے کے لئے ایک سے زیادہ شادیوں کے اس حکم سے اجتناب کی شریعت کیسے حوصلہ افزائی کر سکتی ہے......؟

وہ مسلمان جو دیندار ہیں انہیں دوبارہ غور کی دعوت دیتے ہوئے ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ہماری شریعت نے جب اسلام کو بدنامی سے بچانے کے لئے نکاح کے معاملے میں بخل کو پسند نہیں کیا تاکہ متبنیٰ کی زوجہ سے نکاح کے حلال ہونے کا حکم باقاعدہ عملی طور پر زندہ رہے...... تو یہی شریعت ان علماء و صلحاء کی کیسے حوصلہ افزائی کر سکتی ہے جو لوگوں کے طعنوں کے خوف سے محض اپنی ذات کو بدنامی سے بچانے کی خاطر تعدد زوجات کے ایک ایسے حکم پر عمل سے اجتناب کرتے ہیں جو منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ سے نکاح کے حکم سے بھی زیادہ مؤکد اور اہمیت کا حامل ہے......؟؟؟

منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کی دوسری حکمت

دوسری حکمت اس حکم کی وہ ہے جس کا قرآن مجید نے بہت ہی وضاحت سے ذکر کیا اور وہ یہ کہ

> زوّجنکھا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھنّ وطرا۔(سورۃ الاحزاب)
>
> ترجمہ: (اے نبی) ہم نے آپ کا (زینب سے) نکاح اس لئے کیا کہ (اگر کسی مسلمان کا کوئی منہ بولا بیٹا اپنی زوجہ کو طلاق دے دے یا اس کی زوجہ بیوہ ہو جائے تو) طلاق (یا بیوگی) کے بعد (آئندہ یعنی قیامت تک پیدا ہونے والے) مسلمانوں کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح) کے معاملے میں ذرا سی بھی تنگی (مشکل) نہ رہے۔
>
> (اہل علم کے لئے ملاحظہ: ذرا سی بھی تنگی والا ترجمہ ''حرج'' کی تنوین کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے)

اس آیت میں ذکر کردہ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت زینب سے نکاح کو اس لئے بھی واجب فرمایا کہ آئندہ جب بھی کوئی مسلمان اپنی منہ بولی بہو سے نکاح کرنا چاہے تو اس کے سامنے قوم کے رہبر اور مقتدیٰ کا عمل ہو اور رہبر کے اس عمل کو بطورِ حجت پیش کر کے وہ لوگوں کی زبانوں کو بند کر سکے اور یوں اس معاملے میں اس پر کسی بھی قسم کی معمولی سی بھی تنگی نہ رہے اور اس کے لئے اس نکاح کا عمل بہت سہل اور آسان ہو جائے...... کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف سے محض زبانی ترغیب ہوتی اور عملی نمونہ نہ ہوتا تو اس عمل سے نفرت پوری طرح نہ نکلتی اور وہ شخص جو منہ بولی بہو سے نکاح کرنا چاہتا وہ اس معاملے میں حرج اور تنگی کا شکار رہتا۔

خدارا ذرا سوچئے! مسلمانوں کی مجموعی اور کل آبادی کو دیکھا جائے تو اس کثیر آبادی کے مقابلے میں اولاً تو کتنے تھوڑے اور معمولی سے لوگ ہوتے ہیں جو کسی کو منہ بولا بیٹا بناتے ہیں...... پھر ان منہ بولا بیٹا بنانے والوں میں بھی کتنے قلیل لوگ ایسے ہوں گے جن کے یہ بیٹے اپنی بیویوں کو طلاق بھی دیتے ہوں گے...... پھر ان طلاق یافتگان میں کتنی قلیل منہ بولی بہوئیں ایسی ہوں گی جن سے ان کے منہ بولے سسر کو نکاح کی حاجت اور خواہش بھی ہوگی...... ایسی حاجت اور خواہش رکھنے والے منہ بولے سسروں میں پھر مزید کتنے قلیل افراد ہوں گے جن کی منہ بولی بہوئیں ان سے نکاح پر راضی بھی ہوں گی...... الغرض منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کے جائز ہونے والے حکم سے فائدہ حاصل کرنے کی نوبت، درحقیقت بہت ہی قلیل در قلیل در قلیل...... افراد کو پیش آسکتی تھی...... نیز ان قلیل حضرات کے اس قسم کے نکاح سے اجتناب میں انفرادی یا اجتماعی سطح پر کوئی خاص نقصان کا اندیشہ بھی نہ تھا...... مگر ان...... بہت ہی تھوڑے سے...... افراد کو محض ایک حلال نعمت سے فائدہ اٹھا سکنے والے ...... ''انتہائی معمولی ضرر'' ...... اور معمولی نقصان سے بچانے کی خاطر اس معاملے میں بھی کسی مؤمن پر کسی قسم کے معمولی حرج اور تنگی کو برداشت نہ کیا گیا اور قوم کے امیر اور مقتدیٰ کے لئے صرف زبان سے نہیں بلکہ رہبر پر عمل کو صرف اس لئے واجب قرار دیا گیا کہ ان انتہائی تھوڑے سے لوگوں پر بھی اس معاملے میں اتنی معمولی سی تنگی بھی نہ رہے۔

اس کے برعکس تعدادِ زوجات جیسے حلال کام کی ضرورت تو لاکھوں نوجوانوں کو ہے اور اس سے اجتناب کے باعث لاکھوں مرد لاکھوں عورتیں جس نقصان سے دوچار ہیں وہ نقصان بھی اس نقصان سے کئی گنا بڑھ کر ہے، جو منہ بولی بہو سے نکاح نہ کرنے کی صورت میں ہوسکتا ہے...... کیا یہ حقیقت نہیں کہ کتنے شادی شدہ مرد ایسے ہیں جنہیں ان کی ازواج قریب پھٹکنے نہیں دیتیں...... کتنوں کی بیویاں کسی بیماری کے باعث یا فطری طور پر نسوانی حسن سے عاری ہیں اور ان کے شوہر ان پر قناعت کر کے عفت و پاکدامنی حاصل نہیں کر سکتے...... بہت سوں کی بیویاں کسی بیماری کے باعث طویل مدت تک جماع کے قابل نہیں رہتیں...... کتنوں کی بیویاں شوہر کے لئے زینت اختیار نہیں کرتیں...... کتنے مرد جوان ہیں مگر ان کی بیویاں عمر میں اضافے کے باعث نسوانی حسن کھو چکی ہیں...... اور پھر بے حیائی کا وہ دور جہاں صبح و شام رقص و سرود کی رنگارنگ تقریبات اور اشتہارات پر مشتمل نت نئے ''ڈیزائن'' مرد کو اپنی طرف کھینچتے ہوں...... ان حالات میں مرد کے سامنے حلال راستوں میں تنگی پیدا کرنا، اس کے لئے حرام کا دروازہ چوپٹ کھول دینے کے مترادف ہے......

چنانچہ متبنّٰی کی زوجہ سے نکاح کے حلال ہونے والے حکم کی نسبت چار شادیوں کے حلال حکم پر عمل میں غیر معمولی حرج اور تنگی اور اس تنگی کی بناء پر اس حکم سے اجتناب کے باعث نہ صرف لاکھوں مرد ایک بہت بڑے ضرر میں مبتلا ہیں...... بلکہ لاکھوں کنواریوں، لاکھوں بیوگان، لاکھوں طلاق یافتہ کی عصمتیں بھی داؤ پر لگی ہوئی ہیں...... لاکھوں مالی کفالت یا ''ٹائم پاس'' کرنے کے لئے روزگار کی محتاج ہیں...... لاکھوں عورتیں مجبوراً روزگار پر قبضہ کر کے لاکھوں مردوں کی بے روزگاری کا سبب بن رہی ہیں...... لاکھوں والدین بچیوں کی شادی کی خاطر فرض حج کو مؤخر کر رہے ہیں...... ہزاروں والدین کو مکانوں اور

پلاٹوں پر ''برائے فروخت'' کی تختیاں لٹکانا پڑ رہی ہیں...... ہزاروں اپنی بچیوں کی شادیوں کے لئے بزرگوں سے دعائیں کراتے پھر رہے ہیں...... لاکھوں لڑکیاں نوجوانوں سے ازخود دوستیاں لگا کر انہیں اپنی طرف راغب کرنے کے لئے مجبور ہو رہی ہیں......اور درجنوں اس مشن میں ''الحمدللہ'' کامیاب بھی ہو رہی ہیں...... ہزاروں والدین جہاں کوئی مناسب لڑکا نظر آتا ہے اسے اپنی بچیوں کی زیارت کرانے کے لئے بچیوں سمیت اس کے ہاں بن بلائے جادھمکنے لگے ہیں......سینکڑوں بزرگ جن سے بچیوں کی شادی کی دعا کرائی جاتی وہ اپنی بچیوں کے لئے اپنے سے بڑے بزرگوں کو تلاش کر رہے ہیں...... سینکڑوں اپنی بہنوں کے غم میں دوسروں کی بہنوں کا بیڑا غرق کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں...... ہزاروں مائیں اپنی بچیوں کو کسی مناسب غیر محرم سے ٹیوشن اس لئے پڑھوا رہی ہیں کہ ٹیوٹر اسے پسند کر کے اس سے نکاح کرے اور درجنوں ''الحمدللہ'' اس مشن میں کامیاب بھی ہو رہی ہیں...... ہزاروں والدین مناسب داماد کی ''دریافت'' اور پھر اسے ''پھانسنے'' پر پھانسنے والے کو معقول کمیشن دے رہے ہیں......لاکھوں کنواریاں جن کی حیاء کی لاج رکھ کر ایجاب وقبول کے لئے انہیں سر ہلانے کا حکم دینے کی زحمت گوارا نہ کی گئی وہ اپنی شادی کے لئے صبح وشام وظیفے پڑھتی پھر رہی ہیں اور صراحۃً دعا مانگ رہی ہیں کہ یااللہ! مناسب رشتہ بھیج دے...... بہت سے وہ خاندان جو جوتیاں گھسوا کر لڑکیاں دیا کرتے تھے، مکان پر برائے فروخت کی تختی لٹکا کر بھی مناسب داماد کو متوجہ کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں...... چنانچہ یہ اور ان سے بھی بڑھ کر بہت سے ایسے نقصانات ہیں جن سے مرد، عورت اور اجتماعی سطح پر پوری قوم کو واسطہ پڑ رہا ہے......اور رفتہ رفتہ جن کا سدباب بھی مزید مشکل ہوتا جا رہا ہے......تو جب تعددِ زوجات والے حکم سے لوگوں کا واسطہ منہ بولی بہو سے نکاح والے حکم کی نسبت زیادہ پڑتا ہے...... نیز تعدد زوجات میں جو مصلحتیں ہیں وہ منہ بولی بہو سے نکاح والے حکم کی مصلحتوں سے کئی گنا زائد ہیں......اور تعدد زوجات والے حکم سے اجتناب کے نتیجے میں جو نقصانات ہوتے ہیں وہ متبنی کی زوجہ کے نکاح سے اجتناب والے نقصان سے بھی کئی گنا زائد ہیں ......تو ایک سے زائد بیویاں رکھنے والا حکم...... اللہ کی قسم! کئی اعتبار سے اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ قوم کے مقتدیان اور رہبروں پر اس حکم کی عملی ترغیب اس حد تک لازم ہو کہ اس ترغیب سے ان کی اقتداء کرنے والے ان کے متبعین کے بگڑے ہوئے مزاج کی اصلاح بھی ہو اور ان متبعین میں سے کسی پر بھی اس حکم پر عمل کے معاملے میں ''کسی بھی قسم کی'' تنگی نہ رہے۔

الغرض منہ بولی بہو سے نکاح کی ان دو حکمتوں

① حلال کام کو معیوب سمجھنے والے بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح

② اس حکم پر عمل کے معاملے میں کسی پر ذرا سی بھی تنگی نہ رہے

کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو سورۂ حجاب کی ان آیات کی روشنی میں ''بطریق دلالۃ النص ''جس شخص میں بھی مقتدی، رہبر، مربی اور قائد ہونے کا جتنا زیادہ عنصر پایا جائے گا، اپنے متبعین کی اصلاح کی خاطر اس پر اسی قدر ذمہ داری عائد ہو گی کہ وہ تعدد زوجات کے ایک ایسے حکم کا عملی اقدام کرے، جس کی اہمیت وضرورت منہ بولی بہو کی زوجہ سے نکاح والے حکم سے کئی گنا زائد ہے، تاکہ دونوں حکمتیں حاصل ہوں، یعنی اس رہبر کی اقتداء کرنے والے اس کے مریدوں اور شاگردوں کے بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح ہو اور ان میں سے جب بھی کوئی دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کرنا چاہے تو وہ اس معاملے میں......

''ذرا سی بھی تنگی''......محسوس نہ کرے......کسی مسلمان خاندان کے مسلمان بڑوں پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ (بشرط عدل و بلحاظ حیثیت و استطاعت) وہ ایک سے زائد بیویاں رکھیں تاکہ ان کے چھوٹوں کے بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح ہو اور جب کوئی انہیں طعنہ دے تو خاندان کے ان بڑوں کی مثال پیش کر کے وہ خود کو بھی اس عمل کا پوری طرح مستحق ثابت کر سکیں اور یوں خاندان کے بڑوں کے عمل کے باعث ان چھوٹوں میں کوئی بھی فرد اس معاملے میں خود پر......''ذرا سی بھی''......تنگی محسوس نہ کرے......ملک کے مفتیانِ کرام اور علماءِ کرام پر شاید زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ زبانی ترغیب کے ساتھ اس سنت کا رواج ڈالیں تاکہ ان پر اعتماد کرنے والے اور ان سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے......''بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح ہو''......اور ان مسلمانوں میں سے جب کوئی اس سنت پر عمل کرنا چاہے تو اس پر اس معاملہ میں......''ذرا سی بھی''......تنگی نہ رہے......

پیرومرشد پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایک سے زائد بیویاں رکھیں تاکہ ان پیرومرشد کی اتباع کرنے والے ان کے لاکھوں عاشقین، اللہ کی طرف سے حلال کردہ ایک حکم سے نفرت عملی طور پر ترک کر کے اپنے بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح کریں، نیز ان لاکھوں مریدین میں سے عفت و پاکدامنی اور نظر کی حفاظت کے پیش نظر کوئی اس سنت کو فروغ دینا چاہے اور ساری عمر محاسبوں، مراقبوں کے تکلفات میں حیران و سرگرداں رہنے کے بجائے ایک سے زیادہ شادیوں کے ذریعے اپنی نظر کی حفاظت اور مکمل عفت و پاکدامنی کا انتظام کرنا چاہے......اس حلال کام کو باآسانی اور بسہولت کر سکے اور اس معاملے میں اس پر ''ذرا سی بھی''......تنگی نہ رہے، نیز ان مشائخ کی خواتین مریدنیاں بھی ان مشائخ کے ایسے اچھے مرید سے باآسانی نکاح کر سکیں، جو مرید پہلے شادی کر چکے ہوں اور ان مشائخ کے ''اچھے مریدوں'' پر ایک ہی عورت قبضہ کر کے نہ بیٹھ جائے اور یوں اس طرح سے مشائخ کی ان سینکڑوں خواتین مریدنیاں بدنظری سے بچنے کے لئے محاسبوں اور مراقبوں کے تکلفات میں حیران و سرگرداں رہنے کے بجائے نکاح کی نعمت سے باآسانی مستفید ہو سکیں اور اس معاملے میں ان خواتین میں سے کوئی بھی خاتون جب اپنے پیر صاحب کے کسی ایسے مرید سے نکاح کرنا چاہے جو پہلے سے شادی شدہ ہوں تو وہ خاتون باآسانی اس سے نکاح کر سکیں اور اس معاملے میں اس خاتون پر......''ذرا سی بھی''......تنگی......اور......مشکل نہ رہے۔

کن احکام میں لوگوں کے مزاج کی رعایت جائز ہے؟

شریعت کے جس حکم میں کوئی اہم اور بڑی مصلحت پوشیدہ نہ ہو، اس میں لوگوں کے مزاج کی رعایت جائز ہے البتہ جس حکم میں کوئی اہم مصلحت پوشیدہ ہو اس میں لوگوں کے مزاج کی رعایت درست نہیں۔

سورۂ حجاب کی مذکورہ بالا آیت کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس میں دلالت ہے کہ جس فعل میں کوئی دینی مصلحت ہو جیسے اس قصے میں مصلحت تھی، اس میں ملامت کی پرواہ نہ کرنا چاہئے اور وہ مصلحت وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''مومنین پر منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کے معاملے میں ذرا سی بھی تنگی نہ رہے۔'' (بیان القرآن، ۲/۵۱)

بعض اکابر کی رائے کے مطابق اہل علم پر تعددِ زوجات کی عملی ترغیب لازم ہونی چاہئے، زبانی کافی نہیں

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

مجھے نکاحِ بیوگان کے متعلق پہلے بڑا شبہ تھا کہ علماء اس کی اس قدر کوشش کیوں کرتے ہیں؟ نکاحِ ثانی کوئی واجب نہیں، فرض نہیں، صرف سنت ہے۔ علماء یہی کہہ دیں کہ سنت ہی سمجھنا واجب ہے، باقی عملاً اس کے درپے کیوں ہوتے ہیں؟ کئی سال تک مجھے یہ شبہ رہا، بچپن کا زمانہ تھا، پھر الحمدللہ سمجھ میں آ گیا کہ چونکہ فساد عملی ہے اس لئے اصلاح بھی عملی ہونی چاہئے محض قولی (زبانی) اصلاح کافی نہیں۔''

(تحفۃ العلماء: ۸۶/۲، ترتیب مولانا مفتی محمد زید بحوالہ احسن العزیز)

بندہ عرض کرتا ہے کہ حکیم الامت کی اس تحریر کے مطابق نکاحِ بیوگان کی نسبت تعدد زوجات کا حکم اس کا زیادہ لائق ہے کہ اہل علم اس کا عملی تدارک کریں، درج ذیل وجوہ سے:

① بیوگان کا نکاح تعددِ زوجات کی ترغیب کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

② تعدد زوجات کے حکم میں موجود حکمتیں و مصلحتیں محض بیوگان کے نکاح کی حکمتوں سے کئی گنا زائد ہیں۔

③ تعددِ زوجات کے حکم کی بغاوت سے اجتماعی سطح پر قوم جن نقصانات سے دوچار ہے، یہ نقصانات بھی بیوگان کے نکاح نہ ہونے والے نقصانات سے کئی گنا زائد ہیں۔

④ بیوگان کے نکاح کی نسبت معاشرے میں مرد کے لئے تعددِ زوجات والے حکم کو کئی گنا زیادہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔

پس حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحریر کے مطابق درجِ بالا چار وجوہِ ترجیح کی بناء پر تعددِ زوجات کی عملی ترغیب کی اہمیت، بیوگان کے نکاح کی عملی ترغیب کی اہمیت سے چار گنا زائد ہے۔

خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔"

''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میری اور خلفاءِ راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجموعہ چار شادیاں کیں۔ (طبری: ۳۵۱/۲) اور آپ کی شادیوں کی یہ تعداد بقیہ تین خلفاء (عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی شادیوں کی تعداد سے کم ہے، کیونکہ زمانۂ اسلام میں آپ کی زندگی کا حصہ بقیہ تین خلفاء کی نسبت کم گزرا کیونکہ قبولیتِ اسلام کے وقت آپ عمر کے لحاظ سے بقیہ تین خلفاء کی نسبت بڑے تھے، خلفاء راشدین میں دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ شادیاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیں اور آپ نے مجموعہ آٹھ شادیاں

کیں۔(البدایہ: ۸/ ۴۸) مگر آپ کی شادیوں کی یہ تعداد بقیہ دو خلفاء (یعنی عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی شادیوں کی تعداد سے حقیقتاً یا حکماً کم ہے، (کما سیأتی) کیونکہ زمانۂ اسلام میں بقیہ دونوں خلفاء کی نسبت آپ کی زندگی کا حصہ کم گزرا اور یوں آپ کو زمانۂ اسلام میں بقیہ دونوں خلفاء کی نسبت شادیوں کا موقع کم ملا۔

خلفاء راشدین میں دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ شادیاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہونی چاہئیں تھیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں (اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی پر سوکن لانا مناسب نہیں سمجھا، لہٰذا) آپ کی مجموعہ شادیوں کی تعداد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آٹھ ہی ہے۔(البدایۃ: ۸/ ۱۲۱) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سے آپ کا نکاح نہ ہوتا تو شادیوں کی یہ تعداد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شادیوں کی تعداد سے یقیناً بڑھ جاتی کیونکہ آپ کی زندگی کا جو حصہ زمانۂ اسلام میں گزرا وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زندگی کے گزرنے والے حصے سے زیادہ ہے، یوں آپ کو ان بقیہ دونوں صحابہ کی نسبت زمانۂ اسلام میں شادیوں کا زیادہ موقع ملا۔

چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اسلام جب دنیا میں آیا تو آپ اس وقت بقیہ تین خلفاء کی نسبت عمر میں سب سے کم تھے، لہٰذا بقیہ تین خلفاء کی نسبت آپ کی جوانی و زندگی کا سب سے زیادہ حصہ زمانۂ اسلام میں گزرا، یوں آپ کو زمانۂ اسلام میں شادیوں کا موقع بھی سب سے زیادہ ملا، چنانچہ خلفاء راشدین میں آپ نے سب سے زیادہ نکاح فرمائے اور شہادت کے وقت آپ کے نکاح میں چار بیویاں اور انیس (19) باندیاں تھیں۔صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں:

"فلما ماتت تزوج بعدها بزوجات كثيرة، وتوفی عن أربع"
(حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے بہت سے نکاح کئے)
پھر اس کے بعد صاحبِ بدایہ نے آپ کی بیویوں اور کچھ باندیوں کے نام ذکر فرمائے۔(البدایۃ: ج۸)

صحابہ کرام نے نکاح کی کثرت اسلام کی ترغیب سے متاثر ہو کر کی

خلفاء راشدین کے نکاحوں کی تعداد کی طرف جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو آپ اس حقیقت پر مطلع ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ ان خلفاء میں جس کی زندگی کا جتنا زیادہ حصہ زمانۂ اسلام میں گزرا، اس کی شادیوں کی تعداد بھی اتنی ہی زیادہ تھی، سوائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے، کہ ایک عارضے کی وجہ سے ان کی شادیوں کی تعداد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادیوں کے برابر ہے۔

خلفاء راشدین کی شادیوں کی تعداد کا یہ تناسب یقیناً بات کی واضح علامت ہے کہ ان حضرات نے یہ شادیاں اسلام کی ترغیب سے متاثر ہو کر کیں، چنانچہ اگر عرب کے سابق دستور کے مطابق شادیاں کرتے تو سب سے زیادہ شادیاں حضرت ابوبکر کی ہونی چاہئیں تھیں...... کیونکہ آپ عمر میں ان سب سے بڑے تھے......اور بقیہ تین کی نسبت آپ کی عمر کا سب سے

زیادہ حصہ زمانۂ جاہلیت میں گزرا......مگراس کے باوجود آپ نے محض مجموعہ چار شادیاں کیں جو بقیہ تین خلفاء کی نسبت تعداد میں سب سے کم ہیں،......دوسرے اور تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ شادیاں عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہونی چاہئیں تھیں کیونکہ حضرت علی کی نسبت ان دونوں حضرات کی عمر کا زیادہ تر حصہ زمانہ جاہلیت میں گذرا......لیکن ان کی شادیوں کی تعداد حضرت علی کی شادیوں کی تعداد سے کم ہے......اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو چونکہ بچپن ہی میں مسلمان ہو گئے تھے لہٰذا اسلام کی روشنی سے متعارف ہونے کے بعد آپ پر تو سب س زیادہ ''ذمہ داری'' عائد ہوتی تھی کہ آپ شادیوں وادیوں کے ''چکروں'' سے خود کو جتنا محفوظ رکھ سکتے تھے، محفوظ رکھتے......اور عرب کے متعدد شادیوں والے جاہلیت کے دستور کا جتنا گلا گھونٹ سکتے تھے، گھونٹ دیتے......مگر عجیب بات یہ ہے کہ آپ کی شادیوں کی تعداد بقیہ تین خلفاء کی نسبت سب سے زیادہ ہے......!!!

کیا صحابہ نے غیر معمولی قوت کی وجہ سے زیادہ شادیاں کی تھیں؟

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ حضرات چونکہ غیر معمولی جسمانی قوت کے حامل تھے اس لئے ان حضرات کے لئے ایک بیوی کافی ہو ہی نہیں سکتی تھی، اس لئے گویا نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوراً چار چار شادیاں کرنا پڑیں......مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ بلاشبہ ان حضرات میں قوتِ جسمانی بہت تھی، مگر صبر کا ماڈہ اور دنیا سے بے رغبتی اس جسمانی قوت کے معاملے میں اور بھی زیادہ تھی، شدید بھوک کے باوجود بعض مرتبہ سارا دن ایک کھجور پر گزارا کرنا، ان حضرات کا ہی کام تھا، آج جسمانی کمزوریوں کے باعث کسی بھی نوجوان کو کھل کر بھوک لگے یا نہ لگے، کھاتا بہرحال چار آدمیوں کا کھانا ہے، باقی خواہشات کو اسی پر قیاس فرمالیں، نیز خواہش نفسانی تو باندیوں سے بھی پوری ہوسکتی ہے، جبکہ باندیوں کے وہ حقوق بھی نہیں ہوتے جو بیویوں کے ہوتے ہیں......تو پھر بہت سے صحابہ باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر کے خود کو عدل کے احکام کا پابند کیوں بنا لیا کرتے تھے......؟ یہ تمام امور اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ یہ حضرات صرف اور صرف اسلام کی ترغیب کی بنا پر زیادہ شادیاں کرتے تھے، اس کی بنا نہ تو زمانہ جاہلیت کا رواج تھا اور نہ ہی جسمانی قوت وطاقت۔

صحابہ کے دور میں نکاح سے باز رکھنے والی دو رکاوٹیں کامل طور پر موجود تھیں، مگر......

عجیب بات یہ ہے کہ جیسے ہم نے پہلے عرض کیا کہ آج نکاح میں دو چیزیں سب سے زیادہ رکاوٹ بنتی ہیں:

① دین کی خدماتِ متعدیہ کا جذبہ اور ان میں ہمہ تن مشغولیت

② غربت

مشاہدہ ہے کہ بہت سے اہل علم حضرات اس خوف سے جلد نکاح یا متعدد نکاح نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ دین کی خدمات لے رہے ہیں تو اہل وعیال کی کثرت، ان کے معاش کی فکر اور سوکنوں کے جھگڑے نمٹانے کے چکر میں ان خدمات میں کمی واقع نہ ہوجائے۔

صحابہ کرام میں نکاح سے روکنے والی یہ دونوں رکاوٹیں یعنی دین کی (خدمات کا جذبہ، ان میں عملی مشغولیت اور غربت)

بطریقِ اتم موجود تھیں، دین کی خدماتِ متعدیہ میں سب سے مشکل اور افضل ترین اور دنیا کی تمامتر مرغوبات سے سب سے زیادہ غافل کردینے والی خدمت ''جہاد'' ہے، صحابہ اس وقت ان خدمات اور جہاد میں مشغول تھے جب اسلام کو جہاد اور اس جیسی دوسری خدمات کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اور پھر جہادی مصروفیت بھی ایسی کہ روم اور فارس اور ان جیسی نہ معلوم مزید کیسی بڑی بڑی سلطنتوں سے ٹکر تھی کہ جنہوں نے مٹھی بھر مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا تہیہ کر رکھا تھا، دوسری طرف علمی میدان میں دشمنانِ اسلام کی سازشیں چاروں طرف سے بھرپور طریقے سے اُمڈ کر اسلام اور اسلام کے بنیادی عقائد سے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرکے پورے اسلام ہی کو مشکوک بنانے اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلی ہوئی تھیں۔

خود مسلمانوں میں کہیں منکرینِ زکوٰۃ کا فتنہ پیدا ہورہا تھا، کہیں منکرینِ تقدیر کا، معتزلہ، خوارج، جہمیہ جیسے فرقے اور فتنے جنم لے رہے تھے، اندازہ لگایئے کہ دشمنانِ اسلام کی یہ سازشیں کتنی زورآور اور طاقتور ہوں گی کہ دشمنانِ اسلام اور اسلام کا لبادہ اوڑھنے والے یہ منافقین ان صحابہ کی صفوں میں گھس کر ان کے درمیان ایسی غلط فہمیاں پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ جس کے باعث وہ صحابہ کہ جن کے {رحماء بینھم} ہونے کی گواہی خود قرآن نے دی ہے، کچھ وقت کے لئے ان کی تلواریں بھی آپس میں بے نیام ہوگئیں اور جنگ جمل اور جنگ صفین کا معرکہ وجود میں آیا۔

مگر صحابہ کرام بھی ان اختلافات اور اسلام اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے ان تمامتر فتنوں کے باوجود دنیا کی تمامتر مرغوبات کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا کر {کزرع أخرج شطأہ} کا مصداق بن کر...... اسلام کا وہ ننھا سا پودا جس کی بنیاد ان کی محبوب ترین ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، نبی کے یہ جانثار اور سچے وفادار، تمام کے تمام ساتھی مل کر اس پودے کی طرف بڑھنے والے طوفانوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہوگئے اور علمی اور جہادی ہر میدان میں ان طوفانوں کا رُخ موڑنے اور اپنے خون سے اس پودے کی آبیاری میں لگے رہے۔

یہ صحابہ ہی کی ہمت اور خدماتِ دینیہ میں ہمہ تن اور انتھک مشغولیت تھی کہ دشمنانِ اسلام کی ہر میدان میں چاروں طرف سے اس زبردست یلغار کے باوجود اسلام کا یہ ننھا سا پودا زوردار آندھیوں اور طوفانوں کے سامنے بھی تھوڑے ہی عرصے میں مضبوط تناور درخت {فاستغلظ فاستویٰ علی سوقہ} اور {یعجب الزّراع لیغیظ بھم الکفار} کا مصداق بنتا چلا گیا، مگر جہادی اور علمی میدان کی یہ تمام تر قربانیاں اور دنیا سے غایت درجہ کی بے رغبتی صحابہ کرام کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح کی کثرت والی سنت سے بہرحال باز نہ رکھ سکی اور بھلا باز رکھتی بھی کیسے......؟ صحابہ تو دیکھ چکے تھے کہ ان سے زیادہ غریب اور مسکین تو ان کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان کی محبوب ترین ہستی سید المرسلین کہ جن کا فقر اختیاری تھا، جو چاہتے تو اُحد پہاڑ اُن کے لئے سونے کا بنادیا جاتا...... مگر اس کے باوجود غربت کے باعث گھر میں چالیس چالیس دن چولہا جلنے کی نوبت نہ آتی، جس نے اپنے اختیار سے دنیا کی تمامتر حلال چیزوں میں بھی غایت درجہ کی قناعت سے کام لے کر ایک دن پیٹ بھرنا اور ایک دن بھوکا رہنا گوارا کیا، مگر اس کے باوجود بیویوں کے بارے میں نہ صرف یہ کہ قناعت نہیں کی بلکہ ''أتزوج النساء'' کہہ کر اس کی قولی وعملی ترغیب بھی دے ڈالی، بلکہ جب غربت کے باعث امہات المومنین نے مالِ غنیمت کا سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی طرف سے یہ حکم سنادیا کہ میرے ساتھ اگر اسی حال میں رہنا ہے تو

رہو کیونکہ مجھے فقر و فاقہ اتنا محبوب ہے کہ میں اسے تمہاری خاطر ترک نہیں کرسکتا...... البتہ اگر تم نے کسی بھی وجہ سے طلاق لے لی تو میں بہر حال پھر بھی نکاح کی کثرت سے باز نہیں آؤں گا بلکہ تمہارے سوا پھر دوسری متعدد عورتوں سے نکاح کروں گا۔

{عسى ربه إن طلقكن أن يبدله أزواجا خيرا منكن مسلمات مؤمنات...}

صحابہ دیکھ چکے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا 27 مرتبہ گھوڑے کی پشت پر سوا ہو کر بنفس نفیس جنگ کے لئے نکلنا اور اپنے سینکڑوں جانثاروں کو میدانِ جنگ میں اتارنا، خود کو ''نبی الملاحم'' (گھمسان کی جنگوں والا نبی) کہہ کر فخر کرنا ''لو ددت أن أقتل في سبيل الله'' جیسے جملہ کہہ کر چار مرتبہ خدا کی راہ میں شہید ہونے کی تمنا کرنا اور شہادت کا جذبہ رکھنا وغیرہ جیسی باتوں میں سے کوئی بات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی کثرت سے نہ روک سکی۔

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نبی کے یہ سب سے قریبی ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ ان پر دین کی خدمات اور حفاظت کی سب سے بڑی ذمہ داری ایک ایسے وقت میں آن پڑی کہ جب نبی کی وفات کے باعث اپنوں ہی کو سنبھالا دینا مشکل ہو رہا تھا، عمر بن الخطاب جیسے قوی القلب صحابی بھی شدتِ غم کے باعث تلوار لے کر کھڑے ہو رہے ہیں کہ ''جو یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، اس کی گردن اڑ دوں گا۔''

ایک ایسے وقت میں کہ جب اپنوں کے حوصلے جواب دے رہے ہوں، حضرت ابوبکر کا ''من كان منكم يعبد محمد فإن محمدا قدمات'' (کہ جو تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں، ''من كان منكم يعبد الله فانه حي لا يموت'' (اور جو تم میں اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اور اس پر موت کبھی طاری نہیں ہوتی) جیسے جملوں کا مرہم لگا کر دین کی خاطر صبر و ہمت و استقلال کا جذبہ بیدار کرتے ہوئے صحابہ کو سنبھالا دے رہے ہیں اور ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ ہلکا نہ ہوا تھا کہ جھوٹی نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے لشکر کی روانگی فرما رہے ہیں...... اس فتنے کو کچلنے ہی پائے تھے کہ اس لڑائی میں حفاظ کی ایک بڑی تعداد شہید ہونے کے باعث ایک دوسرا اور اہم مسئلہ ''حفاظتِ قرآن'' کا کھڑا ہو گیا...... یہ فتنہ تھما تھا کہ منکرینِ زکوٰۃ کا فتنہ کھڑا ہو گیا...... ان سب فتنوں کی سرکوبی میں مصروفیت کے ساتھ ساتھ اسلامی حدود کو بڑھانے کے لئے اسلامی سرحدات کے قریب بسنے والے کفار سے اقدامی جہاد بھی تسلسل کے ساتھ جاری تھا...... مگر یہ تمام تر متعدی خدمات اور اعصاب شکن مصروفیات آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں والی سنت سے نہ روک سکیں۔

یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نکاح کی کثرت اور پھر آپ کی اولادوں کا اس سلسلے کو جاری رکھنے کا اور اس بناء پر پیدا ہونے والی کثیر نسل ہی کا تو اثر ہے کہ آج آپ کو دنیا کے ہر خطے اور ہر قوم کے مسلمانوں میں آپ کی اولاد میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ''صدیقی'' بکثرت ملیں گے۔

سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو خلافت کا عظیم بار اٹھانے اور شدید غربت کے باعث پیوند زدہ کپڑوں کے باوجود پہلے سے بیویاں موجود ہوتے ہوئے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو ان کی بچی سے نکاح کے لئے پیغام نکاح بھیج رہے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے نکاح کی کوئی حاجت نہیں بھی ہوتی تو بھی محض اس لئے نکاح کر لیتا ہوں کہ کثرتِ نکاح کے باعث قیامت تک پیدا ہونے والی میری کثیر اولاد، اور میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی کثرت کی وجہ سے باعثِ فخر بن سکے۔

یہ حضرت عمر کے نکاح کی کثرت اور پھر آپ کی اولادوں کی اولاد کا اس سلسلے کو جاری رکھنے اور اس بناء پر پیدا ہونے والی کثیر نسل ہی کا اثر تو ہے کہ آج آپ کو دنیا کے ہر خطے اور ہر قوم کے مسلمانوں میں حضرت عمر کی طرف منسوب ''فاروقی'' بکثرت ملیں گے۔

سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

یہ تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جنہوں نے دشمنانِ اسلام کی طرف سے اٹھنے والی سازشوں اور سخت فتنوں میں اپنی جان ہی قربان کر ڈالی اور خلافت کا بار ایک ایسے وقت میں اٹھائے رکھا کہ جب آپ کو دشمنانِ اسلام کی طرف سے ہر محاذ پر اعصاب شکن الجھنوں اور پیچیدگیوں میں مبتلا کیا جا رہا تھا، مگر ایسے وقت میں خلافت کا یہ عظیم بار اور خدماتِ متعدیہ میں کمر توڑ دینے والی مصروفیتیں آپ کو بھی نکاح کی کثرت سے نہ روک سکیں، حتیٰ کہ پہلے سے تین مسلمان بیویوں کی موجودگی میں ایک عیسائی عورت کو نکاح کا پیغام بھیج کر اس سے نکاح فرما رہے ہیں (یہ کتابیہ بعد میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئی تھی) یوں آپ کی حیات کے وہ آخری ایام جو آپ کی زندگی میں شاید سب سے زیادہ پُر آزمائش اور مصروف ترین تھے ان ایام میں بھی چار سے کم بیویوں پر راضی نہیں ہوئے اور بالآخر جامِ شہادت نوش کر جاتے ہیں اور شہادت کے وقت آپ کے نکاح میں چار بیویاں موجود تھیں...... حضرت عثمان کو ان فتنوں سے بھرے اور مصروف ترین ایام میں ذرا بھی تو خیال نہ آیا کہ ایک نہیں...... دو نہیں...... تین نہیں...... ان فتنوں کے زمانے میں بھی چار کا عدد پورا کرنا، ایسا ضروری کام ہے کہ یہ کام اگر نہ ہوتا تو گویا اسلام کا کوئی بہت بڑا رکن چھوٹ جاتا......؟ چلو! اگر اسلام دنیا میں مکمل پھیل چکا ہوتا، خلافت کی ذمہ داری بھی نہ ہوتی...... ہر طرف امن وامان ہوتا...... مکمل فراغت ہوتی...... تو فراغت کے ایسے ایام میں کہ جب کسی کے پاس کرنے دھرنے کا اور کوئی کام ہی نہ ہوتو پھر تو کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ جب کرنے کا اور کوئی کام دھندا ہی نہیں تو شادیوں جیسے ''فضول ترین'' کام کے ذریعے ٹائم پاس کیا جائے...... مگر قوم جن افراد سے امیدیں لگائے بیٹھی ہے وہ ہی اگر دوسری شادی جیسی ''بچکانہ'' حرکتیں شروع کر دیں تو قوم کا کیا ہوگا......؟

بہرحال حضرت عثمان نے مصروفیت اور آزمائشوں کے ان ایام میں بھی معلوم نہیں ''چار'' کا نصاب پورا کیوں کئے رکھا......؟

یہ حضرت عثمان کی متعدد شادیوں اور اس بناء پر ہونے والی ان کی کثیر اولاد ہی کا تو نتیجہ ہے کہ آج آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں حضرت عثمان کی طرف منسوب ''عثمانی'' بہت کثرت سے نظر آئیں گے، جن میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ......، مفتی رفیع عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جیسے وہ جلیل القدر علماء بھی موجود ہیں کہ جن کے علم وتقویٰ کی پورے عرب وعجم میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ ان شاء اللہ یہ اور آج سے پہلے اور مزید قیامت تک آپ کی اولاد میں پیدا ہونے والی علماء وصلحاء کی صورت میں نا معلوم کتنے ''عثمانی'' اپنی کثرت کے باعث ان شاء اللہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث افتخار بنیں گے وہاں بروزِ محشر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی باعثِ افتخار ہوں گے۔

صحابہ کرام اگر دین کی ان خدمات میں مشغولیت کے باعث ایک آدھ بیوی اور ایک آدھ بچے پر اکتفاء کرتے تو ان کی اولادوں میں صدیقی النسب مولانا قاسم نانوتوی، مولانا محمد الیاس دہلوی جیسے صاحبِ علم......اور فاروقی النسب، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے علم وفضل والے......اور حضرت عثمان کی طرف منسوب عثمانی النسب حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی، شبیر احمد عثمانی، حضرت مفتی شفیع عثمانی، مفتی رفیع عثمانی اور حضرت مفتی تقی عثمانی حفظہم ورحمہم اللہ تعالیٰ جیسے دین کی جلیل القدر خدمات سرانجام دینے والے جبالِ علم شاید پیدا نہ ہوتے۔

سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ نے جب خلافت کا بار اٹھایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جو فتنے تھے، ان فتنوں سمیت مزید ایک اور فتنے میں اضافہ ہو چکا تھا اور وہ فتنہ و اختلاف قاتلینِ عثمان کے قصاص سے متعلق تھا، چنانچہ آپ کی خلافت کا تو ابتداء سے انتہاء تک پورا دور ہی ایسی آزمائشوں میں گزرا کہ ان آزمائشوں میں شادیوں جیسے ''فضول ترین کام'' کی طرف توجہ جانا ہی محال نظر آتا ہے مگر آپ بھی شہادت کے وقت چار بیویاں اور انیس باندیاں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نکاح کی کثرت کا شوق کتنا تھا؟ اس کا اندازہ ذرا اس روایت سے لگایئے:

عن سليمان بن القاسم حدثني أم زينب أن أم سعيد أم ولد علي رضي الله عنه حدثتها، قالت أصب على عليّ رضي الله تعالى عنه الماء وهو يتوضؤ، فقال: ياأم سعيد قد اشتقت أن أكون عروسا، قالت: فقلت ويحك ما يمنعك ياأمير المؤمنين؟ قال أبعد أربع . . . ؟ قالت: فقلت طلق واحدة منهن وتزوج أخرى، قال: إن الطلاق قبيح أكرهه۔'' (سنن البيهقي الكبرىٰ، رقم: ١٣٦٢)
ترجمہ: ''ام سعید جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی ہیں، فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت علی کو وضوء کرواتے ہوئے آپ پر پانی ڈال رہی تھی، اس دوران آپ فرمانے لگے کہ اے ام سعید! میرا دل

کرتا ہے کہ میں شادی کروں......فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: امیر المومنین! آپ کے لئے شادی کرنا بھلا کیا مشکل؟ حضرت علی نے تعجب سے فرمایا کہ کیا چار بیویاں ہوتے ہوئے بھی......؟ (یعنی چار پہلے سے موجود ہیں ان کی موجودگی میں کیسے کرلوں......؟)

اُم سعید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان میں کسی ایک کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کرلیں، حضرت علی نے فرمایا کہ طلاق بری چیز ہے اور میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔''

سوچئے......! اتنی ساری باندیوں کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نکاح کا شوق کیوں پیدا ہو رہا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد شادیوں سے اگر معاذ اللہ محض خواہش نفسانی کی تکمیل تھی تو مزید باندیوں کا شوق پیدا ہوتا، خواہشِ نفس تو باندیوں سے بھی پوری ہوسکتی ہے اور ان کا حصول آسان ہونے کے ساتھ ان کے نہ تو وہ حقوق ہوتے ہیں جو بیویوں کے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں ''عدل'' جیسے تکلّفات کی ضرورت پڑتی ہے، نیز ان سے بہت سی مزید دوسری ایسی خدمات بھی لی جاسکتی ہیں جو آزاد عورت اور بیوی سے نہیں لی جاسکتیں......؟

عدل نہ کرنے کی وعیدیں سننے کے باوجود صحابہ نکاح کو ترجیح دیتے تھے

صحابہ کے دور میں ایسا بہت ہوا ہے کہ اپنی باندیوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا گیا اور خود کو عدل اور بیوی کے ایسے حقوقِ واجبہ کا مکلف بنالیا گیا جن کی ادائیگی باندی کے حقوق کی ادائیگی کی نسبت بہت مشکل ہوتی ہے، حالانکہ خواہش نفس تو باندی سے بھی پوری ہوسکتی ہے۔

یہ سب حالات اس بات کی واضح علامت ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نکاح کی کثرت کا یہ شوق محض جاہلیت کے دستور یا معاذ اللہ خواہشِ نفس کی بناء پر نہ تھا بلکہ اسلام کی ترغیبات نے ان کے دلوں میں یہ شوق پیدا کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ شادیاں اسلام کی ترغیب سے متاثر ہو کر کیں۔

عدل کی شرط لگانے کا مقصد دوسری شادی کی حوصلہ شکنی نہیں

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرات اچھی طرح جانتے تھے کہ عدل نہ کرنے پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان وعیدوں سے شریعت کا مقصد متعدد شادیوں کی حوصلہ شکنی نہیں بلکہ بیویوں کے حقوق کا تحفظ ہے...... چنانچہ باندی کو آزاد کر کے اسے بیوی بنانے والے صحابہ کے اس طرزِ عمل میں ان بعض اہل علم پر رَد ہے کہ جن کا یہ نظریہ ہے کہ دوسری شادی کو عدل کی کڑی شرط کے ساتھ مشروط کرنے سے شریعت کا مقصد تعددِ زوجات کی حوصلہ شکنی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تقریباً اکتیس (31) کے نام تو مؤرخین نے ذکر فرمائے ہیں جن میں چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہیں۔ فجميع ولد علي أربعة عشر ذكرا و سبع عشرة أنثى۔ (البداية) مگر یہ وہ ہیں جن کے نام مؤرخین ذکر کر سکے......وگرنہ آپ کی اولاد میں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کا نام کتب تاریخ میں نہ آسکا۔

وكان لعليّ أولاد كثيرة ... فمن أولاده ممن لا يعرف۔ (البداية والنهاية: ج ۸)

نیز ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں کہ کربلا میں اور کفار کے خلاف برسرِ پیکار ہو کر دوسرے محاذوں پر جامِ شہادت نوش کرتے ہوئے جوانی ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس اولاد سے چلا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہوئی، حضرت فاطمہ کے صرف دو بیٹے زندہ رہے، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس لحاظ سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد بہت تھوڑی تھی مگر حضرت حسن نے بہت کثرت سے نکاح کر کے پیغمبر کی اولاد کی تعداد کی اس کمی کو ایسا پورا کیا کہ مسلمانوں کی مختلف اقوام میں کثیر تعداد میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ''سید'' آپ کو بکثرت نظر آئیں گے ان میں گو بہت سے ''فراڈی'' بھی ہوں گے مگر جیسے ہم نے پہلے عرض کیا کہ ایسے سیدوں کی بھی کمی نہیں جن کے پاس بڑی حفاظت سے اپنے شجرۂ وانساب سلفاً وخلفاً آج تک موجود ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو جوانی کی دہلیز پر قدم ہی چاروں طرف سے اٹھتے ہوئے فتنوں اور سازشوں کے دور میں رکھا اور آپ کی شہادت بھی کسی باغی کے زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی اور یوں ان فتنوں کی سرکوبی میں آپ نے بھی اپنی جان پیش کر ڈالی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور مصروفیتوں کا کچھ تذکرہ

تقویٰ وخشیت

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ابنِ شوذب سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین (اس طرح خلافت سے دستبرداری میں تو) بڑی عار (اور شرمندگی) ہے......؟ آپ نے فرمایا کہ عار، جہنم کی نار (آگ) سے بہتر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں چلیں اور ایک دوسرے کا خون ہوا اور بروزِ محشر میں اس کا ذمہ دار ٹھہروں ان سب باتوں سے دنیا کی عار اور وقتی ذلت ورسوائی مجھے زیادہ محبوب ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد میں بیٹھے اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے جب تک کہ سورج بلند نہ ہو جاتا، نیز آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ میں نے اس کے گھر کی طرف پیدل سفر نہ کیا ہو، چنانچہ آپ نے کوفہ سے بیس مرتبہ پیدل حج فرمایا۔

فحش گوئی سے اجتناب اور خوش اخلاقی

محمد بن اسحق مشہور مؤرخ اور تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھے گفتگو کرتا ہوا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ کوئی بھی اچھا نہ لگتا تھا، آپ جب گفتگو فرماتے تو یہ تمنا ہوتی تھی کہ خاموش نہ ہوں، نیز فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے منہ سے ایک مرتبہ کے سوا زندگی بھر کوئی سخت جملہ کبھی نہ سنا اور وہ ایک مرتبہ والی سخت بات یہ ہے کہ آپ کا کسی بات پر عمرو بن عثمان سے لین دین کا کچھ جھگڑا ہوا تو آپ نے عمرو بن عثمان کے بارے میں کہا کہ ''اس کے لئے ہمارے پاس سوائے ایسی چیز کہ کے کچھ نہیں جس سے اس کی ناک خاک آلودہ ہو جائے'' میں نے آپ سے جو کچھ سنا تو ان تمام تر کلاموں میں آپ کی زبان سے نکلا ہوا یہ سب سے سخت ترین جملہ تھا۔

بردباری اور قوتِ برداشت

رزین بن سوار کہتے ہیں کہ مروان بن عبدالملک اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کچھ جھگڑا تھا، مروان حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلسل سخت سے سخت الفاظ کہتا رہا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے سنتے رہے، اس دوران مروان کو ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے دائیں ہاتھ سے ناک صاف کی، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنا چاہیئے، مروان اس موقع پر آپ کی اس تنبیہ سے خوش ہو کر رہ گیا......

جویریہ بنت اسماء کا بیان ہے کہ جب حضرت حسن کا انتقال ہوا تو مروان آپ کے جنازے پر رویا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان سے کہا کہ تم اب ان کے جنازے پر کیوں روتے ہو حالانکہ تم پہلے تو انہیں پریشان کرتے تھے؟ مروان نے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو پریشان کرتا تھا کہ جس میں برداشت کی طاقت اس پہاڑ سے بھی زیادہ تھی۔

علم کا شوق اور اہمیت

امام احمد اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن ابان سے مروی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو جمع کر کے فرمایا:

> تعلموا: فإنكم صغار قوم اليوم وتكونوا كبارهم غدا، فمن لم يحفظ منكم فليكتب"(بيهقی)
>
> ترجمہ: ''اے میرے بیٹو اور بھتیجو! علم حاصل کرو اس لئے کہ آج تو تم قوم میں چھوٹے ہو مگر کل قوم کا بڑا تمہی کو بننا ہے اور تم میں سے جو علم کی بات حفظ نہ کر سکے، اسے چاہیئے کہ وہ لکھ لیا کرے۔''

غیر معمولی سخاوت

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری مال و دولت کی نعمت سے بھی خوب نوازا تھا، مگر آپ اللہ تعالیٰ کی راہ

میں خرچ بہت کیا کرتے تھے۔

صاحبِ بدایہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر معمولی جود وسخا کے حامل تھے، محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ بسا اوقات آپ کسی شخص کو انعام میں (خوش ہو کر) ایک لاکھ درہم بھی دے دیا کرتے تھے۔ سعید بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس ہزار درہم کا انتظام کردے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کے یہ الفاظ سن لئے اور گھر جا کر خادم کے ہاتھوں اس شخص کے پاس دس ہزار درہم بھجوا دیئے۔ مؤرخین نے اس واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حبشی غلام کو اس طرح سے روٹی کھاتے ہوئے دیکھا کہ ایک لقمہ خود کھاتا اور دوسرا اپنے کتے کو کھلاتا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ اس غلام نے کہا کہ مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں خود تو کھاؤں اور اپنے سامنے کھڑے اس کتے کو نہ کھلاؤں...... (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ) اس غلام سے فرمایا کہ تم ادھر ہی ٹھہرو اور یہاں سے جانا نہیں...... یہ کہہ کر آپ اس غلام کے مالک کے پاس تشریف لے گئے اور اس مالک سے یہ غلام اور وہ باغ جس میں مالک رہتا تھا خرید کر اس غلام کو آزاد بھی کر دیا اور غلام کو اس باغ کا مالک بھی بنا دیا...... کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنی کسی حاجت کو پورا کروانے کے لئے حاضر ہوا، آپ اعتکاف میں تھے مگر اس کی حاجت کو پورا کرنے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنا مجھے ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے۔

محمد بن سیرین یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دستر خوان کی طرف کسی کو دعوت نہیں دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ کھانا کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کی طرف باقاعدہ دعوت کی ضرورت ہو، جس کا دل چاہے ہمارے ساتھ کھا لیا کرے ''لا منة لنا فيه على أحد'' ایسا کرنے میں ہمارا اس پر کوئی احسان نہ ہوگا۔ (البدایۃ: ۸/۲۹۷)

حضرت حسن کی عبادت اور مصروفیتیں آپ کو نکاح کی کثرت سے نہ روک سکیں

مگر عجیب بات یہ ہے کہ آپ کا غیر معمولی تقویٰ اور دوسرے عمدہ اوصاف اور مختلف جہادی اور سیاسی مصروفیتیں، علم کی طرف رغبت، عبادت وتسبیحات کی کثرت، بیس مرتبہ پیدل حج جیسے سفر، غیر معمولی سخاوت وغیرہ جیسی تمام خصلتیں اور امتِ مسلمہ کی اجتماعی وانفرادی خدمتوں کے جذبوں میں سے کوئی جذبہ، نکاح کی کثرت سے آپ کو بھی باز نہ رکھ سکا، چنانچہ مؤرخین ومحدثین آپ کے درجِ بالا اور اس جیسے مزید دوسرے عمدہ اوصاف بیان کر کے آپ کی نکاح کی کثرت کی عادت بیان کرنا ترک نہیں کرتے۔ متعدد مؤرخین کا بیان ہے کہ:

> كان كثير نكاح النساء وكان قل ما يحظين عنده وكان قل امرأة تزوجها إلا أحبته وضنت به... قالوا: وكان كثير التزوج، وكان لا يفارقه أربع حرائر، وكان مطلاقا مصداقا، يقال: إنه أحصن سبعين امرأة، وقيل سبعمائة وقيل ألف امرأة وربما كان يعقد العقد على أربعة في المجلس ويفارق أربعة... وقد قال علىّ لأهل الكوفة: لا

تزوجوه، فإنه مطلاق، فيقولون: والله ياأمير المؤمنين! لوخطب إلينا كل يوم لزوجناه منا من شاء، ابتغاء في صهر رسول الله عليه وسلم۔
وقال أبو جعفر: قال عليّ ياأهل كوفة! لاتزوجوا الحسن بن على، فأنه مطلاق، فقال رجل من همدان: والله لنزوجنه، فما رضى أمسك وما كره فارق...
(البداية:۸/۲۹۷)

فرماتے ہیں کہ حضرت حسن نکاح بہت کثرت سے فرماتے اور کسی بھی عورت کو آپ کے نکاح میں بہت ہی کم مدت رہنا نصیب ہوتا، کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ جو آپ سے نکاح کرتی مگر یہ کہ اس عورت کو آپ سے غیر معمولی محبت ہو جاتی...... مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ نکاح بہت کثرت سے فرماتے اور کوئی بھی وقت آپ پر ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں چار عورتیں آپ کے نکاح میں نہ ہوتی ہوں، طلاق بھی بہت کثرت سے دیا کرتے تھے اور نکاح کے وقت بیوی کو مہر بہت زیادہ دیا کرتے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے مجموعہ ستر شادیاں کیں، بعض نے کہا کہ سات سو شادیاں کیں اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ نے مجموعہ ایک ہزار نکاح کئے، بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ بیک وقت آپ نے چار بیویوں کو طلاق دی اور ایسا بھی ہوا کہ بیک وقت چار عورتوں سے نکاح فرمایا...... (آپ کی طلاق کی اس کثرت کو دیکھ کر ایک مرتبہ) حضرت علی نے اہل کوفہ کو (جمع کر کے ان سے) فرمایا کہ اے اہلِ کوفہ! حسن سے اپنی بیٹیوں کا نکاح نہ کرایا کرو کیونکہ حسن طلاق بہت کثرت سے دیتا ہے، اہل کوفہ نے حضرت علی کی یہ نصیحت سن کر کہا کہ اے امیر المومنین! اگر (آپ کے بیٹے) حسن (ہماری بچیوں کے لئے) روز روز بھی نکاح کا پیغام بھیجیں تو وہ (ہماری بیٹیوں/ بہنوں میں سے) جس سے بھی چاہیں گے، خدا کی قسم ہم ان کا نکاح ضرور کرا دیں گے (اگرچہ بعد میں طلاق ہی کیوں نہ دیں) تا کہ اپ کے بیٹے کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری قرابت داری قائم ہو جائے۔

ابوجعفر کا بیان ہے کہ حضرت علی نے اہلِ کوفہ سے فرمایا کہ (تم لوگ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا) نکاح حسن سے نہ کیا کرو کیونکہ وہ طلاق کی کثرت کے مرتکب ہوتے ہیں، آپ کی یہ بات سن کر ہمدان قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ (ہم اپنی بیٹیوں/ بہنوں کا) خدا کی قسم ان سے نکاح ضرور کریں گے، پھر حسن کی مرضی کہ جسے چاہیں اپنے نکاح میں باقی رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دے کر علیحدہ کر دیں۔“

مہر کی کثرت کی ایک جھلک

”عن محمد بن سيرين قال تزوج الحسن بن عليّ امرأة فبعث إليها بمائة جارية، مع

کل جارية ألف درہم . . .“

ترجمہ: محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت حسن نے ایک عورت سے نکاح کیا اور بطورِ مہر اسے سو باندیاں دیں اور ہر باندی کے ساتھ ایک ہزار درہم بھی دیئے۔ (البدایہ: ۸/ ۲۹۷)

وفی مأثر الإنافة: ”کان رضی اللہ تعالٰی عنه تزوج كثيرا من النساء فصعد علی کرم اللہ وجهه علی المنبر وقال: أيها النّاس! ألا یزوّجن أحد منكم الحسن بن علی، فإنه مطلاق، فنهض رجل من همدان قبيلة من اليمن وقال: واللہ لنزوجنه، إن أمهر، أمهر كثيفًا، وإن أولد، أولد شريفًا، فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنه ذلک: لو كنت بوابا علی باب الجنة لقلت لهمذان: ادخلی بسلام۔“ (مأثر الإنافة: ۱/ ۱۰۵)

ترجمہ: ”حضرت حسن نکاح اتنی کثرت سے فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کوفہ کی جامع مسجد کے) منبر پر چڑھ پڑے اور لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! خبر دار تم میں سے کوئی بھی (اپنی بیٹیوں / بہنوں کا) (میرے بیٹے) حسن سے نکاح نہ کرائے کیونکہ وہ طلاق دے دیتے ہیں، (آپ کی یہ بات سن کر) ہمذان نام کے یمنی قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! ہم تو (اپنی بیٹیوں / بہنوں کا) ان سے ضرور نکاح کرائیں گے (خواہ بعد میں طلاق ہی دے دیں، کیونکہ) آپ جب مہر دیتے ہیں تو بہت زیادہ دیتے ہیں اور جب آپ کے ہاں ولادت ہوتی ہے تو عزت دار بچے کی ولادت ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ جس کی بیٹی سے بھی نکاح کرتے ہیں تو یہ بیٹی ایک ایسے بچے کی ماں بننے کا شرف حاصل کرتی ہے جس کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے اور اس کے ذریعے اس عورت کے پورے خاندان کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری قائم رہ جاتی ہے، یعنی خواہ آپ بعد میں طلاق ہی کیوں نہ دے دیں، دنیوی اور اخروی یہ مصلحتیں تو بہر حال حاصل ہو ہی جاتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ جن عورتوں کو طلاق دی جا رہی ہے جب خود انہی کو کوئی اشکال نہیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عادت کے پہلے سے مشہور و معروف ہونے کے باوجود بھی عورتیں آپ سے نکاح پر آمادہ ہیں تو آپ اہل کوفہ کا یہ جواب اور ہمدان قبیلے کا یہ جذبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتے داری پیدا کرنے کا یہ شوق سن کر خوش ہو کر فرمانے لگے:

”لو كنت بوابا علی باب الجنة، لقلت لهمدان: ادخلی بسلام۔“

اگر میں جنت کے کسی دروازے پر متعین ہوتا تو ہمذان قبیلے کو دیکھ کر ان سے کہتا کہ اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

طلاق دیتے وقت بیوی کو بہت مال و دولت دے کر رخصت فرماتے

مؤرخین آپ کی اس عادت کا بھی خصوصیت سے ذکر فرماتے ہیں کہ گو کہ آپ طلاق کثرت سے دیتے مگر جس عورت کو طلاق دیتے، اسے عزت و احترام سے بہت زیادہ مال و اسباب کے ساتھ رخصت فرماتے، اس نوع کا ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ ہو:

''ایک دن آپ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دی، ایک کا تعلق بنی اسد سے تھا اور دوسری کا بنوفزارۃ سے، طلاق دے کر اپنے خادم کے ہاتھوں دونوں میں سے ہر ایک کے لئے دس دس ہزار درہم اور شہد سے بھرا ایک ایک مٹکا بھجوایا اور غلام سے فرمایا کہ دونوں کے سپرد یہ مال کر کے دیکھو کہ اس موقع پر دونوں کیا کہتی ہیں اور پھر واپسی پر مجھے اطلاع دو۔

وہ زوجہ جس کا تعلق بنوفزارہ سے تھا اس مال کو دیکھ کر خوش ہو کر کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ حسن کو اس مال کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں اور دعائیں دینے لگی......مگر بنواسد والی اس کثیر رقم اور شہد سے بھرے مٹکے کو دیکھ کر کہنے لگی کہ جس محبوب سے جدائی ہو رہی ہے اس کے مقابلے میں یہ مال بہت کم ہے۔

غلام نے دونوں کے تاثرات حضرت حسن کو پہنچا دیئے، حضرت حسن نے یہ تاثرات سن کر بنوفزارہ والی کو چھوڑے رکھا اور بنواسد والی کی طلاق سے رجوع فرمالیا۔'' (البدایۃ والنھایۃ: ۳۸/۸)

''سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت حسن کی زوجہ عائشہ بنت خلیفہ آپ سے کہنے لگی کہ آپ کو خلافت مبارک ہو، حضرت حسن (غضبناک ہو کر) فرمانے لگے کہ امیر المؤمنین کی موت پر مجھے مبارک باد دے رہی ہو......؟ اور فوراً انہیں طلاق دے دی، آپ کی زوجہ کہنے لگی کہ میرا ارادہ بھلائی کے سوا کسی چیز کا نہ تھا، حضرت حسن نے طلاق دینے کے بعد مہر کا بقیہ حصہ اور اس کے ساتھ دس ہزار درہم کی مزید اضافی رقم ایک خادم کے ہاتھوں انہیں بھجوادی، خادم نے جب یہ بھاری رقم عائشہ بنت خلیفہ کے سامنے رکھی تو وہ یہ رقم دیکھ کر رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ جس محبوب سے جدائی ہو رہی ہے اس کے مقابلے میں یہ رقم بہت تھوڑی ہے، خادم نے حضرت حسن کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی زوجہ کی یہ بات سن کر رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میں نے بائن طلاق نہ دی ہوتی تو میں رجوع کر لیتا۔'' (کتاب السنن، رقم: ۸۳)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عظیم مفسر، مفتی، نبی کے چچازاد بھائی ہیں کہ جن کا زورِ علم اور بصیرتِ فقہیہ ایسی تھی کہ کم عمر ہونے کے باوجود خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں بڑے کبار صحابہ کی مجلس میں بٹھاتے، تو جب اتنے بڑے محدث اور فقیہ تھے تو علمی طور پر مصروف کتنے ہوں گے......؟ یہ وہی ابن عباس ہیں جو کوفہ میں خوارج کے سامنے مناظرے بھی کیا

کرتے تھے، اپنے شاگردوں میں سے ایک جلیل القدر تابع سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے کم عمر شاگرد (کہ کم عمری کے باعث جن کی داڑھی بھی نہ نکلی تھی) کو نصیحت کرتے ہوئے ان سے فرمارہے ہیں کہ:

"تزوجوا، فان خیر هذه الأمة أكثرهم نساء" وفی روایة: "كان خيرنا أكثر نساء"
ترجمہ: "نکاح کرو اس لئے کہ اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی بیویاں سب سے زیادہ ہیں، دوسری روایت میں ہے کہ ہم میں بہتر وہ تھا جس کی بیویاں زیادہ تھیں۔" (صحیح بخاری)

تو جب اپنے شاگرد کو اتنی کم عمری میں "ایسی ایسی" باتوں کی "یوں" ترغیب دے رہے ہیں تو خود بھی ان پر عمل کیا ہوگا، کیا یہ ممکن ہے کہ زبان سے زیادہ بیویاں رکھنے کے عمل کو فضیلت والا عمل قرار دے رہے ہوں اور خود ساری عمر یہ سوچ کر ایک آدھ بیوی پر قناعت کی ہو کہ:......ضرورت کیا ہے......؟

مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مغیرۃ بن شعبہ صاحب علم اور جلیل القدر صحابی ہیں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے، زمانہ اسلام میں آپ نے بھی بہت کثرت سے نکاح کئے۔ (تہذیب الکمال: رقم: ۶۱۳۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح مال و دولت کی نعمت سے بھی خوب نوازا تھا، اپنا ایک مرتبہ کا واقعہ سناتے ہیں:

"عن بكر بن عبد الله المزنى عن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى عنه قال: خطبت امرأة، فذكرتها لرسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: فقال لى: هل نظرت اليها؟ قلت: لا، قال: فانظر، فانه أحرى أن يؤدم بينكما . . . قال فنظرت اليها ثم تزوجتها، قال: فما وقعت عندى امرأة بمنزلتها ولقد تزوجت سبعين أو بضعًا وسبعين امرأة۔"
(سنن البيهقى الكبرىٰ: ۸۴/۷)
ترجمہ: "فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا اور اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: "نہیں"، فرمایا کہ پہلے (ایک نظر) اسے دیکھ لو اس لئے کہ اس بات میں اس کا زیادہ امکان ہے کہ تم دونوں (میاں بیوی) کے درمیان محبت دائم رہ سکے، فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے اسے (ایک نظر) دیکھا اس کے بعد اس سے نکاح کیا اور میں نے (زندگی بھر میں) ستّر سے کچھ زائد نکاح کئے ہیں (مگر میری زندگی میں جتنی عورتیں میرے نکاح میں آئیں) سب سے بہترین بیوی یہی ثابت ہوئی۔"

حضرت مغیرۃ کا ایک دلچسپ ملفوظ

صاحب الواحدة يحيض بحيضها:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بیوی والے کی بیوی جب بیمار ہوتی ہے تو یہ بھی بیمار پڑ جاتا ہے اور جب اس کی بیوی کو حیض کے ایام آتے ہیں تو اسے بھی ایام آنا شروع ہوجاتے ہیں (یعنی عملی طور پر بھی اپنی بیوی کی طرح جماع کے قابل نہیں رہتا) اور دو بیویوں والا دو بھڑکتی ہوئی آگوں کے درمیان رہتا ہے۔ (چنانچہ اس بناء پر آپ کا نظریہ یہ تھا کہ بیویوں کی تعداد کم از کم تین ہونی چاہئے اور خود) بیک وقت چار عورتیں آپ کے نکاح میں رہتیں۔ (تہذیب الکمال: رقم: ۶۱۳۲)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں، انہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مال، اولاد، عمر میں برکت اور آخرت میں مغفرت کی خصوصی دعا بھی دی تھی، فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی یہ برکات میں نے اپنی آنکھوں سے ایسی دیکھیں کہ مال اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا کہ بصرہ میں میرے دو باغ ہیں جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتے ہیں اور میرے سوا کسی کا باغ بھی سال میں دو مرتبہ پھل نہیں دیتا (مگر سخاوت اتنی تھی کہ اس مال کو جمع بالکل نہیں فرماتے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ: "ما أملك صفرآء و لا بيضآء الا خاتمي۔" (رقم: ۱۳۶۱۹) میرے پاس اس انگوٹھی کے سوا کوئی سونا اور چاندی نہیں۔ عمر میں برکت اتنی دی کہ مجھے زندہ رہتے ہوئے اب لوگوں سے شرم آنے لگی اور رب سے ملاقات کا شوق پیدا ہونے لگا، آخرت میں مغفرت کی امید اللہ تعالیٰ سے لگائے بیٹھا ہوں اور اولاد میں برکت اتنی ہوئی کہ مجھے میری بیٹی امینہ نے بتایا میں اپنی صلبی (یعنی پوتے نواسے اس میں شامل نہیں) اولاد میں ایک سو بیس (120) کو تو دفن کر چکا ہوں۔ (صحیح بخاری: رقم ۱۸۸۱)

کہا جاتا ہے کہ بصرہ میں چار اشخاص ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد میں "سو" (100) تو صرف نرینہ اولاد ہی کو چلتے پھرتے دیکھا ہے، لڑکیاں اس کے علاوہ ہیں، ان چار میں ایک سے ایک انس بن مالک بھی ہیں۔

سوچئے! اجب اولاد کی تعداد ہی سینکڑوں میں تھی تو آپ جیسے جلیل القدر صحابی نے شادیاں کتنی کی ہوں گی؟ ایک بیوی سے تو اتنے بچے نہیں پیدا ہوسکتے۔ نبی کی دعا کو عملی جامہ پہنوانے کی خاطر خود بھی تو کچھ کوشش کی ہوگی؟

زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ایک اور ساتھی، آپ کے پھوپھی اور ماموں زاد بھائی زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اسلام میں سب سے پہلے دشمنوں پر تلوار کھینچنے کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے۔

"أوّل من سل سيفا فی سبيل الله۔" (مجمع الزوائد: ۹/۱۵۰)

سولہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور کسی غزوہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہ رہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ہر نبی کے کچھ حواری (خصوصی دوست ومددگار) ہوا کرتے ہیں، میرے حواریوں میں سے میری پھوپھی کے بیٹے زبیر بن العوام ہیں، اسلام لانے کے بعد ان کے چچا، انہیں چٹائی میں لپیٹ کر اس میں دھواں چھوڑ کر اذیت دیتے تھے اور کہتے کہ اسلام چھوڑ دو، مگر آپ انکار کرتے اور کفر کی زندگی دوبارہ قبول کرنا گوارا نہ کرتے، اس کم عمری سے لے کر شہادت تک آپ کا سارا دور ہی خونخوار جنگوں میں گزرا، ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے زبیر بن العوام کو قمیص اتری ہوئی حالت میں دیکھا تو آپ کے جسم مبارک پر بے تحاشا اور بڑے بڑے زخموں کو دیکھ کر حیران ہوگیا، میں نے پوچھا کہ: ''واللہ لقد رأیت بك آثارا ما رأیتها بأحد قط'' (میں آپ پر زخموں کے ایسے نشانات دیکھ رہا ہوں جو اللہ کی قسم میں نے آپ سے پہلے کبھی کسی کے جسم پر نہیں دیکھے؟) زبیر بن عوام نے فرمایا:

''أما واللہ! ما منها جراحة الا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی سبیل اللہ''
(رواہ الطبرانی)

ترجمہ: ''سنو! اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی زخم بھی ایسا نہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کے علاوہ کسی اور سبب سے پہنچا ہو۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی شخص کو دیکھا کہ وہ کسی کو پکارتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ ''اے حواری رسول!'' ابن عمر نے فرمایا: ''اگر یہ شخص آلِ زبیر میں سے ہے تو ٹھیک، ورنہ (ایسا کہنا ٹھیک) نہیں۔'' (مجمع الزوائد: ۹/ ۱۵۰)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بیٹے عروۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے موقع پر لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ زبردست حملہ کیوں نہیں کرتے تاکہ پھر ہم بھی آپ کو دیکھ کر آپ کے ساتھ ایسا ہی حملہ کریں......؟

زبیر بن عوام نے فرمایا کہ اگر میں حملہ کروں گا تو تم اپنے دعوے میں جھوٹے ثابت ہو جاؤ گے، لوگ کہنے لگے کہ نہیں، بلکہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔

حضرت عروۃ فرماتے ہیں کہ زبیر بن عوام نے یہ سن کر (اپنے دس سالہ بیٹے عبداللہ بن زبیر کو ایک گھوڑے پر بٹھا کر ایک شخص کے حوالے کیا اور خود) کافروں کی صفوں پر ایسے جھپٹے کہ ''حتی شق صفوفهم وما معه أحد'' دشمن کی صفوں میں گھس کر دشمن کی صفوں کو چیر ڈالا، مگر آپ کے ساتھ اس طرح سے کوئی نہ جا سکا، پھر (آپ نے جب دیکھا کہ ساتھ کوئی نہیں تو) صفوں کو چیرتے ہوئے واپس لوٹے، مگر دشمن نے واپسی پر آپ کے گھوڑے کی لگام کو پکڑ کر آپ کے کندھوں پر تلوار سے دو وار کر ڈالے اور ان دو زخموں کے درمیان میں ایک زخم وہ تھا جو غزوۂ بدر میں آپ کو لگا تھا، حضرت عروہ مزید فرماتے ہیں کہ: میں چونکہ چھوٹا بچہ تھا اس لئے والد محترم کے جسم پر ان بڑے بڑے زخموں سے پڑنے والے گڑھوں میں انگلی گھما کر کھیلا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم: ۱۴۶۱)

ساری عمر جہاد اور آزمائشوں میں گزرنے والے پیغمبر کے یہ محبوب صحابی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق جہاد ہی میں جامِ شہادت نوش فرما کر دنیا سے رخصت ہوئے اور شہادت کے وقت ان کے نکاح میں بھی چار بیویاں تھیں، ملاحظہ

ہو: (باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتا، صحیح بخاری، رقم: ۲۹۶۱)

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کے یہ ایک اور ساتھی خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سیف من سیوف اللہ'' (اللہ کی تلوار) کا خطاب بھی دیا تھا لہٰذا انہیں تو اس خطاب کی لاج بھی رکھنا تھی، انہیں شادیوں جیسے ''فضول ترین'' کام کی کیا ضرورت تھی......؟ بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت ایک زوجہ پر قناعت کر کے اطمینانِ قلب کے ساتھ دین کی اشاعت میں ہمہ تن مشغول رہتے تو اسلام کو کتنا فائدہ ہوسکتا تھا......؟ بندہ نے بالواسطہ کسی معتبر عالم سے سنا ہے کہ آپ کے اکتالیس (41) بیٹے میدانِ جہاد میں شہید ہوئے ہیں، اکتالیس بیٹے ایک بیوی سے تو نہیں ہوسکتے......؟

بقیہ اصحاب کی طرح انہیں بھی ان کا یہ مسلسل جہاد اور شہادت کے شوق میں گھمسان کی لڑائیوں میں شرکت کا جزبہ نکاح کی کثرت والی سنت سے باز نہ رکھ سکا۔

صحابہ کا آخری دور ہمارے اسلاف کا وہ زمانہ تھا کہ جس میں اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، علم نحو وغیرہ جیسے علوم کے لئے کچھ تابعین وتبع تابعین کمر بستہ ہوگئے تھے اور اس وقت یہ علوم صرف پڑھائے ہی نہیں جارہے تھے، بلکہ ان علوم کی بنیادیں رکھی جارہی تھیں، دوسری طرف ان حضرات کی طرف علم وفضل کی خاطر رجوع کرنے والوں کی تعداد کے مقابلے میں ان کی اپنی تعداد کا تناسب بہت کم تھا، ان میں سے ایک ایک ہستی ایسی تھی کہ اگر یہ حضرات اس معاملے میں غفلت کا شکار ہوجاتے تو دین کی ارتقاء بلکہ بقاء کا سلسلہ ہی موقوف ہونے کا خطرہ ہوجاتا، مگر یہ سب کی سب اور تمام قسم کی مصروفیتیں ان حضرات کو تعددِ ازواج والی سنّت سے باز نہ رکھ سکیں۔

آج دشمنانِ اسلام کی یلغار کے باعث دینی خدمات کی ضرورت اور ان میں ہمہ تن مشغولیت کی اہمیت تو اپنی جگہ......مگر کوئی بھی شخصیت یا کوئی مخصوص طبقہ ایسا نہیں کہ جس کے بارے میں یقینی طور پر کہا جاسکے کہ دین کی مثلاً فلاں خدمت صرف فلاں شخص پر ہی موقوف ہے اور اگر اس فلاں نے لا پروائی کی تو پورا دین ومذہب ہی تہس نہس ہوجائے گا۔

مگر یہ صحابہ تھے جو شادیاں بھی کرتے تھے اور ناپسندیدہ ہونے کے باوجود کسی مصلحت یا ضرورت کے پیش نظر طلاقیں بھی دے دیا کرتے تھے، ان کے ہاں نہ ہی شادیوں کو معیوب سمجھا جاتا تھا اور نہ ہی بوقتِ ضرورت طلاق کو اتنا گھٹیا اور معیوب سمجھا جاتا تھا جتنا ایک بیوی والے رواج پر مشتمل ہمارے اس ''برکت والے'' معاشرے میں سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے ہاں طلاق کے بعد عورت کے حق میں وہ برے نتائج ظاہر ہوا کرتے تھے جو ہمارے ہاں ظاہر ہوتے ہیں۔

غربت کے خوف سے بچوں کو قتل کرنے والے اولاد کے حصول کے لئے کثرت سے نکاح کرنے لگے

آج ہماری قوم کا کوئی فرد اگر ''بڑھاپے'' میں نکاح کر بھی لے تو ساری ازدواجی زندگی ''مناسب وقفوں'' کے تکلّفات میں حیران وسرگرداں رہتا ہے، آج تو اس خوف سے بچوں کی پیدائش کو روکا جارہا ہے کہ بچوں کی ''اعلیٰ تعلیم'' کی خاطر اسکول کی فیسوں کا خرچہ......گھر سے اسکول تک لانے لے جانے کے لئے کنوینس (Convence) کا خرچہ......پھر اسکول میں لنچ

(Lunch) اوراس لنچ کو ہضم کرنے کے لئے پیپسی اور فانٹا وغیرہ کا خرچہ کہاں سے پورا ہوگا......؟

آج تو تعلیم کا مسئلہ ہے، صحابہ کے پاس تعلیم تو درکنار بچوں کو ''روٹی'' کھلانے کے پیسے نہ ہوتے تھے، ان کی عقل جب تک وحی کے نور سے آشنا نہ تھی، یہ عقل انہیں یہی بتاتی تھی کہ بچوں کی کثرت غربت میں اضافے کا سبب ہے۔

آج کا مالدار مسلمان مانع حمل تدابیر اختیار کرکے اولاد کی پیدائش کو صرف اس لئے روک دیتا ہے کہ اس کے خیال میں اس تنخواہ میں ''اعلیٰ تعلیم'' ممکن نہیں...... صحابہ کے زمانے میں وضعِ حمل کے جدید طریقے ایجاد نہ ہوئے تھے، اس لئے اسلام کی روشنی سے متعارف ہونے سے قبل ان میں سے بعض کو پیدا ہونے کے بعد یہ سوچ کر اپنی اولاد کو قتل کردینا پڑتا تھا کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے......؟ اپنی خوراک کا بندوبست نہیں ہو پاتا تو خاندان میں ایک فرد کے اضافے سے میاں بیوی مزید فقروفاقہ کا شکار ہوکر جو تھوڑا بہت مل رہا ہے اس سے بھی محروم نہ ہوجائیں...... آج بجلی، گیس کے بلوں اور تعلیم کے خرچوں کی بات ہے، ان کے پاس تو ''روٹی'' کے پیسے نہ ہوتے تھے۔

مگر جب ان کی عقل وحی کے نور سے آشنا ہوئی اور وحی نے انہیں بتایا کہ {لا تقتلوا أولادکم خشیة املاق} (اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے قتل نہ کرو) {نحن نرزقھم وایاکم} (ہم ہی ہیں جو تمہیں بھی رزق دیں گے اور انہیں بھی)...... وحی نے انہیں بتایا کہ اولاد نہ صرف یہ کہ اپنے ضروری خرچے اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتی ہے بلکہ والدین کے رزق میں بھی برکت اور اضافے کا سبب ہے...... وحی نے بتایا کہ {ان یّکونوا فقراء، یغنھم اللہ من فضلہ} (نکاح غربت میں اضافہ نہیں بلکہ غربت دور کرنے کا سبب ہے) وحی نے انہیں یہ بھی بتایا کہ نکاح بھی کرو اور کرو بھی ایسی عورت سے جو کثرت سے بچے جنتی ہو، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کثرت پر بروزِ محشر فخر کریں گے...... بس یہ دو باتیں ہی انہیں اولاد کی کثرت پر برانگیختہ کرنے کے لئے کافی ہوگئیں، وحی کے نور سے آشنا ہونے کے بعد ان خدامستوں نے بھی عقلی موشگافیوں کو بالائے طاق رکھ کر عقل کو ایسی ٹھوکر ماری کہ غربت کے باعث اولاد کو قتل کرنے والے صرف اس لئے کثرت سے نکاح کرنے لگے کہ اولاد کثرت سے ہو۔

پھر خدا نے بھی ان کے توکل اور اعتماد کی برکت سے رزق کی فراوانی والا وعدہ اس شان سے پورا فرمایا کہ یہ بھی اور ان کی اولادیں بھی زمین کی وارث اور جانشین بن کر متمدن قوموں میں روزی تقسیم کرنے لگیں، انہیں اور ان کی اولاد کو اس کی پرواہ نہ رہی کہ بادل کا یہ ٹکڑا ہم پر برسے گا یا کسی اور زمین پر......؟ کیونکہ جانتے تھے کہ بادل جہاں بھی برسے گا اس سے اگنے والی کھیتی کا خراج اور ٹیکس انہی کو پہنچے گا۔

یہ صحابہ تھے...... ان میں سے ہر ایک کے درجنوں درجنوں بچے ''مناسب وقفوں'' کے بغیر اور محض روکھی سوکھی کھا کر ہی بھرپور جوان اور ایسے توانا ہوجایا کرتے تھے کہ ان کے اعصاب اور قوتِ فیصلہ کی مضبوطی، حسن تدبیر اور قوتِ بازو سے روم اور فارس جیسی سلطنتوں کے تختے الٹنے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا، خود انگریز مؤرخین بھی آج تک حیران ہیں اتنے کم وقت میں دنیا میں اتنا بڑا انقلاب کیسے برپا ہوگیا......؟

ان کی اولادوں میں صدیوں تک صلاح الدین ایوبی جیسے نامعلوم کیسے کیسے زورآور پیدا ہوتے رہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو غربت کے خوف سے بچوں کو قتل کر دیا کرتے تھے، آج مالی فراوانی اور اولاد کی کثرت کے باوجود ان میں بہت سے اپنے شوق سے فقر اختیار کئے بیٹھے تھے، صحابہ کی تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ دستر خوان پر کوئی عمدہ اور مرغوب غذا پیش کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وفادار یہ کہہ کر دستر خوان سے اٹھ گئے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ چیزیں میسر نہ تھیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس فقر میں ہمیں چھوڑ کر گئے، ہم اسی فقر میں رہنا چاہتے ہیں۔

انہی اور ان سے تعلق رکھنے والوں کی اولادوں نے آئندہ نسلوں میں بوعلی سینا اور جابر بن حیان جیسے بڑے بڑے اطباء اور سائنسدان بھی پیدا کئے اور انہی کی علم وفضل کی رکھی ہوئی ان بنیادوں سے استفادہ کر کے آج یورپ سائنسی علوم میں ترقی کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور اقبال نے انہی کے بارے میں کہا تھا کہ:

ہائے وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو جا کے دیکھیں یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

صحابہ کرام نے اتنے سخت حالات میں اتنی کثرت سے نکاح کیوں کئے

یاد رکھئے! صحابہ کرام یہ بات خوب سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عورت کو پیدا کر دیا، اس کے نکاح کا بندوبست تو بہر حال کرنا ہی ہے، اور وہ اسی وقت ممکن ہے جب ان میں سے ہر ایک نکاح کی کثرت کا شوق رکھے، تا کہ صحابیات کو نکاح کی خاطر مَرد کے انتخاب میں آسانی ہو...... چنانچہ غربت، دینی مصروفیت اور فتنوں کے خوف سے صحابہ اگر نکاح کے معاملے میں قناعت کا مظاہرہ شروع کر دیتے تو یہ مسائل کے کم ہونے کے بجائے، خواتین کی کفالت کا ایک اور اہم مسئلہ کھڑا ہو جاتا...... کاش! کاش! یہ بات اہلِ علم کی سمجھ میں آ جائے کہ اہلِ علم اور مبلغین جن فتنوں کے خوف سے نکاح کے معاملے میں قناعت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں، اس سے فتنے کم نہیں ہو رہے بلکہ قوم کی اور خود ان اہلِ علم کی نسل میں پیدا ہونے والی لڑکیوں کی مناسب کفالت کے انتظام میں مشکلات کے باعث مختلف نوعیت کے سنگین فتنوں میں سنگین اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

پانچواں حصہ

بچوں کی کثرت کے خوف سے دوسری شادی سے اجتناب کرنا

تعددِ زوجات پر وارد شدہ اشکالات میں سے ابتدائی کچھ اشکالات پر تفصیلی کلام تو گذر چکا، فی الحال ایک بہت اہم اشکال پر بحث چھیڑنے کی جسارت کرتا ہوں اور وہ ہے اولاد کی کثرت والا اشکال...... کیونکہ جس معاشرے میں کوئی مسلمان مرد خاندانی منصوبہ بندی کی ''زہریلی'' ٹافیوں پر مشتمل میٹھے نعروں سے متاثر ہونے کے باعث تین چار سے زیادہ بچوں کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہو، وہ تین یا چار بیویوں سے پیدا ہونے والے درجنوں بچے بھلا کیسے برداشت کرے گا......؟

مسلمان جو اولاد کی کثرت پر ہمیشہ فخر کیا کرتا اور اسے باعثِ سعادت سمجھا کرتا تھا، آج خاندانی منصوبہ بندی کے خوشنما نعروں سے متاثر ہوکر اس بارے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات سے متاثر ہونے کو کسی بھی طرح تیار نہیں، لہٰذا پہلے ہم خاندانی منصوبہ بندی والوں کے ''اخلاص'' کا جائزہ لیں گے کہ یہ حضرات اس تحریک میں مسلمانوں کے کس قدر ''خیر خواہ'' ہیں۔

جو حضرات ہفت روزہ ''ضربِ مؤمن'' کے قاری ہیں، مختلف موضوعات پر گراں قدر تحقیقی مضامین کے حوالے سے یاسر محمد خان کے نام سے ناواقف نہ ہوں گا، خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے جناب کا ایک تحقیقی مضمون ''ضربِ مؤمن'' میں شائع ہو چکا ہے، جو پیش خدمت ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی، ایک سازش

خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning) کی زد میں چھ اسلامی ممالک

''۱۹۷۴ء میں امریکا پر صدر نکسن کی حکومت تھی، نکسن نے اپنے وزیر خارجہ ہنری کسنجری کی سربراہی میں ایک خفیہ کمیٹی تشکیل دی، اس کمیٹی کا کام یہ تخمینہ لگانا تھا کہ ۲۰۰۰ء میں امریکی حکومت کو کیا کیا خطرات پیش آسکتے ہیں، اس کمیٹی نے اپریل ۱۹۷۴ء میں اپنی سفارشات تیار کر کے ہنری کسنجر کے حوالے کردیں، ہنری کسنجر نے یہ رپورٹ ''ایس ۲۰۰۰ء'' مئی میں صدر نکسن کو پیش کی۔ اس رپورٹ میں پاکستان، مصر، بنگلہ دیش، ترکی، نائیجیریا اور انڈونیشیا میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو اگلے ۲۵ سال میں امریکا کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا گیا۔ ماہرین نے کہا کہ ان چھ ممالک میں جوں جوں آبادی بڑھے گی، ان ممالک کی سیاسی، معاشی اور عسکری (فوجی) قوت میں اضافہ ہوگا، لوگوں کو روزگار کی ضرورت محسوس ہوگی، حکومتیں دباؤ میں آئیں گی، لہٰذا ان ممالک میں کارخانے لگیں گے جس کے نتیجے میں وہ خام مال جو ان ممالک سے امریکا اور یورپ کو سپلائی ہوتا ہے اس کی برآمد رک

جائے گی۔ لوگوں کے اندر اپنے قدرتی وسائل کو اپنے قبضے میں رکھنے کا شعور بیدار ہوگا، ان ممالک میں مراعات یافتہ طبقے کے مفادات پر زد پڑے گی، امریکا نواز عناصر ان ممالک میں غیر محفوظ ہوجائیں گے، عوامی تحریکیں شروع ہوں گی اور انقلابات آئیں گے جن سے امریکی مفادات کو براہِ راست نقصان پہنچے گا۔ رپورٹ میں حکومت کو مشورہ دیا گیا کہ امریکا کسی نہ کسی طریقے سے ان ممالک میں آبادی کی روک تھام کرے۔

ہنری کسنجر نے ۱۶/اکتوبر ۱۹۷۵/کو امریکا کے نئے صدر فورڈ کو ایک خط لکھا۔

اس خط پر ''بہت حساس، بہت خفیہ اور انتہائی ضروری'' کی مہر ثبت تھی، اس خط میں ہنری کسنجر نے ''ایس ۲۰۰۰ء'' کا حوالہ دے کر امریکی صدر سے درخواست کی: ''یہ معاملہ انتہائی حساس اور فوری نوعیت کا ہے، چنانچہ جتنی جلدی ممکن ہو اس کی منظوری دی جائے۔'' اس خط کے ٹھیک ۴۰/روز بعد یعنی ۲۶/نومبر ۱۹۷۵ء کو صدر کے اسٹاف آفیسر سکوکرافٹ نے صدر کے حوالے سے ایک آرڈر جاری کیا۔

اس آرڈر کا نمبر ۳۱۴/تھا، یہ آرڈر امریکا کے چار اداروں کے نام تھا۔ امریکی محکمہ دفاع، محکمہ خارجہ، چیف آف اسٹاف اور سی آئی اے (اس وقت امریکا کے موجودہ صدر جارج بش کے والد بش سینئر سی آئی اے کے سربراہ تھے) اس آرڈر میں لکھا گیا کہ ان چھ اسلامی ممالک کی آبادی سے امریکا کو ۲۵/سال بعد دفاعی، سیاسی اور مذہبی خطرات لاحق ہیں، لہٰذا امریکا کے یہ محکمے ان ممالک کی آبادی کنٹرول کرنے کا بندوبست کریں۔ اس آرڈر میں لکھا گیا کہ ان چھ اسلامی ممالک میں تین باتیں مشترک ہیں:

① ان ممالک میں مذہب کے سلسلے میں شدت پائی جاتی ہے، لوگ ہر بات، ہر چیز پر سمجھوتہ کرلیتے ہیں لیکن اسلام پر سمجھوتہ نہیں کرتے۔

② ان چھ ممالک کے عوام امریکا اور یورپی اقوام سے نفرت کرتے ہیں۔

③ ان چھ ممالک میں نفاذِ شریعت کی تحریکیں موجود ہیں لہٰذا اگر ان لوگوں کو ابھی سے نہ روکا گیا تو یہ لوگ ۲۵/برس بعد امریکا کے لئے شدید خطرہ بن جائیں گے۔

اس سلسلے میں مصر کی مثال پیش کی گئی، آرڈر میں لکھا گیا ہے کہ ۲۰۰۰ء میں مصر کی آبادی ۸۵ ملین ہوجائے گی...... یہ آبادی سرحدیں توڑ کر اسرائیل میں داخل ہوجائے گی۔ اس وقت اسرائیل کی آبادی بمشکل تین سوا تین کروڑ ہوگی، اسرائیل مصریوں کا دباؤ برداشت نہیں کرپائے گا۔ رپورٹ میں لکھا گیا کہ اسرائیل میں غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے کی صورت حال کا جائزہ لیں، وہاں عربوں کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے، جبکہ اسرائیلی ''ایک بچہ ایک خاندان'' کی پالیسی کے باعث کم سے کم ہوتے چلے جارہے ہیں، وہاں آبادی کا توازن عربوں کے ہاتھ میں جارہا ہے، اگر مصریوں کو روکا نہ گیا تو اسرائیل میں یہودی اقلیت میں ہوجائیں گے، لہٰذا مصر سمیت ان تمام اسلامی ممالک میں

مسلمانوں کی ''نس بندی'' ضروری ہے جہاں امریکا کے لئے خطرات پروان چڑھ رہے ہیں۔

امریکا کی حکومت نے اس آرڈر نمبر ۱۴۳ میں آبادی پر قابو پانے کے طریقے تجویز کئے:

① مسلم ممالک میں فیملی پلاننگ کے بھرپور مہم چلائی جائے، اگر مذہبی طبقہ اس مہم کے خلاف مزاحم ہو تو اسے کریش کر دیا جائے، عوام میں ان کے خلاف جذبات پیدا کر دیئے جائیں۔

② سائنسی ہتھکنڈے استعمال کر کے غیر محسوس طریقے سے فیملی پلاننگ کے خلاف کام کرنے والے مذہبی عناصر کو معاشرے سے کاٹ کر الگ کر دیا جائے، انہیں لوگوں میں مذاق، تحقیر اور نفرت کی علامت بنا دیا جائے تا کہ یہ لوگ جب فیملی پلاننگ کے خلاف بات کریں تو لوگ ان کے خیالات کو سنجیدگی سے نہ لیں۔

③ آئی ایم ایف کے ذریعے ان ممالک کو شدید ترین اقتصادی دباؤ میں رکھا جائے۔

④ ترقی یافتہ ممالک کے رہنما ان ممالک کی لیڈرشپ سے ملاقاتوں کے دوران بار بار بڑھتی ہوئی آبادی کی نشاندہی کریں تا کہ ان ممالک کے رہنما احساس کمتری کا شکار ہو جائیں اور اس احساس سے نکلنے کے لئے اپنے سارے وسائل خاندانی منصوبہ بندی پر لگا دیں۔

⑤ عوام میں آبادی کے خلاف ''شعور'' بیدار کرنے کے لئے تمام جدید ذرائع ابلاغ استعمال کئے جائیں، اس سلسلے میں مقامی دانشوروں، ادیبوں، شاعروں اور اداکاروں کی مدد لی جائے، یہ لوگ گاہے بگاہے اعداد و شمار سے ثابت کرتے رہیں کہ اگر فلاں سال میں ہماری آبادی اتنی ہو گی تو ہمیں اتنے کمروں، اتنے گھروں اور اتنے بازاروں کی ضرورت ہو گی، ہمارے ملک میں اتنا بڑا قحط پڑ سکتا ہے، اتنی بیماریاں پھیل سکتی ہیں، بے روزگاری اور جہالت میں اتنا اضافہ ہو گا وغیرہ وغیرہ۔

⑥ کوشش کی جائے کہ ان ممالک میں جمہوریت پروان نہ چڑھ سکے، حکومت فوجی آمروں ہی کے ہاتھ میں رہے اور یہ آمر امریکی اشاروں کے مطابق خطے میں اصلاحات کرتے رہیں۔

⑦ آبادی پر قابو پانے کے لئے جنگ سے بہتر کوئی ہتھیار نہیں، کوشش کی جائے کہ مسلمان ممالک کے درمیان تنازعات پیدا کر دیئے جائیں، یہ ممالک ایک دوسرے سے لڑتے اور مارتے رہیں۔

⑧ اگر اوپر دیئے گئے تمام طریقے ناکام ہو جائیں تو امریکی انتظامیہ ان ممالک میں خوراک کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرے۔ صرف ان ممالک کو گندم، ادویہ اور دوسری اشیائے ضرورت فراہم کی جائیں جو آبادی پر قابو پانے کا وعدہ کریں۔

یہ وہ منصوبہ تھا جس پر ۱۹۷۵ء میں عمل درآمد شروع ہوا اور آج اس کے نتائج ظاہر ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ پورے عالم اسلام کی آزادی سمٹ رہی ہے، پورے عالم اسلام میں علماء کرام تحقیر کا نشانہ بن رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والے مولوی اور ملّا کہلا رہے ہیں۔ پورا عالم اسلام گندم کے ایک ایک دانے کو ترس رہا ہے اور عالم اسلام کے کسی ملک، کسی شہر میں دوا کی اپنی ساختہ ایک گولی تک نہیں۔ مسلمان، مسلمان کا اس حد تک دشمن ہو چکا ہے کہ امریکا، افغانستان پر پاکستان کے ذریعے ۵۷ ہزار ۸۰۰ فضائی حملے کرتا ہے اور پورا عالم اسلام اس ظلم پر خاموش رہتا ہے۔ امریکا اور اس

کے اتحادی آٹھ اطراف سے عراق پر حملہ کرتے ہیں اور انہیں تمام اڈے اور راستے اسلامی ممالک فراہم کرتے ہیں۔ مجھے کوئی دوست بتا رہا تھا کہ ہم اپنے بچوں کو پولیو کے جو قطرے پلاتے ہیں ان میں بھی بیماریاں چھپی ہیں، یہ بھی ہماری اگلی نسلوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں، کیونکہ اگر ان میں شفاء ہوتی، اگر یہ ہمارے بچوں کے لئے شفاء کا سبب ہوتے تو امریکا کبھی ہمیں یہ ویکسین مفت فراہم نہ کرتا۔
اے مسلمانو! تم کب جاگو گے، تمہاری آنکھیں کب کھلیں گی، اس وقت جب تمہارا بدن تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا، اس وقت جب تمہارے اردگرد تمہارے عزیزوں کی لاشیں بکھری ہوں گی۔''

(ہفت روزہ ''ضربِ مؤمن'')

شریعت کی نظر میں اولاد کی کثرت غربت ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے

سعودی عرب کے ایک جلیل القدر مفتی شیخ محمد صالح بن العثیمین ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

''ارشادِ باری ہے: (اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے قتل نہ کرو کیونکہ ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور انہیں بھی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان فقیروں کو خطاب کیا ہے جو غربت بڑھ جانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے، چنانچہ باری تعالیٰ نے ان حضرات کے اس نظریے پر رد کرتے ہوئے والدین کے رزق میں اضافے کا پہلے ذکر کیا اور اولاد کی روزی کا بعد میں، چنانچہ فرمایا: ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور تمہاری اولاد کو بھی، حالانکہ جس وقت یہ حضرات اپنی اولاد کو قتل کر رہے ہوتے تھے اس وقت انتہائی فقیر ہوتے تھے لیکن اس آیات میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرما دی کہ جس نے تمہیں فقیر بنایا ہے وہ خدا تمہیں مالی وسعت فراہم کرنے پر بھی قادر ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ (لوگوں کے حالات سے) مشاہدہ بھی یہی ہے کہ اولاد کی کثرت رزق میں اضافے کا سبب ہے، اگر انسان کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل ہو، لیکن بات یہ ہے کہ لوگوں کو جو بات نقصان پہنچاتی ہے، وہ ان کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی رکھنا اور بری نیت ہے کہ لوگ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ جتنے بچے زیادہ ہوں گے رزق کی تنگی کا اتنا ہی شکار ہونا پڑے گا اور اس موقع پر ایسے حضرات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھول رہے ہوتے ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور زمین میں چلنے والی کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔''

www.ibnotheimeen.com

ایک اشکال......بچہ صرف روٹی کا محتاج تو نہیں......؟

اس موقع پر بعض حضرات یہ اشکال کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی ذمہ داری تو اپنے ذمہ لے لی مگر بچہ صرف روٹی پانی ہی کا تو محتاج نہیں، اسکول کی فیس، علاج کا خرچہ، اسکول لانے لے جانے کے لئے کنوینس (Convence) اور پھر لنچ، روز کا جیب خرچ اور نامعلوم مزید کیسے کیسے خرچے، کہاں سے پورے ہوں گے......؟

تو یاد رکھیئے! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رزق کی جس ذمہ داری کا وعدہ فرمایا، تو علماء و مفسرین کی تصریح کے مطابق رزق سے مراد صرف روٹی پانی کا خرچہ ہی نہیں بلکہ زندگی گزارنے کے ان تمام لوازمات کا خرچہ اس میں داخل ہے جو کسی بھی فرد کو قوم کے ''مناسب'' افراد کی فہرست میں داخل کرنے کے لئے ضروری ہے، عربی لغت میں رزق صرف روٹی، پانی کو ہی نہیں کہتے بلکہ رزق کا اصل مطلب ہے: ''نصیب مفروض ''(ضروری اور مقرر کردہ حصہ)

قال اللہ تعالیٰ: وتجعلون رزقکم انکم تکذبون۔

تو آیت کی روشنی میں یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے کہ بچہ زندگی گزارنے کے تمام لوازمات اور خرچوں کے بندوبست سمیت دنیا میں آتا ہے، لہٰذا اس کے بعد بھی اگر کسی بچے کے والدین کے پاس اونچی تعلیم وغیرہ کے لئے جیب میں پیسہ نہ ہو تو اگر وہ مسلمان ہیں تو انہیں یقین کر لینا چاہئے کہ ہمارے بچے کے لئے اسکولوں میں تعلیم ضروری ہی نہیں، اعتدال کے ساتھ تربیت کی اپنی کوشش جاری رکھی جائے اور اس میں غفلت نہ ہو، تو ان شاء اللہ بھاری بھر کم فیسوں کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد میں باصلاحیت لوگ پیدا کر دیں گے۔ اگر بچے کے لئے اونچے اسکول میں تعلیم ضروری ہوئی تو اللہ میرے لئے اس کے اسکول کی فیس کا بندوبست ضرور فرماتے۔

زیادہ بچے......تربیت آسان

شیخ محمد بن العثیمین ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

> ''خاندانی منصوبہ بندی کا سبب کیا ہے؟ کیا رزق کی تنگی کا خوف اس کا سبب ہے یا یہ وجہ ہے کہ بچہ زیادہ ہوں گے تو تربیت مشکل ہو جائے گی، اگر پہلی وجہ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سخت بدگمانی کے مترادف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''زمین میں بسنے والی کوئی مخلوق بھی ایسی نہیں کہ جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود پر نہ لی ہو، نیز فرمایا کہ زمین پر کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق ساتھ لئے نہیں پھرتے مگر اللہ تعالیٰ انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے'' اور اگر بچوں کی پیدائش میں کمی کا مقصد بچوں کی تربیت ہے کہ بچے کم ہوں گے تو تربیت زیادہ ہو سکے گی تو یہ نظریہ بھی غلط ہے......تربیت کے مشکل اور آسان ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کی توفیق پر ہے۔

(مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کے بچے کو بگاڑنا چاہے تو کوئی سدھار نہیں سکتا اور وہ سدھارنا چاہے تو کوئی بگاڑ نہیں سکتا لہٰذا اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کا دخل والدین کی محنت سے زیادہ ہے، چنانچہ والدین کو چاہئے کہ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کے ساتھ ان کی تربیت میں کوتاہی نہ کریں اور پھر نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ آگے فرماتے ہیں:)

> جب بھی کوئی شخص کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس معاملے میں اس کے لئے آسانی پیدا فرما دیتے ہیں کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''جو (کسی معاملے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس معاملے میں آسانی پیدا فرما دیتے ہیں۔'' (سورۂ طلاق)

شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں اپنے نبی کی زبان سے اولاد کی کثرت کی ترغیب دی، تو اس معاملے میں جو شریعت کی ترغیب کو سامنے رکھ کر شریعت کے بیان کردہ راستے پر چلے گا بچوں کی تربیت کا معاملہ اس کے لئے ان لوگوں کی نسبت زیادہ آسان ہو جائے گا جو شریعت کی ترغیبات کے برعکس کم بچے والے فلسفے کو اچھا سمجھتے ہیں، کیونکہ تربیت میں جب اللہ تعالیٰ کی توفیق کو زیادہ دخل ہے تو اللہ یہ تربیت ان لوگوں کے لئے آسان بنا دیتے ہیں جو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ طریقے کو اختیار کریں۔

حمل روکنے کی جائز صورتیں

کوئی عورت واقعی کسی بیماری یا معذوری وغیرہ کے باعث اتنی کمزور ہو کہ ایک بچے کی پیدائش کے بعد اگر دوبارہ حمل ٹھہر جائے تو عورت کی صحت متاثر ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں وقتی تدابیر اختیار کر کے کچھ وقت کے لئے حمل روکنے میں کچھ حرج نہیں۔ یاد رکھئے! بچوں کی پیدائش کا سلسلہ جاری رہنا ماں کی صحت کا بھرپور ضامن ہے اور یہ نظریہ اوّل تا آخر سراسر غلط ہے کہ بچے پیدا کرنے سے ماں کمزور ہو جاتی ہے یا اس کے نسوانی حسن میں کمی آ جاتی ہے، جتنا وقفہ دو بچوں کی پیدائش میں ضروری ہے وہ فطرت نے خود متعین کر دیا ہے، اس کی تفصیل خود یورپ ہی کے بعض محققین کے حوالے سے ان شاء اللہ آگے آ رہی ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جو خواتین فطرت کے متعین کردہ وقفے پر قناعت نہ کرتے ہوئے از خود مصنوعی مانع حمل تدابیر اختیار کرتی ہیں تو ان مصنوعی طریقوں سے بچوں کی پیدائش روکنے میں عورت کی صحت غیر معمولی طور پر متاثر ہوتی ہے بلکہ بعض تدابیر تو ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے مرد کو بھی نقصان ہوتا ہے۔

لہٰذا اس بارے میں کسی دیندار اور ماہر ڈاکٹر کی رائے کی بناء پر فیصلہ کرنا چاہئے جو خاندانی منصوبہ بندی والوں کے زہریلے جراثیم سے متاثر نہ ہوا ہو......اور ایسا ڈاکٹر کسی خاتون کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ واقعی اس کا مرض یا کمزوری ایسی ہے کہ ایک بچے کی ولادت کے بعد دوسرے بچے کی فوری ولادت سے عورت کی صحت کو نقصان پہنچے گا تو پھر اس پر عمل کیا جائے۔

اسی طرح اور کوئی وقتی عذر ہو مثلاً کوئی سفر درپیش ہو یا کوئی عذر نہ بھی ہو بلکہ کوئی مرد یا عورت ''بدذوق'' ہونے کی وجہ سے اولاد کی کثرت پسند نہ کرتے ہوں اور ہلکے پھلکے رہ کر اور بچوں کی فکر سے ''آزاد'' رہ کر زندگی گزارنا چاہتے ہوں تو شریعت نے ایسے بدذوق لوگوں کو اولاد کی کثرت کے دنیوی اور اخروی فضائل سناتے ہوئے ''باذوق'' بننے کی ترغیب تو بہت دی مگر مجبور نہیں کیا کہ اگر انہیں اولاد کی کثرت پسند نہیں تو لازماً بچے زیادہ ہی پیدا کریں۔

لہٰذا کوئی شخص کسی وقتی ضرورت کے پیش نظر یا محض ''بدذوق'' ہونے کی وجہ سے اولاد کی کثرت پسند نہیں کرتا اور اس لئے مانع حمل تدابیر اختیار کرتا ہے تو اس کے اس عمل کو گناہ نہیں قرار دیا جا سکتا گو کہ اس صورت میں دین و دنیا کی بہت سی بڑی بڑی نعمتوں سے محروم بہر حال ہو جائے گا......مگر اس صورت میں بھی یہ ضروری ہے کہ منع حمل کی یہ تدبیر عارضی ہو مثلاً کنڈوم کا استعمال وغیرہ، چنانچہ نس بندی کرنا یا عورت کو کوئی ایسی دوا کھلانا یا مثلاً آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی نکلوا کر اولاد کے امکان کو ہمیشہ کے لئے جڑ سے ختم کر ڈالنا، اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدل ڈالنا ہے اور یہ عمل ناجائز اور حرام ہے۔

رزق کی تنگی کے خوف سے یا اولاد کی کثرت کو باعثِ عار سمجھنے کی وجہ سے مانع حمل تدابیر اختیار کرنا حرام ہے

البتہ علماء کی تصریح کے مطابق رزق کی تنگی کے خوف سے یعنی یہ سوچ کر کہ بچے زیادہ ہوں گے تو خرچ کہاں سے پورے کروں گا یا بچوں کی وہ کثرت جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باعث فخر سمجھا ہو اس کثرت کو باعث عار اور شرمندگی سمجھنے کی وجہ سے مانع حمل تدابیر اختیار کرنا (خواہ وقتی ہی کیوں نہ ہو) بہر حال حرام ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ آج لوگ عموماً ان ہی دو باتوں کے پیشِ نظر مانع حمل تدابیر اختیار کرتے ہیں، بچوں کی کثرت کو باعثِ عار سمجھا جانے لگا ہے، رزق کی تنگی کے خوف سے بچے پیدا ہونے دینا تو اس لئے حرام ہے کہ یہ براہِ راست اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ از خود کسی پلاننگ کے بغیر انسانوں کو مستقبل کی فیملی پلاننگ کے لئے پیدا کر رہا ہے۔

قرآنِ کریم میں جا بجا اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے قبل اس زمین میں قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی تمام کی تمام ضروریاتِ زندگی کا پہلے سے بندوبست فرما دیا ہے۔

وسائل کم نہیں، بلکہ لامحدود ہیں گو کہ نظر نہیں آتے

دیکھئے! آدم علیہ السلام جب دنیا میں آئے تو کچھ بھی نہ تھا، ممکن ہے کہ چاروں طرف پہاڑوں اور پتھروں کو دیکھ کر گھبرا گئے ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت سے نکال کر کہاں بھیج دیا......؟ مگر انہیں یہ بتایا گیا کہ قیامت تک پیدا ہونے والے آپ کے اربوں، کھربوں بچوں کی ساری ضروریاتِ زندگی اسی زمین اور آسمان سے برسنے والے پانی میں پوشیدہ ہے، چنانچہ آدم علیہ السلام نے گندم کا ایک دانہ زمین میں ڈالا اور اس دانے نے زمین میں چھپے ہزاروں گندم کے دانے نکال باہر کئے۔

آپ زمین کھود کر دیکھیں تو آپ کو نہ تو اس زمین میں انار کا رنگ نظر آئے گا اور نہ انار کا ذائقہ......نہ انگور کا رنگ اور نہ انگور کا ذائقہ......نہ کھجور کا رنگ نہ کھجور کا ذائقہ...... چنانچہ فیملی پلاننگ والے تو ہمیں ڈرائیں گے کہ بتاؤ کہاں ہے انسان کی روزی......؟ یہاں تو کچھ بھی نہیں......؟ مگر خالق کائنات نے بتا دیا کہ یہ سارے خزانے اس زمین میں پوشیدہ ہیں گو کہ تمہیں نظر نہیں آ رہے۔ اس زمین میں آم کے باغات بھی دبے ہوئے ہیں، اسی زمین میں گندم اور چاول کی لہلہاتی فصلیں بھی چھپی ہوئی ہیں......اسی مٹی میں تمہارے لئے گاڑھا اور دیسی گھی اور چکنا دودھ بھی ہے......تمہارا رب اسی زمین سے ایسا چارا پیدا کر کے دکھائے گا کہ جس چارے کو تم جتنا مرضی رگڑو اور مسلو......تیل یا چکناہٹ کا ایک قطرہ بھی نہیں نکال سکتے......مگر یہی سوکھا چارا جب گائے، بھینس کو کھلاؤ گے، اللہ وحدہٗ لاشریک اس چارے کے اندر سے صرف چند گھنٹوں میں ایسا چکنا اور سفید دودھ نکال باہر کرے گا کہ جس دودھ میں مکھن، پنیر اور دیسی گھی جیسی ایسی چکناہٹ پوشیدہ ہو گی کہ کولیسٹرول والے دل کے مریضوں کو اس کے قریب پھٹکنے کی بھی اجازت نہ ہو گی، حالانکہ وہی گھاس جس سے اللہ تعالیٰ نے چکنا دودھ نکالا اگر اسے انسان کی بنائی ہوئی فیکٹری میں لے جا کر اس میں چکناہٹ کا ایک قطرہ بھی نکالنے کی کوشش کی جاتی تو انسان اس کام سے عاجز آ جاتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور تمہارے لئے ان چوپایوں میں عبرت کا سارا سامان ہے، ان کے خون اور گوبر کے درمیان سے ہم سفید اور (خون اور گوبر کی رنگت اور بدبو کی آمیزش سے) پاک ایسا دودھ تمہیں پلاتے ہیں جو آسانی

سے حلق میں اترتا چلا جاتا ہے، بے شک اس بات میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔" (سورۃ الانعام)

آسمان کا پانی تمام قسم کے "خرچوں کا بندوبست" لے کر نازل ہوتا ہے

دیکھئے اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے ہیں اور زمین میں اپنے اندر دبی ہوئی کپاس کی فصلوں کو باہر اگل دیتی ہے، پھر اس کپاس سے سب سے پہلے کسان فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کو فروخت کر کے کسان اپنا، اپنے بیوی بچوں کا اور خاندان کے مزید پندرہ بیس افراد کا پیٹ بھرنے کے قابل بنتا ہے، پھر یہ کپاس تاجر خرید کر آگے فروخت کرتے ہیں، یوں ایک ایک تاجر اس کپاس کے ذریعے پندرہ بیس افراد کو پیٹ بھر کر روٹی کھلانے کے قابل بنتا ہے، یہ کپاس ٹیکسٹائل ملوں میں جاتی ہے جہاں قوم کے ہزاروں افراد ملازمتیں کر کے اس سے حاصل ہونے والی تنخواہوں سے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتے ہیں...... یوں صرف کپاس سے ہزاروں انسانوں کو رزق ملتا ہے اور یہ کپاس چونکہ آسمان سے برسنے والے پانی سے پیدا ہوئی تھی اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ کپاس اگانے کے لئے آسمان سے جو پانی برسا تھا وہ قوم کی خوشحالی کا پیغام لے کر آیا تھا اور وہ پانی صرف کپاس کے خزانے لے کر نازل نہ ہوا بلکہ ہر قسم کے رزق سے لدا ہوا تھا، اس پانی میں ٹیکسٹائل ملوں میں کام کرنے والے ہزاروں ملازمین کی تنخواہیں بھی پوشیدہ تھی، اسکول کی فیسیں، ٹیوشن کی فیسیں، بچوں کو اسکول لانے لے جانے کے لئے کنوینس کا خرچہ، بچوں کا لنچ اور جیب خرچ کا خرچہ، علاج معالجے کا خرچہ، الغرض ہر وہ خرچہ جو باپ اپنی آمدن سے اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہے، وہ تمام کے تمام خرچے اللہ تعالیٰ بارش کے اس پانی کے ساتھ زمین پر بھیج دیتے ہیں جس پانی کا ہم سے کوئی بل بھی وصول نہیں کیا جاتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {وفی السماء رزقکم} (الآیة)

ترجمہ: "اور اسی آسمان (کے پانی) میں تمہارا رزق ہے۔"

نیز فرمایا: {وأنزل من السمآء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم} (الآیة)

ترجمہ: "اس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی برسایا اور اس پانی سے (طرح طرح) کے (میوے اور) پھل پیدا کئے تمہیں رزق مہیا کرنے کی خاطر۔"

نیز ایک مقام پر اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش سے قبل زمین کی تخلیق کے مختلف مراحل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

{وقدر فیها أقواتها} (الآیة)

ترجمہ: "اس نے (انسان کی تخلیق سے قبل) زمین میں (انسان کے) رزق کا اندازہ ٹھہرایا۔"

اس آیتِ مبارکہ میں صاف اور واضح تصریح ہے کہ انسان کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام کے تمام انسانوں کے دال پانی اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا پہلے سے ایک متعین اندازے (یعنی منصوبہ بندی اور پلاننگ) کے تحت انتظام فرما دیا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کی ان واضح تصریحات کے بعد بھی کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بغیر کسی پلاننگ کے بچے پیدا کرتا چلا جارہا ہے، لہٰذا ہمیں فیملی پلاننگ والوں کی پلاننگ سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بچوں کی پیدائش میں کمی کرنا چاہئے......؟؟؟

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا تو کچھ بھی نہ تھا لیکن ہمارے جدامجد اور پردادا آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کو بتادیا کہ یہ جو ایک عدد دماغ، دوعدد ٹانگیں اور دوعدد ہاتھ ہیں، انہیں استعمال کرکے زمین پر محنت کرو تو زمین اپنے ایسے خزانے اگلنا شروع کردے گی کہ ایک ایک آدمی پچاس پچاس افراد کو پیٹ بھر کر کھلانے کے قابل بنے گا۔

آسمان پر چڑھ کر یا زمین کو کھود کر دیکھو تمہیں کچھ نظر نہیں آئے گا مگر دماغ، دوٹانگوں اور دوہاتھوں کو اللہ کے سکھائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کرو تو دیکھو کہ قوم کا ایک ایک جوان کتنے افراد کو کھلانے پلانے کے قابل بنتا ہے......!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

قال عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه: "أكثروا من العيال، فإنكم لاتدرون بمن ترزقون۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "اولاد کثرت سے طلب کرو کیونکہ تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کس کے ذریعے تمہیں رزق مہیا کرے۔"

عقل کی نظر میں بھی اولاد کی کثرت غربت ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے

یاد رکھئے! فیملی پلاننگ والے ہمیں یہ تو بتاتے ہیں کہ بچہ ایک عدد پیٹ لے کر پیدا ہوتا ہے، مگر اس طرف توجہ لے جانے سے منع کرتے ہیں کہ پیٹ تو ایک ہی ہوتا ہے مگر اس پیٹ کے ساتھ دماغ، دوٹانگیں اور دوعدد ایسے ہاتھ بھی ہوتے ہیں جس میں اپنے پیٹ کے ساتھ مزید درجنوں افراد کا پیٹ بھرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، چنانچہ یہ وہ بنیادی فارمولا ہے کہ جس کے باعث جس خاندان، قوم وملک میں بچے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں، ان اقوام میں کچھ وقت کے بعد اسی تناسب سے جوانوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور یوں کمانے والے زیادہ اور کھانے والے کم ہوجاتے ہیں اور یوں وہ خاندان جس میں بچوں کی شرح پیدائش زیادہ تھی اگر پہلے غریب تھا کچھ ہی وقت میں مالدار بن جاتا ہے، جیسا کہ کثرت سے مشاہدہ بھی ہے اور وہ خاندان، قوم یا ملک جس میں بچوں کی شرحِ پیدائش کم ہو، اس میں اسی تناسب سے کچھ وقت کے بعد کھانے والے بوڑھے اور عورتیں زیادہ......اور کمانے والے جوان مرد کم پڑ جاتے ہیں...... یوں یہ خاندان، قوم یا ملک معاشی ترقی کے باوجود تیزی سے تنزل کی طرف گامزن ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

شرحِ پیدائش میں کمی کسی بھی قوم کو عسکری (فوجی) ودفاعی لحاظ سے کمزور کردیتی ہے

کیا وجہ ہے کہ سعودی عرب کی زمین سونا اگل رہی ہے مگر اس کے باوجود سعودی عرب اپنی مضبوط فوج نہ بنا سکا، وجہ اس کی ظاہر ہے کہ عربوں نے متعدد شادیاں کرکے اولاد کی کثرت کے ذریعے 20 ملک تو آباد کردیئے مگر چونکہ یہ عرب دنیا میں

پھیلتے چلے گئے لہٰذا بعض ممالک مثلاً سعودی عرب کی آبادی میں پاکستان، انڈونیشیا، عراق جیسا اضافہ نہ ہو سکا، سعودی عرب کی آبادی اتنی نہیں کہ ایک طاقتور فوج تشکیل دے سکے، اگر بڑی فوج بناتا ہے تو اس کے لئے سعودی عرب کو اپنی آبادی کا اتنا بڑا حصہ فوج میں بھرتی کرنا پڑے گا کہ ملک کی وہ عوام جس کی حفاظت کے لئے فوج بنے گی تو حفاظت کرنے والی فوج اور عوام کے افراد کی تعداد کا تناسب قریب قریب پہنچ جائے گا...... تو یہ ایسی ہی مضحکہ خیز سی صورت ہوگی کہ جیسے کسی کمپنی میں پچاس افراد ملازمت کر رہے ہوں اور پچیس افراد ان سے تنخواہیں لے کر ان کی حفاظت کر رہے ہوں...... اور اگر سعودی عرب آبادی کی شرح ملحوظ رکھتے ہوئے فوج تشکیل دیتا ہے تو اتنی تعداد میں فوجی بھرتی نہ ہو سکیں گے جو ایک مضبوط اور طاقتور فوج بن کر کسی قوم یا ملک کو آنکھیں دکھانے کے قابل بن سکیں۔

یہ ہندوستان اور چین کی کثیر آبادی ہی تو ہے جس کی بناء پر ہندوستان اور چین عسکری لحاظ سے بہت زیادہ مضبوط اور توانا ہیں، ہندوستان میں آج جتنی غربت ہے اگر اس ملک کی آبادی کم ہوتی تو ہندوستان اس سے بھی زیادہ نہ صرف یہ کہ غریب ہوتا بلکہ فوجی اور دفاعی لحاظ سے کمزور بھی ہوتا۔

آبادی جتنی زیادہ ہوگی روزگار کے مواقع اتنے ہی زیادہ ہوں گے

یہ ایک مسلمہ اور کھلی آنکھوں مشاہدہ پر مبنی اصول ہے کہ آبادی جتنی زیادہ ہوتی ہے روزگار کے مواقع اتنے ہی بڑھ جاتے ہیں اور آبادی کے کم ہونے سے روزگار کے مواقع میں اسی تناسب سے کمی ہو کر بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہو جاتا ہے، کیا وجہ ہے کہ لوگ روزگار کی خاطر دیہاتوں سے کثیر آبادی مثلاً (کراچی جیسے) شہروں کی طرف رُخ کرتے ہیں، اگر کم آبادی میں روزگار کے مواقع زیادہ ہوتے تو شہری لوگ روزگار کے حصول کی خاطر بیابان، جنگلوں اور دیہاتوں کا رُخ کیا کرتے......!!!

اسی طرح یاد رکھئے! ایٹم بم اور فضائی قوت کے ذریعے کسی ملک کی حکومت کو منٹوں میں گرایا جا سکتا ہے مگر اس ملک پر پھر از خود حکومت اور اسے پورے کنٹرول میں لینا اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب ایٹم بم چلانے والے یا فضائی حملہ کرنے والے ملک کی بری فوج کی تعداد غیر معمولی طور پر زائد ہو، اگر بری فوج میں افراد کم ہوں گے تو ایک چھوٹے سے ملک پر قبضہ بھی برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

روس کے خلاف جہاد میں افغانوں کی فتح کا ایک بہت بڑا ظاہری سبب افغانوں کی آبادی بھی تھی، چنانچہ ہم نے سنا کہ بسا اوقات ٹینکوں کی قطاریں لگی ہوتی تھیں مگر افغان مجاہدین ٹینکوں کے دہانوں سے تسلسل کے ساتھ نکلنے والے گولوں کی پروا کئے بغیر سینکڑوں کی تعداد میں قطاریں بنا کر ان ٹینکوں کی طرف دوڑتے...... اور دہانوں سے برسنے والے ان گولوں سے یکے بعد دیگرے درجنوں کی تعداد میں شہید ہوتے ہوتے بالآخر ایک نہ ایک مجاہد کسی ٹینک پر چڑھ دوڑنے میں کامیاب ہو جاتا اور یوں ٹینک میں گھس کر اس ٹینک کو اپنے قبضے میں لے لیتا۔ اس کے برعکس روسی فوجیوں میں جب کوئی فوجی مجاہدین کے ہاتھوں مردار ہوتا، تو اس کے خاندان میں اس کی کمی پوری کرنے والا کوئی دوسرا مرد موجود نہ ہوتا...... یوں روس کے لئے اپنے روز مردار ہونے والے ان فوجیوں کی کمی کو پورا کرنا، ناممکن بنتا چلا گیا۔

آبادی کی کثرت کی مثال ان چیونٹیوں کی طرح ہے جو اپنی کثرت کے باعث مضبوط، طاقتور، زہریلے اور بل کھاتے

اژدھے سے یکے بعد دیگرے چمٹتے ہوئے اس کی بے انتہا طاقت وقوت اور ''مچلنے'' کے باوجود اسے تڑپ تڑپ کر بالآخر دم توڑنے پر مجبور کردیتی ہیں۔

یادرکھئے......! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ملک وملت اور دین ومذہب کے دفاع کی خاطر جہاد کی غرض سے کثرت سے اولاد طلب کرنا، پیغمبروں کا طریقہ ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے: ''باب من طلب الولد للجهاد'' (جہاد کی غرض سے اولاد طلب کرنا) یہ عنوان باندھ کر اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ اور مجاہد پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنی سو(100) بیویوں سے اس نیت سے جماع کے ارادے کا ذکر ہے کہ ان سے ایک سال میں سولڑکے پیدا ہوں گے اور سلیمان علیہ السلام اپنے ان تمام بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والا مجاہد بنا کر دشمنانِ دین کے ''خوابوں'' کو شرمندہ تعبیر ہونے سے محروم کردیں گے۔ لہٰذا ہم اگر اپنے ملک وقوم کو دفاعی لحاظ سے بے انتہا طاقتور اور توانا بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں دیگر وسائل اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ آبادی کی شرح میں بھی اضافہ کرنا پڑے گا۔

کیا دنیا میں وسائل کم ہورہے ہیں؟ حقائق کیا ہیں؟

فیملی پلاننگ والے کہتے ہیں کہ آبادی کے بڑھنے سے دنیا میں تیل، گیس اور دیگر قدرتی ذخائر کم ہورہے ہیں، لیکن حقائق اس کے خلاف ہیں۔ ''آخری صلیبی جنگ'' کے نام سے ایک کتاب بندہ کی نظر سے گزری، اللہ تعالیٰ کتاب کے مؤلف عبدالرشید ارشد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے مختلف معاملات میں یہودیوں کی سازشوں کو بہت مستند حوالوں کے ساتھ بے نقاب کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ خاندانہ منصوبہ بندی کے حوالے سے بھی فاضل مؤلف نے بہت کچھ لکھا، اس کتاب سے چند اقتباسات نقل کررہا ہوں:

رابرٹ مالتھس کا نظریہ فیل ہوگیا

ایک جگہ فرماتے ہیں:

> ماہر معاشیات رابرٹ مالتھس وہ پہلا شخص ہے جس نے کثرتِ آبادی کا شوشہ چھوڑا، ۱۷۹۸ء میں اس نے مشہورِ زمانہ کتاب ''اصولِ آبادی'' لکھی جس کا پورا نام An essay on the principal of population as affects the Future improvement of Society." تھا اس میں کثرتِ آبادی کے حوالے سے اس نے لکھا کہ:
>
> ''آبادی جب کہ وہ بے قید طور پر چھوڑ دی جائے، جیومیٹری کے تناسب سے بڑھتی ہے اور اشیاءِ خوراک صرف ریاضی (ارتھمیٹک) کے تناسب سے بڑھتی ہے۔''

رابرٹ مالتھس پر کثرتِ آبادی کا خوف طاری ہوا اور ہر طرف اسے بھوک سے مرتے انسان نظر آنے لگے۔''

مزید فرماتے ہیں کہ:

> وہی لوگ جو ہمیں اعداد وشمار کے حوالے سے ''بڑھتی آبادی، گھٹتے وسائل'' سے ڈرارہے ہیں، ذرا ان کا یہ نقطہ نظر بھی دیکھ لیجئے کہ شاید اسی سے ہمارا قبلہ درست ہوجائے۔

سب سے پہلے رابرٹ مالتھس کے چھوڑے ہوئے شوشہ کا ہی جائزہ ملاحظہ فرمائیے:

مالتھس کے نظریہ کا جائزہ سب سے پہلے مسٹر گوئن (Gwayen Dyer) نے اپنے ایک مقالہ میں لیا جس کا عنوان تھا:

Malthas The Faisenophet

مسٹر گوائن ڈائر کہتے ہیں:

''مالتھس کی موت کو اب ۱۵۰ رسال گزر چکے ہیں اور اس کی سنگین پیش گوئیاں ابھی تک پوری نہیں ہوئیں۔ دنیا کی آبادی جیومٹری کے حساب سے دگنا چوگنا ہوگئی جیسا کہ اس نے کہا تھا، اس میں جنگوں اور حوادث کی وجہ سے بس تھوڑا سا فرق پڑا ہے۔ جب مالتھس نے کتاب لکھی تھی اس وقت کی آبادی کے مقابلہ میں آج دنیا کی آبادی ۸ گنا زائد ہو چکی ہے مگر غذائی پیداوار بھی کچھ اضافہ ہی کے ساتھ بڑھتی رہی اور انسان کی موجودہ نسل کو اوسط سطح پر تاریخ کی سب سے بہتر غذا مل رہی ہے۔''

گوائن ڈائر نے اپنا مقالہ اس بات پر ختم کیا:

''مالتھس غلطی پر تھا، ہمارے لئے یہ مقدر نہیں کہ ہماری اگلی نسلیں قحط میں پیدا ہوں۔''

(G-Dyer-Indian Times - Dec: 28' 1984)

ایک اور یورپین ماہر معیشت کی تحقیق

اب سے ایک صدی بعد آبادی دگنی یا تگنی ہوجائے گی یعنی اندازہ یہ کہ اکیسویں صدی کے نصف آخر تک آبادی 6/ارب سے 12/ارب کے درمیان ہوگی، اب تخمینہ یہ ہے کہ موجودہ زرعی طریقوں پر کوئی غیر معمولی بوجھ ڈالے بغیر یعنی تمام دنیا میں ان طریقوں کو اختیار کرکے جو وہاں کے لئے موزوں ہوں اور جو فنی اعتبار سے اس معیار کے ہوں جو آج نیم صنعتی ممالک میں استعمال ہو رہے ہیں، اس آبادی کی خوراک کی ضرورت پورا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اگلے سو (100) سالوں میں قلت خوراک کے لئے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے، اگر کوئی قحط آئے تو وہ انسان کی اپنی حماقت یا خودغرضی کی وجہ سے ہوگا۔''

(Bernel J.D. World without wat-page 66)

ماہر معاشیات Dr. Dark Colin کی تحقیق

''یہ تمام چیزیں اس یقین کے لئے مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں کہ اگلے سو سال کے اندر دنیا کے باقی دو تہائی حصے میں بھی وہی زرعی انقلاب واقع ہوجائے گا جو ابھی تک صرف ایک تہائی حصہ میں رونما ہوا ہے۔''

بچوں کی شرحِ پیدائش کی نسبت وسائل کے بڑھنے کی شرح زیادہ ہے

''اگر دنیا کی زمین ٹھیک ٹھاک استعمال کی جائے تو موجودہ معلوم طریقوں کو استعمال کر کے بھی موجودہ آبادی سے دس گنا زیادہ آبادی کو یعنی ۲۸/ارب افراد کو مغربی ممالک کی خوراک کے اعلیٰ معیار پر قائم رکھا جاسکتا ہے اور کثرت آبادی کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوگا۔''

(Clark, Colin, (Economist) Population and living Standards International Labour Review, Aug 53)

خاندانی منصوبہ بندی والوں کا سب سے زیادہ زور اس بات پر ہے کہ آبادی بڑھ رہی ہے اور وسائل (خوراک) گھٹ رہے ہیں، جبکہ حقائق برعکس ہیں، پیدائش اور اموات کی شرح سے آبادی کی بڑھوتری نکالی جائے تو بڑھوتری کی شرح بہت کم ہے اور وسائل کے بڑھنے کی شرح زیادہ ہے۔

تیل اور گیس کی پیداوار میں کمی کے بجائے اضافہ ہو رہا ہے

۱۹۷۰ء کے عشرے سے ہمارے قدرتی وسائل ختم ہونے کا اندیشہ بڑھتا جا رہا ہے، اب ہمیں علم ہے کہ عالمی آبادی اور اقتصادی ترقی کے باوجود تیل سمیت تمام اہم قدرتی وسائل کے معروف ذخائر کم ہونے کے بجائے بڑھ گئے ہیں...... گویا مقدار کے لحاظ سے قدرتی وسائل کی کمی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(بحوالہ ''دنیا کی آبادی۔ حرکیات اور امکانات'' معلومات جرمنی مارچ، اپریل ۹۸ء)

بڑھتی آبادی، گھٹتے وسائل پر یہ کسی رجعت پسند مولوی کی گواہی نہیں بلکہ یہ ان کا کہنا ہے جنہیں ہم ہر سچائی کی سند دینے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔ پھر یہ ماضی بعید کی شہادت نہیں، بات کہنے والے نے صرف ایک سال قبل اپنی تحقیق عالمی سطح پر عامۃ الناس کے سامنے رکھی ہے۔''

خاندانی منصوبہ بندی اور دفاع، یورپ آبادی میں اضافہ چاہتا ہے

فرماتے ہیں:

''خاندانی منصوبہ بندی کے داعی، کم بچے خوشحال گھرانہ کی مالا جپتے نہیں تھکتے کہ اس ''ورد'' پر انہیں مغربی آقاؤں نے لگایا ہے۔ عقل کے یہ اندھے اس خیر خواہی کی تہہ میں چھپی بدخواہی کی تہہ تک نہیں پہنچتے یا دانستہ پہنچنا نہیں چاہتے جبکہ انہیں خاندانی منصوبہ بندی کی ٹافی دینے والے اپنے لئے یہ رائے رکھتے ہیں کہ: ''آبادی میں عظیم اضافہ، ایسا اضافہ جو بے ضبط و بے لگام تھا، یورپ کو دنیا کی درجہ اوّل کی طاقت بنانے میں فیصلہ کن تھا، یورپ کی آبادی کے اس دھماکہ کے ساتھ پھٹ پڑنے ہی کا نتیجہ تھا کہ ملک میں نئی صنعتوں کو چلانے کے لئے کارندے بھی ملے اور دوسری طرف یورپ سے باہر دنیا میں پھیل جانے کے لئے مہاجر اور ایسے سپاہی بھی ملے جو دور دراز علاقوں میں پھیلی سلطنت کی سربراہی کر سکیں۔''

Prof. F.K. Organskl and Sturart Laure Population Explosion is Europe - July 17, 1961

بوسنیا کی خودساختہ سرب حکومت کے وزیر اطلاعات ویلبر آسٹوجک کہتے ہیں:

"اسلام ہر جگہ پھل پھول رہا ہے...... مسلمانوں کے پاس مالیات ہے، ایک نظریہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔"

اس نے اعداد و شمار بتاتے ہوئے بتایا کہ اونچی شرح پیدائش مسلمانوں کو ۲۰۰۰ء تک بوسنیا کا اکثریتی گروہ بنا دے گی۔ (رائٹر ڈان، ۹۲-۸-۱۳)

ایک امریکی رپورٹ

"مسلم ممالک کی بڑھتی ہوئی آبادی اگلے ۲۵ سالوں میں امریکہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، ماہرین کا خیال ہے کہ ان ممالک کی سیاسی، معاشی اور اقتصادی و عسکری (فوجی) قوت میں اضافہ ہوگا۔ ان ممالک سے نکلنے والا خام مال جس سے امریکہ و یورپ کے کارخانوں کی چمنیاں گرم ہوتی ہیں، آنا بند ہو جائے گا۔ لوگوں میں قدرتی وسائل کو اپنے قبضے میں رکھنے کا شعور پیدا ہوگا اور مراعات یافتہ طبقہ (امریکی، یورپی مفادات کی رکھوالی کرنے والا) کے خلاف نفرت با قاعدہ تحریکوں کی شکل اختیار کرلے گی، جو تیسری دنیا میں امریکی مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔"

(American Report S-200 approved under No. 314 on 26-11-75)

سارے بچے اکٹھے پیدا نہیں ہو جاتے...... فلپائن کی مثال

فرماتے ہیں:

"خاندانی منصوبہ بندی سرے سے معاشی خوشحالی کا مسئلہ نہیں ہے۔ فلپائن میں ہر گھرانے میں اوسطاً ۱۰، ۱۲ بچے ہیں لیکن آج تک قحط نہیں پڑا۔ ہمیں فلپنیوں کے ساتھ برسوں اکٹھے رہنے کا بھی موقع ملا ہے۔ ہم نے ان کے چہروں پر محنت کی عظمت اور اطمینان ہی دیکھا، کسی ایک کے منہ سے ہائے وائے نہیں سنی، بلکہ ان کا کہنا تو یہ ہے کہ گھر میں ۱۰ ر بچے یکدم تو نہیں آ گئے، جو پہلے پیدا ہوئے انہوں نے پہلے کمانا شروع کر کے والدین کا ہاتھ بٹایا، پھر چھوٹے، بڑے بنتے گئے، کماتے گئے اور چند سال بعد جب سب کی آمدنی آنے لگی تو...... "خوشحالی نے ہمارے گھر ڈیرے ڈال دیئے......"

عورت کو ولادت کے عمل سے روکنا احمقانہ فعل ہے، نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر کی رپورٹ

نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر الیکسس کیرل کی رپورٹ:

"عورت کے لئے وظائف تولیدی جو اہمیت رکھتے ہیں ان کا ابھی تک پورا شعور پیدا نہیں ہوا ہے، اس وظیفہ کی انجام دہی عورت کی معیاری تکمیل کے لئے ناگزیر ہے، پس یہ احمقانہ عمل ہے کہ عورتوں کو تولید (ولادت کے عمل) اور زچگی سے برگشتہ کیا (یعنی روکا) جائے۔"

("Man the Unknown" by Dr. Alixis Carrel, Noble Prize Winner)

عورت کی صحت بچے جنتے رہنے میں ہے......Dr. Oswald Shwarz کی تحقیق

''جذبہ جنس آخر کس چیز کا غماز ہے اور کس مقصد کے حصول کے لئے ہے؟ یہ بات کہ اس کا تعلق افزائش نسل سے ہے، بالکل واضح ہے۔ بائیولوجی (Biology) کا علم اس مسئلے کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے، یہ ایک ثابت شدہ حیاتیاتی قانون ہے کہ جسم کا ہر عضو اپنا خاص وظیفہ انجام دینا چاہتا ہے اور اس کام کی تکمیل چاہتا ہے جو فطرت نے اس کے سپرد کیا ہے، نیز اگر اسے اپنے اس کام سے روک دیا جائے تو لازماً الجھنیں اور مشکلات پیدا ہوں گی۔ عورت کے جسم کا بڑا حصہ بنایا ہی گیا ہے استقرارِ حمل اور تولید کے لئے۔ اگر عورت کو اپنے جسمانی اور ذہنی نظام کا یہ فطری تقاضا پورا کرنے سے روک دیا جائے گا تو وہ اضمحلال اور شکستگی کا شکار ہو جائے گی اس کے برعکس ماں بن کر وہ ایک نیا حسن ایک روحانی بالیدگی پالیتی ہے جو اس جسمانی اضمحلال (کمزوری) پر غالب آجاتی ہے جس سے زچگی کے باعث عورت دوچار ہوتی ہے۔''

(The Psychology of Sex, page 17, Dr. Oswald Schwarz)

ایک برطانوی رپورٹ

''مانعِ حمل وسائل کے استعمال سے مردوں کے جسمانی نظام میں برہمی پیدا ہوسکتی ہے۔ عارضی طور پر ان میں مردانہ کمزوری یا نامردی بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے کہا جاسکتا ہے کہ ان وسائل کا کوئی زیادہ برا اثر بظاہر مرد کی صحت پر نہیں پڑتا، مگر اس بات کا ہمیشہ خطرہ ہے کہ مانع حمل وسائل کے استعمال سے جب مرد کو دورانِ مباشرت اپنی خواہش کی مکمل تسکین نہ ہوگی تو اس کی عائلی زندگی کی مسرتیں غائب ہو جائیں گی اور وہ دوسرے ذرائع سے تسکین حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جو اس کی صحت برباد کر دیں گی اور ممکن ہے کہ امراضِ خبیثہ میں مبتلا کر دیں۔''

''منع حمل کی تدابیر کا نتیجہ یہ ہوتا کہ عورت کے عصبی نظام میں سخت برہمی پیدا ہو جاتی ہے اس میں بدمزاجی اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اس کے جذبات کی تسکین نہیں ہوتی تو شوہر کے ساتھ تعلقات خراب ہو جاتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں میں یہ اثرات زیادہ نمایاں دیکھے گئے ہیں جو''عزل'' (کنڈوم)(Coitus Interrupts) کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

(Report-Birtish National Birth Rate Commission)

ضبطِ ولادت کے موجودہ تمام طریقے مرد وعورت دونوں کی صحت کی بربادی کا پیغام ہیں

Dr. Marry Sharabail کی تحقیق:

''......ضبط ولادت کے طریقے، فرزجے ہوں، جراثیم کش دوائیں، گولیاں، کنڈوم وغیرہ جو بھی ہوں، کے مسلسل استعمال سے عورت میں عصبی ناہمواری، پژمردگی، افسردہ دلی، طبیعت کا چڑچڑاپن،

اشتعال پذیری، غمگین خیالات کا ہجوم، بے خوابی، پریشان خیالی، دل و دماغ کی کمزوری، دوران خون کی کمی، ہاتھ پاؤں کا سن ہوجانا، جسم میں کہیں کہیں ٹیسیں اٹھنا، ایام ماہواری میں بے قاعدگی پیدا ہونا، ان کے لازمی اثرات ہیں۔" (چالیس سالہ تجربہ کے بعد لیڈی ڈاکٹر کی رائے، بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت: Marry Seharlaib.Dr)

"اسقاط کی وجہ سے بہت بڑی تعداد میں ایسے مریضانہ (Pathological) اثرات مرتب ہوتے ہیں جو آئندہ تولید (ولادت) کے امکانات کو بری طرح مجروح کر دیتے ہیں۔"

("The Abortion Problem" Taussing Fredrick J. Proceedings of the Conference of National Committe on Maternal Health, Baltimore, Page 39)

"......وظائف تولیدی کی انجام دہی عورت کی تکمیل کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ ایک احمقانہ فعل ہے کہ عورتوں کو تولید اور زچگی سے برگزشتہ کیا جائے۔"

(Alsix Cari. De"Man the Unkown" بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت، صفحہ 78)

Dr. Sitwati کی تحقیق

"......مانع حمل ذرائع میں کوئی طریقہ بھی ایسا نہیں جو بد اثرات نہ چھوڑتا ہو۔"

(Family Planning, Dr. Sitawati, Pakistan Times, Sept 21, 59)

ضبطِ ولادت کی گولیاں کینسر کا سبب

برطانوی ڈاکٹر Panial Deucas کی رپورٹ:

"ضبط ولادت کی گولیاں خطرناک نتائج کی حامل ہیں۔ ان کے استعمال سے سر چکرانا اور دیگر اعصابی تکالیف ہی نہیں بلکہ سرطان (Cancer) جیسے موذی مرض کے پیدا ہونے کا خدشہ بھی ہے۔"

(Ranial Deucas-Brhisher.Dr بحوالہ صدق جدید لکھنؤ، 18 نومبر 60ء)

امر واقع یہ ہے کہ ہمارے ہسپتال میں ایسی مریض خواتین علاج کے لئے آتی ہیں جن کی ہسٹری لینے کے دوران اکثر مرض کی ابتداء کی تہہ میں چھلا (Ring) گولیاں، آپریشن پایا جاتا ہے۔ آج ریڈیو، ٹی وی پر قوم کو زیادہ بچوں کے سبب کینسر سے ڈرایا جارہا ہے حالانکہ بات اُلٹ ہے۔ تحقیق کہتی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے طور طریقے اور ادویات کینسر کا سبب بن سکتے ہیں۔

خراب صحت سے چھٹکارا

شاہدہ پیشے کے اعتبار سے ایک سائنس دان ہے۔ وہ کہتی ہے کہ شادی سے پہلے میرے لئے صحت کا کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوا تھا، لیکن شادی کے بعد جب میں نے مانع حمل گولیاں استعمال کیں تو وہ گولیاں میری بیماری کا سبب بن گئیں، لیکن صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے شوہر بھی بیمار رہنے لگے۔ اس

طرح ہم طرح طرح کی بیماریوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہنے لگے۔ پھر ہم نے خرابی صحت سے متعلق اپنا رویہ تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد ہمیں خرابی صحت کی گرفت سے چھٹکارا مل گیا۔ شاہدہ لکھتی ہیں:

میرے ہونے والے شوہر سے پہلے پہل میری ملاقات اس وقت ہوئی تھی کہ جب ہم ڈگری کلاس میں پڑھ رہے تھے، پھر جب ہماری شادی ہوئی تو ان دنوں ہم پی، ایچ، ڈی کے لئے ریسرچ کر رہے تھے۔ تعلیم کے دوران ہمارے لئے بچے کی ولادت دقتیں پیدا کر سکتی تھی لہٰذا مانع حمل گولیوں کے استعمال ہی میں عافیت نظر آئی، چنانچہ ہم نے ان گولیوں کا استعمال شروع کر دیا اور اب ہمیں یہ سوچ کر قطعی حیرت نہیں ہوتی کہ ہماری صحت کی خرابی کی وجہ یہی گولیاں تھیں۔ مانع حمل گولیوں کے استعمال کے تقریباً ایک سال بعد ہماری صحت خراب رہنے لگی، میرا وزن گھٹنے لگا، مزاج میں ہیجان اور چڑچڑاپن پیدا ہو گیا اور اکثر و بیشتر مجھ پر افسردگی طاری رہنے لگی۔ اس وقت میری سمجھ میں قطعی نہیں آتا تھا کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ میرے ساتھ ہی میرے شوہر بھی علیل رہنے لگے بلکہ ان کی صحت مجھ سے زیادہ بگڑ گئی، وہ اعصابی بدنظمیوں کا شکار رہنے لگے اور کبھی کبھی ان پر بھی ہیجانی کیفیت طاری ہونے لگی۔

ہم نے پی ایچ ڈی کر لیا اور اپنے پیشے میں لگ گئے۔ اب ہمارا کنبہ باضابطہ وجود میں آنے لگا تھا، حیرت کی بات ہے کہ دورانِ حمل میری صحت کافی بہتر ہو گئی، میں خود کو تندرست محسوس کرنے لگی، اس طرح میری فکرمندی بڑی حد تک دور ہو گئی۔ شادی کے بعد سے اب تک مجھے اپنی صحت کبھی اس قدر بہتر نہیں معلوم ہوئی تھی۔ (بشکریہ ''ہمدرد صحت''، جولائی ۱۹۸۵ء)

ضبطِ تولید کی گولیوں سے فالج ہوتا ہے

ضبطِ تولید کی گولیاں استعمال کرنے والی خواتین فالج کا شکار ہوتی ہیں۔ اونٹاریو (کینیڈا) کے ایک ممتاز ماہر امراضِ اعصاب کے مطابق اس نے اب تک جو مشاہدات کئے ہیں ان کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ضبطِ تولید کی گولیاں جب سے استعمال ہونے لگی ہیں خواتین پر فالج کے حملوں کا سلسلہ بھی تیز ہو گیا ہے۔ اس ماہر کے مطابق اس نے اونٹاریو میں جو مشاہدات کئے ہیں ان کے مطابق ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۸ء کے دوران ان گولیوں کو عوام میں متعارف کرانے کے بعد انہیں استعمال کرنے والی ۷۵ رفیصد خواتین فالج کے امراض میں مبتلا ہوئیں، جبکہ ۱۹۵۸ء اور ۱۹۵۹ء میں یہ صورتِ حال نہیں تھی۔

ڈاکٹر ولیم ہاچنسکی کے مطابق اونٹاریو میں فالج کے مریضوں کی مجموعی تعداد میں ۱۷ رفیصد اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر ہاچنسکی نے یہ بات سپریم کورٹ میں دائر کردہ ایک مقدمے کی سماعت کے دوران بتائی۔ پالین بخان نامی ایک خاتون نے اورتھو فارماسیوٹیکل (کینیڈا) لمیٹڈ کے خلاف عدالت میں اپنی درخواست میں بتایا ہے کہ اس کمپنی کی تیار کردہ ضبطِ تولید کی گولیاں کے استعمال سے اس پر ۱۹۷۱ء

میں فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے اس کا بایاں ہاتھ اور پاؤں مستقل طور پر بیکار ہو گیا ہے۔ اس پر حملہ ۲۳ رسال کی عمر میں ہوا تھا۔ (بشکریہ ''ہمدرد صحت، ستمبر ۱۹۸۵ء)

اسقاطِ حمل سالانہ تقریباً 68000 اموات کا سبب

ترقی پذیر ملکوں میں اسقاطِ حمل سے ہر سال اوسطاً 68000 خواتین موت کے منہ چلی جاتی ہیں۔ جی ہاں! یہ بی بی سی کی رپورٹ ہے، اس کے تحت یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ لینسٹیٹ مطالعاتی رپورٹ کے مطابق اسقاطِ حمل کے بعد کم از کم پانچ لاکھ خواتین ایسی ہیں جو کہ انفکشن اور دیگر پیچیدگیوں کے باعث ہسپتال جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

www.bbcurdu.com 18:08, November 24 PST 23:08 GMT

دو بچوں کی پیدائش میں زیادہ وقفہ بچوں کی ذہنی ترقی میں رکاوٹ کا سبب ہے

یاد رکھئے! فطرت نے نظام کچھ ایسا بنایا ہے کہ بچہ اپنی ہی عمر کے قریب قریب کسی بھائی یا بہن کا خواہش مند ہوتا ہے، چنانچہ اگر بھائی بہنوں کی عمروں میں زیادہ فرق ہو تو یہ بات بچوں کی تربیت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور وہ بچے جلدی اور عمدہ ذہنی واخلاقی تربیت حاصل کرتے ہیں جن کے بھائی اور بہنیں کثرت سے ہوں۔

اس حوالے سے فاضل مؤلف بعض یورپین محققین کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''بچوں کے درمیان جس غیر فطری (کیونکہ فطری وقفہ قدرت کا طے کردہ ہے) وقفے پر زور دے کر ''خوشحال اور صحت مند گھرانے کی خوشخبری'' اکثر دی جاتی ہے اس پر ان کے اپنے طبّی ماہرین کی رائے کیا ہے؟ آپ بھی ملاحظہ فرمالیجئے، یہ لوگ عمرانیات اور نفسیات کے شعبے میں برسہا برس تجربہ کی بناء پر یہ رائے رکھتے ہیں:

''......قریب العمر بچوں (بھائیوں، بہنوں) کی کمی منجملہ اور چیزوں کے بچے کو مشکلات میں مبتلا کر دیتی ہے اور وہ چیخنے یا چلانے یا تخریبی نوعیت کے کام کرنے میں لگ جاتے ہیں۔''

("The Middle Class Child and Neurosis" Arnold W. Green)

''اگر بچوں کے درمیان عمر کا بہت فرق ہو تو بڑے بچے میں قریب العمر ساتھی نہ ہونے کی وجہ سے ذہنی خلال (Neurosis) تک واقع ہو جاتا ہے بلکہ بعض ماہرین اس پر بھی متفق ہیں کہ بچے کا ذہنی ارتقاء (ترقی) رک جاتی ہے۔''

("Maternal Over Protection" Dr. David M. Lovy)

ملاحظہ ہو: ''آخری صلیبی جنگ'' مؤلفہ: عبدالرشید، صفحہ ۲۰۲ تا ۲۷۰)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو عزل ثابت ہے اس کا مقصد شرحِ پیدائش میں کمی نہ تھا

فیملی پلاننگ والے بعض مرتبہ اپنے نظریات کی تائید کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو بعض موقع پر عزل (کنڈوک کا استعمال عزل ہی کی ایک جدید صورت ہے) ثابت ہے، اس سے استدلال کرتے ہیں تو یاد رکھئے! صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو بعض مواقع پر عزل ثابت ہے، اس عزل سے صحابہ کا مقصد بچوں کی شرح پیدائش میں کمی ہرگز نہیں تھی...... بلکہ وقتی طور پر پیش آنے والے کسی عذر کے پیش نظر اس کا ارتکاب کیا جاتا تھا، صحابہ تو سمجھتے تھے کہ شریعت (جو فطرت ہی کا دوسرا نام ہے) نے عورت کو ''حرث'' (کھیتی) سے تعبیر کیا ہے، کھیت کا تو مقصد ہی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ فصل کٹنے کے بعد دوبارہ بیج ڈالنے سے قبل اگر کسان درمیان میں کچھ وقفہ کرے تو دنیا میں اس سے بڑا احمق کوئی کسان نہ ہوگا جو یہ وقفہ اس لئے کرے کہ میری پیداوار کم ہو......

ایک پادری کا قرآن پر اعتراض

ایک دن ایک پادری صاحب مجھے کہنے لگے کہ تمہارے قرآن نے عورتوں کو ''کھیتی'' سے تعبیر کر کے عورت کی بڑی توہین کی ہے۔

میں نے کہا (اگر تعصب کی عینک اتار کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا) کہ قرآن نے عورت کو کھیتی سے تعبیر کر کے عورت کی تعظیم کی ہے، تحقیر نہیں، یقین نہ آئے تو کسان سے پوچھو کہ اس کے دل میں اپنے کھیت کی کیا قدر ہوتی ہے......؟ کسان سے اس کا کھیت چھیننے کی کوشش کر کے دیکھو، کسان اپنی زمین کے دفاع کی خاطر جنگ وجدال اور خون خرابے پر اتر آئے گا...... کیونکہ اسے معلوم ہے کہ میری تو پیداوار کے اور پھر پیداوار کے ذریعہ معاش ہی اس سے وابستہ ہے تو جب کسان کے دل میں اس کھیتی کی وہ قدر جو گاجر، مولی اور ٹماٹر پیدا کرتی ہے تو وہ کھیتی جو انسان کی صورت میں پیغمبروں کو پیدا کرتی ہے...... علماء، مفتیان اور ملک وقوم کو مضبوط کرنے والے فوجیوں اور مبلغین کو پیدا کرتی ہو...... قوم کی خوشحالی کی خاطر سائنسدانوں، ڈاکٹروں، انجینئروں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو پیدا کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ ملک وقوم کی خوشحالی کا سبب بنتی ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کھیت کے مالک یعنی شوہر کا خاندان آباد کر کے، اسے جوانی میں باپ اور پھر بڑھاپے میں دادا نانا بننے کی نعمت سے نوازنے کا سبب بنتی ہو...... تو ایسے شوہر کو جب کوئی بتائے کہ یہ تمہاری بیوی ہی ہے جو خود تکلیف اٹھا کر تمہیں اولاد کی صورت میں پیداوار مہیا کرتی ہے تو ایسی بات بتانے والا شوہر کے دل میں عورت کی قدر و منزلت گھٹا رہا ہوگا یا بڑھا رہا ہوگا......؟

قرآن نے عورت کو کھیتی سے تعبیر کرتے ہوئے مسلمان مرد کے دل میں عورت کی عظمت بٹھائی ہے۔

ارشادِ باری ہے:

{هو الذی جعل لكم من أنفسكم أزواجا وجعل لكم من أزواجكم بنين وحفدة}

ترجمہ: ''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے (عورتیں) پیدا کیں اور پھر ان جوڑوں (بیویوں) کے ذریعے تمہیں بیٹے بھی دیئے اور پوتے بھی۔''

الغرض خالق کائنات نے بتایا کہ یہ تمہاری بیوی ہی ہے جو تمہارا خاندان آباد کرتی ہے، بالکل کسان کی اس زمین کی طرح جس میں کسان نے بیج ڈالا تھا پھر یہ زمین ایک وقت تک اس دانے کو مضبوط ٹھکانا دے کر اور اسے خوراک مہیا کر کے

پہلے اسے ننھا سا پودا اور پھر مسلسل پروان چڑھاتے ہوئے تناور درخت بنا کر چھوڑتی ہے، یہاں تک کہ ایک وقت کے بعد وہ دانا یا گٹھلی تناور درخت یا لہلہاتی فصل بن کر کسان کی زینت وفکر کا بھی سبب بنتی ہے اور کسان اس درخت وفصل کی پیداوار سے ہر طرح کے دینی ودنیوی فوائد خود بھی حاصل کرتا ہے اور قوم کی خوشحالی کا بھی سبب بنتا ہے۔

یاد رکھئے! زمین سے اُگنے والی پیداوار جتنی زیادہ ہوگی کسان، اس کے اہل خانہ بلکہ پوری قوم خوشحالی کی طرف اتنے ہی زیادہ گامزن ہوں گے، بالکل اور سو فیصد اسی طرح جس ملک، جس قوم اور جس خاندان میں بچوں کی صورت میں ظاہر ہونے والی پیداوار جتنی زیادہ ہوگی وہ خاندان اور قوم بھی خوشحالی کی طرف اتنی ہی زیادہ گامزن ہوگی۔

بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ، کونسا وقفہ ہے

اور یہ بھی یاد رکھئے! کسان ایک مرتبہ پیداوار کاٹنے کے بعد دوبارہ بیج ڈالنے سے قبل کچھ وقت کے لئے زمین کو آرام دیتا ہے اور اسے کھاد کی خوراک مہیا کر کے چند ماہ کے لئے یوں ہی چھوڑ دیتا ہے، تاکہ زمین اپنی توانائی بحال کر کے دوبارہ عمدہ اور زیادہ پیداوار پیدا کرنے کے قابل بن جائے.....تو دو "پیداوار" کے درمیان اس وقت یہ وقفہ ایسا وقفہ ہوگا جسے "مناسب وقفہ" کہا جائے گا.....کیونکہ اس وقفے کا مقصد پیدوار میں کمی نہیں بلکہ پیداوار میں کمی سے بچنا ہے، اسی طرح بعض مرتبہ کوئی عورت بچے کی ولادت کے بعد وقتی کمزوری کا شکار ہوجاتی ہے تو مناسب ہوتا ہے کہ اگلے بچے کی پیدائش میں کچھ وقفہ کر کے عورت کو آرام دیا جائے، نیز تاکہ عورت اپنی طاقت وقوت پوری طرح بحال کر کے کمزوری کے باعث جلد بڑھاپے کا شکار نہ ہو اور یوں دیر تک اولاد پیدا کرنے کے قابل رہے.....تو بچوں کی پیدائش میں جو وقفہ اس قسم کا ہوگا اس وقفے کو "مناسب وقفہ" کہا جائے گا کیونکہ اس وقفے کا مقصد بھی بچوں کی شرح پیدائش میں کمی نہیں..... بلکہ اضافہ ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی والے اہل مغرب کے اشاروں اور ان سے ملنے والے فنڈز کی بنیاد پر بچوں کی پیدائش میں جس قسم کے وقفوں کی تعلیم دے رہے ہیں تو ان وقفوں کا مقصد.....نہ تو عورتوں کی صحت کی بحالی ہے.....، نہ ہی غربت کا خاتمہ .....اور نہ ہی اولاد کی تعلیم وتربیت..... یہ سب قوم کو اُلّو بنانے کے لئے اہل مغرب کی طرف سے پیش کردہ زہریلی ٹافیاں اور لالی پاپ ہیں جو ترقی وتربیت کے خوشنما نعروں کے میٹھے شیرے میں ڈبو کر قوم کو کھلائی جا رہی ہیں..... اِن وقفوں کا بنیادی مقصد صرف اور صرف ایک ہی بات ہے اور وہ یہ کہ ایشیائی اقوام خصوصاً مسلمان قوم میں بچوں کی شرحِ پیدائش میں کمی ہو اور مسلمان "کھیتیاں" .....علماء، صلحاء، مجاہدین ومبلغین، ڈاکٹروں، انجینئروں، سائنسدانوں، اسلامی ملکوں کی حفاظت کرنے والے فوجیوں اور مزدوروں کی صورت میں پیدا ہونے والی "پیداوار" میں اضافہ ترک کردیں.....اور یوں آبادی کی کمی کا شکار ہو کر یہ ممالک عسکری (فوجی) اور معاشی سطح پر مضبوط اور توانا نہ ہوسکیں.....اور کسی بھی لحاظ سے کسی بھی محاذ پر اہل مغرب کی راہ میں رکاوٹ کا سبب نہ بن سکیں..... نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان ملکوں کی زمین میں ودیعت کردہ تیل، گیس اور دوسری معدنیات کے نہ ختم ہونے والے بیش بہا خزانوں پر اہل مغرب کی دسترس آسان ہوجائے۔

❁❁❁

چھٹا حصہ

اسلام اولاد کی کثرت پر بہت حریص ہے

قرآن، حدیث، صحابہ و اسلاف کے اقوال

پہلی حدیث: (تین بار اجازت مانگنے پر بھی بانجھ عورت سے نکاح کی اجازت نہیں ملی)

عن معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جاء رجل إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال إنی أصبت امرأۃ ذات حسب وجمال وإنھا لا تلد أفأتزوجھا؟

قال: لا، ثم أتاہ الثانیۃ فنھاہ ثم أتاہ الثالثۃ فقال: تزوجوا الودود الولود؛ فانی مکاثر بکم الأمم۔ رواہ أبوداود۔

ورواہ البیھقی بسندہ فقال:... ذات حسب ومنصب ومال الا أنھا لا تلد أفأتزوجھا... ثم أتاہ الثانیۃ فقال لہ مثل ذلک فنھاہ ثم أتاہ الثالثۃ فقال لہ مثل ذلک فقال رسول اللہ صلی اللہ وسم: تزوجواا الودود الولود؛ فانی مکاثر بکم الأمم۔"

ترجمہ: "حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھے ایک ایسی عورت کا رشتہ میسر آیا ہے جو اونچے خاندان اور منصب والی ہے، خوبصورت بھی ہے اور مالدار بھی ہے، مگر بانجھ ہے (یعنی اس کے اولاد نہ ہوگی) تو کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں" (صحابی تشریف لے گئے اور پھر) دوبارہ حاضر خدمت ہو کر وہی بات دہرائی [کہ وہ عورت اونچے خاندان اور منصب والی بھی ہے، خوبصورت بھی ہے اور مالدار بھی ہے، اس عورت کے اوصاف دہرا کر دوبارہ اجازت لینا چاہی] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بات بھی صحابی کو اس سے نکاح کرنے سے منع فرمادیا (صحابی تشریف لے گئے اور پھر) دوبارہ حاضر ہو کر وہی بات دہرائی [کہ وہ عورت اونچے خاندان اور منصب والی بھی ہے، خوبصورت بھی ہے اور مالدار بھی ہے، اس عورت کے عمدہ اوصاف شمار کرتے ہوئے تیسری بار اجازت لینا چاہی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی ان صحابی کو اس سے نکاح سے منع فرمایا اور فرمایا کہ] ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت زیادہ محبت کرتی ہو اور کثرت سے بچے جنتی ہو، کیونکہ میں تمہاری کثرت (اور تعداد) کی بنا پر روزِ محشر دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔"

اس حدیث میں درج ذیل باتیں خصوصیت سے قابل غور ہیں:

پہلا نکتہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نکاح سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے صراحتاً اجازت نہیں لیا کرتے تھے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح فرمایا، اگلے دن رسول اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کپڑوں پر خوشبو کا زرد رنگ دیکھ کر اس بارے میں استفسار فرمایا تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں گزشتہ کل نکاح کر چکا ہوں، خوشبو کا اثر اس سبب سے ہے، تو دیکھئے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نکاح کی خاطر جس عورت کا انتخاب کیا اس کے بارے میں مشورہ تو درکنار بلکہ پہلے سے نکاح کی اطلاع بھی ضرورت نہ سمجھی......مگر مذکورہ حدیث میں بانجھ عورت کے نکاح سے قبل صحابی کا باقاعدہ پہلے رسول اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی کوشش کرنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ صحابہ کرام میں یہ بات پہلے سے اچھی طرح مشہور معروف تھی کہ ہمارے نبی اپنی امت میں اولاد کی قلت (کمی) کو پسند نہیں فرماتے، چنانچہ اس بات کے پہلے سے مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے بانجھ عورت کا رشتہ میسر آجانے کے بعد صحابی نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس عورت کے اوصاف گنواتے ہوئے، پہلے اس اقدام کی باقاعدہ اور صراحتہ اجازت یا اس بارے میں آپ سے مشورہ لے لیا جائے......بانجھ عورت سے نکاح کی کراہت پہلے سے مشہور و معروف ہونے سے اندازہ لگالینا چاہیے کہ اسلام، امتِ مسلمہ میں شرحِ پیدائش کی قلت کو کتنا ناپسند کرتا ہے......؟؟؟

دوسرا نکتہ

اگر کسی عورت کی طرف کسی مرد کا میلان ہو جائے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری صحیح حدیث میں ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دی ہے اور ان کے درمیان نکاح کو بہترین چیز قرار دیا ہے، ارشاد ہے: ''لن تر للمتحابين مثل النكاح'' (دو محبت کرنے والوں میں نکاح سے بہتر ہرگز کوئی شئی نہیں) نیز حکم دیا کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اسے پہلے ایک نظر دیکھ لیا جائے......اس سے اس کی طرف کچھ پہلے سے میلان ہو جاتا ہے اور ایسا نکاح زیادہ کامیاب ہوتا ہے، الغرض جس عورت کی طرف طبعی میلان ہو، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دی اور ایسی عورت سے نکاح کو زیادہ کامیاب قرار دیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اس خاتون کی طرف صحابی کی رغبت کے باوجود بھی صحابی کو اس کے نکاح سے منع فرمایا......معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر اولاد کے حصول کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس بناء پر محبوبہ کے رشتے کو بھی ٹھکرا دینا چاہیے۔

تیسرا نکتہ

کسی عورت کی طرف نکاح کی خاطر رغبت و میلان دو قسم کا ہوتا ہے:

(۱) عورت میں واقعی کچھ عمدہ اوصاف ہوں کہ جن کی بناء پر اس کی طرف غیر معمولی رغبت ہو۔

(۲) بغیر کسی وصف کے ویسے ہی جوانی کے جوش میں نکاح کا شوق پیدا ہو رہا ہو۔

پہلی قسم کا میلان و رغبت دوسری قسم کی نسبت کئی گنا زائد ہوتا ہے، چنانچہ صحابی کی اس عورت کی طرف نکاح کی ایسی

رغبت تھی جو محض جسمانی صحت وقوت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس عورت میں موجود کچھ واقعی ایسے عمدہ اوصاف تھے کہ جن کے باعث صحابی نے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر کی، مگر اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کے نکاح سے منع فرمایا، معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اولاد کی کثرت والی حکمت نکاح سے وابستہ باقی تمام حکمتوں اور مصلحتوں پر مقدم ہے، لہٰذا اولاد کا حصول اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی خاطر باقی مصلحتوں کو قربان کر دینا چاہئے۔

چوتھا نکتہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری پر غیر معمولی حریص تھے اور عام عادت صحابہ کرام کی یہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا کرتے تھے کہ ہمارے نبی اس کام کو پسندیدہ نہیں سمجھتے اور اتنی بات ہی ان حضرات کو کسی کام سے روکنے کے لئے کافی ہوجایا کرتی تھی، صحابہ کرام کے ان اوصاف کا تقاضا یہ تھا کہ پہلی مرتبہ یہ صحابی جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک مرتبہ منع کر دینا ہی کافی ہوجانا چاہیے تھا، مگر یہ صحابی کچھ وقت کے بعد دوبارہ اجازت مانگنے کیوں تشریف لا رہے ہیں......؟

یہ یقیناً اس بات کی علامت ہے کہ صحابی کے دل میں عورت سے نکاح کی طرف صرف رغبت ہی نہیں تھی بلکہ اتنی زیادہ رغبت اور ایسا غیر معمولی میلان تھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صریح لفظوں میں ایک مرتبہ منع کر دینا بھی کافی نہ ہوا، حتیٰ کہ پھر دوسری مرتبہ حاضر ہوئے، دوبارہ منع کیا گیا اور پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوکر دوبارہ اجازت لینا چاہی...... یہ تین مرتبہ حاضری کا عدد جہاں صحابی کی اس عورت سے نکاح کی...... ''بے پناہ خواہش''......ورغبت کی طرف دلالت کر رہا ہے...... وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان صحابی کو تینوں بار ہی منع کر دینا...... اس بات کی بھی واضح دلیل ہے کہ صحابی کے دل میں اس عورت کی طرف نکاح کی خواہش کے جو غیر معمولی جذبات تھے...... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنی امت کے افراد سے اولاد کی کثرت کی خواہش کے جذبات اس سے بھی زیادہ ہیں......

پانچواں نکتہ

نبوت کے جس دور میں یہ واقعہ پیش آیا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں متعدد شادیوں کا بھرپور رواج تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور مختلف عنوانات سے اپنے اقوال کے ذریعے تعددِ ایک سے زیادہ شادیوں کی ترغیب بھی دے چکے تھے، بالفرض اگر ترغیب نہ بھی دی ہوتو رواج تو بہرحال تھا ہی، چنانچہ صحابی جب پہلی بار خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور نکاح کی اجازت لینا چاہی تو انہیں یوں بھی جواب دیا جاسکتا تھا کہ: ''چلو......! یہ اگرچہ بانجھ سہی......مگر شادی زندگی میں صرف ایک ہی بار تو نہیں ہوتی......یعنی اس عورت سے شادی کر کے تم اولاد سے ہمیشہ کے لئے محروم تھوڑا ہی ہوجاؤ گے، دوسری، تیسری، چوتھی شادی کا اختیار تو تمہارے پاس بہرحال رہے گا، لہٰذا دوسری شادی کسی ایسی عورت سے کر لینا جو بانجھ نہ ہو......''

مگر تعددِ ازواج کے بھرپور رواج کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو اس عورت کے نکاح سے منع کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے افراد سے اولاد کی کثرت کی اتنی خواہش ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میری امت کا کوئی بھی فرد اگر چار شادیاں بھی کرے تو ان چار شادیوں کے لئے بھی ایسی عورتیں تلاش کرے جن میں سے ایک بھی بانجھ نہ ہو،

سب کی سب بچے جننے والی ہوں۔

چھٹا نکتہ

محض بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والا وصف تو دنیا کی لاتعداد عورتوں میں پایا جاتا ہے، نیز ایسی عورتوں کے رشتوں کا حصول بھی آسان ہوتا ہے جن سے مقصد صرف اولاد کا حصول ہو...... اچھا خاندان، خوبصورتی، منصب و دولت وغیرہ پیش نظر نہ ہو...... اس کے برخلاف ایسی عورتیں دنیا میں کم ہوتی ہیں جن میں اونچے خاندان، خوبصورتی، منصب اور دولت والے چار عمدہ اوصاف بیک وقت جمع ہو جائیں، نیز ایک تو اس قسم کی عورتوں کی تعداد کم ہوتی ہے پھر اگر ایسی صفات والی عورتوں کی طرف پیغام نکاح بھیجا بھی جائے تو ان کے اولیاء اس پیغام کو اتنی آسانی سے قبول بھی نہیں کرتے...... چنانچہ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ اگر تمہارے لئے کوئی ایسا رشتہ میسر ہو جس کا میسر ہونا، نادر ہو...... جس رشتے کا حصول ایسے سمجھا جاتا ہو جیسے کسی کی لاٹری لگ گئی ہو...... تو ایسی صورت میں بھی اولاد کے حصول کی نعمت اس رشتے کے حصول کی نعمت سے بڑھ کر ہے......

صحابی کو جس قسم کی خاتون کا رشتہ میسر آیا، اس موقع پر اگر میں یا آپ ہوتے اور متعدد شادیوں کا بھرپور رواج بھی ہوتا اور ہم سے کوئی اس قسم کا مشورہ لینے آتا تو ہم اسے شاید یوں جواب دیتے:

> ''بھائی! بات یہ ہے کہ محض اولاد کے حصول کے لئے کسی بھی عورت سے ایک کیا مزید تین شادیاں کر سکتے ہو، ویسے بھی جہاد کا دور ہے، باندیاں کم ہیں کیا......؟ ہر سال ایک کے بجائے تین تین بچے پیدا ہوں گے...... مگر یاد رکھو! خوبصورت لڑکیاں نصیب والوں ہی کو ملا کرتی ہیں، پھر خوبصورت لڑکی اگر اونچے خاندان، اونچے منصب اور مال و دولت والی بھی ہو تو یہ تین اوصاف اس کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگا دیتے ہیں، یعنی: خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت (تو ویسے بھی) آ ہی جاتی ہے
> مگر اونچا خاندان، منصب و دولت اس نزاکت اور حسن کو سہہ آتشہ بنا دیتا ہے۔

لہٰذا ہم اور آپ ہوتے تو اولاً تو اس موقع پر اس قسم کے مشورے کو مشورہ لینے والے کی حماقت اور بیوقوفی کی بہت بڑی دلیل سمجھتے اور اس موقع پر مشورہ لینے والوں کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے بلکہ اس کی حماقت اور ''سادگی'' پر ہنستے ہوئے اس سے کہتے کہ:

> ''او خدا کے انتہائی...... سادہ...... بندے! اس رشتے کو غنیمت سمجھو...... بانجھ ہے تو کیا ہوا......؟ اولاد تو مقدر سے ملتی ہے...... مقدر میں ہوئی تو پچیس تیس سال بعد ہو سکتا ہے کہ اسی سے ہو جائے، کیا ایسے واقعات دنیا میں کم نہیں کہ بیوی کا علاج چلتا رہا اور شادی کے اٹھارہ سال بعد بچہ ہوا اور اٹھارہ سال صبر و تحمل کا بالآخر خدا نے دنیا میں بھی صلہ دے ہی ڈالا اور آخرت کا ثواب تو اور بھی بڑھ کر ہے......؟ نیز خوبصورت اور مالدار عورتیں تو مقدر سے ملا کرتی ہیں، اس کے برعکس محض اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی عورتیں سے تو دنیا بھری پڑی ہے اور ہمارے معاشرے میں تو ویسے بھی ساری عمر ایک بیوی پر قناعت کو معیوب سمجھا جاتا ہے تو پھر پریشانی کیسی......؟ خاندانی منصوبہ بندی والوں کے غیر معمولی جذبات کی تمہیں ذرا بھی پروا نہ رہی تو چلو اتنا کر لو کہ ایک شادی اس بانجھ عورت سے سہی اور پھر کبھی اللہ

تعالیٰ توفیق دے اور آسان کرے تو بقیہ تین شادیاں پھر ایسی خواتین سے کر لینا جو بانجھ نہ ہوں، یوں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو خاک آلودہ ہونے سے بچایا جا سکے گا وہاں اپنے اور خاندانی منصوبہ بندی والوں کے ''غیر معمولی جذبات'' کی بھی مکمل نہ سہی، کچھ تو رعایت ہو سکے گی......

سوچو تو سہی کہ جب تم اونچے خاندان ومنصب، خوبصورت اور مالدار عورت سے اس کے محض بانجھ ہونے کے باعث رشتے سے انکار کرتے ہوئے چاروں کی چاروں ایسی بیویاں رکھنے کی کوشش کرو گے جو بچے جنتی ہوں تو ان یہودیوں کے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچے گی کہ ایک طرف جن کی اپنی اقوام مختلف قسم کی ''انعامی اسکیموں'' کے باوجود زیادہ بچے پیدا کرنے پر تیار نہیں اور شرح پیدائش میں کمی کا ذریعہ بن رہی ہے دوسری طرف ان کے دشمن مسلمان ہیں کہ کسی طرح ان یہودیوں اور اہل مغرب کے غیر معمولی جذبات سے ذرا بھی متاثر ہونے کو تیار نہیں اور ہر سال ایک کے بجائے چار بچے پیدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اس بارے میں اتنے حساس ہیں کہ عورت کے خاندان، مال، منصب اور اس کے حسن و جمال سے بھی متاثر نہیں ہوتے، صرف اس بنا پر کہ وہ بانجھ ہے حالانکہ اگر اس سے شادی کر لی جاتی تو مزید تین شادیوں کا اختیار پھر بھی رہتا......''

جو ''مسلمان'' حضرات اس وقت بندہ کی اس تحریر کا مطالعہ فرما رہے ہیں اس موقع پر ان سے عرض کرنا چاہوں گا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے اولاد کی کثرت سے متعلق ان جذبات پر مطلع ہونے کے بعد کوئی مسلمان ایسا ہے جسے اولاد کی کثرت کا شوق (عدل کی شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے) متعدد نکاحوں پر برانگیختہ کر دے، ایک ایسے دور میں کہ جب لوگ خاندانی منصوبہ بندی والوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کے باعث بلوغت کے فوراً بعد ایک نکاح کو بھی معیوب سمجھ رہے ہوں کہ اگلے ہی سال کہیں بچہ نہ پیدا ہو جائے۔

ساتواں نکتہ

جب کوئی شخص کسی سے کسی بات کی بار بار اجازت طلب کر رہا ہوتا ہے تو انسان کی عادت ہے کہ اس کام سے منع کرنے والا تیسری مرتبہ میں یا تو اجازت دے دیتا ہے یا کم از کم دوسرے کے شوق ورغبت سے لاشعوری طور پر متاثر ہو کر منع کرنے کے عنوان میں کچھ نرمی سے کام لیتا ہے......یعنی مثلاً یوں کہہ دیتا ہے کہ ''میری جو رائے تھی وہ تو میں نے تمہیں بتا دی، اب آگے تمہاری مرضی......''

اس کا تقاضا تھا کہ تیسری بار صحابی جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نرم پڑ جاتے اور اجازت مرحمت فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس موقع پر اصل حکم تو ممانعت کا ہے......لیکن اگر کوئی بہت اصرار کرے تو گنجائش ہے......اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دینی تھی، منع فرمانا تھا تو صحابی کی بار بار حاضری سے متاثر ہو کر منع کرنے کے عنوان کو کچھ نرم فرما دیتے......یعنی یوں فرما دیتے کہ ''میری جو رائے تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی، اب تمہاری مرضی''...... یا منع کرنے کے عنوان میں اگر نرمی بھی نہیں کرنی تھی تو سختی بھی نہ فرماتے بلکہ اس

عنوان سے منع فرمادیتے، جس طرح پچھلی دو بار حاضری پر صحابی کو منع فرمایا......مگر عجیب درعجیب بات یہ کہ تیسری مرتبہ صحابی جب اجازت مانگنے یا مشورہ لینے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں میں کسی بات سے متاثر ہونے کے بجائے (کہ جن باتوں سے اس موقع پر مشورہ دینے والا عموماً متاثر ہوجاتا ہے) منع کرنے کے عنوان کو مزید سخت کردیا...... اورصرف منع فرمانا کافی نہ سمجھا بلکہ مزید ایک جملہ کا اضافہ فرمادیا کہ: ''تزوجوا الودود الولود۔'' ایسی عورت سے نکاح کرو کہ جو بہت محبت کرتی ہو اور کثرت سے بچے جنتی ہو، ان الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوٹوک اور واضح الفاظ میں اپنا موقف بتادیا کہ تم اگر سو بار بھی اجازت مانگنے کی کوشش کروگے تو بھی اجازت نہ دوں گا، کیونکہ جو نبی عورت کے بانجھ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ ودود (بہت زیادہ محبت کرنے والی) اور ولود (کثرت سے بچے جننے والی) کی قیدیں بڑھا کر دو اوصاف کا مزید اضافہ کررہا ہو وہ بھلا بانجھ عورت سے نکاح کو کیسے پسند کرسکتا ہے......؟؟؟

قال فی عون المعبود: "وقید بهذین؛ لأن الولود إذا لم تکن ودودا، لم یرغب الزوج فیها والودود اذا لم تکن ولودا، لم یحصل المطلوب وهو تکثیر الأمة بکثرة التوالد۔"(۶/۳۳)

آٹھواں نکتہ

یاد رکھئے! اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ بانجھ عورت سے نکاح کرنا، گناہ نہیں، بلکہ خاندان کی کسی عورت کی مالی کفالت یا اس پر احسان مقصود ہو تو ان شاء اللہ صلہ رحمی کے اجر عظیم کا مستحق ہوگا۔ اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ اسی طرح کسی کو نکاح کے بعد علم ہوا کہ عورت کی کسی بیماری یا کسی جسمانی عیب کے باعث اولاد نہ ہوسکے گی تو عورت کے کسی قصور کے بغیر اس بارے میں اسے ملامت کرنا، بہت بڑی جہالت اور گناہ کی بات ہے، جیسا کہ بعض جاہل گھرانوں میں دستور ہے، نیز عورت کے کسی قصور کے بغیر خصوصاً اس زمانے میں اس کے محض بانجھ ہونے کی بناء پر اسے طلاق دے دینا بھی پسندیدہ کام نہیں اور شریعت اس کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتی...... بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ متعدد نکاحوں کی اجازت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ شخص جو اولاد چاہتا ہو تو اسے اپنی بانجھ بیوی کو طلاق نہ دینا پڑے اور یوں اس کی بیوی کو طلاق سے بچانے کی خاطر شریعت دوسری شادی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بانجھ عورت سے نکاح جائز بھی ہے تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو اس عورت کی طرف نکاح کی بھرپور رغبت کے باوجود ایک جائز کام کی اجازت کیوں نہ دی۔

اس سوال پر جب آپ بار بار غور کریں گے تو آپ کا ذہن اس طرف چلا جائے گا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دورِ نبوت میں امت مسلمہ کو ایک ''خاص سبق'' دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واقعہ وجود میں لانے کا باقاعدہ انتظام کیا گیا، وگرنہ ان تمام اتفاقات کا ایک ہی واقعہ میں جمع ہونا عادۃً ذرا مشکل ہے، یعنی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دورِ نبوت میں یہ واقعہ باقاعدہ وجود میں لایا گیا اور اس واقعہ کے ضمن میں ظہور میں آنے والے پہلوؤں کو آخری کلام کی تمہید بنایا گیا اور پھر آخر میں بڑے اہتمام کے ساتھ زبانِ نبوت سے ''تزوجوا الودود الولود'' مبارک الفاظ کہلوائے گئے۔

کیونکہ اس تمہید کے بغیر ودود اور ولود سے نکاح کی ترغیب دی جاتی تو نبی کی اپنی امت سے اولاد کی کثرت کی خواہش کے غیر معمولی جذبات کا ہرگز اندازہ نہ ہوتا اور ''تزوجوا الودود الولود'' والے حکم کو ایک عام سا معمولی ترغیبی حکم سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا...... چنانچہ ہے تو اب بھی یہ حکم ترغیبی ہی اور اس پر عمل کوئی فرض و واجب نہیں...... مگر زبانِ نبوت سے جاری ہونے والے اس ترغیبی حکم سے پہلے واقعات کے جو پہلو بطورِ تمہید وجود میں لائے گئے اور اس سے جو اسباق حاصل ہوئے تو اس پورے واقعے کو سامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی عیاں کرنا مقصود تھی کہ اسلام، مسلمان قوم سے اولاد کی کثرت سے متعلق جو ''جذبات'' رکھتا ہے وہ خاندانی منصوبہ بندی والوں کے اولاد کی قلت (کمی) والے جذبات سے بدرجہا زائد ہیں یعنی فیملی پلاننگ والے مسلمانوں کی نسل کم کرنے کے معاملے میں جتنے حساس اور سنجیدہ ہیں اسلام مسلمانوں کی نسل بڑھانے کے معاملے میں اس سے بھی کئی گنا زیادہ حساس اور سنجیدہ ہے۔

کیونکہ خاندانی منصوبہ بندی والے اگرچہ اجتماعی سطح پر شرحِ پیدائش کم کروانے کی بھرپور کوشش میں لگے ہوئے ہیں مگر ان حضرات کے سامنے بھی اگر کوئی خاص اور اتفاقی جزوی واقعہ پیش آجائے اور مثلاً کوئی فردِ واحد ان سے ایسی عورت سے نکاح کی اجازت یا مشورہ لینے کے لئے پہونچے، جو اونچے منصب، اونچے خاندان، حسن و جمال اور مال والی ہو مگر اس میں یہ ''خرابی'' ہو کہ وہ بانجھ نہ ہو...... تو امید ہے کہ پہلی بار نہ سہی، دوسری بار نہ سہی اس شخص کے یوں ''تڑپنے'' کو دیکھ کر تیسری بار تو امید ہے کہ اس فردِ واحد کو اس اقدام کی ''خصوصی'' اجازت دے ہی دیں گے۔

مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر شخصِ واحد کو بھی خصوصی اور ''استثنائی'' اجازت مرحمت نہیں فرمائی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ فیملی پلاننگ والے امت مسلمہ میں اولاد کی کمی کے جو جذبات رکھتے ہیں، ہمارے نبی اپنی اُمّت سے اولاد کی کثرت کی اس سے بھی زیادہ خواہش رکھتے تھے۔

اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی والوں کی دعوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے

اس واقعہ میں ذکر کردہ مختلف پہلوؤں پر نظر کرنے کے بعد وہ حضرات جو اس وقت بندہ کی تحریر کا مطالعہ فرما رہے ہیں ان میں ہر ہر فرد سے عرض کرنا چاہوں گا کہ دل سے سوچئے کہ آپ کس کے جذبات کی رعایت کو پسند کرتے ہیں اور آپ کو کس سے محبت زیادہ ہے......؟

یاد رکھئے...... اولاد کے معاملے میں خاندانی منصوبہ بندی والوں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و جذبات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، کیونکہ:

① خاندانی منصوبہ بندی والوں کی خواہش ہے کہ طلبہ خواہ مدارس کے ہوں یا یونیورسٹی کے...... لڑکے ہوں یا لڑکیاں ...... الغرض مسلمانوں کا کوئی بھی طبقہ ہو، نکاح بہرحال دیر سے کیا کرے، خواہ دیر سے نکاح کا مقصد حصولِ علم کی احسن طریقے سے تکمیل ہو یا قومی ''ترقی'' کے لئے دینی یا دنیوی خدمات میں مصروفیت کا جذبہ۔

اس کے برعکس ہمارے نبی کی خواہش ہے کہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی جلد نکاح کی کوشش کی جائے اور اس ترغیبی حکم سے امت کے کسی طبقے کے کسی بھی فرد کو مستثنیٰ نہیں قرار دیا گیا...... نہ کسی مدرسے کے طالب علم کو اور نہ ہی کسی کالج یا

یونیورسٹی کے طالب علم کو...... سوائے اس شخص کو کہ جس میں نکاح کی استطاعت ہی نہ ہو...... بلکہ اسے بھی کہا گیا ہے اگر آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت نہیں تو کسی باندی سے نکاح کر لے۔ (سورۃ النساء) یعنی بغیر نکاح کے زندگی گذارنے کے بجائے رشتے کے حصول کے معاملے میں اپنا معیار کم کردے، نیز دینی جذبے کے باعث نکاح سے اجتناب کو رہبانیت (پادری پن) قرار دیا گیا اور ''انی اخشاکم للہ و أتقاکم لہ'' جیسے الفاظ کے ذریعے ایسے نظریات کی تردید فرمائی۔

④ خاندانی منصوبہ بندی والوں کی خواہش ہے کہ...... خدانخواستہ، خدانخواستہ اگر کسی نے شادی کر بھی لی تو پہلی کوشش تو یہ ہو کہ بیوی بانجھ ہو، اگر قدرتی بانجھ نہ ہو تو خدا کی تخلیق کو بدلنے والے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے آپریشن وغیرہ کے ذریعے مصنوعی طور پر اسے بانجھ بنانے کی کوشش کرے اور اگر اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر کے جہنم میں اتنی گہری چھلانگ لگانے کی ہمت نہ ہو تو کم از کم اتنی ہمت ضرور پیدا کرے کہ ایک بچے کی پیدائش کے بعد اس بچے کو اس کے قریب العمر بھائی یا بہن کی نعمت سے محروم کرنے کے لئے، دوسرے بچے کی پیدائش میں جس حد تک وقفہ کر سکتی ہو، وقفہ کرے...... خواہ اس وقفے کے لئے اسے اعصابی نظام کو تباہ و برباد کرنے والی زہریلی گولیاں ہی کھانا پڑیں...... یا اس اس کے شوہر کو دو دو تین تین سال کے طویل عرصے تک مسلسل کنڈوم وغیرہ کا استعمال کر کے جماع کے اس غیر فطری طریقے سے خود کو بھی نقصان میں مبتلا کرنا پڑے اور اپنی بیوی کو بھی بتدریج اعصابی پیچیدگیوں اور الجھنوں میں مبتلا کرنا پڑے اور جب جنسی تسکین نہ ہو تو کہیں اور منہ مارنا شروع کردے۔

اس کے برعکس ہمارے نبی کی خواہش ہے کہ بانجھ تو درکنار بلکہ ایسی عورت سے نکاح کیا جائے جو کثرت سے بچے جنتی ہو، بلکہ اتنا بھی کافی نہیں بلکہ غیر معمولی محبت کرنے والی بھی ہو اور محبت کی بنا پر اپنے شوہر سے اولاد کی خواہش بھی رکھتی ہو۔

③ خاندانی منصوبہ بندی والوں کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ علماء کا ہو یا ڈاکٹروں، انجینئروں یا دوسرے طبقات کا...... ساری عمر ایک ہی بیوی پر قناعت کرے اور یہ حضرات اس ''ترغیبی حکم'' سے کسی کو خارج نہیں کرتے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص بہت مالدار ہو اور اس کے پاس کرنے دھرنے کا اور کوئی کام نہ ہو...... یوں یہ شخص مکمل فارغ ہو تو ایسا شخص محض ٹائم پاس کرنے کے لئے بھی یہ اقدام نہ کرے...... بلکہ ٹائم پاس کرنے کے لئے دیگر دوسرے ''جائز'' طریقوں کو استعمال کرے تاکہ اولاد سے کم سے کم ہو...... نیز دوسری شادی کے اقدام کے ذریعے بیوی پر ترس کے اضافی ثواب سے محرومی والا نقصان نہ ہو اگرچہ اس اضافی ثواب کے حصول سے اور اس بارے میں ایک دوسرے سے مسابقت کے شوق میں دیگر دوسری لاکھوں عورتیں ازدواجی زندگی سے محروم ہو کر زنا و فحاشی کا دروازہ چوپٹ کھولنے اور مردوں میں نکاح کے رجحان کو مزید ختم کرنے کا سبب بن رہی ہوں اور یوں اپنے والدین پر مزید بوجھ بنتی چلی جا رہی ہیں۔

اس کے برعکس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مختلف عنوانات سے متعدد نکاحوں کی ترغیب دی جن میں دیگر حکمتوں میں سے ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اولاد کثرت سے ہو اور اگر عذر کے پیش نظر مناسب وقفے کی ضرورت محسوس ہو، تو اس زوجہ سے کچھ وقت کے لئے ہمبستری ترک کر کے یا اس میں کمی کر کے دوسری زوجہ سے اس خواہش کو پورا کیا جائے تاکہ مرد کے لئے حلال راستہ بھی کھلا رہے اور عورت کی صحت کو کئی کئی سال کے لئے حمل روکنے کے مصنوعی اور زہریلے طریقوں کی بھینٹ چڑھانے سے بھی بچایا جا سکے اور اس کے باوجود بھی اگر کسی مصنوعی طریقے کا استعمال ناگزیر ہو تو اس سے

استعمال کی نوبت کم سے کم آئے۔

چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندانی منصوبہ بندی والوں کے جذبات کے بالکل متصادم مختلف حکمتوں کے پیشِ نظر مختلف عنوانات سے متعدد شادیوں کی ترغیب دی اور جیسے خاندانی منصوبہ بندی والے متعدد شادیوں کی ممانعت والے ''ترغیبی حکم'' سے کسی فارغ اور ''بے کارترین'' شخص کو بھی مستثنیٰ اور خارج نہیں کرتے بالکل اسی طرح ہمارے نبی نے نکاح کی کثرت والے اس ترغیبی حکم سے کسی مصروف ترین شخص کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا...... نہ کسی دینی خدمات میں مشغول رہنے والے عالم، نیک اور صالح مجاہد کو اور نہ ہی کسی ڈاکٹر، انجینئر یا قوم کے اور کسی دوسرے کارآمد یا مصروف ترین شخص کو...... بس ایک قسم کے افراد کو اس ترغیبی حکم سے مستثنیٰ کیا گیا اور یہ وہ شخص ہے جسے اپنے بارے میں ظن غالب کے درجہ میں خوف ہو کہ وہ متعدد بیویوں کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی اور ان میں عدل نہ کر سکے گا۔ اس کے علاوہ کوئی بھی اس ترغیبی حکم سے مستثنیٰ نہیں......

فیملی پلاننگ والوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نظریات میں اس عظیم تصادم کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے......

دوسری حدیث: ''نکاح کی ترغیب سے اصل مقصد ہی نسل میں اضافہ ہے''

قال ابن حبان رحمه الله تعالیٰ: ذکر العلة التی من اجلها نهی عن التبتل: عن أنس بن مالک قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یأمر بالبا وینهی عن التبتل نهیا شدیدا ویقول تزوجو الودود الولود فانی مکاثر بکم بالأنبیاء یوم القیامة۔ ذکر الخبر المدحض قول من زعم أن قوله جل علا: {ذلک أدنی أن لا تعولوا} أرادبه کثرة العیال۔ (صحیح ابن حبان: رقم ۴۰۲۸) وکذا رواه أحمد والطبرانی فی الأوسط واسناده حسن۔ (مجمع الزوائد: ۴/۲۵۸)

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ''صحیح'' میں عنوان قائم کیا ہے:

''وہ بنیادی وجہ جس کی بنا پر نکاح کے بغیر زندگی گزارنے سے منع کیا گیا ہے۔''

یہ عنوان قائم کر کے درجِ ذیل حدیث ذکر فرمائی:

''انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کا حکم دیا کرتے تھے اور مجرد رہ کر (یعنی نکاح کے بغیر) زندگی گزارنے سے بہت سختی سے منع فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی عورت سے نکاح (کیا) کرو جو بہت زیادہ محبت کرنے اور کثرت سے بچے جننے والی ہو۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرزِ بیان سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بارے میں جو کچھ ترغیبات منقول ہیں تو ان ترغیبات کا سب سے پہلا اور بنیادی مقصد ہی شرحِ پیدائش میں غیر معمولی اضافہ ہے، باقی مصلحتیں دوسرے درجے میں ہیں، آج بدقسمتی سے اچھے خاصے ''سمجھدار'' لوگوں کا بھی نکاح سے بنیادی مقصد کچھ ''اور'' ہوتا ہے اور اولاد کا حصول دوسرے درجے کی چیز بن گیا ہے۔

قال العلامة الشوکانی رحمه الله تعالیٰ: ”وهذا الأحادیث وما فی معناها تدل علی مشروعیة النکاح ومشروعیة أن تکون المنکوحة ولودا۔“

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ اور اس جیسی دوسری احادیث نکاح کی مشروعیت اور اس بات کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں کہ بیوی ایسی ہونی چاہیے جو کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ (نیل الأوطار: ۶/۲۳۱)

تیسری حدیث: نکاح کر کے اولاد طلب کرو، عیسائیوں کے راہبوں کی طرح نہ بنو

عن أبی أمامة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تزواجوا؛ فانی مکاثر بکم الأمم یوم القیامة ولا تکونوا کرهبانیة النصاریٰ۔

(سنن البیهقی، رقم: ۱۳۲۳۵، السلسلة الصحیحة، رقم: ۱۷۸۲)

ترجمہ: ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرو اس لئے کہ میں تمہاری کثرت پر بروزِ محشر فخر کروں گا اور عیسائیوں کے راہبوں کی طرح نہ بنو۔

قال المناوی رحمه الله تعالیٰ: کان یأمر بالباءة یعنی نکاح... والصواب أن المراد الوطء لتصریح الأخبار بأن حثه علی التزویج لتکثیر أمته وذا لا یصل بمجرد العقد فافهم۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے اپنی امت کو نکاح کی جو ترغیب دی ہے تو اس کا مقصد شرحِ پیدائش میں اضافے کے ذریعے امت میں اضافہ ہے۔“

وقال أیضاً: وهو صلی الله علیه وسلم یحث علی النکاح والتماس الولد وکیف یدعو الخادمه أنس بما کرهه لغیره، (فیض القدیر: ۲/۱۳۰)

فرماتے ہیں کہ:

”اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح اور اولاد کی طلب پر ابھارا کرتے تھے اور ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے خادم انس کو ایسی بات کی دعا دیں جو دوسروں کے لئے ناپسند کرتے ہیں؟“

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

”شریعت نے طلاق کو جو حلال ہونے کے باوجود ناپسندیدہ عمل قرار دیا تو دیگر دوسری وجوہ کے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میاں بیوی میں طلاق ہوجانا اولاد کی کثرت میں کمی کا ذریعہ بنتا ہے، چنانچہ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔“ (فیض القدیر: ۱/۷۹)

ایک حدیث میں ہے کہ شوہر بیوی کو جماع کی طرف بلائے اور بیوی بلا عذر انکار کرے جس کے باعث شوہر ساری رات ناراض اور علیحدہ ہو کر سوتا رہے تو شوہر کو اس طرح ناراض کرنے پر ساری رات ایسی عورت پر فرشتوں کی طرف سے لعنت ہوتی

رہتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ:

''شریعت نے اس موقع پر عورت کو اپنے شوہر کی خواہش پوری کرنے کی ترغیب اس لئے بھی دی ہے کہ عورت کا جماع سے انکار بسا اوقات افزائش نسل میں کمی کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ شریعت شرح پیدائش میں اضافے کی ترغیب دیتی ہے۔'' (فتح الباری:۹/ ۲۹۵)

چوتھی حدیث: (ضائع ہونے والا حمل بھی والدین کی سفارش کرے گا)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقد جاء فی السنن من غیر وجه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: تزوجوا الولود تناسلوا فانی مباهبکم الأمم یوم القیامة وفی روایة: حتی بالسقط۔

ترجمہ: مختلف سندوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے بچے جننے والی عورت سے شادی کرو تا کہ تمہاری نسل میں اضافہ ہو، کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس بچے کے ذریعے بھی فخر کروں گا جو ولادت سے قبل ماں کے پیٹ میں مرجانے کے باعث ناقص الخلقۃ پیدا ہو۔ (چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے بھی زندگی دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں اٹھائیں گے اور امتیوں کی تعداد میں اس کا شمار بھی ہوگا) (ابن کثیر: ۳/ ۲۸۷)

پانچویں حدیث: کنواری سے نکاح کی ترغیب کی ایک بڑی وجہ شرحِ پیدائش میں اضافہ ہے

عن أبی جریج عن مکحول قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: علیکم بالجواری الشابات؛ فانهن أطیب أفواها وأغر اخلاقا وافتح أرحاماً، ألم تعلموا أنی مکاثر۔ (کتاب السنن: ۱/۱۷۰)

فرمایا کہ تم کنواری اور جوان عورتوں سے نکاح کو لازم پکڑو، کیونکہ وہ بات کے لحاظ سے میٹھی اور عمدہ اخلاق والی ہوتی ہیں اور بچے زیادہ جنتی ہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا......؟

چھٹی حدیث: اللہ کے نبی اولاد کی طلب کو عقل ودانش والا کام قرار دیتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عنوان: ''باب طلب الولد'' کے تحت درج ذیل حدیث ذکر فرمائی:

عن الشعبی عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا دخلت لیلا فلا تدخل علی أهلک حتی تستحد المغیبة وتمتشط الشعثة، قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فعلیک بالکیس الکیس . . .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ [ایک سفر سے واپسی پر جب ہم مدینہ میں داخل ہونے لگے تو] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر میں اچانک داخل نہ ہوا کرو، [بلکہ پیشگی اطلاع کے ذریعے بیوی کو سفر سے واپسی کی اطلاع دو] تا کہ بیوی اپنا حلیہ درست کر لے، نیز فرمایا کہ [جب سفر سے واپسی پر گھر لوٹو تو] اولاد کی طلب کو لازم پکڑو، اولاد کی طلب کو لازم پکڑو] صحیح بخاری

سفر کی وجہ سے کوئی بھی مرد چونکہ زوجہ سے کچھ وقت کے لئے دور رہتا ہے اس لئے واپسی پر عموماً جماع کی رغبت ہوتی ہے...... تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ترغیب دی کہ اس موقع پر بھی جماع سے مقصود اولاد کی طلب ہونی چاہیے، نا کہ محض لذت برائے لذت۔

قال الحافظ بن حجر تحته: قوله: "باب الولد" أي بالاستكثار من جماع الزوجة أو المراد الحث على قصد الاستيلاد بالجماع لا الاقتصار على مجرد اللذة وليس ذلك فی حديث الباب صريحاً لكن البخاری أشار الى تفسير الكيس... قال ابن الأعرابی الكيس والعقل كأنه جعل طلب الولد عقلا، قال عياض: فسر البخاری وغيره الكيس بطلب الولد والنسل وهو الصحيح۔ (فتح الباری: ۹/۳۴۱)

ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے لئے لفظ "کیس" استعمال فرمایا جس کا اصل معنی ہے: "عقل ودانش" چنانچہ فرمایا کہ جب گھر میں داخل ہو تو عقل ودانش کو لازم پکڑو، عقل ودانش کو لازم پکڑو، یوں اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے حصول کو عقلمندی والا کام قرار دیا ہے۔

ساتویں حدیث: بچے بوجھ نہیں، انکھوں کی ٹھنڈک ہیں

قال ابن حجر رحمه الله تعالىٰ: وقد أخرج أبو عمرو... فی كتاب المعاشرة... من وجه آخر عن محارب رفعه قال: "اطلبوا الولد والتمسوه؛ فانه ثمرة القلوب وقرة الأعين، واياكم والعاقر" وهو مرسل قوی الاسناد۔ (فتح الباری: ۹/۳۴۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اولاد کی طلب وتجس جاری رکھو، اس لئے کہ بچے دلوں کا ثمرہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ ہیں اور بانجھ عورت کے نکاح سے دور رہو۔"

آٹھویں حدیث: جہاد سے محبت رکھنے والا کم بچوں پر کبھی راضی نہیں ہوسکتا

باب من طلب الولد للجهاد:

"اس شخص کی فضیلت کے بارے میں باب جو اس لئے کثرت سے اولاد طلب کرتا ہے کہ انہیں مجاہد بنائے۔"

یہ عنوان قائم کر کے امام بخاری نے درج ذیل حدیث ذکر فرمائی:

عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال سلیمان بن داود علیهما السلام: لأطوفن اللیلة علی مائة امرأة أو تسع تسعین کلهن یأتی بفارس یجاهد فی سبیل، فقال له صاحبه: قل: ان شاء الله، فلم یقل ان شاء الله، فلم یحمل منهن الا الواحدة جادت بشق رجل، والذی نفس محمد بیده لو قال ان شاء الله لجاهدوا فی سبیل الله فرسانا أجمعون۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن سلیمان (علیہ السلام) نے کہا کہ میں آج رات اپنی سو بیویوں سے جماع کروں گا اور ہر بیوی ایک ایسے گھڑسوار کو پیدا کرے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، آپ کے اس کلام کو سن کر آپ کے کسی ساتھی نے کہا کہ ''ان شاء اللہ'' کہہ دیں مگر آپ ان شاء اللہ (بھول کی وجہ سے) نہ کہہ سکے، (چنانچہ ان شاء اللہ نہ کہنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی تنبیہ ہوئی کہ) ان سو بیویوں میں سے ایک کے سوا کسی کو حمل نہ ٹھہرا اور اس کے ہاں بھی ایک ناقص الخلقۃ بچہ کی ولادت ہوئی [یہ واقعہ سنانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا] قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر اس موقع پر سلیمان (علیہ السلام) ان شاء اللہ کہہ دیتے تو سو بیٹے پیدا ہوتے اور سب کے سب اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شہسوار بنتے۔'' (صحیح بخاری: رقم ۲۶۶۴)

قال ابن حجر رحمه الله تعالیٰ: قوله: باب من طلب الوالد للجهاد أی ینوی عند المجامعة حصول الولد لیجاهد فی سبیل الله۔'' (فتح الباری: ۶:۳۴)

''ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث پر جو عنوان قائم کیا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ بیوی سے جماع کے وقت اولاد کے حصول کی نیت کرنی چاہیے تا کہ یہ اولاد اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔''

اندازہ لگایئے کہ سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی کتنی خواہش کہ میری صلبی اولاد میں ایک کثیر تعداد مجاہدین کی ہونی چاہیے تا کہ دین کی خوب خوب خدمت کر سکے،...... حالانکہ آپ کی رعایا میں آپ کی دعوت وترغیب اور آپ کی امارت میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی کمی تو نہ تھی...... ؟ نیز آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر جو لوگ بھی آپ کی قیادت میں جہاد کر رہے تھے، ان کا ثواب بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو مل ہی رہا تھا، مگر ان سب باتوں کے باوجود آپ کی خواہش ہوئی کہ میری صلبی اولاد میں سے مجاہدین کی ایک کثیر تعداد ہونی چاہیے، معلوم ہوا کہ اولاد جہاد اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کر کے بروزِ محشر جس طرح سے صدقہ جاریہ اور والدین کے لئے فخر کا باعث بنے گی...... کوئی اور مثلاً شاگرد اور مریدین وغیرہ اس کے قائم مقام ہرگز نہیں ہو سکتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اور بنی اسرائیل کے مقتدیٰ اور رہبر تھے، آپ کی روحانی اولاد یعنی تلامذہ وغیرہ کی تعداد کم تو نہ ہوگی مگر اس کے باوجود بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کے حصول کی کیسے گڑگڑا کر اور اللہ

تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے کیسے عجیب وغریب عنوانات سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور قرآن نے متعدد مقامات پر آپ کی ان دعاؤں کا اور گڑگڑانے کا کیسے عجیب وغریب انداز سے ذکر کیا ہے......؟

اولاد کی بے پناہ خواہش پیغمبروں کو بھی رہی ہے

زکریا علیہ السلام کی اولاد کی طلب والی دعا پر مشتمل آیت کی تفسیر کے تحت علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

دلت هذه الآية علی طلب الولد، وهی سنة المرسلين والصديقين، قال الله تعالیٰ:{ ولقد أرسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لهم أزواجا وذرية...}

فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اولاد کے طلب کی فضیلت پر دلالت ہے اور اولاد کا طلب کرنا پیغمبروں اور صدیقین کی سنت ہے، ارشادِ باری ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر بھیجے اور ہم نے انہیں بیویاں بھی دیں اور اولاد بھی۔

مزید فرماتے ہیں:

ترجمہ: اس آیت میں ان جاہل صوفیوں پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اولاد کو طلب کرنے والا احمق ہے [کیونکہ اولاد کی موجودگی میں انسان اطمینانِ قلب کے ساتھ رب کی عبادت میں مشغول نہیں ہوسکتا] مگر بات یہ ہے کہ ایسی بات کرنے والے کو علم نہیں کہ وہ خود بہت بڑا بیوقوف اور احمق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر فرمایا جس میں آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ میرا ذکر خیر میرے بعد پچھلے لوگوں میں بھی جاری رکھ اور اللہ تعالیٰ رحمٰن کے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں رحمن کے بندے وہ ہیں جو یوں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کے ذریعے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما اور امام بخاری نے اپنی کتاب میں اولاد کی طلب سے متعلق عنوان قائم کرکے اس کے تحت حدیث ذکر فرمائی ہے، نیز ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچے کا جب انتقال ہوگیا [اور ان کی زوجہ نے صبر کیا تو ان کی برکت سے] پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آپ کے (یکے بعد دیگر) نولڑکے ہوئے جو سب کے سب قرآن کے عالم اور حافظ بنے......اسی طرح امام بخاری نے اولاد کی کثرت کی اور برکت کی دعا والے باب کا عنوان قائم کرکے حضرت انس بن مالک کی حدیث بھی ذکر فرمائی کہ جس میں آپ کی والدہ نے [انس بن مالک کو جب وہ چھوٹے بچے تھے انہیں خدمت کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرتے ہوئے] فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعا فرما دیں، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! اس کے مال میں اضافہ کردے اور اسے کثرت سے اولاد دے اور جو کچھ عطا کر اس میں برکت دے......اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بچے کثرت سے جنتی ہو اور بہت محبت کرتی ہو، کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جو اولاد طلب کرنے پر اس لئے ابھارتی ہیں اور اس کی طرف اس لئے دعوت دیتی ہیں کہ اولاد کا فائدہ انسان دنیا میں بھی اٹھاتا ہے اور آخرت میں بھی (جیسا کہ) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں اور ان تین چیزوں میں آپ نے اس نیک

اولاد کا ذکر فرمایا جو والدین کے مرنے کے بعد ان کے لئے دعا کرے، اگر اولاد کی طلب پر ابھارنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو (عقلمندوں کے لئے) ان کے دل میں اولاد کے حصول کا شوق پیدا کرنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث کافی ہوجاتی......بس جب ثابت ہوگیا[کہ اولاد کی طلب پر شریعت نے کس قدر ابھارا ہے اور اولاد دنیا وآخرت میں کتنی بڑی نعمت ہے تو] انسان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بیوی اور اولاد کی ہدایت اور عفت اور رشد واصلاح کے لئے عاجزی سے دعا کیا کرے اور اس بات کی دعا کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد کو اس کے مختلف کاموں میں معاون ومددگار بنائیں تا کہ ازدواج واولاد سے جو منافع وابستہ ہیں، دنیا وآخرت میں یہ نفع بہت بڑھ جائے، کیا آپ زکریا علیہ السلام کی دعا کی طرف نہیں دیکھتے کہ جس میں آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما...... یہ روایات اولاد کی طلب پر ابھارنے کے لیے کافی ہے۔(تفسیر قرطبی: ۴/ ۷۴)

نویں حدیث: اولاد اگر بچپن ہی میں مرجائے تو بھی بہت بڑے نفع سے خالی نہیں

عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال: لا یموت لأحد من المسلمین ثلاثة من الولد فتمسه النار الا تحلة القسم۔(بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوگئے تو اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی کثرت پر مختلف عنوانات سے ترغیب

عورت کا حمل کے بوجھ کو برداشت کرنا، بچہ جننے کی تکلیف اٹھانا، پھر ایک وقت تک اسے دودھ پلانا اور پھر مسلسل اس کی نگہداشت کرتے ہوئے اسے پروان چڑھانا...... یہ تمام کام چونکہ کٹھن بھی ہیں اور طویل وقت میں مکمل ہوتے ہیں، ان طویل مراحل سے گزر کر پھر اولاد اس قابل بنتی ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہوکر والدین کا دینی ودنیوی لحاظ سے سہارا بنے، چنانچہ بہت سی عورتیں یہ سوچ کر اولاد کی کثرت سے جان چھڑانا چاہتی ہے کہ معلوم نہیں بچہ اس عمر تک پہنچے گا بھی یا نہیں، مگر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ان باتوں کے خوف سے عورت کے لئے اولاد کی کثرت پسند نہ کرنے والے جذبے کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے اور اسے مختلف عنوانات سے گویا ان اشکالات کا جواب دیتے ہوئے اولاد کی کثرت پر یوں برانگیختہ فرمایا کہ:

① ولادت کے عمل سے گزرنے کے نتیجے میں میں عورت اگر مرگئی تو اسے شہید کا اجر ملے گا۔

② اگر عورت زندہ رہی مگر بچہ ناقص الخلقۃ پیدا ہوا، اور ضائع ہوگیا تو وہ دنیا کے اعتبار سے تو ضائع ہوا مگر آخرت میں اسے بھی اللہ تعالیٰ مکمل زندگی دے کر والدین کی اولاد میں اٹھائیں گے اور یہ بھی والدین کے لئے جنت میں داخلے کی سفارش کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد میں شامل ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعثِ افتخار ہوگا۔

③ عورت جب تک بچے کو دودھ پلائے گی برابر اجر عظیم کی مستحق ہوتی رہے گی اور دودھ کا ہر گھونٹ خالق کائنات کے دفتر میں نیکیوں کی صورت میں محفوظ ہو رہا ہوتا ہے۔

④ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کے تین بچے بچپن میں فوت ہو گئے (اور اس کے صبر کیا) تو وہ عورت جہنم میں داخل نہ ہوگی۔ ایک خاتون نے پوچھ کہ اگر تین کے بجائے صرف دو بچے فوت ہوئے ہوں......؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ہوں......تو بھی......

⑤ والدین اولاد کی اگر اعتدال کے ساتھ تربیت کی اپنی سی کوشش جاری رکھیں اور اس میں لا پروائی نہ برتیں تو اولاد کی تمام نیکیاں ان کی نمازیں، زکوٰۃ، روزے، حج، علم، جہاد، تبلیغ، الغرض تمام اعمال کا والدین کو مفت میں ثواب ملتا رہے...... حتیٰ کہ اگر تربیت کی اپنی سی کوشش کے باوجود اولاد بگڑ بھی گئی مگر ایمان پر موت ہوئی تو اور کچھ نہیں تو اولاد کی ''ایمان'' والی بہت بڑی نیکی ہی ان شاء اللہ والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنے گی اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ایمان اور اپنے امتی ہونے پر فخر ہوگا گو کہ گناہگار ہی سہی......اسی طرح والدین کے لیے بھی یہ اولاد کسی نہ کسی درجے میں بہر حال باعث افتخار ہوگی۔

⑥ اولاد میں اگر کوئی اتفاق سے زیادہ ہی کام کا نکل آیا مثلاً کوئی بہت بڑا عالم، بزرگ بن گیا یا شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو گیا تو ایسا شخص سفارش کی ابتداء سب سے پہلے والدین سے کرے گا۔ نیز اگر کوئی جنت میں اعلیٰ درجے میں چلا گیا اور اس کے والدین نچلے درجے میں ہوئے تو قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ والدین کو بھی جنت کے اس درجے میں پہنچا دیں گے، جس میں اولاد ہوگی تاکہ والدین اور اولاد میں جدائی نہ رہے، گو کہ اصل فضیلت اس صورت میں اولاد ہی کو حاصل ہوگی کہ جس کی بنا پر والدین اس کے پاس پہنچے ہوں گے۔

⑦ والدین کے انتقال کے بعد اولاد کی دعائیں جس طرح والدین کی ترقیٔ درجات کا سبب بنتی ہیں کسی اور کی دعاؤں کا ایسا اثر نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے مرنے کے بعد ان کے لیے اولاد کی دعا کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، حالانکہ دعائیں تو شاگرد و مریدین وغیرہ جیسے دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں۔

دسویں حدیث: والدین حیران ہوں گے کہ اونچے اعمال کے بغیر ایسے درجات کیسے مل گئے؟

عن أبی هريرة رضی الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله ليرفع العبد الدرجة فيقول: رب أنى لى هذا الدرجة فيقول بدعاء ولدک له۔
(سنن البيهقى، رقم:۱۳۲۳۷)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان اپنے اونچے درجہ کو دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ سے (تعجب سے) پوچھے گا کہ اے میرے رب! مجھے یہ درجہ کیسے مل گیا؟ [حالانکہ میرے اعمال تو ایسے نہ تھے] اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہاری اولاد کی دعاء کے سبب سے۔''

قال المناوى رحمه الله ان الرجل يعنى الإنسان المؤمن ولو أنثى لترفع درجة... ولو لم يكن فى النكاح فضل إلا هذا لكفى... وذلک قوله سبحانه وتعالیٰ: {لا تدرون

أیهم أقرب لکم نفعا} النساء- قال الذهبی فی سنده قوی...

(فیض القدیر: ۲/۳۳۹)

فرماتے ہیں:

اگر نکاح کی فضیلت میں اور کوئی حدیث نہ ہوتی تو فقط یہی حدیث (اولاد کے حصول کے لئے) نکاح پر برانگیختہ کرنے کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تمہیں معلوم نہیں کہ تمہاری آل اولاد میں سے کون تمہارے نفع کا زیادہ سبب۔" (سورۃ النساء)

معلوم ہوا کہ بچے کثرت سے پیدا کرنے چاہئیں، معلوم نہیں کہ کون سا "کام کا" اور کون سا "بہت زیادہ کام کا" نکل کر والدین کا بیڑا پار کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ اولاد بسا اوقات نافرمان اور نالائق بھی تو ہو جاتی ہے......؟ میں نے کہا کہ یہ بات تو مزید اس کا تقاضا کرتی ہے کہ بچے اتنے زیادہ ہونے چاہئیں کہ ان میں چند بچے اگر بگڑ بھی جائیں تو والدین متاثر نہ ہوں......وگرنہ اگر دو بچے ہوئے اور خدانخواستہ دونوں ہی بگڑے گئے تو والدین کو کیا کچھ اذیت ہوگی؟ اس کے برعکس اگر زیادہ بچے پیدا ہوئے اور ان میں بعض بگڑ بھی گئے تو ایک آدھ تو ان شاء اللہ ضرور ایسا ہوگا جو والدین کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا سبب بنے گا...... فبهت الذی خبر......اور حقیقت تو یہ ہے کہ بھائیوں اور بہنوں کی کثرت ایک دوسرے کو بگڑنے سے روکتی ہے۔ کیونکہ بچوں کی تربیت صرف والدین نہیں کرتے، اولاد خود ایک دوسرے کی تربیت میں بہت مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اولاد کی طلب کی فضیلت پر عجیب استدلال

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جاہل صوفی صاحب کا قول نقل کر کے اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الذی یطلب الولد أحمق لا للدنیا و لا للآخرة إن أراد أن یأکل أو ینام أو یجامع نغض علیه و إن أراد یتعبد شغله... قلت: وهذا غلط عظیم... وقد طلب الأنبیئا الأولاد... وتسبب الصالحون إلی وجودهم ورب جماع حدث منه ولد مثل الشافعی و أحمد بن حنبل فکان خیر اله من عبادة ألف سنة۔

ترجمہ: (فلاں) سے مروی ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ "جو شخص اولاد طلب کرتا ہے وہ احمق ہے، کیونکہ اولاد کی وجہ سے نہ دنیا کے کسی کام کا رہتا ہے اور نہ ہی آخرت کے کسی کام کا، اگر کھانے کا ارادہ کرے یا سونے وغیرہ کا تو بچے دنیا کے ان تمام کاموں میں رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں اور اگر عبادت کرنا چاہے تو اطمینان سے عبادت بھی نہیں کرنے دیتے۔"

میں کہتا ہوں کہ ان صاحب کا ایسا کہنا بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ اولاد تو پیغمبروں نے طلب کی ہے اور نکاح کے سبب نیک اور پرہیزگار لوگ وجود میں آتے ہیں اور بعض مرتبہ تو بیوی سے ہمبستری کے نتیجے میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جیسے لوگ پیدا ہوئے ہیں، چنانچہ بیوی سے کیا جانے والا یہ

جماع [شوہر اور بیوی دونوں کے حق میں] ہزار سال کی عبادت سے بھی بہتر ثابت ہوا۔''

(تلبیس إبلیس لابن القیم، ص ۱۲۵)

وقال أیضاً: الخامس أن کثرۃ العیال لیس أمرا محذور مکروھا للرب تعالی، کیف؟ وخیر ھذہ الأمۃ أکثرھا نساء وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا الودود الولود، فأمر بنکاح الولود؛ لیحصل منھا من یکاثر بہ الأمم یوم القیمۃ۔

(عدۃ الصابرین: ۱/۱۲۸)

وقال أیضاً: ومذھب أبی حنیفۃ وأحمد بن جنبل أنہ حینئذٍ أفضل من جمیع النوافل؛ لأنہ سبب فی وجود الولد، قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: تناکحوا تناسلوا،

(تلبیس إبلیس: ص ۱۲۱)

فرماتے ہیں: 'امام ابوحنیفہ واحمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے کہ نکاح کی فضیلت تمام نفلی عبادات سے بڑھ کر ہے کیونکہ نکاح اولاد کے وجود کا سبب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح کرو اور خوب نسل میں اضافہ کرو۔''

گیارہویں حدیث: بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی کالی سیاہ عورت سے نکاح، بانجھ خوبصورت عورت سے بہتر ہے

سوداء ولود خیر من حسنآء لا تلد ذکرہ فی الأحیاء، قال العراقی: أخرجہ ابن حبان فی الضعفآء ولا یصح وذکرہ ابن الأثیر فی النھایۃ بھذا اللفظ ورفعہ الأزھری وأخرجہ غیرہ عن عمر موقوفا۔ (کشف الخفاء: ۱/۵۵۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کالی سیاہ عورت جو کثرت سے بچے جنتی ہو اس حسین وجمیل عورت سے بہتر ہے جو بچے نہ جنتی ہو۔''

اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

''کالی سیاہ عورت جو کثرت سے بچے جنتی ہو مجھے زیادہ محبوب ہے اس حسین عورت سے جو بانجھ ہو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔'' (کتاب الآثار: ۱/۲۰۴)

اس حدیث کے پہلے حصے کی سند سے متعلق اس کے صحیح اور ضعیف ہونے پر علماء کا اختلاف ہوا ہے، بعض حضرات نے اس قول کو حضرت عمر کا قول قرار دیا ہے اور بعض محدثین نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قرار دیا ہے، بہر حال اگر حضرت عمر کا قول بھی ہو تو بھی حدیثِ مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔

قال العلامۃ المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحتہ: ولود أی کثیرۃ الولادۃ خیر من حسنآء لا تلد؛ لأن النکاح وضعہ أصالۃً لطلب النسل والشرع ورد بہ والعرب تقول: من لم یلد فلا ولد۔ (فیض القدیر: ۲/۳۳۹)

علامہ مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''ایسی عورت اس خوبصورت مگر بانجھ عورت سے اس لئے بہتر ہے کہ نکاح کا بنیادی مقصد ہے ہی نسل میں اضافہ ہے اور شریعت میں بھی اسی کی ترغیب دی ہے۔ عرب کہا کرتے تھے کہ جس کی اولاد نہیں تو گویا وہ خود بھی پیدا نہیں ہوا۔''

ایک روایت میں ہے کہ تم میں کوئی شخص اولاد کی طلب ترک نہ کرے کیونکہ جب کوئی اس حال میں مرتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہو تو اس کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد:۴/۲۵۷،عن الطبرانی وقال إسناده حسن)

وقال أيضاً: امرأة ولود أي تزوج امرأة كثير الولادة غير حسناء... أحب إلى الله تعالى... امرأة لاتلد لعقمها، إني مكاثر بكم تعليل للترغيب في نكاح الولود وإن لم تكن جميلة وتجنب العقيم وإن كانت في نهاية الجمال...

ترجمہ: علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث [بچے جننے والی سیاہ عورت خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے] میں اس عورت سے نکاح کی ترغیب ہے جو کثرت سے بچے جنتی ہو اگرچہ خوبصورت نہ ہو اور بانجھ عورت کے نکاح سے اجتناب کی ترغیب ہے اگرچہ حسن وجمال کی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہو۔

شریعت کی ترغیبات کو ذاتی مصلحتوں پر ترجیح دیجئے

وقال أيضاً: وهذا حث عظيم على تكثير الأولاد... وأنه ينبغي للإنسان رعاية المقاصد الشرعية وإيثارها على الشهوات النفسانية۔

فرماتے ہیں: حدیث کے ان الفاظ میں اولاد کی کثرت کی بہت ہی زبردست ترغیب ہے اور یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ انسان کے لئے مناسب ہے کہ وہ شریعت کی حکمتوں اور مصلحتوں کو اپنی نفسانی خواہشات پر ترجیح دے۔ (فیض القدیر:۲/۱۸۷)

مطلب یہ کہ خوبصورت عورت سے نکاح کی خواہش ہر شخص کو ہوتی ہے، مثلاً کسی کے سامنے دو ایسی عورتوں کا رشتہ میسر ہو کہ جن میں ایک بہت خوبصورت ہو مگر اس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ اس سے اولاد زیادہ نہ ہو سکے گی اور دوسری بدصورت اور کالی سیاہ ہو مگر اس کے بارے میں یہ اندازہ ہو کہ اس سے اولاد کثرت سے ہوگی، تو اگرچہ خواہشِ نفس تو خوبصورت سے نکاح پر ابھارے گی مگر اس موقع پر شرعی مقاصد کی زیادہ رعایت بدصورت سے نکاح کی صورت میں حاصل ہو سکے گی، لہٰذا ایسے موقع پر شرعی مقاصد کی رعایت کو اپنی خواہشِ نفس پر ترجیح دینی چاہیے۔''

بدصورت لڑکیوں کے نکاح میں غیر معمولی مشکلات کیوں پیش آتی ہیں؟

یہاں بندہ یہ بات ذکر کرنا غیر مناسب نہیں سمجھتا کہ مشاہدہ ہے کہ آج اچھے خاصے پڑھے لکھے اور دیندار لوگ اگر دوسری شادی کے لئے تیار ہو بھی جائیں تو خوبصورتی سے متعلق معیار اتنا اونچا رکھتے ہیں کہ جب تک بہت خوبصورت نہ ملے گی کسی

قیمت پر نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتے، ایسے حضرات کی خدمت میں انتہائی عاجزانہ درخواست ہے کہ اولاد کی کثرت سے متعلق شریعت کی ان ترغیبات پر مطلع ہونے کے باوجود بھی اگر آپ کی ''روش'' نہیں بدلی تو آپ اپنے بارے میں ''محاسبہ'' کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی محبت کے جذبات کی معمولی سی ''رمق'' بھی آپ کے دل میں باقی ہے یا نہیں؟ اگر ان ترغیبات کا ذرا بھی اثر ہوتا تو خوبصورتی کو معیار بنا کر اس پر کم از کم حقیقت تو یہ ہے کہ موقوف نہ کرتے۔ خوبصورت مل جاتی تو ٹھیک ورنہ بدصورت عورت ہی سے یہ سوچ کر نکاح کر لیتے کہ چلو اتنا فائدہ تو ہوگا کہ اولاد میں اضافہ ہوگا اور حقیقت تو یہ ہے کہ...... ! قرآن، حدیث، اقوالِ صحابہ اور اسلاف بلکہ عقل ودانش بھی اس پر گواہ ہیں کہ یہ فائدہ نکاح سے وابستہ بقیہ تمام فائدوں اور مصلحتوں سے بڑھ کر بھی ہے اور دائمی بھی ہے۔

نیز اولاد کی کثرت والی منفعت کو مسلمان اگر واقعی منفعت سمجھنا شروع کر دیں تو آج کل جو بدصورت لڑکیوں کی شادیوں میں والدین کو جو غیر معمولی مشکلات پیش آرہی ہیں اس کا بھی بہترین دفعیہ ہوجائے گا کیونکہ بدصورت لڑکی کم از کم شوہر کی اولاد میں اضافے اور اس کا خاندان آباد کرنے کا ذریعہ تو بنتی ہے، مگر شہوت پرستی کے اس دور میں ایسی باتیں سمجھ میں آنا شاید بہت مشکل ہو۔

قرآن مجید بھی اولاد کی کثرت کی ترغیب دیتا ہے

پہلی آیت

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے زوجہ سے ہمبستری کے وقت اولاد کے حصول کی نیت کی ترغیب دی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم}[البقرة:۲۲۶]

ترجمہ: ''تمہاری بیویاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیت (کے) ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''کھیت کہتے ہیں، اس زمین کو جس میں تخم ریزی ہوتی ہے اور اس میں سبزی، غلہ، نباتات کا نشوونما ہوتا ہے، کھیت والے اسے اپنی بہت بڑی دولت سمجھ کر نہایت درجہ عزیز رکھتے ہیں اور اسے خوب نفع [یعنی پیداوار] حاصل کرتے ہیں، اسلام نے ہمبستری کا اصل مقصد طلبِ اولاد ہی کو رکھا ہے، گو کہ اس کے دوسرے پہلو یعنی طلبِ لذت کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔'' (تفسیر ماجدی: ۱/ ۸۹)

دوسری آیت

قال اللہ تعالیٰ: {فالآن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم}[البقرة:۱۸۷]

ابتداء اسلام میں رمضان کی رات کو بھی بیوی سے ہمبستری ممنوع تھی، ان آیات میں اس حکم کو منسوخ کر کے ہمبستری کی اجازت دی جارہی ہے، مگر اسلام کی اولاد کی کثرت پر حرص کا اندازہ لگایئے کہ قرآنِ کریم نے اس موقع پر بھی ہمبستری والے حکم کی اجازت کے ساتھ، اولاد کی طلب کا حکم بھی ذکر کر دیا، چنانچہ ارشاد ہے:

''سو اب تم ان سے مباشرت کرو اور [اس مباشرت کے ذریعے] اسے تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔''(البقرۃ)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ (جوفنونِ دینویہ میں بھی بڑے محقق تھے) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{ماکتب اللہ لکم} (جوتمہارے لئے لکھ دیا ہے) سے مراد اولاد اور اولادِ صالح ہے، عملِ مباشرت اگر صحیح سن [ابتداءِ بلوغت] میں اور مناسب وقت پر ہو، بڑی گہری طبعی لذت بھی رکھتا ہے، لیکن اسلام نے اس عمل سے اصلی اور بڑا مقصد افزائشِ نسل اور حصولِ اولاد رکھا ہے کہ امت کی قوت اور کثرت میں برابر اضافہ ہوتا رہے اور ذاتی لذت اجتماعی منفعت کا زینہ بنتی رہے...... ابن کثیر نے اسی معنی کی تائید میں حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جیسے صحابیوں سے لے کر قاضی شریح، مجاہد، حسن بصری، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، عطاء، سعید بن جبیر وغیرہ اکابر تابعین تک سب کا اجماع نقل کر دیا ہے...... {وابتغوا} [تلاش کرو کے لفظ] سے صاف اشارہ نکل رہا ہے کہ مطلوب افزائشِ نسل ہے، نہ کہ ارادۂ لا ولدی یا عزل، قیل ھو نھی عن العزل (کشاف)، قیل النھی من العزل۔(بیضاوی)

منع حمل اور قطع نسل کی جس جدید تحریک کا اس وقت زور ہے [واضح رہے کہ مولانا عبدالماجد رحمہ اللہ ۱۹۴۳ء میں یہ بات تحریر فرما رہے ہیں، راقم] اور جو ''ضبطِ تولید'' وغیرہ مختلف خوشنما ناموں سے پیش ہو رہی ہے، قرآنِ مجید نے اپنے بلیغ انداز میں ان سب کی تردید کر دی اور بتا دیا ہے کہ مباشرت کا جو نتیجہ قدرۃً اور طبعاً نکلتا ہے، اسی کی توقع رکھنا چاہیے اور اسی کا انتظار کرنا چاہیے، عام قاعدہ اور اصل عمومی یہی ہے، باقی [ہمبستری] کے قدرتی نتیجوں کو بلا وجہ خاص اور ضرورتِ شدیدہ مصنوعی ذریعوں اور تدبیروں سے روکنا اور ربڑ وغیرہ کے آلات [کنڈوم] کو کام میں لانا، مصیبتوں کو دور کرنا نہیں (بلکہ) جسمانی آلام [تکلیفوں] اور اخلاقی امراض کو بڑھانا ہے اور فرد و قوم دونوں کے نئے نئے فتنوں کی دعوت دینا ہے......

یہ اگر مان بھی لیا جائے کہ جلد جلد استقرارِ حمل اور وضع حمل [یعنی بار بار بچے کی ولادت] سے عورت کی صحت خراب ہو جاتی ہے تو بھی خود طبِ جدید کا فتویٰ یہ ہے کہ عورت کو زمانہ حمل میں صنفی اعمال سے جو مہلت مل جاتی ہے، نیز وضع حمل [بچے کی ولادت] کے بعد رضاعت [دودھ پلانے] وغیرہ کی مشغولیت و توجہ، یہ سب عورت کی صحت کے لئے ضروری ہے اور پھر یہ بھی تو ہے کہ اولاد کی پیدائش ہمیشہ والدین کے ارادے کے تابع نہیں رہتی، چنانچہ ایسے والدین کی مثالیں بارہا مشاہدہ میں آ چکی ہیں کہ پہلے تو انہوں نے امتناع [منع حمل] کی صناعی [مصنوعی] تدبیریں اختیار کر کے اپنے اعضاءِ تولید کی صلاحیتوں کو ضائع کیا اور پھر آگے چل کر جب اولاد کی خواہش یا ضرورت محسوس کی تو اپنی سابقہ

حرکتوں پر پچھتاتے ہیں......

بلکہ یورپ کے متعدد ملک تو اس تحریک [خاندانی منصوبہ بندی] کے نتائج سے تنگ آ کر اور طویل تجربوں کے بعد بالآخر اس پر مجبور ہوئے کہ ماؤں کے لئے انعام قرار دیں اور ہر نئی زچگی [ولادت] پر [ماں کو] ایک نیا انعام دیں!!!

جرمنی اٹلی وغیرہ سے تو یہ خبریں کئی سال سے آنا شروع ہوگئی تھیں اور اب روس فرانس وغیرہ سے عین دورانِ جنگ میں آنے لگی ہیں اور بالآخر بات اس کی سچی نکلی اور اسی کی بلندی رہی، جس نے کہا تھا کہ: "تزوجوا الولود الودود۔" (تفسیر ماجدی: ۱/ ۷۱)

اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اپنے بھائی کو نصیحت

عن عمرو ابن دينار قال أراد ابن عمر أن لا يتزوّج فقالت له حفصة: أي أخي! لا تفعل، تزوّج فإن ولدلک ولد فماتوا، کانوا لک أجرا وإن عاشوا دعوا الله عز وجل لک (سنن البيهقي وغيره، رقم: ۵۰۹)

ترجمہ: "ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنی زوجہ کو طلاق دینے کے بعد) ارادہ کیا کہ آئندہ نکاح نہیں کریں گے، اس پر آپ کی ہمشیرہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا: اے میرے بھائی! ایسا نہ کرنا، نکاح کرو کیونکہ نکاح کے بعد اگر تمہارے اولاد ہوئی تو اگر تمہارے یہ بچے، بچپن میں فوت ہو گئے تو بھی اجر کا ذریعہ ہوں گے اور اگر زندہ رہے تو تمہاری موت کے بعد تمہارے لئے دعا کیا کریں گے۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امتِ مسلمہ کو اولاد کی کثرت پر برانگیختہ کرتے ہیں

عن ابن قيس قال قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه والله إني لأكره نفسي على الجماع رجاء أن يخرج الله مني نسمة تسبح۔" (أبو داود، رقم: ۱۳۲۳۸)

ترجمہ: "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم [مجھے جماع کی حاجت نہیں بھی ہوتی تو بھی بعض مرتبہ] میں خود کو زوجہ سے ہمبستری پر بتکلف تیار کرتا ہوں اس امید پر کہ شاید اس کے نتیجے میں میری ایسی اولاد پیدا ہو جو اللہ کی تسبیح بیان کرے۔"

واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مجاہد اور علم وتقویٰ کے وصف میں خصوصی شہرت رکھنے والے حضرات موجود تھے، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ ان جیسے "اور" بھی ہونے چاہئیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ آخرت کا حریص "کم" پر کبھی راضی ہو ہی نہیں سکتا، کیا دنیا کے حریصوں میں آپ نے کبھی کوئی ایسا شخص دیکھا جو یہ سوچ کو مال بڑھانے کی فکر نہ کرتا ہو کہ اللہ کا دیا پہلے ہی بہت کچھ ہے، مزید پیسے مل گئے تو کیسے

سنبھالوں کا......؟؟؟

وعن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه كان يقول إنی لأتزوج المرأة ومالی فيها من حاجة وأطؤها وما أشتهيها، قيل له وما يحملک علی ذلک يا أمير المؤمنين! قال: حبی أن يخرج اللہ منی من يكاثر به النبی صلی اللہ عليه وسلم النبيين يوم القيمة۔(تفسیر قرطبی:۹/۳۲۸)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ یہ کہا کرتے تھے کہ میں بسا اوقات کسی عورت سے نکاح کرتا ہوں حالانکہ مجھے نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی اور زوجہ سے ہمبستری کرتا ہوں حالانکہ جماع کی خواہش نہیں ہوتی، لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے اتنی تعداد میں اولاد پیدا کرے کہ جس کی کثرت کے باعث ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے پیغمبروں پر فخر کرسکیں۔

مسلمانو......! غور تو کرو صحابہ کرام بغیر کسی ضرورت اور حاجت کے بغیر محض اولاد کی کثرت کے حصول کے لئے شادیاں کیا کرتے تھے اور آج کا مسلمان شادیوں سے دور اس لئے بھاگتا ہے کہ کہیں بچے نہ ہو جائیں......؟؟؟

کتنے ہی لوگ دیکھے ہیں جو بمشکل دوسرے نکاح کے لئے آمادہ ہو بھی جائیں تو شرط لگا دیتے ہیں کہ دوسری سے اولاد نہیں ہوگی، اس شرط پر نکاح کریں گے۔

عن معاوية ان قرة عن أبيه أنه قال خطب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه الناس فقال؛ ما استفاد عبد بعد إيمان باللہ خيراً من امرأة حسنة الخلق ودود ولود۔

(ابو داود، رقم:۱۳۲۵۷)

معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے [اپنے دورِ خلافت میں] ایک دن لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی شخص کے لئے ایمان کی دولت کے بعد اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں کہ اسے ایسی بیوی مل جائے جو عمدہ اخلاق والی ہو، بہت زیادہ محبت کرنے والی ہو اور کثرت سے بچے جننی ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں اولاد کی کثرت ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت اور آج کا مسلمان دوسری شادی سے اس لئے دور بھاگتا ہے کہ مزید بچے نہ ہو جائیں......!!!

یاد رکھئے! اسلام کی اولاد کی کثرت پر یہ بے پناہ ترغیبات فضول اور عبث نہیں، اگر آج ان ترغیبات سے متاثر نہیں ہوتے تو روزِ محشر جب کثیر اولاد والے والدین اپنی اولاد اور ان کے ذریعہ تا قیامت پیدا ہونے والی کثیر نسل میں ظاہر ہونے والے ہزاروں علماء، ہزاروں صلحاء، ہزاروں مجاہدین، ہزاروں شہداء اور پیغمبر کے توحید پرست ہزاروں امتیوں پر فخر کر رہے ہوں

گے.....تو کہیں آپ اس موقع پر خاندانی منصوبہ بندی کی تمام تر ہدایات پر عمل کے باوجود کسی ''تکنیکی غلطی'' کے باعث جلوہ افروز ہونے والے ایک آدھ بچے کی فخریہ پیشکش پیش کرتے ہوئے خود کو شرمندگی سے بچانے کی ناکام کوشش نہ کر رہے ہوں......

یاد رکھئے! خاندانی منصوبہ بندی والوں کے غیر فطری پروپیگنڈوں کے باعث آج اولاد کی کثرت باعث شرمندگی بن چکی ہے، مائیں اپنے بچوں کی تعداد بتاتے ہوئے شرماتی ہیں، ذلت محسوس کرتی ہیں......لیکن بروزِ محشر اولاد کی کثرت فخر کا باعث ہوگی۔{والآخرۃ خیر وأبقی}

سال میں ایک کے بجائے چار بچے پیدا کیجئے: ایک جلیل القدر عرب عالم شیخ صالح العثیمین کا فتویٰ

سوال: فضیلۃ الشیخ! اللہ تعالیٰ آپ کو برکات عطا فرمائیں، سائل ابوعبداللہ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہے جس کی دوسری شادی کی نیت ہے، مگر وہ کہتا ہے کہ ''مجھے دوسری شادی کے لئے ایسی عورت چاہیئے جو بانجھ ہو کیونکہ پہلی بیوی سے اللہ کا شکر ہے کہ میری اولاد ہے مگر میں اولاد کی کثرت پسند نہیں کرتا'' تو ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا نصیحت فرماتے ہیں؟

الجواب: جس شخص میں (نکاح سے متعلق) یہ تینوں شرائط (مالی، جسمانی اور عدل کی قدرت) پائی جائیں اس کے لئے متعدد بیویاں رکھنا افضل ہے، کیونکہ اس میں بہت سی عورتوں کو عفت و پاکدامنی میسر ہوتی ہے اور زیادہ بیویاں رکھنے میں زیادہ اولاد کی بھی امید ہے، جس سے امت مسلمہ کی تعداد میں اضافہ ہوگا......اور سوال کرنے والے نے یہ جو کہا ہے کہ ''میں دوسری شادی کیلئے ایسی عورت تلاش کرنا چاہتا ہوں جو بانجھ ہو چونکہ میں اولاد کی کثرت کو پسند نہیں کرتا'' تو میں تمنا کرتا ہوں کہ کاش سائل کے اس سوال میں، میں ان الفاظ کو نہ سنتا...... کیونکہ سائل کا یہ کہنا کہ میں اولاد کی کثرت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ اللہ کے نبی نے اولاد کی کثرت کی ترغیب بھی دی ہے......؟؟؟ اللہ کی (رحمت سے امید) کرتا ہوں کہ سائل کے ان الفاظ کو اللہ درگزر فرمائے اور سائل کے بارے میں (حسن ظن رکھتے ہوئے) یہ گمان کرتا ہوں کہ اس نے یہ الفاظ دل سے نہیں کہے ہوں گے...... پس میں سائل سے کہتا ہوں کہ اگر آپ مذکورہ بالا تینوں شرائط پر پورے اترتے ہیں تو آپ اچھی نیت سے دوسری شادی کریں، اولاد کی کثرت میں رغبت کرتے ہوئے، پھر تیسری کریں اور پھر چوتھی شادی کریں، اور کیا ہی خوب ہوگا کہ چار شادیوں کی صورت میں آپ کے ہاں سال میں ایک کے بجائے چار بچے پیدا ہوں......!!! کیونکہ اولاد کی ایسی کثرت رزق میں برکت کا سبب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور انہیں بھی۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے رزق کا ذکر اولاد کے رزق سے پہلے کیا ہے اور واضح کر دیا جو رب تمہیں فقیر بنانے پر قادر ہے وہ تمہیں (اولاد کے باعث) غنی بھی عطا کر سکتا ہے، لیکن نقصان اس صورت میں ہوتا ہے جب لوگ اللہ پر اعتماد نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ جیسے جیسے بچے زیادہ

ہوں گے رزق کی تنگی کا شکار ہونا پڑے گا، چنانچہ اللہ پر بے اعتمادی انہیں نقصان پہنچاتی ہے اور ایسے لوگ ایسا سوچتے وقت اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھول رہے ہوتے ہیں جس میں اس نے فرمایا:

''اور زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی جاندار بھی ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے خود پر نہ لی ہو۔''

آخر میں سائل کے لیے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد کی کثرت سے نوازیں اور آپ کی اولاد کو مختلف میدانوں میں امت کا قائد اور رہبر بنائے اور امتِ مسلمہ کا [کفار کے شر سے] دفاع کرنے والا بنائے۔''

ملاحظہ ہو:www.ibnouthaimeen.com

ممتاز عالم دین شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص ہر معاملے میں بیویوں کے درمیان انصاف کر سکتا ہے تو وہ اپنی پہلی بیوی کے بعد ایک، دو یا تین عورتوں سے شادی کر سکتا ہے۔ میں تم میں سے ہر ایک مرد کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ چار عورتوں سے شادی کرے اور ہر سال ایک کے بجائے چار بچے پیدا کرے۔ اس سے مسلمان قوم بڑھے گی اور غیر مسلموں سے تعداد میں بڑھنے کے ساتھ ساتھ صلاحیتوں میں بھی ان سے بڑھ کر ہوگی۔''

(From Monygamy to Polygamy)

مکتبہ دارالسلام، بحوالہ الحرمین آن لائن نیوز جلد 4 شمارہ 6، صفر 1421ھ، فتاویٰ سکیشن

www.alharamain.org

کیا دو بیویاں رکھنے کے لیے غیر معمولی طاقت درکار ہے؟

بہت سے حضرات اس بات کو بنیاد بنا کر تعددِ ازدواجات سے دور بھاگتے ہیں کہ دو بیویوں کا جماع سے متعلق حق ادا کرنے کیلئے غیر معمولی جنسی قوت درکار ہے، جو آج کل مفقود ہے، اور بعض کا خیال ہے کہ چار بیویاں رکھنے سے مردانہ قوت میں کمی آجاتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب سمجھنے کے لیے بطورِ تمہید پہلے طب کا ایک متفقہ اصول سمجھئے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں دی ہیں ان کا ''بروقت'' اور ''بھرپور'' استعمال ان قوتوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے، کمزوری کا نہیں اور اگر ان قوتوں کا ''بروقت'' اور بھرپور استعمال نہ ہو تو نہ صرف یہ کہ یہ قوتیں جوان اور توانا نہیں رہتیں بلکہ ان میں کمی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ بچے کی ٹانگوں میں جب دوڑنے اور چلنے پھرنے کی قوت پیدا ہو، بروقت اگر اس قوت سے کام نہ لیا جائے اور اس وقت بچے کو طویل عرصے تک گود میں اٹھائے رکھ کر بچے کو اپنی اس قوت کے استعمال کا موقع نہ دیا جائے تو بچے کی ٹانگوں میں اس وقت جو کمزوری باقی رہ جائے گی اس کا ازالہ پورے طور پر پھر کبھی بھی ممکن نہ رہے گا۔ اسی طرح بچے کی بھاگنے دوڑنے کی اس قوت کا ''بروقت'' استعمال تو ہو مگر ''بھرپور'' نہ ہو تو بھی یہ بچہ بھاگنے دوڑنے کی اس قوت میں ان بچوں کی طرح

طاقتور نہ ہوگا جس طرح بھرپور طریقے سے بھاگنے دوڑنے والے دوسری بچے ہوتے ہیں۔

بالکل اسی طرح جب کوئی نوجوان بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے اور اس کے جسم میں جنسی اور مردانہ قوت کے جو جذبات غیر معمولی طور پر جوش مارنے لگتے ہیں، ان جذبات کو کئی سال تک مسلسل کچلا جاتا رہے تو اس جنسی قوت میں بھی جو کمزوری پیدا ہوتی ہے، ساری زندگی اس کمزوری کا پھر پوری طرح ازالہ ممکن نہیں رہتا اور اگر بالغ ہوتے ہی نکاح کر دیا جائے اور یوں اس قوت کا اسی وقت سے استعمال شروع کر دیا جائے جس وقت خدا نے اس نوجوان میں یہ قوت پیدا کی......صرف یہ کہ یہ قوت کمزور نہیں ہوتی بلکہ تادیر جوان اور توانا رہتی ہے اور ایسا نوجوان اس قوت کے معاملے میں جلد بڑھاپے کا شکار ہونے سے محفوظ رہے گا۔اس کے برعکس دیر سے شادی کرنے والے افراد کی جنسی صلاحیت پوری طرح توانا نہیں رہتی۔

اسی طرح اگر یہ قوت بروقت استعمال تو ہو مگر ''بھرپور'' نہ ہو تو بھی یہ قوت پوری طرح جوان اور توانا نہیں رہتی اور ایسا شخص جنسی قوت کے معاملے میں ان لوگوں کی نسبت جلد بوڑھا ہو جاتا ہے جن کی یہ قوت بھرپور استعمال ہوتی رہی ہو، بشرطیکہ یہ ''بھرپور'' استعمال اعتدال سے متجاوز نہ ہو......اور اعتدال سے متجاوز استعمال دو صورتوں میں ہوتا ہے:

① غیر فطری طریقے سے یعنی کسی بھی ناجائز اور حرام طریقے کو اختیار کرنا......جیسے غیر فطری غیر محل میں خواہش پوری کرنا

② طبعی اور بھرپور رغبت کے بغیر خواہش پوری کرنا۔

اور یہ دونوں صورتیں صحت کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

ایک زوجہ کے ہوتے ہوئے جنسی قوت کا بھرپور استعمال ممکن ہی نہیں۔اس دعوے کو اس مثال سے سمجھئے کہ اگر کوئی شخص روزانہ بہت مرغوب خوراک استعمال کرتا ہو......مثلاً گوشت کھاتا ہو، مگر کبھی کبھار زبان کے ذائقے کی تبدیلی کے لیے کسی دوسری خوراک کو استعمال نہ کرتا ہو تو روز کھائی جانے والی یہ خوراک بذاتِ خود کتنی ہی مرغوب کیوں نہ ہو، کچھ وقت کے بعد کھانے والے کی طبیعت میں ایسا اکتاہٹ پیدا کرے گی کہ عین ممکن ہے کہ اس کے سامنے دوبارہ یہ مرغوب ڈش چٹنی اور کباب کے بہت سے لوازمات کے ساتھ پیش ہو اور یہ شخص یہ کہہ کر دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لے کہ ''مجھے کوئی خاص بھوک نہیں۔''

اس کے برعکس اگر کسی دن گوشت کا ناغہ کروا کر کوئی اور ڈش اس کے سامنے پیش کر دی جائے، خواہ یہ دوسری ڈش مسور کی دال ہی کیوں نہ ہو تو اس بات کا تو بھرپور امکان موجود ہے کہ اسے مسور کی دال میں رغبت نہ پیدا ہو مگر زبان کے ذائقے کی اس تبدیلی کا کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ اگلے وقت میں سابق خوراک یعنی گوشت کھانے کی خواہش اور امنگ دوبارہ جوش مارنے لگے گی اور اگلے وقت گوشت دیکھ کر بھوک کی قوت اسی طرح ''مچلنے'' لگے گی جس طرح پہلے مچلا کرتی تھی۔

بالکل اسی طرح ایک شخص کی زوجہ کتنی ہی پرکشش کیوں نہ ہو، اس کے نکاح میں اگر کوئی دوسری عورت نہ ہو تو کچھ وقت کے بعد اس کے دل میں اپنی زوجہ سے دوسری وجوہات کی بناء پر محبت والفت تو ہوگی مگر جنسی رغبت کے جذبات (جس کا پیدا کرنا مرد کے اپنے اختیار میں نہیں) ٹھنڈے پڑ جائیں گے اور یوں کامل رغبت کے بغیر اس قوت کا استعمال بھی صحت کو نقصان پہنچائے گا اور اگر جماع سے ایسا شخص پرہیز شروع کر دے تو جنسی قوت کا ''بھرپور'' استعمال نہ ہو سکے گا۔

لوگ عموماً زوجہ کی طرف اس رغبت کی کمی سے دھوکے کا شکار ہو کر خود کو جنسی طور پر ''کمزور'' سمجھنا شروع کر دیتے ہیں،

جبکہ درحقیقت وہ کمزور نہیں ہوتے۔ ایسا شخص اگر دوسری شادی کرے خواہ دوسری شادی کسی بدصورت عورت سے ہی کیوں نہ ہو، مگر اس کا کم از کم ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اس تنوع اور اختلاف کی وجہ سے اس شخص کی اپنی پہلی زوجہ کی طرف رغبت بحال ہو جائے گی اور یوں طبعی رغبت کے ساتھ اس طاقت کا بھرپور استعمال اس کی صحت کی بھی بہتری کا سبب بنے گا اور دوسری طرف اس کی جنسی صلاحیتوں میں بھی غیر معمولی اضافے کا سبب بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے برعکس جن اقوام میں تعددِ زوجات کا رواج ہے وہاں بسا اوقات (80) سال کی عمر میں بھی مرد بوڑھا نہیں ہوتا اور اس عمر میں پہنچنے کے بعد بھی شادی کے لیے رشتہ تلاش کر رہا ہوتا ہے۔

الغرض تعددِ زوجات پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں جنسی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے کمی نہیں۔ ہاں اگر کوئی واقعی کسی بیماری یا حادثے یا بڑھاپے کے باعث اتنا کمزور ہو کہ جس کے باعث جماع سے متعلق زوجہ کا بقدرِ ضرورت حق بھی واقعی پورا نہ کر سکتا ہو تو پھر ایسے شخص کے لیے دوسری شادی یقیناً جائز نہیں۔

ملک میں نفسیات اور جنسیات کے غیر معمولی ماہر عالمی ایوارڈ یافتہ اسپیشلسٹ ڈاکٹر مبین اختر ''جنسیات'' پر اپنی شہرت یافتہ کتاب میں لکھتے ہیں:

> ''جعلی حکیم اور دوسرے جاہل لوگ یہ بتاتے ہیں کہ منی کا ایک قطرہ خون کے سو قطروں سے بنتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ منی کے ہر قطرے کا نکلنا سو قطرے خون نکلنے کے برابر ہے، اس وجہ سے بھی نوجوان پریشان رہتے ہیں، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ منی کا نکلنا ایک فطری عمل ہے، جتنی بھی بنتی ہے اس کا نکلنا ضروری ہے۔'' (صفحہ ۱۶۲)

مزید لکھتے ہیں:

> ''منی کا خارج ہونا ایک فطری عمل ہے اور [فطرت کے موافق] یہ جتنا ہوگا اتنی ہی صحت اچھی ہوگی اور انسان خوش و خرم رہے گا...... اکثر نوجوانوں کی صحت شادی کے پہلے ماہ بہت اچھی ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب مباشرت کی کثرت ہوتی ہے اور منی کا اخراج بھی کثرت سے ہوتا ہے۔'' (صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''انسانی جسم کی ساخت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ جو حصے زیادہ استعمال ہوتے ہیں وہ اتنے ہی زیادہ مضبوط ہوتے ہیں، مثال کے طور پر جو مزدور ہاتھوں سے زیادہ وزن اٹھاتے ہیں ان کے ہاتھ زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں جو لمبی دوڑ لگانے کے عادی ہیں ان کی رانیں اور ٹانگیں مضبوط ہو جاتی ہیں، اسی طرح جو دماغی کام کرتے ہیں وہ ذہین ہو جاتے ہیں، جنسی معاملات میں بھی یہی ہوتا ہے، تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ افراد جو طویل عرصے تک عورتوں سے دور رہتے ہیں اور جنسی فعل انجام نہیں دے سکتے یا جیل میں رہنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے، مگر جب ان کو دوبارہ موقع ملتا ہے تو ان کی جنسی

صلاحیت میں کمی آجاتی ہے......" (صفحہ ۱٦۷)

مزید لکھتے ہیں:

"مادہ منویہ کے خارج ہونے سے اس میں کمی کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوتی...... بلکہ جتنا مادہ فطری طریقے سے خارج ہوتا ہے، اتنا ہی دوبارہ بن جاتا ہے۔" (صفحہ ۱٦۷)

ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"یہ قطعی درست ہے کہ مجامعت سے کمزوری نہیں ہوتی اگر مجامعت تشفی بخش (یعنی بھرپور رغبت سے ہو) اس سے سرور، فرحت اور فوراً بعد میٹھی نیند آجانا ممکن ہے، مکمل تشفی بخش مجامعت سے بہتر کوئی مقوی [طاقت بخشنے کا ذریعہ] نہیں، اس کے برعکس اگر مجامعت غیر تشفی بخش ہو تو اس سے الجھن، دردِ سر، کمزوری اور طرح طرح کے عصبی عارضوں کا امکان ہے۔" (صفحہ ۱۷٦)

واضح رہے کہ بہت سے ادھیڑ عمر کے افراد، دردِ سر، کمزوری اور طرح طرح کے جن اعصابی عارضوں کا شکار ہیں، طویل عرصے تک ایک ہی زوجہ پر قناعت کیے رکھنا بھی ان بیماریوں کا ایک بڑا سبب ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:"

بعض لوگ (خواہشِ نفس) طرح طرح سے (پوری کرنے کی) کوشش کرتے ہیں...... جب یہ کیفیات زیادہ ہو جاتی ہیں تو اس کا مرتکب ایسے عمل کو جنسی لذت کا باعث بنا لیتا ہے (اور یوں) وہ طبعی جنسی لذت کے قابل نہیں رہتا، فحش تصاویر، برہنہ فلموں اور اسی نوع کے دوسرے مناظر سے جنسی تسکین حاصل کرتا ہے۔" (صفحہ ۲۱۲)

مطلب یہ کہ غیر فطری طریقے سے جنسی تسکین کرنے والا بھی زوجہ کے قابل نہیں رہتا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ عام حالات میں کسی نوجوان کی جلد شادی اور پھر تعددِ زوجات پر عمل جسمانی قوت میں اضافے کے ساتھ جنسی صلاحیتوں میں بھی اضافے کا سبب بنتا ہے، کمی کا نہیں، معاملہ اس کے برعکس ہو تو یہ قوتیں یا تو بھرپور طرح سے استعمال نہیں ہوتیں اور اگر ہوتیں ہیں تو غیر فطری طریقے سے، اور یہ دونوں امور انسان کی صحت کے ساتھ ساتھ معاشرے کے اخلاق اور دین کی تباہی کا بھی سبب بنتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب ہماری شریعت نے ہمیں جلد نکاح اور تعددِ زوجات کی ترغیب دی تو یہ ممکن ہی نہیں کہ شریعت جو فطرت ہی کا دوسرا نام ہے اس پر عمل پیرا ہونے میں صحت کو نقصان کا ہو۔ اگر شریعت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں صحت کو نقصان ہوتا ہے تو ہماری شریعت، فطرت کی عکاس نہ ہوتی۔

لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ: جلد نکاح اور پھر زائد بیویاں رکھنا صحت کے لیے مفید ہے، نقصان دہ نہیں، بلکہ بہت سے جسمانی امراض سے حفاظت کا بھی ذریعہ ہے، بالکل اسی طرح جس طرح پہلی شادی بہت سے جسمانی عوارض سے جان چھڑاتی ہے۔

❁❁❁

ساتواں حصہ

دوسری شادی سے متعلق علماءِ عرب کے فتاویٰ

اس زمانے میں دوسری شادی کی شرعی حیثیت

علماء کا ایسی خواتین کو نصیحت جن کے شوہر کا دوسری شادی کا ارادہ ہو

فتاوی سماحة الشیخ محمد بن صالح العثیمین

السوال: السائل: ش ٠ ع۔من الریاض یقول فضیلة الشیخ ما رأیکم فی التعدد وما شرطه؟

الجواب: رأینا فی التعدد أنه أفضل من الاقتصار علی واحدة... الخ

ترجمہ: سعودی عرب کے ایک بزرگ اور جلیل القدر عالم محمد بن صالح العثیمین سے پوچھا گیا:

السوال: متعدد شادیوں اور ان کی شرائط کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ متعدد بیویاں رکھنا ایک بیوی پر اکتفا کرنے سے افضل ہے، کیونکہ اس میں اولاد کی کثرت اور بہت سی عورتوں کی عفت و پاکدامنی کا انتظام ہے، کیونکہ عموماً عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد رہتی ہے، جس کی بنا پر وہ محتاج ہوتی ہیں کہ کوئی مرد اِن کی عفت و پاکدامنی کا انتظام کرے۔ انسان کے نکاح میں جب ایک بیوی ہوتی ہے تو وہ بعض مرتبہ اس سے عمدہ سلوک کرتا ہے اور بیوی کی شریعت کی وہ باتیں سکھاتا ہے جو اللہ نے اسے سکھائی ہیں، ایسے شخص کے نکاح میں جب دو عورتیں ہوں گی تو اس شخص کی بھلائی میں اضافہ ہوگا اور یہ دو عورتوں کو تعلیم دے گا، ان کی صحیح رہنمائی کرے گا اور ان کے نان نفقہ کا ذمہ دار ٹھہرے گا اور اگر اس کے نکاح میں تین عورتیں ہوں تو اس بھلائی میں مزید اضافہ ہوگا اور اگر چار عورتیں ہوں تو بھلائی اور خیر میں اور اضافہ ہوگا، چنانچہ جیسے جیسے بیویوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا تو تعداد میں یہ اضافہ مزید عمدہ اور افضل ہوتا چلا جائے گا ان مصلحتوں میں اضافے کی وجہ سے جو نکاح پر مرتب ہوئی ہیں۔ لیکن اس کام کے لئے تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے، پہلی شرط قدرتِ مالیہ ہے اور قدرت مالیہ کا مطلب یہ ہے کہ (میاں بیوی کے درمیان جتنا مہر طے ہو مرد) اس مہر کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو نیز بیوی کے (ضروری اور واجب) نان نفقے کی طاقت بھی رکھتا

ہو۔ دوسری شرط قدرت جسمانیہ ہے، یعنی مرد میں اتنی جنسی شہوت وقوت ہو کہ وہ (جماع سے متعلق) بیویوں کا (واجب) حق ادا کر سکے، تیسری شرط یہ ہے کہ عدل پر قادر ہو یعنی اس کا اپنے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ نئی اور سابقہ بیوی کے درمیان عدل کر سکے گا، چنانچہ جسے یہ خوف ہو کہ وہ عدل نہ کر سکے گا تو (ایسے لوگوں کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اگر تمہیں یہ خوف ہے کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک پر اکتفا کرو: الآیۃ) لہٰذا اگر کوئی مرد متعدد شادیاں کر لے تو اس کی بیوی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غضبناک ہو اور غمزدہ ہو کر صرف اس بنیاد پر شوہر سے برا سلوک شروع کرے کہ اس نے دوسری شادی کیوں کی؟ اس لئے کہ دوسری شادی مرد کا حق ہے لہٰذا عورت پر لازم ہے کہ اس معاملے میں وہ یہ سوچ کر صبر سے کام لے کہ اللہ تعالیٰ اس صبر پر اجر عطا فرمائے گا، اگر عورت صبر کرنے کی کوشش اور ارادہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی بات کو برداشت کرنے کی طاقت وقوت عطا فرما دیں گے جسے وہ اپنے لئے دنیا میں سب سے بڑی مصیبت سمجھ رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جن علاقوں میں دوسری شادی کا رواج ہے وہاں پہلی بیوی شوہر کی دوسری شادی پر نہ تو پریشان ہوتی ہے اور نہ ہی (شوہر کی طرف) سے اس کے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔

ہاں جن علاقوں میں دوسری شادی کا رواج نہیں ان علاقوں میں پہلی بیوی کے لئے اس بات کو برداشت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ مرد زیادہ شادیاں کریں اور جب رواج ہو جائے تو معاملہ آسان ہو جاتا ہے، پس جس خاتون کا شوہر اس کے ہوتے ہوئے مزید شادیاں کرے، اس خاتون سے ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ پر لازم ہے کہ آپ صبر سے کام لیں اور اس بات کو سوچیں کہ اللہ تعالیٰ اس صبر پر آپ کو اجر عطا فرمائیں گے، ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ آپ کی مشکل کو آسان بھی بنا دیں گے اور آپ کے شوہر کو آپ کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بھی عطا فرمائیں گے۔ اور شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ بیویوں پر ظلم اور ان کے درمیان بے عدلی سے ڈرے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے عدلی پر وعید سنائی ہے، ارشاد ہے: ''جس کی دو بیویاں تھیں اور وہ دونوں میں سے ایک بیوی کی طرف زیادہ مائل ہو گیا تو بروزِ محشر اس طرح سے حاضر ہوگا کہ اس کے جسم کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔''

لہٰذا مرد پر لازم ہے کہ وہ ہنسنے بولنے، رات گذارنے اور ہر اس چیز میں برابری کی کوشش کرے جس میں برابری اس کے لئے ممکن ہے، ہاں محبت چونکہ غیر اختیاری چیز ہے اس لئے محبت کے معاملے میں برابری ضروری نہیں کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس طرح چاہے پھیر دے، لیکن اس کے علاوہ جن چیزوں میں بھی مرد عدل کر سکتا ہے ان میں اس پر عدل واجب ہے۔

تاریخ التحدیث 2004,Jun,28

موسۃ الشیخ صالح العثمین

ایسی خواتین کو نصیحت جو دوسری شادی کا نام سننا گوارا نہیں کرتیں

السوال: بعض خواتین مجلس میں دوسری شادی کا تذکرہ سننا بھی گوارا نہیں کرتیں بلکہ دوسری شادی کا نام سنتے ہی ان کے تیور بدل جاتے ہیں، ایسی خواتین کو آپ کی کیا نصیحت ہے؟

الجواب: عورت کی طبیعت اور فطرت ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لئے زیادہ شادیوں کو پسند نہیں کرتی اور اس اقدام پر اس میں ایسی غیرت پیدا ہوتی ہے جو اسے تقریباً جنون کی حد تک پہنچا دیتی ہے، مگر ان تمام باتوں میں عورت ملامت کی مستحق نہیں کیونکہ یہ سب کچھ عورت کی طبیعت اور فطرت کا حصہ ہے۔ ہاں عقلمند عورت ایسی غیرت اور جوش کو شریعت کی حکمت پر غالب نہیں ہونے دیتی اور شریعت کی حکمتوں کو سوچ کر برداشت سے کام لیتی ہے کیونکہ شریعت نے اس مرد کو جسے بیویوں پر ظلم کا خوف نہ ہو یعنی عدل کی قدرت رکھتا ہو، اسے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے، ہاں جیسے خوف ہو کہ وہ عدل نہ کر سکے گا اس پر واجب ہے کہ وہ ایک بیوی پر قناعت کرے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جب کسی عورت کو علم ہو جائے کہ اس کا شوہر ایک اور شادی کا ارادہ رکھتا ہے تو اپنے شوہر کے خلاف اس کے تیور بدل جاتے ہیں، لیکن عورت کے لئے مناسب ہے کہ اس موقع پر وہ جوش سے کام لینے کے بجائے اپنے دل کو سکون اور اطمینان کی حالت میں لانے کی کوشش کرے اور یہ یقین کر لے کہ اس پر یہ کیفیت ہمیشہ نہیں رہے گی بلکہ جب شوہر نکاح کر لے گا تو کچھ وقت کے بعد غیرت اور نفرت کی یہ کیفیات ختم ہو جائیں گی، جیسا کہ لوگوں کے حالات سے تجربہ بھی ہے۔ لیکن اس کے شوہر پر لازم ہے کہ وہ پہلی اور دوسری بیوی کے درمیان عدل کے مسئلے میں اللہ سے ڈرے کیونکہ بعض مرد جب کسی عورت پر رغبت کی بناء پر دوسری شادی کرتے ہیں تو مرد اپنی پہلی زوجہ اور اس کے مابین اب تک جو عمدہ زندگی کی گذری، زندگی کے ان لمحات کو بھول جاتا ہے اور یہ سب کچھ بھول کر دوسری بیوی کی طرف بہت زیادہ مائل ہو جاتا ہے۔ پس جس مرد کی ایسی حالت ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اس عذاب کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جائے جس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے، ارشاد ہے ''جس دو بیویاں تھیں اور وہ دونوں میں سے ایک کی طرف مائل ہو گیا تو بروز قیامت اس طرح سے حاضر ہوگا کہ اس کے جسم کا ایک دھڑ (حصہ) ایک طرف گرا ہوگا'' اللہ کی پناہ ہے اس عذاب سے جس کا سارا عالم مشاہدہ کرے گا اور اس کا آدھا دھڑ اس لئے گرا ہوگا کہ یہ شخص عدل سے ہٹ گیا تھا، چنانچہ جس نوعیت کا گناہ تھا اسی نوعیت کی سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس عذاب سے محفوظ رکھے۔

تاریخ التحدیث 2004,Jul,03

مؤسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمين

شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ اور تحریر میں فرماتے ہیں:

''جب کسی خاتون کا شوہر جب مزید نکاح کرے تو اس خاتون کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غیرت اور جوش سے اتنی مغلوب ہو جائے کہ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کر کے) بدبختی کی مستحق بن جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کوئی مرد مالی، جسمانی اور عدل کی قدرت رکھتا ہو، تو اس کے لئے زیادہ بیویاں رکھنا ایک ایسا کام ہے کہ اس کام کا کر لینا ہی مناسب ہے، کیونکہ زیادہ بیویاں رکھنے میں اولاد کی کثرت ہے اور امت کی تعداد میں اضافہ ہے۔ نیز اس اقدام سے بہت سی ایسی عورتوں کو پاکدامنی نصیب ہوتی ہے، جو ازواجی زندگی کی نعمت سے محروم ہو کر اپنے والدین کے گھروں میں زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ پس ایک سے زائد بیویاں رکھنا اللہ کی (نعمتوں میں سے) ایک نعمت ہے۔ اگر اس حکم میں حکمت (ومصلحت) نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ نہ تو اسے مشروع فرماتے اور نہ ہی مرد کو اس کام کی اجازت دیتے۔''

تاریخ التحدیث 2004,Jul,03

موسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمين

ملاحظہ ہو www.inbnothaimeen.com/all/noor/article_3567.shtml

کیا دوسری شادی سے پہلی بیوی کا بھی کچھ فائدہ ہوتا ہے؟

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں سوال پوچھا گیا، سوال جواب ملاحظہ ہو:

فتوىٰ سماحة الشيخ عبدالعزيز عبدالله بن باز رحمه الله تعالىٰ

السوال: ''میں شادی شدہ اور صاحب اولاد ہوں اور میرا دل ایک اور شادی کا کرتا ہے، مگر میں اپنی اس رغبت کا ذکر جب بھی اپنی بیوی کے سامنے کرتا ہوں تو وہ انکار کرتی ہے اور مجھے دھمکی دیتی ہے کہ وہ بچوں کو چھوڑ کر اپنے والدین کے ہاں چلی جائے گی اس صورت میں آپ مجھے اور میری زوجہ کو کیا نصیحت کرتے ہیں؟''

الجواب: اے اللہ کی بندی! اس بارے میں اللہ سے ڈر، اس لیے کہ نکاح شوہر کا حق ہے، اور اس کی بیوی کو یہ حق نہیں کہ شوہر کو دوسری، تیسری یا چوتھی شادی سے روکے اور چار شادیوں کا یہ حق ایک ایسا حکم ہے جو اللہ سبحانہ نے ساتویں آسمان پر سے نازل کیا ہے اور اللہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جس میں مردوں اور عورتوں دونوں کی مصلحت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی مصلحتوں کی خاطر اس نے مرد کو اس کی اجازت دی اور ان مصلحتوں میں سے بعض مصلحتیں تو ایسی ہیں جن سے خود اس بیوی کو بھی فائدہ ہوتا

ہے(جو شوہر کو منع کرتی ہے) مثلاً بعض مرتبہ شوہر بخیل (کنجوس) ہوتا ہے مگر دوسری شادی کے نتیجے میں عدل کے باعث خرچ کرنے کے معاملے میں اس کا ہاتھ کھل جاتا ہے اور بعض مرتبہ اللہ آپ کے شوہر کے ذریعے کسی بیوہ، طلاق یافتہ یا نکاح کے انتظار میں پکی عمر کو پہنچ جانے والی کنواری کو فائدہ پہنچاتا ہے اور آپ کا شوہر ان سے نکاح کر کے ان پر احسان کرتا ہے تو اگر آپ شوہر کے اس اقدام پر راضی ہوئی تو (ساری عمر) شوہر کے اجر میں آپ بھی برابر کی شریک ہوں گی۔ اسی طرح اللہ آپ کے شوہر کو دوسری بیوی سے جب اولاد دے (تو عین ممکن ہے کہ مستقبل میں یہ اولاد آپ کی بھی خدمت کرے) بلکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی اپنی اولاد اگر نافرمان ہو تو یہ دوسری اولاد ہی خدمت کرے جن میں بیٹے بھی ہوں اور بیٹیاں بھی، نیز ہوسکتا ہے کہ شوہر کو آپ کی بعض عادات و اخلاق ناپسند ہوں، اس صورت میں جب وہ دوسری شادی کرے گا اور بعض ایسے عیوب اسے دوسری بیوی میں نظر آئیں گے، جو آپ میں نہیں تو وہ اس معاملے میں آپ کی فضیلت کا قائل ہوجائے گا اور یوں شوہر کو تجربہ کے بعد اندازہ ہوجائے گا کہ (اگر کسی میں کچھ عیوب ہوتے ہیں تو اچھائیاں بھی ہوتی ہیں اور اس تجربے کے باعث) شوہر کی طبیعت میں اعتدال پیدا ہوجائے گا۔ (اور آپ کے عیوب کو نظر انداز کرنا اس کیلئے آسان ہوجائے گا)

اور ان تمام باتوں سے بڑھ کر سب سے بڑی بات یہ کہ آپ کا اپنے شوہر کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حکم کو اس طرح ناپسند کرنا (کہ کسی صورت اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہونا) اس طرز میں اس کا خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کے تمام اعمال کو ضائع نہ کردے، کیونکہ تعدد زوجات کا حکم قرآن کریم میں بہت واضح طور پر بیان ہوا ہے اور ان آیات کی تلاوت بھی کی جاتی، جیسا کہ ارشاد ہے (فانکحو ما طاب... الآیۃ) (پس نکاح کرو پسندیدہ عورتوں میں سے دو، تین اور چار سے) اور اللہ نے جو کلام نازل کیا اسے ناپسند کرنا اعمال کی بربادی کا سبب ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

{ذلک بأنهم کرهوا ما أنزل الله فأحبط أعمالهم} الآیۃ

ترجمہ: ''ان منافقین نے اللہ کی طرف سے نازل کردہ احکام کو ناپسند کیا، جس کے سبب اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا۔''

اور یہ بھی واضح رہے کہ اعمال کی بربادی کے لئے پورے قرآن کو ناپسند کرنا ضروری نہیں بلکہ ایک آیت (یعنی شریعت کے کسی ایک واضح حکم) کو ناپسند کرنا بھی اعمال کی بربادی کے لئے کافی ہے۔''

ایک اور عرب عالم ناصر الحنین حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''کوئی مرد جب ایک سے زائد بیویاں رکھے تو خود اس کی پہلی زوجہ کو بھی اس اقدام سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ اپنی دینی یا دنیوی تعلیم جاری رکھ سکتی ہے، کیونکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ایک

عورت پر مرد کے بہت سارے حقوق کی ادائیگی (بسا اوقات) ایک بہت بڑا بوجھ ہوتی ہے اور وہ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مصروف رہ کر کوئی دوسرا کام سرانجام نہیں دے سکتی، چنانچہ اس کا شوہر جب دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کر لیتا ہے تو ہر ایک زوجہ پر ذمہ داریاں تقسیم ہو کر ایک زوجہ کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور مثلاً جو بیویاں تعلیم حاصل کرنا یا جاری رکھنا چاہتی ہیں وہ [علم دین، انجینئرنگ، میڈیکل، وغیرہ جیسے مختلف] شعبوں میں ان ایام میں بخوبی اپنی پڑھائی میں مشغول رہ سکتی ہیں جن میں شوہر کا ان کے ہاں قیام نہ ہو تو کچھ وقت شوہر کی غیر حاضری اور اپنے تمام قسم کے کاموں سے فراغت کے باعث اپنی باری میں خوب شوق و رغبت کے ساتھ شوہر کا استقبال کرتی ہیں اور اگر شوہر بھی پڑھائی سے متعلق ان شعبوں سے کچھ شُدبُد رکھتا ہو تو یہ زوجہ اپنی تحقیقات کو افادہ و استفادہ کی غرض سے شوہر کے سامنے بھی پیش کر سکتی ہیں...... لہٰذا تعددِ زوجات کے فوائد، صرف مرد اور معاشرہ نہیں حاصل کرتا بلکہ اس کی زوجہ بھی اس حکم سے فائدہ اٹھاتی ہیں اور یہ سب کچھ قرآن کے اس حکم (نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو) کے عموم میں داخل ہے۔''

عربوں کے بعض قبائل میں عورت اپنے شوہر کی زیادہ بیویوں پر فخر کرتی ہے

ایک مشہور عربی مجلۃ ''الاسرۃ'' لکھتا ہے:

''تفتخر النسآء فیھا بکثرۃ زوجات أزواجھن۔ ضراتھن... ومن ھنا فإن أسھل شیء یفعلہ رجل ھذہ القبیلۃ ھو الزواج والأسھل من ذلک ھو الزواج مرۃ ثانیۃ وثالثۃ إلی آخر عدد یریدہ، وھذا شیء تشترک فیہ معظم القبائل الأفریقیۃ۔''

(الأسرۃ: ذی قعدۃ: ۱۴۲۵ھج)

ترجمہ: ''سوڈان افریقہ میں عورتیں اپنے شوہر کی زیادہ بیویوں پر فخر کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے قبائل میں سب سے آسان کام شادی ہے اور اس سے بھی زیادہ آسان دوسری، تیسری اور چوتھی ہے، افریقہ کے اکثر قبائل اس دستور پر ہیں۔''

گھر کے کام ایک عورت کے بس کی بات نہیں، مردوں کو دوسری شادی کرنی چاہیے، مصری صحافی خاتون

روزنامہ ایکسپریس میں مصری صحافی خاتون کے حوالے سے یہ خبر یوں شائع ہوئی:

''گلف نیوز کے مطابق چالیس سالہ مصری خاتون حیام دا بیک مردوں کی دو شادیوں کے حق میں ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر وہ تین چار شادیاں بھی کر لیں تو بیوی کو برا نہیں ماننا چاہیے اور نہ ہی گھر چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔ حیام کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ وہ دوسری شادی کر لے، میں ملازمت کے ساتھ تنہا گھر کے مکمل کام نہیں کر سکتی، حیام آج کل مردوں کے ایک سے زائد بیویاں رکھنے کے حق میں مہم چلا رہی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ گھر کے ڈھیروں کام ایک عورت کے بس کی بات نہیں۔ حیام کا مزید

کہنا ہے کہ اسلام میں مردوں کو چار شادیوں کی اجازت دراصل خواتین ہی کے حق میں ہے۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا ہے کہ دوسری شادی کرلو، لیکن انہوں نے میرے مطالبے کو مذاق سمجھ کر مسترد کر دیا، جبکہ میں سنجیدہ ہوں۔ دابیک نے اس سلسلے میں ایک تنظیم قائم کی ہے جس کا نام ''العیر'' یعنی معاونت ہے، یہ تنظیم مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دیتی ہے......''

(روزنامہ ایکسپریس، سنڈے میگزین: ۴ مارچ ۲۰۰۴)

www.dozaa.net/marriage.html

دوسری شادی کس عمر میں کی جائے؟

بہت سے حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں 40 سال سے پہلے عمر اور عقل میں پختگی نہیں ہوتی لہٰذا دوسری شادی 40 سال کی عمر سے متجاوز ہونے کے بعد کرنی چاہئے، ان حضرات کا یہ دعویٰ درست نہیں، وجہ اس کی یہ ہے دوسری شادی کیلئے خصوصاً اس زمانے میں جس قسم کی اعصابی قوت درکار ہے، 40 سال کے بعد وہ قوت مفقود ہونے لگتی ہے، چنانچہ بہت سے پختہ عمر کے حضرات کے بارے میں مشاہدہ ہے کہ ان کے سامنے جب دوسری شادی کا تذکرہ ہو تو فوراً کمر پکڑ کر اپنے ضعف اور ناتوانی کا حوالہ دینا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی اس عمر میں ہم خوامخواہ کی ٹینشن مول لیکر خود کو بڑھاپے سے پہلے بوڑھا نہیں کر سکتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ 40 سال کی عمر کے بعد انسان میں ذہنی پختگی پیدا ہو جاتی ہے مگر اس پختگی کا کیا فائدہ جس سے انسان فائدہ ہی نہ اُٹھا سکے۔ دوسری بات یہ کہ ابتداء جوانی میں اگرچہ عمر کی کمی کے باعث پوری طرح ذہنی پختگی نہیں ہوتی مگر مشاہدہ پر مبنی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نکاح اور اولاد کی کثرت انسان کو کم عمری میں بھی ذہنی طور پر پختہ اور مضبوط بنا دیتی ہے۔ ورنہ نکاح سے اجتناب کرنے والے ساری عمر ''بچکانہ حرکتوں'' میں ہی مبتلا رہتے ہیں۔ الغرض نکاح سے بچپنے میں کمی ہی آتی ہے، اضافہ نہیں ہوتا۔

سعودی عربی کے عالم شیخ خالد الجریسی حفظہ اللہ اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

''تعدد زوجات (متعدد بیویاں رکھنے) کی بشرطِ عدل جس سنت پر ہماری شریعت نے ہمیں ابھارا ہے تو اس سنت کے بارے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ نوجوان یہ سوچ کر اس سنت سے اعراض کرتے ہیں کہ جب عمر زیادہ ہو جائے گی تو اس پر عمل کرلیں گے، حالانکہ اس سنت کو زندہ کرنے میں جو فائدہ حاصل ہوتے ہیں وہ نوجوانی کی عمر میں ہی حاصل ہوتے ہیں، مثلاً جوانی کو حرام سے محفوظ رکھنا اور جوانی کے جوش سے پیدا ہونے والے جذبات کو حلال طریقوں سے ٹھنڈا کرنا، متعدد مسلمان عورتوں کی ذمہ داری نبھانا اور حلال طریقے سے کثیر مسلمان خواتین کو عفت و پاکدامنی والی زندگی مہیا کرنا، نیز جوانی میں (بذریعہ حلال) خواہشِ نفس پوری کرنا طبیعت میں تازگی اور نشاط پیدا کرتا ہے (جو صحت کی بہتری کا سبب بنتا ہے) اور جوان آدمی میں (اعصاب کی مضبوطی کے باعث) متعدد بیویوں میں عدل کی جو قدرت ہوتی ہے وہ بڑی عمر

کے لوگوں میں (کہ جن کے اعصاب کمزور ہو چکے ہوں) نہیں ہوتی۔

لہٰذا صالح نوجوانوں کو جن میں عدل کی قدرت ہو اور وہ تعدد زوجات کی سنت پر عمل کریں گے تو یہ کام اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ اپنی اور اپنی بیویوں کی سعادت کا سبب بھی بنے گا اور معاشرے کو نفع بھی ہوگا اور اس کے ذریعے اولاد کی وہ کثرت ہوگی (جو بڑی عمر میں نکاح کر کے حاصل نہیں ہو سکتی) جس سے امت کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور یہ بات (مختلف میدانوں میں) امت کے نفع کا سبب بنے گی۔

اور ہمارے لئے صحابہ کرامؓ اور تابعین کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، کیونکہ ان میں سے بہت سے حضرات نے ابتداءِ جوانی میں ایک سے زائد بیویاں رکھی ہیں۔ سعید بن جبیر (جلیل القدر تابعی) فرماتے ہیں کہ (میرے استاد) عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا کہ کیا آپ نے نکاح کر لیا ہے۔ میں نے کہا نہیں، فرمایا: نکاح کرو اس لئے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں، اور یہ سعید بن جبیر کی وہ عمر تھی جس میں آپ کی داڑھی بھی نہ نکلی تھی۔ اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ وہ افراد جو فضیلت کے باقی اسباب میں برابر ہوں، ان میں پھر زیادہ بیویوں والا، کم بیویوں والے سے افضل ہے۔

لہٰذا میں ان نوجوانوں کو کہ جن میں متعدد بیویوں میں عدل کی صلاحیت اور ایک سے زائد گھروں اور بیویوں کی خبر گیری اور قیادت کی صلاحیت ہے، انہیں ترغیب دوں گا کہ وہ متعدد بیویاں رکھنے کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی جلد از جلد کوشش کریں کیونکہ سوکنوں کے اختلافات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مفاسد کو برداشت کرنے اور ان مفاسد کو دفع کرنے اور گھر کو سنبھالنے کی ان میں زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ یوں بچے محبت والفت والے ماحول میں جوان ہوتے ہیں اور اس دوران یہ بات پیش نظر رہے کہ رشتہ کی تلاش کے وقت ایسی عورت تلاش کریں (جس کے مثلاً خاندان وغیرہ کو دیکھ کر اس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ) بہت محبت کرنے والی اور کثرت سے بچے جننے والی ہوگی نیز دیندار عورت تلاش کرنے کی کوشش کریں کیونکہ وہ دنیا کا بہترین متاع ہے اور دیندار سے نکاح کرنے میں ہی مسلمان مرد اپنے گھر کا ایسا ماحول بنا سکتا ہے کہ جس میں اولاد تقویٰ اور نیکی والی زندگی پر پرورش پا سکے۔

نوجوان اگر (چار شادیوں والی) اس سنت پر عمل شروع کر دیں گے تو اس عمل کے نتیجے میں مسلمان عورتوں کو ٹھکانا نصیب ہوگا اور ان کی مالی کفالت اور حالات کی اصلاح کا انتظام ہوگا اور نکاح کے انتظار میں گھروں میں بیٹھے بوڑھی ہو جانے والی خواتین جن مشکلات سے دوچار ہیں، ایسی مشکلات کا سدّ باب بھی ہو سکے گا اور اس سبب سے ایسا نوجوان اللہ کی طرف سے بہت بڑے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔''

رسالہ: ''فضل تعدد الزوجات''

مؤلفہ خالد الجریسی

علی اشراف الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ

پہلی کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بہنوئی نے دوسری شادی رچالی، عرب عالم سے ایک شخص کا سوال

السوال: سؤالي يتخلص في زوج يتزوج من شقيقتي... سؤالي هنا هل هناك دليل من القرآن أو السنة أو من الأئمة الأربعة يجيز الزواج بأخرى قبل الدخول بالأولى ويعده مما لا ضرر فيه على الزوجة الأولى وأن الشريعة تجيز مثل هذه الزيجات...؟

ترجمہ: میں اپنے بہنوئی کے بارے میں سوال پوچھنا چاہتا ہوں (جس میں فلاں فلاں خرابیاں ہیں) اور اس نے میری بہن کی رخصتی سے قبل ہی دوسری شادی بھی رچالی، میرا سوال یہ ہے کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ کوئی دلیل یا چاروں ائمہ میں کسی کا کوئی قول اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مرد پہلی زوجہ کی رخصتی سے قبل ہی دوسری شادی کرلے اور اس اقدام کو کیا پہلی بیوی پر ظلم نہیں سمجھا جائے گا اور کیا شریعت اس قسم کی نازیبا حرکتوں کی اجازت دیتی ہے......؟

الجواب: اے معزز سائل! آپ کو جان لینا چاہئے کہ اللہ جل شانہ نے سورۃ نساء کی ابتدائی آیات میں مسلمان مردوں کو متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے اور اس اقدام کے جائز ہونے کے لئے صرف بیویوں میں عدل کی قید ذکر فرمائی اس کے سوا کوئی شرط نہیں، لہٰذا جو اس اقدام کو جائز کہتا ہے اس سے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا بلکہ دلیل اس سے طلب کی جائے گی جو اس اقدام کو ناجائز سمجھے۔ بلکہ میں آپ سے کہوں گا کہ جو شخص قدرت مالیہ، جسمانیہ اور عدل کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی دن میں چار شادیاں کرلے اور ایک ہی رات میں چاروں سے ملاقات کرلے اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اقدام بشرطِ عدل جائز رہے گا اس اقدام کو ممنوع نہیں کیا جاسکتا۔ رہا آپ کا اپنے بہنوئی کے بارے میں یہ اشکال کہ اس میں فلاں فلاں خرابی ہے تو اس کے لئے محاکم شرعیہ (شرعی عدالت) سے رجوع کریں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ (بذریعہ عدالت) اپنے بہنوئی اور بہن کے معاملے میں درست فیصلہ کرواسکیں گے۔

المفتي: مركز الفتوى باشراف، عبدالله الفقيه
رقم الفتوى: ۳۰۰۲
تاریخ: ۱۶ صفر ۱۴۲۰ھج

عرب عالم شیخ خالد الجریسی کی ان خواتین کو نصیحت جو اپنے شوہر کو دوسری شادی سے زبردستی روکتی ہیں

ترجمہ: اے میری مسلمان بہن! آپ پر لازم ہے کہ آپ تعدد زوجات کے حکم کی مخالفت نہ کریں، اس

لئے کہ مخلوق کے بارے میں اللہ کا یہی حکم ہے اور وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے، اس کا ارشاد ہے:

{أفحکم الجاهلية يبغون} الأية

ترجمہ: ''تو کیا یہ لوگ جاہلیت کے احکام کے متلاشی ہیں، تو یقین والوں کیلئے اللہ سے زیادہ کس کا حکم عمدہ ہوگا''

لہٰذا اے مسلمان بہن! ہم آپ سے یہ مطالبہ تو نہیں کرتے کہ آپ اپنے شوہر کو از خود دوسری شادی کے لئے تیار کریں کیونکہ یہ کام تو آپ کے لئے واقعی بہت مشکل ہے، مگر ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اس بات کا اختیار نہیں کہ اس معاملے میں شوہر سے جھگڑا کریں جب تک کہ اس جھگڑے کا کوئی حقیقی اور واقعی سبب موجود نہ ہو، اور جب تک ایسا نہ ہو آپ اپنے شوہر سے صرف عدل کا (یعنی اپنے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی کا) مطالبہ کر سکتی ہیں۔

اے میری مسلمان بہن! آپ کو پہلے سے یہ علم کہاں سے ہو جاتا ہے کہ آپ کا شوہر بیویوں میں عدل نہیں کرے گا جبکہ ابھی تک اس نے تعدد زوجات کا اقدام کیا ہی نہیں......؟ کیا آپ کو غیب کا علم ہو جاتا ہے یا ایک ایسی مجہول بات کا خوف ہوتا ہے کہ جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں؟ اور اے مسلمان بہن! آپ ان احمقوں اور بے دینوں کے واقعات سے متاثر ہو کر (اسلام کے حکم کو ناپسندیدہ نہ سمجھیں کہ) جو احمق اور بے دین متعدد بیویوں میں عدل نہیں کرتے۔ کیونکہ ایسے (احمق اور بے دین مسلمانوں) کا عمل (کسی کام کے ناپسندیدہ ہونے اور) اسلامی احکام کی مخالفت کی دلیل نہیں۔ کیونکہ اسلام اس بے عدلی کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ پس آپ پر لازم ہے کہ (شوہر کے اس اقدام کے بعد) اس سے بغیر کسی شرعی عذر کے سوکن کی طلاق کا مطالبہ کریں کیونکہ طلاق حلال کاموں میں اللہ کو سب زیادہ ناپسند ہے۔ نیز آپ (اپنے شوہر کے مال، محبت اور اس کے اوقات وغیرہ میں سے) اتنا کچھ ہی حاصل کر سکتی ہیں جتنا آپ کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے، تقدیر سے زیادہ کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا (لہٰذا شوہر دوسری شادی کرے یا نہ کرے، آپ کو اس کے مال، محبت اور اوقات میں اتنا ہی ملے گا جتنا آپ کی تقدیر میں لکھا ہے، اور اس سے زائد کا حصول جب ممکن ہی نہیں تو سوکن کو طلاق دلوانے کا کیا فائدہ؟) اور جب آپ کو علم ہو کہ آپ کا شوہر مزید نکاح کی رغبت رکھتا ہے تو آپ اپنے آپ کو اس بات سے خوب خوب بچا کر رکھنے کی کوشش کریں کہ آپ شوہر کے اس اقدام میں زبردستی آڑ بن جائیں، ایسا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ لاشعوری طور پر آپ اپنے شوہر کے لئے حلال کام میں رکاوٹ ڈال کر حرام (یعنی فحاشی و بدکاری کے) راستے کو آسان کر رہی ہیں، چنانچہ اس صورت میں اگر خدانخواستہ آپ کے شوہر سے کوئی گناہ سرزد ہوا تو اس بات کا خوف ہے کہ اس گناہ میں آپ بھی اس کے ساتھ شریک

ہوں، کیونکہ آپ نے (نکاح جیسے حلال کام کومشکل بناتے ہوئے) گناہ کی طرف اپنے شوہر کی رہنمائی کی۔ پس کتنی ہی خبیث عورتیں ہیں کہ وہ اس بات کوتو برداشت کرلیتی ہیں کہ ان کا شوہر زانی ہو، عورتوں سے دوستیاں لگاتا پھرے مگر اسے برداشت نہیں کرتیں کہ شوہر کے پاس ایک اور زوجہ ہو۔

آپ کے لئے انسانیت کے معلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام اور جلیل القدر صحابیات اور امہات المؤمنین کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ ان حضرات نے متعدد بیویاں رکھیں (اور صحابیات اور امھات المومنین نے اس اقدام میں رکاوٹ نہ ڈالی) اور ہمیں توآج بھی مشاہدہ ہے کہ بہت سے وہ حضرات جنہوں نے اپنی بیٹیوں کی شادی ایسے مردوں سے کی جن کے نکاح میں پہلے سے (ایک یا ایک سے زائد) بیویاں تھیں، ان کی بیٹیاں زیادہ اچھی زندگی گذار رہی ہیں ان عورتوں سے جنہوں نے ایسے مردوں سے نکاح کیا جن کے نکاح میں ان کے ساتھ کوئی دوسری عورت شریک نہیں۔

اور اے میرے مسلمان بھائی! میں آپ کوبھی نصیحت کروں گا کہ آپ (عدل کے معاملے میں) اللہ سے ڈریں......اور یہ بات نہ بھولیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے ظلم کوحرام قرار دیا اور بیوی پر ظلم کوبھی حرام قرار دیا ہے اور جس کے نکاح میں ایک سے زائد عورتیں ہوں اس کے لئے بیوی پر ظلم اور بھی زیادہ حرام ہے، یہی وجہ کہ سیدنا مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کے نکاح میں دو عورتیں تھیں اور وہ دونوں میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسری کی طرف (زیادہ) مائل ہوگیا تو قیامت کے دن اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے جسم کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔

فضل تعددِ زَوجات
مؤلفة: شيخ خالد الجريسي على إشراف
الشيخ محمد بن صالح العثيمين رحمه الله

اختتامیہ

بندہ تعددِ زوجات سے متعلق اپنی اس تالیف کے اختتام پر قارئین کے سامنے یہ بات پیش کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہے کہ اس تالیف سے بندہ کا مقصد ہرگز ہرگز لوگوں کا گھر اُجاڑنا اوران میں فساد ڈالنا نہیں بلکہ یہ کتاب خالصۃً خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے لکھی گئی ہے،...... ہاں یہ ضرور ہے کہ جب کسی مردہ سنت کو زندہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو معاشرے کی طرف سے ردِعمل اوراس کے نتیجے میں آزمائشیں اس عمل کا لازمی جزو ہیں، لہٰذا جو حضرات بھی بندہ کی اس تالیف کے مطالعے کے بعد دوسری شادی کا ارادہ کریں ان سے مکرّر اپیل ہے کہ پہلی زوجہ کے ردِعمل پر آگ بگولہ ہونے کے بجائے جس حد تک استطاعت ہو اس پر ردِعمل کو اس کی فطرت کا حصہ سمجھ کر برداشت کرنے کی کوشش کریں۔ اس پر آپ اللہ رب العزت کی طرف سے ان شاء اللہ اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔ اگر آپ نے برداشت والی پالیسی کے بجائے خدانخواستہ ماردھاڑ والی پالیسی اختیار کی تو آپ کی زوجہ اس معاملے میں اور زیادہ حساس ہوجائے گی اوراس کے لئے سوکن کے وجود کو قبول کرنا آسان ہونے کے بجائے مزید مشکل ہوجائے گا۔

نیز وہ حضرات جن کا سنجیدگی سے دوسری شادی کا ارادہ نہ ہو وہ خواہ مخواہ اسلام کے اس فلسفے کو بیوی کے لئے بلیک میلنگ کے طور پر استعمال نہ کریں اور بیوی سے لڑائی کے موقع پر بات بات پر اسے دوسری شادی کی دھمکیاں دے کر بلیک میل کرنے کی کوشش کریں۔

بندہ نے یہ تالیف قوم کے حالات کو دیکھتے ہوئے بخدا خالصتاً ایک اچھے جذبے سے لکھی ہے، جس میں قوم کی خیر خواہی مقصود ہے، بدخواہی اور فساد ہرگز مقصود نہیں۔ اگر کوئی ہماری اس تالیف سے غلط فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اوراپنے گھر میں فساد برائے فساد کا ذریعہ بنتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس عمل کا خود ہی جوابدہ ہوگا اور ایسے شخص کو اس رب کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھیدوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

"فإنه يعلم خائنة الأعين وما تخفي الصدور وهو اللطيف الخبير"

اللّٰهم تقبله مني واجعله صدقة جارية لوالدي ولأساتذتي ولمشايخي ورحمهم الله تعالىٰ أجمعين وصل اللّٰهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى آله وصحبه أجمعين آمين۔ وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العلمين۔ فقط:

طارق مسعود بن مسعود علی خان

بن محمد شفیع خان بن محمد خلیل خان بن محمد احمد خان

من کراتشی ثم من سهارنبور من الهند

محرّم ۱۴۳۱ھ بمطابق دسمبر 2009ء